وفاق المدارس العربیہ کے درجہ عالیہ کے
حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ
الجواب للعالیۃ
للبنین (اوّل)
لحلّ اسئلۃ العالیۃ
حسب خواہش
اُستاذ العُلماء حضرت مولانا محمد یسین شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اُستاذُ الحدیث والتفسیر جامعہ خیرُ المدارس، مُلتان
مؤلف
مولوی أبُو اُسامہ محمد یامین رحمانی صاحب
مکتبہ زکریا
ملتان ۞ پاکستان
0300-6357913, 0313-6357913

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون
پس سوال کرو تم اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے
یاحیُّ
یاقیّوم
وفاق المدارس العربیہ کے درجہ عالیہ کے
حل شدہ پرچہ جات کا مجموعہ
المسمّٰی بہ
الجواب للعالیۃ
للبنین (اوّل)
لحلّ اسئلۃ العالیۃ
حسب خواہش
استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان
مؤلف
مولانا محمد یامین رحمانی صاحب
ناشر
مکتبہ زکریا
بالمقابل جامعہ خیر المدارس ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
0300-6357913 0313-6357913

نام کتاب

الجواب للعالیۃ

(للبنین (اول))

لحلّ اسئلۃ العالیۃ

حسب خواہش: استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر رحمۃ اللہ علیہ
استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ خیر المدارس ملتان

مولف: مولانا محمد یامین رحمانی صاحب

نظر ثانی: مولانا محمد طاسین رحیمی صاحب

طباعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ بمطابق جنوری 2019ء

کمپوزنگ: الطاف حسین ناصر

مطبع: نعمان واصف پرنٹنگ پریس۔ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
0300-7359985

ناشر

مکتبہ زکریا بالمقابل جامعہ خیر المدارس ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

برائے رابطہ و معلومات: مولوی ابوطلحہ محمد طاسین رحیمی
0300-6357913
0313-6357913

بندہ لاشیئ اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو امت کے ان تمام
جانباز وسرفروشوں کے نام منسوب کرتا ہے جنہوں نے
تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ وتحفظِ ناموسِ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم
کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ دعا ہے کہ ان کو بہتر سے بہتر بدلہ و جزاء
نصیب فرمائے اوران کی ان قربانیوں کواپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین یارب العالمین

فہرست مضامین

الورقۃ الاولیٰ
تفسیر
سورۃ فاتحہ تا سورۃ یونس

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السؤال الاوّل﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ا۔ بقرہ:۹۴ تا ۹۶)

آیات کا شان نزول لکھنے کے بعد مطلب خیز ترجمہ کیجئے اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے بھی بتائیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا شانِ نزول (۲) آیات کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ آیات کا شانِ نزول:۔ بعض یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ آخرت کی نعمتیں خالص ہمارا ہی حق ہیں۔ ہمارے ساتھ کوئی اور فرقہ وگروہ ان نعمتوں میں شریک نہیں۔ تو اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ اگر آخرت کی نعمتیں صرف تمہارا حق ہیں اور تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اس کی تصدیق کے لئے موت کی تمنا کرو۔ مگر تم ہرگز سزا کے خوف سے اس کی تمنا نہ کرو گے۔

❷ آیات کا ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لئے صرف آخرت کا گھر ہو اللہ کے ہاں دوسرے لوگوں کے علاوہ تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی تمنا وآرزو نہ کریں گے کبھی بھی بوجہ ان اعمال کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو۔ اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور مشرکین سے بھی زیادہ حریص، چاہتا ہے ایک ایک ان میں سے کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں بچانے والا اس کو عذاب سے اس قدر جینا، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے ان کے اعمال کو۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ **لن یتمنوا** صیغہ جمع مذکر غائب نفی تاکید بلن معلوم از مصدر **تمنّی** (تفعل) بمعنیٰ تمنا کرنا۔

"**احرص**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر **حرص** (نصر وضرب) بمعنیٰ حرص ولالچ کرنا۔

"**یُعَمَّرُ**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر **تعمیر** (تفعیل) بمعنیٰ زندہ رکھنا۔

"**بمزحزحه**" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر **زحزحة** (فعللة) بمعنیٰ دور کرنا، دور ہونا اور ہٹانا۔

الشق الثانی ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۷۔ مائدہ:۸۹)

آیت مذکورہ بالا کا سلیس ترجمہ کریں۔ یمین کی قسمیں اور تعریف ذکر کرنے کے بعد ان کا حکم تحریر کریں۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہر صورت میں دلیل کیا ہے؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) یمین کی اقسام تعریف وحکم (۳) قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی کا حکم مع الدلیل۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** نہیں مواخذہ (پکڑ) کرتا اللہ تعالیٰ تمہارا تمہاری لغو (بیہودہ) قسموں پر اور لیکن مواخذہ کرے گا تمہارا ان قسموں پر جن کو تم نے مضبوط باندھا، پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنانا ہے دس مسکینوں کو یا ایک گردن (غلام) آزاد کرنا ہے۔ بس جو شخص نہ پائے (ان امور میں سے کچھ نہ کر سکے) تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم اٹھالو اور حفاظت کرو اپنی قسموں کی، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے احکام تا کہ تم (اس کا) شکرادا کرو۔

② **یمین کی اقسام، تعریف وحکم:۔** یمین (قسم) کی تین اقسام ہیں۔ غموس، منعقدہ، لغو۔

یمین غموس: کسی امر ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا۔ مثلاً زید کو معلوم ہے کہ رات کو بکر نہیں آیا مگر وہ جان بوجھ کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم رات بکر آیا ہے۔

یمین منعقدہ: کسی امرِ مستقبل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مثلاً اللہ کی قسم میں تجھے ضرور ماروں گا۔

یمینِ لغو: کسی امرِ ماضی پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا حالانکہ حقیقت میں وہ جھوٹی قسم ہو مثلاً زید نے رات کو بکر کے آنے کا انتظار کیا مگر بکر نہ آیا تو زید سو گیا۔ اس کے بعد بکر آیا مگر زید کو اس کا علم نہ ہوا۔ چنانچہ زید سے کسی نے صبح کو بکر کے بارے میں معلوم کیا تو زید نے کہا کہ اللہ کی قسم بکر نہیں آیا۔ حالانکہ وہ حقیقت میں آیا ہوا ہے مگر زید کو اس کا علم نہیں ہے۔

یمین کا حکم: صرف یمینِ منعقدہ میں کفارہ واجب ہے باقی میں صرف توبہ و استغفار ہے۔

③ **قبل الحنث کفارہ کی ادائیگی کا حکم مع الدلیل:۔** حانث ہونے سے پہلے کفارہ کے ادا کرنے سے کفارہ کی ادائیگی معتبر نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ کفارہ کا سبب حانث ہونا ہے، نہ کہ قسم اٹھانا، لہٰذا جس طرح وقت سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان سے پہلے رمضان کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے اسی طرح حانث ہونے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی بھی درست نہ ہوگی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ...... وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (پ۵۔نساء:۱۱۳)

آیت کا مکمل پس منظر بیان کرنے کے بعد تفسیر کیجئے اور بتائیے کہ "طائفة منهم" سے کون مراد ہیں، نیز "الحکمة" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیت کا پس منظر (۲) آیت کی تفسیر (۳) طائفة منهم اور الحکمة کی مراد۔

جواب ...... ① **آیت کا پس منظر:۔** بنو ابیرق کے ایک منافق شخص (بشیر) نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بخاری سے آٹا اور ہتھیار چرا لئے۔ تلاش کے سلسلہ میں لوگوں کو بشیر پر شبہ ہوا تو بنوابیرق نے بشیر کی حمایت اور براءت کی اور چوری میں حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارگاہِ رسالت میں صورتحال پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کا وعدہ فرما لیا۔ بنوابیرق کو خبر ہوئی تو اپنے ایک سردار اسیر کے پاس مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور پھر سب مل کر خدمت اقدس میں حاضر

ہوئے اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ وحضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ بلاتحقیق ایک دیندار گھرانہ پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔اس سے مقصود آپ ﷺ کی طرف داری اور ہمدردی حاصل کرنا تھا۔خیر اس میں تو کامیابی نہ ہوئی لیکن جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بے سند کیوں الزام لگاتے ہو؟ غرضیکہ انہوں نے اپنے چچا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے جا کر جب یہ باتیں نقل کیں تو وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے جس پر یہ دو رکوع کی آیات "اَجْرًا عَظِيمًا" تک نازل ہوئیں لیکن جب چوری ثابت ہو گئی اور مال مسروقہ برآمد ہو گیا اور وہ مالک کو دلا یا گیا تو بشیر ناراض ہو کر مرتد ہو گیا اور مشرکین مکہ سے جاملا۔اس پر آیت "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ" نازل ہوئی مکہ میں جا کر بھی حسب عادت بشیر نے کسی کے نقب لگایا کہ اتفاق سے اس پر دیوار گری اور وہ مر گیا۔

❷ آیت کی تفسیر:۔ واقعہ کا پس منظر معلوم ہونے کے بعد تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرا فضل اور رحمت آپ کے ساتھ نہ ہوتی جس نے واقعہ کی حقیقت آپ کو بتلا دی تو یہ لوگ آپ کو غلطی میں مبتلا کر سکتے تھے مگر یہ میرا فضل اور خصوصی کرم ہے کہ یہ لوگ آپ کو غلطی سے مبتلا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود ہی گمراہی اور ضرر میں مبتلا ہوتے ہیں اور آپ کو یہ ذرہ برابر بھی نقصان وضرر نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب و دانشمندی کی ایسی باتیں نازل فرمائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے۔

❸ طائفة منهم اور الحكمة کی مراد:۔ "طائفة منهم" سے مراد بنو ابیرق، اس کا خاندان اور اس کے حمایتی لوگ ہیں اور الحكمة سے مراد آنحضرت ﷺ کی سنت اور تعلیمات ہیں۔

الشق الثانی ...... اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (پ۵۔نساء:۵۸،۵۹)

مذکورہ آیتوں کا سلیس ترجمہ کیجئے، ان کا سبب نزول تحریر کیجئے، أمانات کا مصداق متعین کیجئے، اولو الأمر سے کون لوگ مراد ہیں؟ تفصیل کے ساتھ لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا سبب نزول (۳) امانات کا مصداق (۴) اولی الامر کی مراد۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانتیں ان کے اہل کی طرف اور جب تم فیصلہ کرنے لگو تو (حکم دیتا ہے) فیصلہ کرو تم عدل وانصاف کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو (حکم مانو) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔ پھر اگر نزاع کرو تم کسی چیز کے بارے میں تو لوٹاؤ تم اس کو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

❷ آیات کا سبب نزول:۔ یہود کی عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے تھے اور خصومات میں رشوت کی وجہ سے خلافِ حق کا

حکم دیتے تھے۔ تو اس آیت میں مسلمانوں کو ان دونوں بُری باتوں سے منع فرمایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو عثمان بن طلحہ نے بیت اللہ کی چابی دینے سے انکار کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے زبردستی چابی چھین کر بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا۔ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یہ چابی مجھے مل جائے تو اس موقع پر آیت نازل ہوئی اور چابی عثمان بن طلحہ کے حوالہ کردی گئی۔

③ امانات کا مصداق:۔ امانات کا مصداق عام ہے تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے۔ خواہ وہ مال کی صورت میں ہو، گواہی کی صورت میں ہو یا مشورہ کی صورت میں ہو۔

④ اولی الامر کی مراد:۔ اولی الامر لغت میں ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو۔ اسی لئے حضرات مفسرین ابن عباس، مجاہد رضی اللہ عنہم اور حسن بصریؒ نے اولی الامر کا مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے نائب وخلیفہ ہیں اور نظام دین ان کے ہاتھ میں ہے اور ایک جماعتِ مفسرین جن میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد حکام وامراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہے اور تفسیر ابنِ کثیر ومظہری میں ہے کہ یہ لفظ علماء اور حکام وامراء دونوں طبقوں کو شامل ہے کیونکہ نظامِ امرانہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اولی الامر سے مراد حاکم بادشاہ قاضی صوبہ دار لشکر کا سردار اور ہر شعبہ کا نگران ہوسکتا ہے اور انکی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک واضح حکم خداوندی کی مخالفت کا حکم نہ کریں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاول ...... وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ (پ ۷۔ مائدہ: ۸۳تا۸۵)

آیات کا ماقبل کے ساتھ ربط بیان کرنے کے بعد صرف ترجمہ تحریر کریں اور بتائیں کہ یہ آیتیں کب اور کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ماقبل سے ربط (۲) آیات کا ترجمہ (۳) نزولِ آیات کا وقت اور متعلقہ اشخاص۔

جواب ...... ① آیات کا ماقبل سے ربط:۔ ماقبل میں یہود ومشرکین کی دوستی اور مسلمانوں سے ان کی عداوت کا ذکر تھا اور قرآن کریم عدل وانصاف کا سب سے بڑا داعی ہے اسلئے تمام یہود ونصاریٰ کو ایک ہی صف میں شمار نہیں کیا بلکہ جن کے اندر کوئی خوبی اور کمال تھا اس کا بھی اظہار کیا۔ چنانچہ ان آیات میں نصاریٰ کے ایک خاص گروہ اور جماعت کا ذکر ہے جو قرآن سُن کر روئے اور مسلمان ہوگئے اور اس سے مراد شاہِ حبشہ نجاشی اور اس کے مصاحب ہیں جنہوں نے مہاجرینِ حبشہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔

② آیات کا ترجمہ:۔ اور جب سنتے ہیں وہ اس چیز کو جو نازل کی گئی رسول پر تو دیکھے گا تو ان کی آنکھوں کو کہ اُبلتی ہیں وہ آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ پہچان لیا انہوں نے حق کو۔ کہتے ہیں وہ کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے، پس لکھ دے تو ہم کو گواہی دینے والوں (ماننے والوں) میں سے، اور کیا ہوا ہم کو کہ ہم نہ ایمان لائیں (یقین کریں) اللہ پر اور اس چیز پر جو آئی ہمارے

پاس حق سے اور طمع رکھیں ہم اس بات کی کہ داخل کرے گا ہمیں ہمارا رب نیک بختوں کے ساتھ پھر بدلہ میں دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کہنے پر ایسے باغات کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، رہیں گے وہ اس میں ہمیشہ، اور یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔

❸ **نزولِ آیات کا وقت اور متعلقہ اشخاص:۔** یہ آیات ہجرت حبشہ کے بعد شاہِ حبشہ نجاشی اور اس کے مصاحبین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

الشق الثانی ...... وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآىِٕمُوْنَ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۝ (پ۹۔اعراف:۹۶تا۱۰۰)

آیات کا ترجمہ کیجئے، **اھل القرٰی** سے کون مراد ہیں، **اولم یھد** کا فاعل کیا ہے، **برکٰت من السمآء والارض** سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) **اھل القری** اور **برکات من السماء والارض** کی مراد (۳) **اولم یھد** کا فاعل۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو کھول دیتے ہم ان پر آسمان و زمین سے نعمتیں، اور لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑ لیا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلہ میں، کیا پس امن میں ہو گئے بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات جبکہ وہ سوئے ہوئے ہوں یا امن میں ہو گئے بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے جبکہ وہ کھیلتے ہوں، کیا بے خوف ہو گئے وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے، پس نہیں بے خوف ہوئے اللہ تعالیٰ کے داؤ (تدبیر) سے مگر خسارے والے لوگ، کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر جو وارث ہوئے زمین کے اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو پکڑ لیں ہم ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں اور ہم نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر پس وہ نہیں سنتے۔

❷ **اھل القری اور برکات من السماء والارض کی مراد:۔** **اھل القری** سے مراد قومِ عاد و ثمود اور قومِ نوح وغیرہ ہیں اور برکات کا معنی زیادتی ہے اور آسمان و زمین کی برکتوں سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کی بھلائی ہر طرف سے ان پر کھول دیتے، آسمان سے پانی ضرورت کے مطابق برستا، زمین سے ہر چیز خواہش کے مطابق پیدا ہوتی، پھر ان اشیاء سے نفع اٹھانے اور راحت حاصل کرنے کے سامان جمع کر دیئے جاتے کہ ان کو کوئی پریشانی اور فکر لاحق نہ ہوتی۔

❸ **اولم یھد کا فاعل:۔** **ان لونشاء اصبنھم بذنوبھم** شرط و جزاء مل کر پورا جملہ **لم یھد** کا فاعل ہے۔

﴿الورقة الاولٰی: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ...... كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۝ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ

جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ۲۔بقرہ:۱۸۰تا۱۸۲)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرتے ہوئے بتائیے کہ موت کے وقت والدین اور اقربین کیلئے وصیت کرنا فرض ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور کیا وصیت میں تبدیلی کرنا ممنوع ہے؟ اس کا شریعت میں کیا اصول ہے؟ مخطوط حصہ کی مراد وضاحت سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تشریح (۳) والدین و اقربین کیلئے وصیت کا حکم مع الوجہ (۴) وصیت میں تبدیلی کا حکم (۵) وصیت کے بارے میں اصولِ شرعی (۶) عبارتِ مخطوطہ کی مراد۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ فرض کیا گیا ہے تم پر وصیت کرنا جب حاضر ہو تم میں سے کسی کے پاس موت والدین اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے متقین (پرہیزگار) پر۔ پھر جو شخص بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے کہ سُن لیا اس نے وصیت کو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جو شخص خوف کرے وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

❷ آیات کی تشریح:۔ لوگوں میں دستور تھا کہ مردہ کا سارا مال اسکی بیوی اور بیٹوں کو ملتا تھا والدین اور تمام اقارب اس سے محروم رہتے تھے۔ تو پہلی آیت میں والدین اور اقارب کیلئے انصاف کیساتھ حصہ دینے اور وصیت کرنے کا حکم ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ مردہ نے تو وصیت کردی تھی مگر بعد والوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر اس کا کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ وصیت میں تبدیلی کرنے والے مجرم اور گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کی باتوں کو سنتا اور نیتوں کو جانتا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ مردہ نے غلطی سے وصیت صحیح نہیں کی، کسی کی بے جا رعایت کی ہے یا دانستہ طور پر حکم الٰہی کے خلاف کیا ہے تو اس نے اہل وصیت اور وارثوں کے درمیان حکم شریعت کے موافق صلح کرادی تو وصیت میں یہ تغیر و تبدیلی جائز ہے۔ ایسی صورت میں یہ شخص گنہگار نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

❸ والدین واقربین کے لئے وصیت کا حکم مع الوجہ:۔ والدین اور دیگر رشتہ دار ورثاء کے لئے بوقتِ موت وصیت آیات واحادیثِ متواترہ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ لہٰذا موصی کے لئے اقرباء اور والدین کے لئے وصیت فرض نہیں ہے۔ البتہ بوقتِ ضرورت اگر اس نے وصیت کردی تو پھر وہ بھی دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔

اور وصیت للوالدین کے نسخ کی دلیل حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا ہے (بصورتِ میراث) اب کسی وارث کیلئے اس وقت تک وصیت جائز نہیں ہے جب تک بقیہ تمام ورثاء اجازت نہ دے دیں۔

❹ وصیت میں تبدیلی کا حکم:۔ مُوصی اپنی زندگی میں وصیت میں تبدیلی کرنا چاہتا ہے تو تبدیلی بھی کرسکتا ہے اور اگر بالکل وصیت کو ختم کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے اور مُوصی کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف سے تبدیلی کی تفصیل تشریح میں ضمناً گزر چکی ہے۔

❺ وصیت کے بارے میں اصولِ شرعی:۔ وصیت کے بارے میں اصولِ شرعی یہ ہے کہ ثلثِ مال (ایک تہائی) سے کم میں وصیت جائز ہے اور ایک ثلث سے زائد کی وصیت یا اسی طرح کسی وارث کے لئے مطلقاً وصیت دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ اجازت دیں گے تو یہ وصیت درست ہوگی وگرنہ درست نہ ہوگی۔

❻ عبارتِ مخطوطہ کی مراد:۔ تشریح کے ضمن میں عبارتِ مخطوطہ کی مراد گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ...... اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىٕفَةً مِّنْكُمْ وَ طَآىٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ (پ۴۔ال عمران:۱۵۳،۱۵۴)

مذکورہ آیات کا شانِ نزول اور متعلقہ واقعہ تفصیل کیساتھ ذکر کرنے کے بعد سلیس ترجمہ کیجئے اور بتایئے "**وطائفة قد اهمتهم انفسهم**" سے کون لوگ مراد ہیں اور "**ویخفون فی انفسهم مالایبدون لك**" سے کیا چیز مراد ہے؟ "**فاثابكم غمابغم**" سے کس چیز کی طرف اشارہ ہے اور "لاتلوون" کی صرفی ولغوی تحقیق کیجئے۔ مخطوطہ عبارت کی ترکیب نحوی کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل سات امور ہیں (۱) آیات کا شانِ نزول (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) آیات کا ترجمہ (۴) عباراتِ مذکورہ کی مراد (۵) **فاثابكم غمابغم** کا مشارالیہ (۶) لاتلوون کی لغوی وصرفی تحقیق (۷) عبارتِ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ و ❷ آیات کا شانِ نزول اور واقعہ کی تفصیل:۔ یہ آیات غزوۂ اُحد کے متعلق نازل ہوئیں، ان آیات میں جنگ اُحد کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بدر کی جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور ستر سرداران قریش مارے گئے اور اسی مقدار میں گرفتار ہوئے تو ان کے رشتہ دار و عزیز و اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی کہ تجارتی قافلہ جو کچھ بھی ملک شام سے لایا ہے وہ اس مہم کی نذر کر دو کہ ہم محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں۔ چنانچہ ۳ھ میں قریش اور دیگر قبائل مل کر مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے تین ہزار کا لشکر نکل پڑا۔ جس وقت یہ لشکر جبل اُحد کے قریب خیمہ زن ہوا تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ آپ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور عبداللہ بن ابی کی رائے بھی یہی تھی۔ مگر بعض پُرجوش مسلمان جو غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے اور شوقِ شہادت پورا کرنے کے لئے بے چین تھے انہوں نے اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر مقابلہ کیا جائے تاکہ دشمن ہمیں کمزور و بزدل نہ سمجھے اور کثرت رائے اسی طرف ہوگئی چنانچہ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر نکلے اور ایک ہزار کا لشکر کفار کے مقابلہ کے لئے نکل پڑا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کا لشکر لے کر یہ کہتا ہوا علیحدہ ہوگیا کہ میرا مشورہ نہیں مانا دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں۔ بالآخر آنحضرت ﷺ نے میدان جنگ میں پہنچ کر سات سو سربکف و سرفروش نوجوانوں کی صفوں کو ترتیب دیا۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن ابی کی علیحدگی کی وجہ سے دو قبیلے بنو حارثہ و بنو سلمہ کے دلوں میں بھی کچھ کمزوری پیدا ہوئی اور مسلمانوں کی قلت کو دیکھ کر میدان چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر حق تعالیٰ نے ان کی مدد اور دستگیری فرمائی اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا کہ مسلمان قلت و کثرت کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اعانت و نصرت ہی اصل چیز ہے جیسا کہ جنگِ بدر میں ہوا۔ پس مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے اور اللہ سے ہی ڈرنا چاہئے۔

چنانچہ جنگ کا آغاز ہوا۔ ابتداءً مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور مقابل فوج میں ابتری پھیل گئی۔ مسلمان یہ سمجھے کہ فتح ہوگئی اور

وہ مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے، ادھر پشت کی جانب ٹیلہ پر چند نوجوان جو حفاظت کے لئے بیٹھے تھے وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آ گئے کہ فتح ہو گئی ہے، اس موقعہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو ابھی کافر تھے) نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے پہاڑی کا چکر کاٹ کر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا اور یہ سیلاب اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی لوٹ آئے، اس طرح ایک دم لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور اس غیر متوقع صورت حال کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پراگندہ ہو کر میدان سے چلی گئی۔ البتہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی تک مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے کہ اسی دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے۔ اس افواہ کی وجہ سے باقی لوگ بھی ہمت ہار گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے گرد صرف دس بارہ جان نثار باقی رہ گئے تھے اور آپ ﷺ خود بھی زخمی ہو گئے تھے۔ جب شکست کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہی تو اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کی خیریت معلوم ہوئی اور وہ ہر طرف سے سمٹ کر حضور ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کو پہاڑی کی طرف لے گئے اور اس طرح یہ جنگ عارضی شکست کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

❸ **آیات کا ترجمہ:۔** جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو۔ اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے۔ پھر پہنچا تم کو غم کے بدلہ میں غم۔ تا کہ تم نہ غم کرو اس چیز پر جو ہاتھ سے فوت ہو جائے اور نہ اس پر جو کچھ کہ پیش آئے اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ پھر اتارا تم پر تنگی کے بعد امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس نے ایک جماعت کو تم میں سے اور ایک جماعت کہ فکر پڑ رہا تھا اس کو اپنی جان کا۔ خیال کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹے خیالات جاہلوں جیسے۔ کہتے تھے وہ کہ کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں۔ تو کہہ کہ بیشک تمام کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں چھپاتے ہیں وہ اپنے نفسوں میں وہ چیز جو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ میں تو ہم نہ مارے جاتے یہاں پر تو کہہ دے کہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں تو البتہ نکل پڑتے وہ لوگ جن پر لکھ دیا گیا تھا قتل کیا جانا اپنے ٹھکانوں (قتل کی جگہ) کی طرف۔

❹ **عبارات مذکورہ کی مراد:۔** **قد اھمتھم انفسھم** سے مراد وہ بزدل منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی اور نہ آنحضرت ﷺ کی پرواہ تھی، بلکہ محض اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔

یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک سے مراد یہ ہے کہ منافقین آپس میں کہتے تھے کہ چند ناتجربہ کار جوشیلے نوجوانوں کی بات مان کر مقابلہ کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئے، اگر ہماری رائے اور تدبیر پر عمل ہوتا یعنی مدینہ میں رہ کر ہی دشمن کا مقابلہ ہوتا تو پھر اس قدر نقصان نہ اٹھانا پڑتا اور ہماری برادری کے اتنے لوگ نہ مارے جاتے۔

❺ **فاثابکم غمابغم کا مشارالیہ:۔** اس جملہ سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی بات نہ مان کر رسول اللہ ﷺ کا دل تنگ کیا تو اس کا بدلہ غم (شکست) کی صورت میں تمہیں ملا جس سے تمہیں تنگی ہوئی۔ یا پھر اشارہ ہے کہ فتح کے فوت ہونے، مالِ غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے اور جانی و مالی نقصان اٹھانے کے غم کے بدلہ میں تمہیں ایسا غم دے دیا جس سے پچھلے تمام غم ختم ہو گئے اور بھول گئے اور وہ غم آنحضرت ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ تھی۔ یا پھر مطلب یہ ہے کہ تمہیں غم پر غم دیا یعنی پہلے فتح و کامرانی کے فوت ہونے اور مالِ غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم تھا پھر آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے کا بالخصوص آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر سے دوسرا غم پہنچا۔

❻ **لاتلوون** کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ صیغہ جمع مذکر حاضر نفی مضارع معروف از مصدر لَوِیًا وَلُوِیًا وَلَیًا (ضرب) بمعنی مڑنا، انتظار کرنا۔ اصل میں لَاتَلْوِیُوْنَ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا ماقبل کی حرکت دور کر کے یاء کا ضمہ اس کو دیدیا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا **لاتلوون** ہو گیا۔

❼ عبارات مخطوطہ کی ترکیب:۔ "ثم" عاطفہ، "انزل" فعل وفاعل "علیکم" جار مجرور مل کر متعلق اوّل ہوا فعل کا "من" جارہ "بعدالغم" مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوا "امنة" مبدل منہ "نعاسا" بدل، مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل دونوں متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۞ (پ۵۔نساء:۵۸،۵۹)

آیات بالا کا شان نزول اور متعلقہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیجئے "اولی الامر" کی تعیین میں اہل علم کے اقوال ذکر کر کے ان کی اطاعت کی حدود بیان کیجئے اور **نعما یعظکم به** کی ترکیب نحوی کرتے ہوئے آیات کا سلیس ترجمہ کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ چھ امور ہیں (۱) آیات کا شانِ نزول (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) **اولی الامر** کی تعیین (۴) اطاعتِ **اولی الامر** کی حدبندی (۵) آیات کا ترجمہ (۶) **نعما یعظکم به** کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ تا ❺ **کما مّر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۲۷ھ۔**

❻ **نعمّا یعظکم به** کی ترکیب:۔ **نعم** فعل از افعال مدح اس میں **ھو** ضمیر مبہم ممیز **ما** بمعنی **شیأ** موصوف **یعظ** فعل اس میں **ھو** ضمیر اس کا فاعل **کم** ضمیر مفعول بہ **بـا** حرف جار "**ہ**" ضمیر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق فعل، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر تمیز، ممیز اپنی تمیز سے ملکر فاعل ہوا فعل مدح کا اور مخصوص بالمدح محذوف ہے جو **تأدیة الامانة والحکم بالعدل** ہے۔ فعل مدح اپنے فاعل اور مخصوص بالمدح سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ...... وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۞ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۞ (پ۸۔انعام:۱۳۸،۱۳۹)

مذکورہ آیات کا ترجمہ وتشریح کیجئے اور مشرکین کے جن مزعومات باطلہ کا ان آیات میں ذکر ہے انہیں واضح طور پر مفصل بیان کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تشریح (۳) مزعومات باطلہ کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور کہتے ہیں وہ کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے نہ کھائے اس کو کوئی بھی مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعض مویشی کہ حرام ہے ان کی پیٹھ پر سوار ہونا اور بعض مویشی کہ نہیں نام لیتے ان پر اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ تعالیٰ

پر بہتان باندھتے ہوئے۔ عنقریب سزا دیگا وہ ان کو اس چیز کی جو وہ گھڑتے (جھوٹ بناتے) ہیں اور کہتے ہیں وہ کہ جو بچہ ان مویشی کے پیٹوں میں ہے وہ خاص ہے ہمارے مردوں کے لئے اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر اور اگر وہ مردہ ہے تو وہ سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔ عنقریب سزا دے گا وہ ان کو ان کی وصفوں (تقریروں) کی، بے شک وہ حکمت والا، جاننے والا ہے۔

❷ و ❸ آیات کی تشریح و مشرکین کے مزعومات باطلہ کی وضاحت:۔ ماقبل والی آیات میں اور ان آیات میں مشرکین کے مزعومات باطلہ اور رسومات جاہلیت کا ذکر ہے۔ تو فرمایا کہ ان رسومات میں سے ایک رسم یہ تھی کہ بتوں کے نام پر کچھ کھیت وقف کر دیتے تھے اور کہتے کہ اس کا اصل مصرف فقط مرد ہیں عورتوں کو دینا یا نہ دینا ہماری مرضی پر موقوف ہے۔ عورتوں کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ ایک رسم یہ تھی کہ بعض جانوروں کو بھی مردوں کے لئے خاص کر دیتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر خاص کر دیتے تھے، ان کا دودھ نکالتے وقت، سوار ہوتے وقت، ذبح کرتے وقت کہیں بھی ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے۔ اسی طرح بعض جانوروں کا نام بحیرہ یا سائبہ رکھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ پھر اُن کے ذبح کے وقت اگر بچہ نکلتا تو وہ سب کے لئے حلال ہوتا تھا۔ اسی طرح بعض جانوروں کا دودھ بھی مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے۔ اسی طرح بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی یہ چار قسم کے جانوروں کی تعظیم کو عبادت سمجھتے تھے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ...... وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ ءَادَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَآ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَٰفِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ ءَابَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْءَايَٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ (پ۹۔ اعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۴)

مذکورہ آیات کا ترجمہ و مختصر تفسیر کرتے ہوئے "عہد الست" کی حقیقت بیان کیجئے اور بتائیے کہ ذریت آدم علیہ السلام سے یہ عہد کب اور کہاں اور کس طرح لیا گیا، اور عہد لے لیا گیا ہے تو پھر پیدائش کے بعد انسان کفر میں کیوں مبتلا ہوتا ہے مخطوطہ حصہ کی ترکیب نحوی بھی کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) عہد الست کی حقیقت (۴) عہد الست کا وقت، مقام اور کیفیت (۵) عہد الست کے بعد کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ (۶) جملہ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ کہا انہوں نے کیوں نہیں؟ (یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی روز قیامت کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے آباء واجداد نے کیا تھا ہم سے پہلے ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تُو ہلاک کرتا ہے ہمیں اس کام پر جو کیا گمراہوں نے اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیات۔ تا کہ وہ لوٹ آئیں۔

❷ و ❸ آیات کی تفسیر اور عہد الست کی حقیقت:۔ ان آیات میں عہد الست کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اور اولاد آدم علیہ السلام کی پشتوں سے ان کی اولاد کو

نکالا اور پھر ان کو سمجھ عطا کر کے اپنی ربوبیت والوہیت کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب ومعبود نہیں ہوں؟ سب نے عقلِ خدا داد سے حقیقت امر ومعاملہ کو سمجھ کر جواب دیا کہ واقعتاً آپ ہی ہمارے رب ومعبود ہیں۔

اس وقت وہاں جتنے فرشتے اور مخلوقات حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو گواہ بنا کر سب کی طرف سے ارشاد فرمایا "**شھدنا**" کہ ہم اس عہد الست کے گواہ بنتے ہیں یہ عہد تم سے اس لئے لیا گیا تا کہ تم روزِ قیامت ترکِ توحید اور اختیارِ شرک کی وجہ سے یہ نہ کہو کہ ہم اس توحید سے بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اصل شرک تو ہمارے آباء واجداد نے کیا تھا ہم تو ان کی نسل ہونے کی وجہ سے عقائد و خیالات میں ان کے تابع تھے لہٰذا ہمارے بڑوں کی خطاء کی وجہ سے ہمیں سزا نہیں ہو سکتی۔ ہم بے خطا ہیں، غلط راہ نکالنے والوں کی وجہ سے آپ ہمیں ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے۔ پس اس اقرار واشہاد کے بعد اب تمہارے یہ تمام عذر ختم ہو گئے۔ اس کے بعد ان سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تمہیں دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا۔ چنانچہ اس آیت میں آپ ﷺ کو اسی واقعہ کے یاد دلانے کا حکم دیا جا رہا ہے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنی آیات صاف صاف کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ ان کو عہد کا ہونا معلوم ہو جائے اور وہ شرک وغیرہ سے باز رہیں۔

۴ <u>عہد الست کا وقت، مقام وکیفیت:۔</u> مفسرِ قرآن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ عہد واقرار اس وقت لیا گیا تھا جب آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تھا اور اس کا مقام وادیٔ نعمان (میدان عرفات) تھا اور ممکن ہے کہ اس کی کیفیت یہ ہو کہ خالقِ کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام انسانوں کو ایک ذرہ کی صورت میں پیدا فرمایا اور بقدرِ ضرورت ان کو عقل وفہم اور شعور وادراک دے دیا ہو اور پھر ان سے وہ عہد لیا ہو جس کا ذکر تفسیر میں گزر چکا ہے۔

۵ <u>عہد الست کے بعد کفر میں مبتلا ہونے کی وجہ:۔</u> اس عہد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں معرفتِ حق کا بیج ڈال دیا ہے خواہ اس انسان کو خبر ہو یا نہ ہو وہ بیج پرورش پا رہا ہے اسی کے نتیجہ میں ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت وعظمت پائی جاتی ہے خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہو وہ بدنصیب لوگ جو مادی خواہشات یا گمراہ سوسائٹی میں پڑ گئے اور ان کی فطرت مسخ ہو گئی اور عقلی ذائقہ خراب ہو گیا۔ صحیح غلط کی تمیز نہ رہی تو وہ اس عہد کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے علاوہ بقیہ اربوں انسان تو اپنے رب کی عظمت اور دھن میں لگے ہوئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "**کل مولود یولد علی الفطرۃ**" کہ ہر پیدا ہونے والا دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندوں کو حنیف یعنی ایک خدا کا ماننے والا پیدا کیا ہے۔ پھر شیاطین ان کے پیچھے لگ گئے اور ان کو صحیح راستہ سے دور لے گئے۔

۶ <u>جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔</u> "**او**" عاطفہ، "**تقولوا**" فعل وفاعل مل کر قول "**انما**" کلمۂ حصر "**اشرک**" فعل "**آباء نا**" مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ معطوفہ ہوا۔ "**لعل**" حرف از حروف مشبہ بالفعل "**ھم**" ضمیر اس کا اسم "**یرجعون**" فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، لعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (پ۱۰۔انفال:۵۹،۶۰)

مذکورہ آیات کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد دونوں آیات کے مضمون کی دلنشین تشریح کیجئے، قوۃ اور رباط الخیل سے کیا مراد ہے؟
وماتنفقوا من شیئ سے **لاتظلمون** تک پوری عبارت کی نحوی ترکیب اور تینوں خط کشیدہ افعال کی صرفی تحقیق ذکر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تشریح (۳) قوۃ اور رباط الخیل کی مراد (۴) مذکورہ عبارت کی ترکیب (۵) افعال مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور نہ سمجھیں کافر لوگ کہ وہ سبقت کر گئے (بھاگ نکلے) بے شک وہ ہرگز ہمیں عاجز نہ کر سکیں گے۔ اور تیار کرو تم ان کی لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ دھاک بٹھاؤ تم اس کے ذریعہ سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کے راستے میں وہ پورا پورا دیا جائے گا تم کو اور تم ظلم نہ کیے جاؤ گے۔

❷ آیات کی تشریح:۔ پہلی آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جو غزوۂ بدر میں عدمِ شرکت کی وجہ سے یا شرکت کے بعد بھاگنے کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ تو ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اپنی چالاکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ جب پکڑنا چاہے گا پکڑ لے گا۔ خواہ اس دنیا میں ہی یہ اس کی گرفت میں آجائیں۔ ورنہ آخرت میں تو ان کی گرفتاری ضرور ہوگی۔ اس کے بعد دوسری آیت میں اسلام کے دفاع اور کفار کے مقابلہ کے لئے جنگی ساز و سامان اور تیاری کا حکم ہے تاکہ اس ساز و سامان کے ذریعہ تم اپنے دشمنوں پر اور اللہ کے دشمنوں پر رعب جمائے رکھو اور جتنا ممکن ہو دشمن کے مقابلہ میں تیاری بھی کرو اور خرچ بھی کرو اور تمہارا خرچ کیا ہوا بیکار نہیں جائے گا بلکہ آخرت میں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات کی روشنی میں علماء نے لکھا ہے کہ جنگ کی تیاری کرنا اور عسکری تربیت حاصل کرنا اسلحہ اور سامانِ حرب کی تیاری کرنا فرض ہے۔

❸ قوۃ اور رباط الخیل کی مراد:۔ قوۃ سے مراد دشمن کے مقابلہ کی قوت ہے اس میں تمام جنگی سامان، اسلحہ، سواری، بدن کی ورزش، فنونِ حرب کا سیکھنا سب کچھ اس میں داخل ہے اور دورِ جدید کے ہتھیار ایٹمی قوت، ٹینک، لڑاکا طیارے، آب دوز کشتیاں بھی اس میں داخل ہیں اور رباط الخیل سے مراد گھوڑوں کو پالنا، باندھنا، جمع کرنا ہے اور قوۃ میں یہ بھی شامل تھا۔ مگر خصوصی طور پر اس کا ذکر اس لئے کیا کہ اس زمانہ میں کسی بھی ملک وقوم کی فتح میں سب سے زیادہ مؤثر و مفید گھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

❹ مذکورہ عبارت کی ترکیب:۔ "مَا" موصولہ "تنفقوا" فعل وفاعل "من شیئ" جار مجرور مل کر متعلق اوّل "فی" جارہ "سبیل اللّٰہ" مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط "یوف" فعل مجہول "ھُوَ" ضمیر ذوالحال "الیکم" جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے۔ "واؤ" حالیہ "انتم" مبتدا "لاتظلمون" فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال حال مل کر نائب فاعل، فعل مجہول نائب فاعل سے مل کر جزا۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

❺ افعال مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ "تنفقوا" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر انفاق (افعال) بمعنی خرچ کرنا۔

"یُوَفّٰ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر توفیہ (تفعیل) بمعنی پورا پورا حق دینا۔
"لاتظلمون" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث نفی مضارع مجہول از مصدر الظلم (ضرب) بمعنی ظلم کرنا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (پ ۱۔ بقرہ: ۱۰۶، ۱۰۷)۔

ان آیات کا شانِ نزول لکھنے کے بعد سلیس ترجمہ کریں، نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں، نسخ کی کتنی صورتیں ہیں مفصل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا شانِ نزول (۲) آیات کا ترجمہ (۳) نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی (۴) نسخ کی صورتیں۔

جواب ...... ❶ <u>آیات کا شانِ نزول:</u> جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو یہود نے اس موقعہ پر مسلمانوں پر طعن کیا اور مشرکین بھی احکام کی منسوخی کی وجہ سے مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بناتے رہتے تھے انکے اعتراضات کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

❷ <u>آیات کا ترجمہ:</u> جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو لے آتے ہیں (نازل کرتے ہیں) اس سے بہتر یا اس کے برابر۔ کیا نہیں معلوم آپ کو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا نہیں معلوم آپ کو کہ اللہ کے لئے ہی ہے آسمان وزمین کی سلطنت (بادشاہت) اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار۔

❸ <u>نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی:</u> نسخ کا لغوی معنی نقل کرنا جیسے کتاب سے کوئی چیز نقل کرنا اور اصطلاح میں نسخ کسی حکمِ شرعی کا تبدیل ہو جانا ہے خواہ اس کا متبادل حکم ہو یا نہ ہو جیسے ایک سخت حکم کے بعد نرم حکم آ گیا یا نرم حکم کے بعد سخت حکم آ گیا جیسے شراب کے بارے میں احکام نازل ہوئے اور کبھی ایک حکم ختم ہو جاتا ہے اسکا بدل اور متبادل نازل ہی نہیں ہوتا۔

❹ <u>نسخ کی اقسام:</u> نسخ کی تین اقسام ہیں۔ ① تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورت احزاب کے متعلق منقول ہے کہ وہ سورت بقرہ کے برابر تھی اب ان آیات کی نہ تلاوت باقی ہے اور نہ احکامات معلوم و باقی ہیں۔ ② تلاوت منسوخ ہو حکم منسوخ نہ ہو جیسے آیت رجم کی تلاوت منسوخ ہے حکم باقی ہے ③ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو جیسے **اینما تو لو افثم وجه الله** آیت کی تلاوت باقی ہے مگر یہ حکم **فول وجهك شطر المسجد الحرام** سے منسوخ ہے۔

الشق الثانی ...... اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۗ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۗ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۗ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۳۔ بقرہ: ۲۷۵)

آیت کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، **كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ** کے جملہ کی وضاحت کریں، حرمت و شناعتِ ربوا پر مختصر مگر جامع نوٹ تحریر کریں پوری آیت پر اعراب لگائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) جملۂ مذکورہ کی وضاحت (۳) حرمت ربوا پر مضمون (۴) آیت پر اعراب۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ جو لوگ کھاتے ہیں سود، نہیں اٹھیں گے وہ (قیامت کے دن) مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں شیطان (جن) نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ بیع (سوداگری) بھی مثل سود لینے کے ہے۔ حالانکہ حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ پھر وہ شخص کہ پہنچی اس کو نصیحت اس کے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اس کے لئے ہے جو پہلے ہو چکا (گزر چکا) اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو لوگ پھر سود لے لیں یہی لوگ ہیں دوزخ والے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

❷ جملۂ مذکورہ کی وضاحت:۔ یعنی سود خور لوگ روزِ محشر جب قبر سے اٹھیں گے تو اس پاگل و مجنون کی طرح اٹھیں گے جس کو کسی شیطان جن نے خبطی و مجنون و پاگل بنا دیا ہو۔ یعنی خبطی و پاگل کی طرح بکواس اور ہزیان بکتے ہوئے اور دوسری مجنونانہ حرکات کرتے ہوئے اٹھیں گے۔

❸ حرمت ربوا پر مضمون:۔ حرمت وشناعتِ ربو کے لئے یہ جملہ حرفِ اخیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے اور سود خوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کا اعلانِ جنگ ہے اور جس چیز کو باری تعالیٰ حرام قرار دیں اور اس کے مرتکب سے اعلانِ جنگ کریں، اس کی حرمت وشناعت میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

شبِ معراج میں آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انکے پیٹ بڑے بڑے گھوڑوں کی مانند تھے اور ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ان کو ڈستے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق دریافت فرمایا تو جواب ملا کہ یہ سود خور ہیں۔

نیز ایک روایت میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں ہم ایک سرخ رنگ کی نہر کے قریب پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ اس میں کچھ لوگ انتہائی مشکل سے کنارے پر آتے ایک فرشتہ اس نہر کے کنارے پر بہت سے پتھر لئے بیٹھا تھا جب وہ لوگ نہر کے کنارے پر آتے تو وہ فرشتہ ان کے منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں ڈال دیتا پھر وہ بھاگ جاتے پھر وہ کنارے پر آتے پھر فرشتہ یہی عمل کرتا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سود خوروں کا گروہ ہے جو بیع کو سود کی مثل قرار دیتے تھے۔

اسی طرح اور بھی متعدد وعیدیں منقول ہیں (اعاذنا اللہ منه)۔

❹ آیت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاول ...... وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

آیت کا ماقبل سے ربط بیان کرنے کے بعد واضح ترجمہ کریں۔ اذ همت طائفتان سے کونسی دو جماعتیں مراد ہیں نیز یہ بتائیں کہ ان کے ہمت ہارنے کی کیا وجہ تھی غزوہ احد کا مختصر پس منظر تحریر کریں۔ (پ ۴۔ ال عمران: ۱۲۱ تا ۱۲۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) ماقبل سے ربط (۲) آیات کا ترجمہ (۳) طائفتان کی وضاحت (۴) ہمت ہارنے کی وجہ (۵) غزوہ احد کا پس منظر۔

جواب...... ① ماقبل سے ربط:۔ ماقبل والی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ اگر مسلمان صبر وتقوی پر قائم رہیں تو کوئی طاقت انہیں نقصان وضرر نہیں پہنچا سکتی اور غزوہ احد کے موقعہ پر جو عارضی شکست اور تکلیف پہنچی وہ بعض حضرات کی طرف سے انہی دو چیزوں میں کوتاہی کی بناء پر تھی۔ مذکورہ آیات میں اس غزوہ احد کا ذکر ہے۔

② آیات کا ترجمہ:۔ اور جب صبح کے وقت نکلے آپ ﷺ اپنے گھر سے کہ بٹھلانے لگے مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو گروہوں نے تم میں سے کہ نامردی (بزدلی) کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں مؤمن لوگ اور البتہ تمہاری مدد کی اللہ تعالیٰ نے بدر (کی لڑائی) میں اور تم کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم شکر ادا کرو۔

③ طائفتان کی وضاحت:۔ اس سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ ہیں۔

④ ہمت ہارنے کی وجہ اور غزوۂ اُحد کا پس منظر:۔ **كما مرفى الشق الثانى من السوال الاوّل ١٤٢٨ هـ۔**

الشق الثانی...... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۞ (پ ۵۔ نساء: ۵۱،۵۲)

مذکورہ آیات کا سلیس ترجمہ کرنے کے بعد شانِ نزول اور متعلقہ واقعہ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں پوری آیت پر اعراب لگائیں جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) واقعہ کی تفصیل (۴) آیات پر اعراب (۵) جبت اور طاغوت کی مراد۔

جواب...... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جن کو کتاب (توراۃ) کا ایک حصہ ملا جو ایمان لاتے ہیں بتوں پر اور شیطان پر اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے یہ وہی لوگ ہیں کہ لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ تو نہ پائے گا تو اس کے لئے کوئی مددگار۔

② و ③ آیات کا شانِ نزول اور واقعہ کی تفصیل:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود کے سردار حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف جنگ احد کے بعد قریش سے ملنے کے لئے اپنی ایک جماعت لے کر آئے اور یہود کا سردار کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس آیا اور حضور ﷺ کے خلاف قریش کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ اہل مکہ نے کعب سے کہا کہ تم دھوکہ دینے والی قوم ہو اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ہمارے ان دو بتوں (جبت وطاغوت) کے سامنے سجدہ کرو۔ چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کیلئے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد کعب نے کہا کہ تیس آدمی ہم میں سے اور تیس آدمی قریش میں سے سامنے آئیں تا کہ رب کعبہ کے ساتھ اس چیز کا عہد کریں کہ ہم سب مل کر محمد ﷺ کے خلاف جنگ کرینگے۔ چنانچہ کعب کی اس تجویز کو قریش نے پسند کیا

اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرلیا۔ اسکے بعد ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور عالم لوگ ہو ہم بالکل جاہل ہیں۔ اسلئے تم ہمیں بتاؤ کہ ہم حق پر چلنے والے ہیں یا یہ محمد ﷺ اور اس کی جماعت حق پر ہے؟ کعب نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ ہم حاجیوں کیلئے اپنے جانور ذبح کرتے ہیں انہیں دودھ پلاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، عزیز واقارب کے تعلقات کو قائم رکھتے ہیں بیت اللہ کا طواف اور حج وعمرہ کرتے ہیں۔ اسکے برخلاف محمد ﷺ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ اپنے اقارب سے علیحدہ ہو چکا ہے اور اس نے ہمارے قدیم دین کے خلاف ایک نیا دین پیش کیا ہے۔

ان باتوں کو سن کر کعب نے کہا کہ تم لوگ دین حق پر ہو اور محمد ﷺ (معاذ اللہ) گمراہ ہو چکا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ جن کے اندر یہود کے دجل وفریب کی مذمت ہے۔

❹ آیات پراعراب:۔ کما مرفی السوال آنفًا۔

❺ جبت اور طاغوت کی مراد:۔ ان کی مراد کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ ① حضرات ابنِ عباس، ابن جبیر اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جبت حبشی زبان میں ساحر کو کہتے ہیں اور طاغوت سے مراد کاہن ہے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد سحر اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ ③ مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کو طاغوت کہا جاتا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں سب مراد ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کہ جبت اصل میں تو بت کا نام تھا، بعد میں اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ میں ہونے لگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝ (پ۸۔اعراف:۵۴)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں، پوری آیت پر اعراب لگائیں، چھ دن میں زمین وآسمان کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ یہ سارا جہان ایک دن میں پیدا کرے۔ نیز یہ بتائیں کہ دن اور رات کا وجود تو حرکت آفتاب سے پہچانا جاتا ہے اس وقت جب یہ آفتاب نہ تھا تو یہ چھ دن کی تعداد کس حساب سے تھی۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت پر اعراب (۳) چھ دن میں کائنات کو پیدا کرنے کی حکمت (۴) چھ دن کے حساب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا آسمان وزمین کو چھ دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر اوڑھتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے چلا آتا ہے دوڑتا ہوا اور (پیدا کیا اس نے) سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے حکم کے تابعدار۔ سُن لو اسی کے لائق ہے (اسی کا کام ہے) پیدا کرنا اور حکم کرنا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

❷ آیت پراعراب:۔ کما مرفی السوال آنفًا۔

❸ **چھ دن میں کائنات کو پیدا کرنے کی حکمت:۔** اللہ تعالیٰ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں کائنات کو تخلیق کر سکتے تھے مگر بتقاضائے حکمت اس میں چھ دن لگائے تاکہ انسان کو نظامِ عالم کے چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ غور وفکر اور وقار وتدریج سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

❹ **چھ دن کے حساب کی وضاحت:۔** دن اور رات کا وجود تو آفتاب کی حرکت سے پہچانا جاتا ہے مگر کائنات کے وجود سے قبل دن رات کا اندازہ کس طرح لگایا گیا تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ چھ دن سے مراد اتنا وقت اور زمانہ ہے کہ جس میں چھ دن ورات سما سکتے ہیں یعنی چھ دن ورات کے وقت کی مقدار میں کائنات کو پیدا فرمایا۔

الشق الثانی ...... يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ۹۔اعراف:۱۸۷)

آیت کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق ذکر کریں۔ مسئلہ علم غیب پر مختصر نوٹ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین اُمور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) مسئلہ علم غیب پر نوٹ۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** سوال کرتے ہیں وہ آپ ﷺ سے کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت؟ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔ نہیں کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقتِ مقرر پر مگر وہی۔ وہ بھاری ہے آسمان وزمین پر۔ آئیگی وہ تم پر اچانک، سوال کرتے ہیں وہ آپ ﷺ سے گویا کہ آپ اس کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رَب کے پاس ہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

❷ **الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔**

"یسئلون" صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل مضارع معروف از مصدر **السئوال** (فتح) بمعنی سوال کرنا، پوچھنا۔

"لایجلّی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر **تجلّی** (تفعیل) بمعنی ظاہر کرنا۔

"ثقلت" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معروف از مصدر **ثقلا وثقالہ** (کرم) بمعنی بھاری ہونا۔

"لاتأتی" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر **الاتیان** (ضرب) بمعنی آنا۔

"لایعلمون" صیغہ جمع مذکر غائب بحث نفی فعل مضارع معروف از مصدر **العلم** (سمع) بمعنی جاننا۔

❸ **مسئلہ علم غیب پر نوٹ:۔** علم غیب اور تمام کائنات کا علم محیط یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم کہ کوئی چیز بھی اس سے خارج نہ ہو یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی بھی فرد حتی کہ کوئی بھی فرشتہ اور نبی مرسل بھی شریک نہیں ہے، اس میں کسی بھی درجہ میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا سراسر ناانصافی اور ظلم عظیم ہے، اور قرآن کریم واحادیث مبارکہ میں بے شمار مقامات پر اسی عقیدہ توحید کو بیان کیا گیا ہے اور اسی شرک والے گناہ عظیم کے خاتمہ کے لئے قرآن کریم اور انبیاءؑ کی بعثت ہوئی اور ہر ایک نے دنیا کے تمام رابطوں کو ختم کر کے ایک طرف ہی پوری مخلوق کو متوجہ کیا اور کلمۂ توحید کی دعوت دی۔

اس کائنات میں اگر معمولی علم غیب بھی ہوتا تو وہ اللہ کے محبوب پیغمبر آنحضرت ﷺ کو ہوتا مگر آپ ﷺ کی ساری زندگی

دعوتِ توحید میں ہی گزری اور بے شمار مقامات پر آپ ﷺ کی زندگی سے عملی طور پر ایسے واقعات نمودار ہوئے جن کی وجہ سے آپ کے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے، اگر آپ ﷺ کو علمِ غیب ہوتا تو آپ ﷺ ہر نفع کی چیز کو حاصل کرتے اور نقصان دہ چیز سے ہمیشہ محفوظ ہی رہتے۔ کبھی تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے۔ مگر سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا آپ ﷺ کو ہی کرنا پڑا ہے۔

اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ کو طائف کے پتھروں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ غزوۂ بدر کے موقعہ پر تجارتی قافلہ آپ ﷺ کے ہاتھ سے بچ کر نہ نکلتا، غزوۂ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید نہ ہوتے، آپ کے چچا کی لاش کے اس طرح بے شمار ٹکڑے نہ ہوتے، پہاڑ کی پشت کی جانب سے حضرت خالد بن ولید کی طرف سے حملہ نہ ہوتا اور عارضی شکست کا سامنا نہ کرنا پڑتا، بیعتِ رضوان کے موقعہ پر چودہ سو جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلہ کے لئے بیعت نہ لی جاتی، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بغیر عمرہ کی ادائیگی کے احرام کھول کر واپس نہ آنا پڑتا۔ اسی طرح اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جن سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے۔

البتہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم دیا جاتا ہے اور خصوصاً آپ ﷺ کو جو علم دیا گیا وہ تمام مخلوقات جن وانس سے بڑھ کر تھا اسی عطاء کردہ علم کی وجہ سے آپ نے متعدد غیب کی باتوں کی خبر بھی دی جن کی صداقت اور سچائی کی غیروں نے بھی گواہی دی اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو متعدد غیب کی چیزوں کا علم دیا گیا تھا مگر اسکی وجہ سے آپ ﷺ کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ۲۔بقرہ:۲۴۳،۲۴۴)

ترجمی الاٰیتین ترجمة واضحة اذکری شان نزول الاٰیة، اعربی الجملة المخطوطة (ترکیب نحوی کریں)۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) جملۂ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اس حال میں کہ وہ ہزاروں تھے۔ پھر فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

② آیات کا شانِ نزول:۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کے ایک واقعہ کو ذکر کر کے اس بات کو واضح کیا جا رہا ہے کہ موت وحیات تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔ جنگ وجہاد میں جانا موت کا سبب نہیں ہے اور اسی طرح بزدلی سے جان چرانا موت سے بچنے کا سبب نہیں ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کسی شہر میں رہتی تھی۔ وہاں کوئی سخت وباء طاعون وغیرہ پھیلا جس سے گھبرا کر یہ جماعت موت کے ڈر اور خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے بھیجے جنہوں نے میدان کے کناروں پر کھڑے ہو کر ایک آواز لگائی جس کے نتیجہ میں سب ہلاک ہو گئے ایک زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جگہ سے گزر ہوا تو انسانی ہڈیاں دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی

کے ذریعہ ان کو مکمل واقعہ بتلایا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انکی زندگی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ان سب لوگوں کو زندہ فرمادیا۔

❹ جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔ "خرج" فعل "واؤ" ذوالحال "من" جارہ "دیارھم" مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور ہو کر متعلق ہوا فعل کے۔ "واؤ" حالیہ "ھم الوف" ممیز تمیز مل کر حال۔ ذوالحال حال ملکر فاعل ہوا فعل کا "حذر الموت" مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول لہ ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل و متعلق اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ (پ۳۔ ال عمران: ۳۵، ۳۶)

ترجمی الآیتین ترجمة واضحة من هو عمران و ماهی قصة مریم۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت عمران کا تعارف اور حضرت مریم کا قصہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ جب کہا عمران کی بیوی نے کہ اے میرے رب بے شک میں نے نذر مانی تیرے لئے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر پس تو اسے میری طرف سے قبول کر۔ بے شک تو خوب سننے والا جاننے والا ہے پھر جب اس نے اس کو جنا تو بولی کہ اے میرے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہوا اس لڑکی جیسا اور میں نے نام رکھا اس کا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔

❷ حضرت عمران کا تعارف اور حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ:۔ حضرت عمران حضرت مریم علیہا السلام کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام ہے اور امراۃ عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کی شریعت میں عبادت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اپنی اولاد میں سے کسی بچہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیتے تھے اور اس سے کوئی دنیاوی کام اور خدمت نہ لیتے تھے حضرت مریمؑ کی والدہ (امراۃ عمران) نے اسی قاعدہ کے مطابق منت مانی کہ میرے حمل سے بچہ پیدا ہوگا اسے میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ مگر جب حمل پیدا ہوا تو وہ بچہ کی بجائے بچی تھی تو امراۃِ عمران کو اس کا افسوس ہوا اور حسرت و افسوس سے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے تو بچی جنی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف نہیں کر سکتی کیونکہ یہ عورت ہے اور مسجد کی خدمت مرد کا کام ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کی برکت سے اس لڑکی (مریم علیہا السلام) کو ہی قبول کر لیا۔ الغرض حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ ان کو لے کر بیت المقدس میں پہنچیں اور وہاں کے مجاورین سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے مانا ہے میں اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ اس کو آپ لوگ اپنے پاس رکھ لیں۔ حضرت عمران اس مسجد کے امام تھے اور حالتِ حمل میں ان کی وفات ہوگئی تھی ورنہ وہ منت کے بچہ و بچی کو لینے کے زیادہ مستحق تھے۔ اس مسجد کے مجاورین میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کے خالو تھے ہر مجاور کی کوشش تھی کہ میں اس کو حاصل کر لوں۔ مگر قرعہ اندازی پر سب لوگ متفق ہو گئے اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو اپنی تربیت میں لے لیا۔ اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش مسجد کے ایک حجرہ میں کی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ (پ۵۔نساء:۹۲)

ترجمی الاٰیة الکریمة۔ اذکری اقسام القتل۔ اشرحی الدیة والکفارة المذکورتین فی الاٰیة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) قتل کی اقسام (۳) دیت وکفارہ کی تفصیل۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور نہیں ہے جائز کسی مسلمان کے لئے یہ کہ قتل کرے کسی مؤمن کو مگر خطاء اور جس شخص نے قتل کیا کسی مؤمن کو خطاء تو آزاد کرے کسی مسلمان کی گردن اور دیت (خونبہا) سپرد کرے اس کے گھر والوں کی طرف مگر یہ کہ وہ معاف کردے۔ پھر اگر ہو مقتول ایسی قوم میں سے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان تھا تو آزاد کرے ایک مسلمان کی گردن اور اگر ہو وہ ایسی قوم میں سے کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہے تو فدیہ (خونبہا) سپرد کرے اس کے گھر والوں کی طرف اور آزاد کرے ایک مسلمان کی گردن۔ پھر جو شخص نہ پائے (استطاعت نہ ہو) تو دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے۔

❷ قتل کی اقسام:۔ قتلِ عمد: کسی شخص کو آلۂ قتل سے یا کسی ایسی نوکدار چیز سے قصداً قتل کرنا جو تفریقِ اجزاء میں آلۂ قتل کی مثل ہو (جس سے عام طور پر قتل واقع ہوجاتا ہو) مثلاً تلوار، چھری، کلاشنکوف، پستول، نوکدار پتھر وغیرہ۔

حکم: اس کا موجب گناہ ہے اور قصاص ہے الا یہ کہ ورثاء معاف کردیں اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

قتل شبہِ عمد: کسی کو ایسی چیز سے قصداً قتل کرنا جو نہ آلۂ قتل ہے اور نہ تفریقِ اعضا میں اسکی مثل مثلاً بڑا پتھر، لاٹھی۔

حکم: اس کا موجب گناہ ہے اور اس پر کفارہ اور دیت، قصاص نہیں ہے۔

قتلِ خطاء: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① خطاء فی القصد یہ ہے کہ کسی شخص کو شکار سمجھ کر تیر مار دیا۔

② خطاء فی الفعل یہ ہے کہ کسی شکار کو تیر مارا مگر وہ آدمی کو لگ گیا۔

حکم: اسکی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے، اس قتل میں گناہ نہیں ہے۔

قتل جاری مجریٰ خطا: یہ ہے کہ کوئی پہلوان شخص سو رہا تھا اس نے کروٹ لی تو کوئی کمزور شخص یا کوئی بچہ اس کے نیچے آکر مر گیا۔

حکم: اس میں بھی کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے البتہ گناہ نہیں ہے۔

قتل بسبب: کہ کسی نے حاکم کی اجازت کے بغیر غیر کی مِلک (زمین) میں کنواں کھودا، یا پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا۔ حکم: اس میں بھی فقط عاقلہ پر دیت ہے اور کفارہ واجب نہیں ہے۔

❸ دیت وکفارہ کی تفصیل:۔ اس آیت میں قتل خطاء کے دو حکم بتلائے گئے ہیں۔ پہلا حکم کفارہ کا ہے کہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اگر غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔ یہ بارگاہِ الٰہیہ میں قتل اور غلطی کا کفارہ ہے جو کسی صورت میں معاف نہ ہوگا دوسرا حکم ورثاء کو فدیہ اور خون بہا دینا ہے یہ ورثاء کا حق ہے یہ حق (فدیہ) ورثاء کے معاف کرنے

سے معاف بھی ہو جائے گا۔ پھر ورثاء کی تین صورتیں ہیں ① ورثاء مسلمان ہوں ② ورثاء کافر ہوں مگر ان کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت ہو ان دونوں صورتوں میں ورثاء کو فدیہ ادا کرنا لازم ہے ③ ورثاء کافر ہوں اور مسلمانوں سے کوئی مصالحت بھی نہ ہو اس صورت میں ان کو فدیہ کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿ (پ۶۔ مائدہ:۳)

ترجمی الآیة الکریمة واشرحی الکلمات المخطوطة لغة وصرفا واصطلاحا۔ متی نزلت الیوم اکملت لکم دینکم؟

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی صرفی و اصطلاحی تحقیق (۳) آیت کا وقتِ نزول۔

جواب ...... ① آیت کا ترجمہ:۔ حرام ہے تم پر مردہ جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور کہ (بوقت ذبح) نام لیا گیا ہو اس پر غیر اللہ کا اور وہ جانور جو مر گیا ہو گلا گھونٹنے سے اور چوٹ لگنے سے اور اونچائی سے گر کر اور سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا ہو درندہ نے (یہ سب حرام ہیں) مگر وہ جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور (حرام ہے) وہ جانور جو ذبح کیا گیا ہو کسی نصب پر اور (حرام ہے) یہ کہ تقسیم کرو تم جوئے کے تیروں سے یہ فسق (گناہ) ہے آج ناامید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے پس نہ ڈرو ان سے اور ڈرو مجھ سے۔ آج پورا کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کر دیا میں نے تم پر اپنا احسان اور پسند کر لیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔ پس جو شخص مجبور ہو جائے بھوک میں کہ نہ مائل ہونے والا ہو گناہ کی طرف تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔

② کلماتِ مخطوطہ کی لغوی صرفی و اصطلاحی تحقیق:۔

"المنخنقة" صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل از مصدر انخناق (انفعال) بمعنی گلا گھٹ جانا۔

"الموقوذة" صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول از مصدر الوقذ بمعنی ضربِ شدید لگانا۔

"المتردية" صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل از مصدر التردی (تفعل) بمعنی پہاڑی یا بلند جگہ سے گرنا۔

"نطيحة" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَطْحَاء اور نَطَائِح ہے بمعنی سینگ لگنے سے مرا ہوا جانور۔

"ذكيتم" صیغہ جمع مذکر حاضر فعل ماضی معروف از مصدر تذکیة (تفعیل) بمعنی ذبح کرنا۔

"النصب" یہ مفرد ہے اور اس کی جمع انصاب ہے بمعنی کھڑی و نصب کی ہوئی چیز۔

"تستقسموا" صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف از مصدر استقسام (استفعال) بمعنی تقسیم کرنا۔

"ازلام" یہ جمع ہے اس کا مفرد زلم ہے بمعنی تیر۔

اصطلاحی تحقیق: **کما سیأتی فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ۔**

③ نزولِ آیت کا وقت:۔ یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم عرفہ کو بعد نماز عصر نازل ہوئی۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاول ...... وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝ (پ۸۔اعراف:۱۹تا۲۱)

ترجمی الاٰیۃ الکریمۃ ترجمۃ سلسلۃ۔ اذکری قصۃ اٰدمؑ بوضوح ماھی الحکمۃ فی تکرار ھٰذہ القصۃ

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت آدمؑ کا قصہ (۳) قصۂ آدمؑ کے تکرار کی حکمت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے آدم ٹھہر تو اور تیری بیوی جنت میں پس کھاؤ تم جہاں سے چاہو اور نہ قریب جاؤ اس درخت کے پس ہو جاؤ گے تم گنہگاروں میں سے (نقصان اٹھانے والوں میں سے) پس بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ ظاہر کرے ان پردہ چیز جو چھپی ہوئی تھی ان کی شرمگاہوں سے اور کہا کہ نہیں روکا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ ہو جاؤ تم فرشتے یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والے اور قسم اٹھائی ان کے سامنے کہ بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

❷ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ:۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور خلیفۃ اللہ بننے کی صلاحیت فرشتوں پر واضح ہوگئی اور انہوں نے سجدہ کر کے اسے تسلیم کرلیا اور ابلیس اپنے تکبر اور معارضہ کی وجہ سے کافر ہو کر نکال دیا گیا تو اس وقت حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو حکم ملا کہ تم دونوں جنت میں رہو اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر فلاں معین درخت کے قریب نہ جانا اس سے مکمل پرہیز کرنا، شیطان جو آدم علیہ السلام کی وجہ سے مردود ہوا تھا اور خار کھائے ہوئے تھا اس نے کسی طرح موقعہ پا کر ان کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کر کے اور مصلحتیں بتا کر حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اس درخت کے کھانے پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ انہوں نے اس درخت کو کھالیا۔ انکی اس لغزش کی وجہ سے ان کو زمین پر اترنے کا حکم ملا کہ جاؤ تم بھی زمین پر اتر جاؤ اور وہاں زندگی بسر کرو اور وہاں کی زندگی جنت کی طرح بے غل وغش نہ ہوگی بلکہ آپس کے اختلافات بھی ہونگے، دشمنیاں بھی ہونگی، جس کی وجہ سے زندگی کا لطف پورا نہ ہوگا۔

❸ قصۂ آدم علیہ السلام کے تکرار کی حکمت:۔ قرآن کریم کتابِ ہدایت و تربیت ہے کتاب تاریخ نہیں، اس کا انداز مشفقانہ ومربیانہ ہے۔ تاریخانہ نہیں تو جس مقام پر ہدایت کے لئے جتنے واقعہ کی ضرورت تھی اتنا واقعہ ذکر کر دیا گیا لہٰذا تکرار نہیں ہے اور تکرار بھی وہ مخل ہوتا ہے جو بعینہٖ دوبارہ ذکر کیا جائے کہیں بھی بعینہٖ تکرار نہیں ہر جگہ نیا اسلوب، نیا انداز اور جدت ہے۔

الشق الثانی ...... لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ (پ۱۱۔توبہ:۱۰۸،۱۰۹)

ترجمی الآیتین الکریمتین ۔اذکری قصۃ المسجدین ومن ھم المطھرون۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسجدین کا قصہ (۳) **مطھرون** کی وضاحت

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ نہ کھڑے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مسجد میں کبھی بھی۔ البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے اس کی

پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر ﷺ یادہ لائق ہے کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اپنے پاک رہنے کو اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ بھلا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضامندی پر وہ بہتر ہے یا وہ شخص کہ بنیاد رکھی اس نے اپنی عمارت کی ایک کھائی کے کنارہ پر جو گرنے کو ہے پھر اس کو لے کر گر پڑا جہنم کی آگ میں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲ مسجد ین کا قصہ:۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت مدینہ سے باہر بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں کچھ دن قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی تعمیر کی اور بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں دوران قیام جس جگہ آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے اس جگہ مسجد قباء کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی۔ حضور ﷺ ہر ہفتے وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھتے اور اس مسجد کی بڑی فضیلت بیان کرتے مدینہ میں ابو عامر نامی نصرانی راہب تھا جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس نے حاضرِ خدمت ہو کر اسلام پر اعتراضات کئے۔ حضور ﷺ کے جواب پر اسے اطمینان نہ ہوا اور اس نے کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو وہ مردود ہو کر اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو کر مرے اور کہا کہ جو لشکر بھی آپ کے مقابلہ میں آئے گا میں اس کی مدد کرونگا۔ چنانچہ غزوہ حنین تک تمام غزوات میں مسلمانوں کے خلاف قتال میں شرکت کی جب ہوازن کا بڑا قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو یہ مایوس ہو کر ملک شام بھاگ گیا اور اپنے احباب و اقارب سے دور ہو کر ملکِ شام میں ہی مردود ہو کر مرا۔

اسی ابو عامر راہب نے سازش کے تحت منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کرے اور تمہاری بھی اندرونی طور پر کوئی طاقت ہونی چاہئے جو مسلمانوں پر حملہ کے وقت قیصر کی مدد کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ میں ایک مکان بناؤ اور اسے مسجد ظاہر کرو تا کہ مسلمانوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور اس میں اپنے لوگوں کو جمع کرو اور جس قدر ممکن ہو اس میں اسلحہ اور ساز و سامان جمع کرو۔

چنانچہ منافقین نے اس کے مشورہ پر مدینہ طیبہ کے محلّہ قباء میں مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو دھوکہ و فریب میں رکھنے کے لئے ارادہ کیا کہ حضور ﷺ سے ایک نماز بھی اس مسجد میں پڑھوا دیں تا کہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے۔ چنانچہ ان کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قباء کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف و بیمار آدمیوں کے لئے وہاں پہنچنا مشکل ہے اور مسجد ویسے بھی پوری بستی کے لئے تنگ ہے تو ہم نے ضعفاء کے لئے ایک دوسری مسجد بنائی ہے آپ ﷺ برکت کے لئے اس میں ایک نماز پڑھ دیں۔

آنحضرت ﷺ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ سے واپسی پر ہم اس میں نماز پڑھیں گے۔ پھر جب غزوہ تبوک سے واپسی ہو رہی تھی تو اس دوران یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں منافقین کی سازش کا ذکر ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سفر سے واپسی پر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا جنہوں نے جا کر اس مسجد کا منہدم کر دیا۔ اس مسجد کو قرآن کریم میں مسجد ضرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳ مطهرون کی وضاحت:۔ طہارت کے مفہوم میں عموم ہے۔ ظاہری نجاسات و گندگیوں سے پاک ہونا اور باطنی نجاسات معاصی اخلاق رذیلہ وغیرہ سے پاک ہونا دونوں اس میں داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری و باطنی نجاسات سے پاک شخص سے محبت رکھتے ہیں اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صفت کے ساتھ بدرجۂ اتم متصف و مزین تھے اور بظاہر اس سے مراد قباء کے مسلمان ہیں جو استنجاء کیلئے پانی کا استعمال کرتے تھے، انکی مدح میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہی اس سے مراد ہیں۔

﴿الورقۃ الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ...... وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (پ۱۔بقرہ:۱۰۲)

آیت کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، شانِ نزول تحریر کریں، سحر کا حکم واضح کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا شانِ نزول (۳) سحر کا حکم (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور اتباع کی انہوں نے اس علم کی جو پڑھتے تھے شیاطین سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے وقت اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے اور لیکن کفر کیا شیاطین نے کہ وہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور (اتباع کی انہوں نے) اس علم کی جو نازل کیا گیا دو فرشتوں پر بابل شہر میں۔ یعنی ہاروت و ماروت پر اور نہیں سکھلاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو یہاں تک کہ کہہ دیتے وہ کہ بیشک ہم آزمائش ہیں۔ پس تو کافر مت ہو پھر سیکھتے لوگ ان فرشتوں سے وہ (جادو) کہ جدائی ڈالتے وہ اس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان اور وہ نہیں نقصان پہنچا سکتے تھے اس کے ذریعہ کسی کو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور سیکھتے لوگ وہ چیز جو نقصان پہنچائے ان کو اور نہ نفع پہنچائے ان کو اور البتہ تحقیق وہ جان چکے ہیں کہ جس شخص نے اختیار کیا اس (جادو) کو تو نہیں ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور البتہ بہت بُری ہے وہ چیز کہ بیچا انہوں نے اس کے بدلہ میں اپنے نفسوں کو اگر وہ جانتے ہوتے۔

❷ آیت کا شانِ نزول:۔ ایک زمانہ میں بابل (عراق کے اطراف میں دریائے فرات کے کنارے مشہور شہر ہے جو کلدانیوں کا دارالسلطنت تھا اور اسے نمرود نے بسایا تھا (جلالین ومصباح اللغات)) اور اسکے آس پاس کے علاقوں میں جادوگری کا بہت زیادہ رواج اور چرچا تھا حتیٰ کہ لوگوں نے جادوگروں کے مقابلہ میں انبیاء کرام علیہم السلام اور انکی تعلیمات کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور ہمہ تن انہی لایعنی مشاغل میں منہمک ہوگئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انکی اصلاح کیلئے ہاروت وماروت نامی دو فرشتے باقاعدہ اس کام کیلئے مقرر کیے اور انہوں نے بابل کو اپنا مرکز بنایا اور اپنا کام اس طرح شروع کیا کہ سحر کے اصول وفروع اچھی طرح ظاہر کر کے لوگوں کو اس سے بچنے اور جادوگروں سے پرہیز ونفرت کی تلقین کرنے لگے۔ اس مقصد کیلئے لوگ آتے اور اس بدعملی وبداعتقادی سے بچنے کیلئے اسکے اصول وفروع سیکھنے کی درخواست کرتے، پھر یہ فرشتے ان کو آگاہ کر دیتے کہ ہم اور ہماری آمد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے کہ کون سحر کی تعلیم حاصل کر کے اسکی آفات وشرور سے بچتا ہے اور کون شیاطین وغیر اللہ سے مدد طلب کر کے اپنا ایمان اور آخرت برباد کرتا ہے اس تنبیہ کے ساتھ وہ اپنا اطمینان کر کے لوگوں میں تعلیم جاری کرتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ اسی سحر کا چرچا تھا، شیاطین آسمانی باتیں چوری کر کے ساحروں کو بتلاتے اور وہ ان کو باقاعدہ مدون ومرتب کر لیا کرتے تھے۔ اس طرح لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ جنات غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو جمع کر کے دفن کر دیا تھا تاکہ لوگوں کے عقائد خراب نہ ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے پھر لوگوں کی ان کتابوں کی طرف رہنمائی کی اور انہوں نے ان کتابوں

کو نکالا تو اس میں سحر تھا اس کی وجہ سے مشہور ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی سحر کی بنیاد پر حکومت کرتے تھے لوگوں کے اسی نظریہ کو ختم کرنے کے لئے فرشتوں کا نزول ہوا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہود ساحر سمجھتے تھے اور ان کی سلطنت کی بنیاد بھی اسی سحر کو قرار دیتے تھے۔ جب آپ ﷺ لوگوں کے سامنے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتے تو لوگ کہتے کہ محمد ﷺ کو دیکھو کہ سلیمان علیہ السلام کو بھی انبیاء علیہم السلام میں شمار کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ تو ساحر اور جادوگر تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہود کے نظریہ کی تردید اور حضرت سلیمانؑ کی براءت کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں۔

۳ سحر کا حکم:۔ جس سحر میں کوئی کفریہ عمل اختیار کیا گیا ہو جیسے شیاطین سے مدد طلب کرنا یا ستاروں کی تاثیر کو مستقل ماننا وغیرہ یہ سحر بالا جماع کفر ہے اور جس میں افعال کفر نہ ہوں مگر معاصی کا ارتکاب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر سحر میں صرف مباح اور جائز امور سے کام لیا جائے اور کسی ناجائز مقصد کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو پھر جائز ہے اور اگر قرآنی کلمات اور احادیث وغیرہ سے کام لیا جائے مگر ناجائز مقصد کے لئے ہو تب بھی ناجائز ہے۔

الشق الثانی ...... يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ۲۔ بقرہ:۲۱۹،۲۲۰)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، حرمت خمر کی تفصیل لکھیں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حرمت خمر کی تفصیل۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ لوگ پوچھتے ہیں آپ ﷺ سے شراب اور جوے کے حکم کے بارے میں کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فوائد بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدہ سے اور پوچھتے ہیں وہ آپ ﷺ سے کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے کہ جو بچے اپنے خرچ سے، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے احکام تاکہ تم غور و فکر کرو دنیا و آخرت کی باتوں میں اور پوچھتے ہیں وہ آپ ﷺ سے یتیموں کا حکم کہہ دیجئے کہ ان کا (معاملہ و کام) سنوارنا بہتر ہے اور اگر خلط کر لو (ملا لو) ان کا خرچ تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے (معاملہ کو) سنوارنے والے اور خراب کرنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

۲ حرمت خمر کی تفصیل:۔ حرمت خمر کے متعلق تدریجی طور پر چار آیات قرآنی نازل ہوئیں سب سے پہلی آیت یہی نازل ہوئی اس میں شراب کے فوائد اور اسکے گناہ و مفاسد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسکے بعد آیت کریمہ "**لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری**" نازل ہوئی کہ خاص طور پر اوقات نماز میں شراب استعمال نہ کرو اس کے علاوہ بقیہ اوقات میں اجازت ہے۔ اس کے بعد سورۃ مائدہ کی دو آیات "**یایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس**" اور "**انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الخ**" نازل ہوئیں، ان میں صاف اور قطعی طور پر شراب کو حرام اور ممنوع قرار دے دیا گیا۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شراب اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور ایک روایت میں شراب کی وجہ سے دس شخصوں پر لعنت فرمائی ① نچوڑنے والا ② بنانے والا ③ پینے والا ④ پلانے والا ⑤ لاد کر لانے والا ⑥ جس کیلئے لائی جائے

⑦ بیچنے والا ⑧ خریدنے والا ⑨ ہبہ کرنے والا ⑩ اس کی آمدنی کھانے والا۔

حرمت کی تفصیل یہ ہے کہ چار قسم کی شرابیں بالکل حرام ہیں۔ ① **خمر** انگور کا کچا پانی جب وہ گاڑھا ہو کر جھاگ پھینکنے لگے اور جوش مار کر ابلنے لگے اور نشہ آور ہو جائے۔ ② **عصیر** انگور کا پانی اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور نشہ آور ہو جائے ③ **نقیع التمر** پختہ و تر کھجور کا کچا پانی جب جوش مار کر گاڑھا اور نشہ آور ہو جائے۔ ④ **نقیع الزبیب** خشک انگور یعنی کشمش کو پانی میں بھگویا جائے یہاں تک کہ جوش مار کر گاڑھا اور نشہ آور ہو جائے۔

ان میں اوّل کی حرمت قطعی اور بقیہ کی حرمت اجتہادی ہے اور ان کی معمولی مقدار بھی حرام ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ جتنی بھی خمر کی اقسام ہیں ان سب کی معمولی مقدار تو حرام نہیں ہے البتہ اتنی مقدار استعمال کرنا جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۝ (پ۳۔ال عمران:۵۵)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ تفصیل سے تحریر کریں، آیت میں **انی متوفیك** کا جملہ وفات پر دلالت کر رہا ہے تو پھر حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کیوں درست ہوگا؟ اسی جملہ کی نحوی ترکیب بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) اہلسنت کا عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام (۳) **انی متوفیك** کا مطلب (۴) **انی متوفیك** کی ترکیب۔

جواب ...... ① آیت کا ترجمہ:۔ اور (یاد کریں اس وقت کو) جب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! میں لے لونگا تجھ کو اور اٹھالونگا تجھ کو اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور غالب رکھوں گا تیری اتباع کرنے والوں کو کافروں پر قیامت کے دن تک پھر میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر فیصلہ کروں گا میں تمہارے درمیان اس چیز کا جسکے بارے میں تم اختلاف کرتے ہو۔

② اہلسنت والجماعت کا عقیدۂ حیات عیسیٰ علیہ السلام:۔ یہود کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے اور پھر دفن کردیئے گئے۔ دوبارہ نہ زندہ ہوئے اور نہ آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر بھی چڑھائے گئے دفن بھی کئے گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمانوں پر بھی چلے گئے۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ سولی پر چڑھائے گئے، نہ دفن کئے گئے بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پاسداری اور پیروی کریں گے کیونکہ سابقہ تمام شریعتیں ختم ہو چکی ہیں اب قیامت تک شریعت محمدیہ ﷺ باقی ہے۔

اہلسنت والجماعت کی پہلی دلیل آیت کریمہ "**وماقتلوه وماصلبوه ولٰکن شبه لهم**" ہے۔

دوسری دلیل آیت کریمہ "**وماقتلوه يقينابل رفعه الله اليه**" ہے۔

اسکے علاوہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے مثلاً "**ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة**"۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے "بانه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالٰی یتوفاه بعد ذلك...... لاتقوم الساعة حتی ینزل عیسی بن مریم حکما مقسطا واماما عادلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر وایقتض المال حتی لایقبله احد. اسی طرح اجماع امت سے بھی آپ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔

③ **انی متوفیك کا مطلب:۔** مُتَوَفِّي، تَوَفِّي مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور تَوَفِّي کا معنی پورا پورا لینا اور وصول کرنا ہے اور موت پر وفات کا اطلاق کنایہ ہے کیونکہ موت کے وقت انسان اپنی اجل مقدر پوری کر لیتا ہے اور اللہ تعالٰی کی دی ہوئی روح اس سے پوری پوری وصول کر لی جاتی ہے۔ توفی یہاں پر حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور وہ حقیقی معنی روح مع الجسم پورا پورا وصول کرنا ہے اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ باری تعالٰی نے آپ کو روح مع الجسم پورا پورا اوپر اٹھالیا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے متوفیك وفات (موت) والے معنی میں ہی مستعمل ہے مگر آیت میں تقدیم وتاخیر ہے کہ تقدیراً رافعك پہلے اور متــوفيك بعد میں ہے۔ یعنی اللہ تعالٰی پہلے عیسٰی کو آسمان پر اٹھالیں گے پھر دنیا میں نزول ہوگا پھر وفاتِ متعارف (موت) طاری ہوگی لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے۔

④ **انی متوفیك کی ترکیب:۔** "ان" حرف مشبہ بالفعل "ی" ضمیر متکلم اس کا اسم "متوفیك" صیغہ اسم فاعل اس میں ضمیر اس کا فاعل "ك" ضمیر خطاب مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ٦۔ مائدہ: ٢٧، ٢٨)

ترجمہ کریں، اتل، اخاف کی اصل وتعلیل لکھیں، تقبل، بسطت کون سے صیغے ہیں اور کس باب سے ہیں، خط کشیدہ جملہ کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) اتــل، اخــاف کی اصل وتعلیل (۳) تــقبل، بسطت کے صیغہ وباب کی وضاحت (۴) جملہ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ...... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور سنائیں آپ ﷺ ان کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا حقیقی حال جب نیاز کی (صدقہ کیا) دونوں نے کچھ نیاز پس قبول کر لی گئی ایک کی طرف سے اور نہ قبول کی گئی دوسرے کی طرف سے۔ کہا اس نے کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ کہا اس نے کہ اللہ تعالٰی صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو اپنا ہاتھ پھیلائے گا (بڑھائے گا) میری طرف تاکہ مجھے مار ڈالے (تو بھی) میں اپنا ہاتھ نہ پھیلاؤں گا تیری طرف تاکہ تجھے مار ڈالوں۔ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ تعالٰی سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

② **اخاف واُتْلُ کی اصل وتعلیل:۔** "اَخَافُ" اصل میں اَخْوَفُ تھا واؤ متحرک ماقبل ساکن تھا واؤ کی حرکت ماقبل کو دے دی پھر واؤ ساکن کو ماقبل کی حرکت کے مطابق حرفِ علت الف سے بدل دیا اَخَافُ ہو گیا۔

اُتْلُ اصل میں اُتْلُوْ تھا واؤ ساکن فعل کا لام کلمہ واقع ہوئی تو حالتِ جزمی (امر کا آخر) کی وجہ سے گر گئی اُتْلُ ہو گیا۔

③ تقبل، بسطت کے صیغہ وباب کی وضاحت:۔

تُقُبِّلَ صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی مجہول از باب تفعل از مصدر تقبل بمعنی قبول کرنا۔

"بَسَطْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث اثبات فعل ماضی معلوم از باب نصر از مصدر بسط بمعنی پھیلانا۔

④ جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔ "إنّ" حرف مشبہ بالفعل "ی" ضمیر متکلم اس کا اسم "اخاف" فعل وفاعل "الله" موصوف "رب العالمین" مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، إنّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ...... فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (پ۸۔اعراف:۲۱تا۱۹)

آیات کا ترجمہ کریں، آیت میں مذکورہ قصہ کی وضاحت کریں۔ جب شیطان جنت سے باہر تھا تو حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کے ساتھ اس کی گفتگو کس طرح ہوئی، نیز بتایئے کہ یبدی اور تکونا کس باب سے ہیں اور کون سے صیغے ہیں اور تکونا کا نون کیوں حذف ہوا ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ قصہ کی وضاحت (۳) حضرت آدم علیہ السلام وشیطان میں گفتگو کی کیفیت (۴) مذکورہ صیغوں کی وضاحت (۵) تکونا کے حذف نون کی وجہ۔

جواب ...... ① و ② آیات کا ترجمہ اور قصہ کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ١٤٣٠ھ**

③ حضرت آدم علیہ السلام وشیطان میں گفتگو کی کیفیت:۔ شیطان جنات میں سے ہے اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے تصرفات پر قدرت دی ہے جو انسان نہیں کر سکتا ان کو مختلف شکلیں تبدیل کرنے کی بھی قدرت حاصل ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ اس نے اپنی قوت جنیہ کے ذریعہ مسمریزم کی صورت میں حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کے ذہن کو متاثر کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسری شکل مثلاً سانپ وغیرہ کی شکل میں جنت میں داخل ہو گیا ہو اور اسی وجہ سے آدم علیہ السلام کو اسکی دشمنی کا بھی خیال نہ رہا ہو۔

④ مذکورہ صیغوں کی وضاحت:۔

"یبدی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل مضارع معروف از مصدر الابداء (افعال) بمعنی ظاہر کرنا۔

"تکونا" صیغہ تثنیہ مذکر ومؤنث حاضر بحث اثبات فعل مضارع معروف از مصدر الکون (نصر) بمعنی ہونا۔

⑤ تکونا کے حذف نون کی وجہ:۔ "تکونا" اصل میں تکونان تھا اَن ناصبہ کی وجہ سے نونِ تثنیہ گر گیا تو تکونا ہو گیا۔

الشق الثانی ...... وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۹۔اعراف:۱۴۳)

آیت کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، بتائیں کہ رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے۔ **خرّ موسیٰ صعقا** کی ترکیب نحوی کریں۔ آیت میں دو جگہ **اُنْظُرْ** آیا اس کے مجزوم ہونے کی وجہ بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رؤیت باری تعالیٰ (۳) خر موسی صعقا کی ترکیب (۴) انظر کے مجزوم ہونے کی وجہ۔

جواب...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور جب پہنچے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا ان سے ان کے رب نے، کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ اے میرے رب تو دکھا مجھ کو کہ دیکھوں میں تجھ کو تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہرگز تو مجھ کو نہ دیکھ سکے گا اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف پس اگر وہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تو مجھ کو دیکھ لے گا پھر جب تجلی ڈالی اس کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش آیا تو بولے کہ اے میرے پروردگار تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین کرنے والا ہوں۔

❷ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ رؤیت باری تعالیٰ:۔ جمہور اہلسنت والجماعت کا مذہب وعقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار عقلاً وشرعاً ممکن ہے مگر ممتنع الوقوع ہے جیسا کہ اسی آیت میں ہے "لن ترانی" اور حدیث مسلم میں ہے "لن یری احد منکم ربه حتی یموت" یعنی تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔

باقی شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو رؤیت باری تعالیٰ نصیب ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ عالمِ دنیا میں تو رؤیتِ باری تعالیٰ ممتنع ہے مگر شبِ معراج میں آپ عالمِ دنیا سے نکل کر سات آسمانوں سے اوپر جا چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت ودوزخ اور دیگر آیاتِ قدرت کے مشاہدہ کیلئے ہی خصوصی طور پر امتیازی حیثیت سے وہاں بلایا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں رؤیت باری کی قوت اور ہمت بخش دی گئی ہو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ہو۔

باقی رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی مختلف فیہ ہے اس وجہ سے اکثر علماء نے سکوت وتوقف کا حکم دیا ہے اور یہی بہتر ہے

❸ خرّ موسٰی صعقا کی ترکیب:۔ "خرّ" فعل موسٰی ذوالحال "صعقا" حال، ذوالحال حال ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

❹ انظر کے مجزوم ہونے کی وجہ:۔ "انظر" اوّل فعل مضارع متکلم کا صیغہ ہے اور جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور انظر ثانی خود امر ہونے کی وجہ سے آخر میں مجزوم ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۲ھ

الشق الاوّل...... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (پ۱۔بقرہ:۱۰۴تا۱۰۶)

آیات کریمہ کا مطلب خیز ترجمہ کریں، آیات کریمہ سے ثابت شدہ مسائل کی تشریح کریں، نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے ساتھ نسخ کی اقسام ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسائل کی تشریح (۳) نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ (۴) نسخ کی اقسام۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم نہ کہو "راعنا" اور تم کہو "انظرنا" اور تم سنتے رہو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ نہیں پسند کرتے کافر لوگ اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں سے اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی خیر (بھلائی، نیک بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں ہم اس کو تو بھیج دیتے ہیں ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

❷ مسائل کی تشریح:۔ پہلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو حضور ﷺ کے سامنے لفظ راعنا کی بجائے لفظ انظرنا کے استعمال کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اکثر شرارت کے طور پر آنحضرت ﷺ کو راعنا سے خطاب کرتے جس کا معنی عبرانی میں بد دعا ہے اور کبھی راعینا (عین کو کھینچ کر) کہتے جس کا معنی عربی میں ہمارا چرواہا ہے۔ عربی میں اس کا اصل معنی یہ ہے کہ ہماری رعایت کیجئے۔ تو مسلمان یہودیوں کی اس سازش کو نہ سمجھتے تھے اور وہ اس کے اچھے معنی (ہماری رعایت کیجئے) کے ساتھ استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے یہودیوں کی شرارت کو تقویت ملتی اور آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس لفظ (راعنا) کو ترک کرنے کا حکم دیا اس حکم سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کام کی گنجائش ملتی ہو تو اس جائز فعل کو بھی ترک کر دینا چاہئے بشرطیکہ وہ فعل شرعی ضرورت اور مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو۔

جب تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا تو یہود نے اس پر طعن کیا اور مشرکین بھی بعض احکام کی منسوخی پر مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بناتے تھے تو اس موقعہ پر تیسری آیت کریمہ (ماننسخ من آیة) نازل ہوئی جس میں ان کے اعتراضات کا جواب ہے۔

تو اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ احکام خداوندی میں نسخ کوئی عیب والی بات نہیں ہے جو نا ممکن ہے بلکہ احکام خداوندی میں نسخ ممکن ہے اور واقع ہے اور اس کی صوت یہ ہے کہ احکم الحاکمین ذات کو پہلے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حالات بدلیں گے اور اس وقت کے مناسب دوسرا حکم ہوگا۔ چنانچہ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک حکم دیا اور اس وقت کے مناسب دوسرا حکم ہوگا۔ چنانچہ اس کی عام سی مثال یہ ہے کہ ماہر ڈاکٹر ایک مریض کو کوئی دوا لکھ کر دیتا ہے اس کو معلوم ہے کہ اس کے استعمال سے مریض کا حال تبدیل ہوگا چنانچہ دو دن کے بعد اس نے دوسری دوا تجویز کر دی جس سے وہ مکمل تندرست ہو گیا تو ڈاکٹر کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو نے پہلے ہی دن یہ دوا کیوں تجویز نہ کی تھی۔ یہی مثال وصورت احکم الحاکمین کے احکامات کی ہے پہلے ایک حکم دیا پھر جب حالات تبدیل ہوئے تو دوسرا حکم نامہ جاری کر دیا۔ اس میں عیب والی کوئی بات نہیں ہے۔

❸ و ❹ نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور اقسام:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ١٤٢٩ھ۔

الشق الثانی ...... وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ۲۔بقرہ:۲۲۸)

آیت کریمہ کا ترجمہ اور ذکر شدہ مسئلہ کی وضاحت کریں اور مذکورہ مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل ذکر کریں، خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) مسئلہ کی وضاحت (۳) ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) جملۂ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور طلاق والی عورتیں روکے رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیض تک اور نہیں ہے حلال ان کے لئے کہ چھپائیں وہ اس چیز کو جو پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں (پیٹوں) میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور ان کے خاوند (زوج) زیادہ حقدار ہیں ان کے لوٹا لینے کے اس مدت میں اگر وہ ارادہ کریں سلوک سے رہنے کا اور ان عورتوں کے لئے بھی حق ہے مثل اس حق کے جو (مردوں کا حق) عورتوں کے ذمہ ہے دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

❷ مسئلہ کی وضاحت:۔ جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس عورت کے لئے دوسرے مرد سے تین حیض تک نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ تاکہ تین حیض میں معلوم ہو جائے کہ اس عورت کے پیٹ میں اس خاوند کے نطفہ سے حمل ہے یا یہ عورت حائضہ ہی ہے اس کے رحم میں کچھ نہیں ہے اور اس جگہ مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آ چکی ہو اگر صحبت یا خلوت نہ ہوئی ہو تو اس عورت پر طلاق کے بعد عدت نہیں ہے اور وہ عورت آزاد ہو اگر وہ لونڈی ہے تو پھر اس کی عدت حائضہ ہونے کی صورت میں دو حیض، اور حیض نہ آنے کی صورت میں ڈیڑھ ماہ ہے اور وہ عورت حائضہ بھی ہو۔ اگر اسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر وہ عورت حاملہ ہے تو پھر بہر صورت اس کی عدت وضع حمل ہے۔

الغرض یہاں پر مطلقات سے مراد وہ عورت ہے جو آزاد، بالغ، حائضہ ہو اور اس سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔

❸ ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اس آیت کریمہ میں مطلقہ کی عدت کا ذکر ہے کہ مطلقہ عورت زوج کی طلاق کے بعد تین قروء تک اپنے آپ کو روکے رکھے کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور قروء سے کیا مراد ہے اس میں ائمۂ احناف وشوافع کا اختلاف ہے احناف کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے کہ تین حیض تک مطلقہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور شوافع کے نزدیک قروء سے مراد طہر ہے کہ مطلقہ عورت تین طہر تک اپنے آپ کو روکے رکھے۔ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

احناف کی دلیل سے قبل یہ بات سمجھ لیں کہ سنت طلاق طہر میں ہی دی جائے گی حیض میں نہیں۔

اب دلیل کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ثلاثۃ لفظ خاص ہے تو اب اگر قروء سے مراد طہر ہو تو جس طہر میں طلاق دی ہے وہ عدت میں شمار ہوگا یا نہیں۔ اگر شمار نہ کریں تو عدت تین طہر مکمل اور چوتھا طہر نامکمل ہوگا اور اگر شمار کریں تو دو طہر مکمل اور تیسرا طہر نامکمل ہے بہر صورت ثلاثۃ کے لفظ خاص پر عمل نہ ہوگا۔ حالانکہ کتاب اللہ کے لفظ خاص پر بغیر کمی زیادتی کے عمل کرنا واجب ہے تو اس خرابی سے بچنے کیلئے لفظ خاص پر عمل کرنے کیلئے ہم نے کہا کہ قروء سے مراد حیض ہے نہ کہ طہر۔ لہٰذا حیض کو مراد لینے کی صورت میں پورے پورے تین حیض عدت ہوگی۔ اس میں کوئی خرابی لازم نہ آئے گی۔ اور طہر مراد لینے کی صورت میں خاص پر عمل نہ ہوگا۔

شوافع کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں ثلاثۃ مؤنث ہے اور عربی زبان میں ضابطہ یہ ہے کہ تین سے نو تک اگر معدود یعنی تمیز مذکر ہو تو عدد مؤنث آئے گا اور اگر تمیز مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا۔ اور قرء کا معنی حیض مؤنث ہے اور طہر مذکر ہے۔ پس لفظ ثلاثۃ کو مؤنث

ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا معدود مذکر ہے اور وہ طہر ہے نہ کہ حیض۔ پس معلوم ہوا کہ آیت میں قروء سے مراد طہر ہے۔

۴ جملہ مخطوطہ کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کے اندر اگر مرد اپنی بیوی کو گھر میں دوبارہ رکھ کر آباد کرنا چاہے تو وہ زیادہ حقدار ہے اگرچہ عورت ناخوش ہو بشرطیکہ مرد کا مقصد گھر آباد کرنا اور حسنِ سلوک واصلاح ہو۔ اگر مرد کا مقصد عورت کو تنگ کرنا یا دباؤ ڈال کر مہر وغیرہ معاف کرانا ہو تو اس صورت میں بھی رجعت تو ہو جائے گی مگر مرد گنہگار ہوگا۔

السوال الثانی ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پ۳۔ال عمران:۵۵)

آیت کا ترجمہ کریں، الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں اور مسئلہ حیات عیسٰیؑ تفصیل سے تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) مسئلہ حیات عیسٰی علیہ السلام۔

جواب ...... ۱ و ۳ آیت کا ترجمہ، مسئلہ حیاتِ عیسٰی علیہ السلام:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ

۲ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "مُتَوَفِّيْ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر تَوَفِّيًا (تفعّل) بمعنی پورا پورا وصول کرنا۔

"رَافِعُ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر اَلرَّفْعُ (فتح) اٹھانا، بلند کرنا۔

"مُطَهِّرُكَ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر تطهير (تفعیل) بمعنی پاک کرنا۔

"جَاعِلُ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر جَعْل (فتح) بمعنی کرنا، بنانا۔

"اِتَّبَعُوْكَ" صیغہ جمع مذکر غائب ماضی معروف از مصدر اتّباع (افتعال) بمعنی پیروی کرنا، نقش قدم پر چلنا۔

"فَأَحْكُمُ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر حُكْم (نصر) بمعنی فیصلہ کرنا۔

"تَخْتَلِفُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اختلاف (افتعال) بمعنی اختلاف کرنا۔

الشق الثانی ...... وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

آیات کا ترجمہ کریں، آیات میں مذکور واقعہ کی تفصیل ذکر کریں، خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔ (پ۴۔ال عمران:۱۲۱تا۱۲۳)

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کریمہ کا ترجمہ (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) خط کشیدہ جملہ کی وضاحت۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ۔

۲ واقعہ کی تفصیل:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۸ھ۔

۳ خط کشیدہ جملہ کی وضاحت:۔ یعنی جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی کا قصد کر لیا اس سے مراد بنوحارثہ اور بنوسلمہ ہیں جو ظاہری تعداد کو دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے اور میدان چھوڑنے کا قصد کر چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور ان کو ثابت قدم رکھا۔ اس کی تفصیل واقعہ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۵۔ نساء: ۱۲۸، ۱۲۹)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں، آیات میں مذکور مسائل کی وضاحت کریں، خط کشیدہ جملہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسائل کی وضاحت (۳) جملہ مخطوطہ کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے خاوند کے لڑنے کا یا اعراض (جی بھرنا، منہ موڑنا) کرنے کا تو کچھ حرج نہیں ان دونوں پر کہ صلح کرلیں وہ آپس میں کسی طرح صلح کرنا اور صلح کرنا بہتر ہے (خوب اچھی چیز ہے) اور دلوں میں حرص موجود ہے اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے اس بات کی کہ عدل وانصاف کرو عورتوں کے درمیان، اگرچہ تم اس کی حرص کرو پس نہ میلان کرو مکمل میلان (ایک ہی عورت کی طرف) کہ چھوڑ دو (دوسری) عورت کو مثل درمیان میں لٹکتی ہوئی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

❷ مسائل کی وضاحت:۔ ان آیات میں زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت میں صلح کرنے کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند سے صلح کرے یعنی اپنے تمام حقوق یا بعض حقوق کا مطالبہ چھوڑ کر زوج سے صلح کرلے تو یہاں پر یہ مسئلہ قابل وضاحت ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے بعض حقوق کا مطالبہ ترک کرنے پر راضی ہوگئی تو یہ صلح عورت کے ان حقوق کو تو قطعی طور پر ختم کر دے گی جو بوقت صلح زوج پر لازم ہیں مثلاً دَینِ مہر شوہر پر وقتِ صلح سے پہلے لازم ہے لہٰذا جب عورت نے پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کردیا تو یہ قطعی طور پر معاف ہو جائے گا عورت دوبارہ اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور وہ حقوق جو بوقتِ صلح لازم نہیں ہیں مثلاً آئندہ کے حقوق تو یہ حقوق معاف کردے تو یہ حقوق ہمیشہ کیلئے معاف نہ ہونگے بلکہ عورت جب چاہے یہ کہہ سکتی ہے کہ آئندہ میں اپنا حق چھوڑنے پر راضی نہیں ہوں، آئندہ مجھے میرا حق ادا کیا جائے تو اب مرد کو اختیار ہوگا کہ صلح برقرار رکھے یا عورت کو آزاد کردے۔

❸ جملہ مخطوطہ کی وضاحت:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تم سب بیویوں میں کوشش کے باوجود قلبی میلان میں برابری و مساوات نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو پھر مکمل طور پر ایک ہی طرف ڈھل جاؤ یعنی قلبی میلان کے ساتھ اختیاری معاملات میں بھی اس کو ترجیح دو جس کے نتیجہ میں دوسری عورت درمیان میں لٹک کر رہ جائے یعنی خاوند نہ اسکے حقوق ادا کرے اور نہ اس کو طلاق دیکر آزاد کرے، ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے لہٰذا اختیاری معاملات میں مساوات اور عدل وانصاف کرو۔

الشق الثانی ...... هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۹۔ اعراف: ۱۸۹، ۱۹۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں، مذکورہ واقعہ کی وضاحت کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) واقعہ کی وضاحت (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے ڈھانکا عورت کو حاملہ ہوگئی وہ ہلکا سا حمل۔ پس چلتی پھرتی رہی وہ اس کے ساتھ، پھر جب بوجھل ہوگئی وہ تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو نے دی ہم کو تندرست صحیح سالم اولاد تو البتہ ہونگے ہم تیرے شکرگزاروں میں سے پھر جب دی اس نے ان کو اولاد تو بنانے لگے وہ اس کے لئے شریک اس چیز میں جو اس نے ان کو دی۔ پس اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے اس چیز سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

❷ واقعہ کی وضاحت:۔ ان آیات میں عقیدۂ توحید کا اثبات شرک کے باطل اور نامعقول ہونے کا ذکر ہے ابتدائی آیت میں باری تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مظہر یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی پیدائش تھی اس پیدائش کا تقاضہ یہ تھا کہ تمام اولادِ آدم ہمیشہ باری تعالیٰ کی شکرگزار ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی ذات وصفات میں شریک نہ ٹھہراتی۔ مگر انسان نے اس کے برعکس معاملہ کیا۔ جس کی تفصیل آنے والے واقعہ میں موجود ہے کہ جب اولادِ آدم میں نر و مادہ کے باہمی اختلاط سے حمل ٹھہرا تو ابتداء جب معمولی حمل تھا تو عورت اس کو لے کر اِدھر اُدھر پھرتی رہی آزادی سے چلتی پھرتی رہی پھر جب باری تعالیٰ نے اپنی قدرت سے مختلف قسم کے اندھیروں کے اندر اس کی تربیت کر کے اس کو بڑھایا اور عورت کو اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو زوجین کو فکر لگ گئی اور خطرے محسوس ہونے لگے کہ حمل سے کیسی اولاد پیدا ہوگی (تندرست وصحیح سالم یا ناقص الخلقت یا اندھی، بہری یا گونگی یا ہاتھ پاؤں سے معذور) تو ان خطرات کے پیشِ نظر والدین دُعا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ اگر تو ہمیں صحیح سالم وتندرست بچہ عطاء کرے گا تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے۔ چنانچہ جب صحیح سالم اولاد ہوئی تو شکرگزاری کی بجائے شرک میں مبتلا ہوگئے اور یہی اولاد اُن کے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئی۔ آخر آیت میں لوگوں کی بے راہی اور کج روی کو واضح کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے بلند و برتر اور پاک ہے ان کے شرک سے اس کے علوِشان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا۔

❸ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔

"تغشّا" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معروف از مصدر التغشی (تفعل) بمعنی ڈھانپ لینا۔

"حَمَلَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر الحمل (ضرب) بمعنی اٹھانا، بوجھ لادنا۔

"مَرَّتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر المرور (نصر) بمعنی گزرنا، متعدی بمعنی اُٹھا کر چلنا۔

"اثقلت" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معروف از مصدر اثقال (افعال) بمعنی بوجھل ہونا، ثقیل وبھاری ہونا۔

﴿الورقة الاولىٰ : فى التفسير﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۳ھ

الشق الاوّل ..... وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ

السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (پ۱۔بقرہ:۱۰۲)

آیت کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، شانِ نزول تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ...... ۱ و ۳ آیت کا ترجمہ وشانِ نزول:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۱ھ۔

۲ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "بَابِلَ" دریاءِ فرات کے کنارے پر واقع مشہور شہر ہے۔

"اِتَّبَعُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب ماضی معروف از مصدر اَلْاِتِّبَاعُ (افتعال) بمعنی پیروی کرنا۔

"تَتْلُوْ" صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع معروف از مصدر تِلَاوَةً (نصر) بمعنی پڑھنا۔

"هاروت وماروت" دو فرشتوں کے نام ہیں جو سحر کی تعلیم کے لئے زمین پر اتارے گئے تھے۔

"بِضَآرِّيْنَ" صیغہ جمع مذکر اسم فاعل از مصدر ضَرَرٌ (نصر) بمعنی نقصان پہنچانا۔

"بِئْسَ" فعل از افعال ذم ہے اور جامد ہے مذمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

"شَرَوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث ماضی معروف از مصدر شِرَاءٌ (ضرب) بمعنی خرید وفروخت کرنا۔

الشق الثانی ...... وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (پ۲۔بقرہ:۱۴۹،۱۵۰)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، تحویل قبلہ کی تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) تحویلِ قبلہ کی تفصیل۔

جواب ...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ اور جہاں کہیں سے نکلیں آپ ﷺ پس پھیر لیں (رخ کر لیں) آپ ﷺ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور بے شک یہی حق ہے آپ کے رب کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ نہیں ہے بے خبر ان کاموں سے جو تم کرتے ہو اور جہاں کہیں سے نکلیں آپ ﷺ پس پھیر لیں آپ اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف اور جہاں کہیں بھی ہو پس پھیر لو تم اپنے چہروں کو اس کی طرف تا کہ نہ ملے لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی دلیل مگر وہ لوگ کہ ظلم کیا جنہوں نے ان میں سے پس نہ ڈرو تم ان سے اور ڈرو تم مجھ سے اور تا کہ پورا کروں میں اپنا انعام تمہارے اوپر اور تا کہ تم ہدایت (سیدھا راستہ) پاؤ۔

۲ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "شَطْر" جامد ہے۔ بمعنی جزء، نصف، دوری، جہت وجانب۔

"خَرَجْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر ماضی معروف از مصدر خُرُوج (نصر) بمعنی باہر نکلنا۔

"فَوَلِّ" صیغہ واحد مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر تَوْلِيَة (تفعیل) بمعنی چہرہ پھیرنا، متوجہ کرنا۔

"لِاُتِمَّ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر اتمام (افعال) بمعنی پورا کرنا۔

"تَهْتَدُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اِهتداء (افتعال) بمعنی ہدایت پانا، سیدھا راستہ پانا۔

③ تحویلِ قبلہ کی تفصیل:۔ ابتداءِ اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا آپ ﷺ جب مکہ میں تھے تو اس طور پر نماز پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کا رخ بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں کی طرف ہوتا تھا مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اب دونوں کی طرف رخ کرنا ناممکن تھا کیونکہ دونوں مخالف سمت پر واقع تھے۔ اجتماع نہیں ہوسکتا تھا تو آپ ﷺ سولہ سترہ ماہ تک صرف بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر آپ ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کے آبائی قبلہ (بیت اللہ) کو ہی آپ ﷺ کا قبلہ قرار دیا جائے چنانچہ آیت کریمہ **فول وجهك شطر المسجد الحرام** نازل ہوئی کہ اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیر لو تو اس طرح تحویلِ قبلہ کا یہ حکم ہجرت سے چھ ماہ بعد نصف رجب کو پیر کے دن نازل ہوا۔ (کمالین)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (پ۳۔ال عمران:۵۵)

آیت کریمہ کا ترجمہ کرتے ہوئے خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق ذکر کریں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق اہلسنت والجماعت کا عقیدہ قلمبند کریں۔

جواب ...... مکمل جواب کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ و۱۴۳۲ھ۔

الشق الثانی ...... يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

آیات کریمہ کا واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ ربا کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں۔ **اضعافا مضاعفة** کی قید لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ (پ۴۔ال عمران:۱۳۰تا۱۳۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) ربا کی لغوی واصطلاحی تعریف (۴) **اضعافا مضاعفة** کی قید کا فائدہ۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو مت کھاؤ تم سود کو دُوگنا چوگنا کر کے اور ڈرو تم اللہ سے تا کہ تم فلاح پاؤ اور ڈرو تم اس آگ سے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور اطاعت کرو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کا عرض (چوڑائی) آسمان و زمین ہیں۔ جو تیار کی گئی ہے متقین (پرہیزگاروں) کیلئے۔

② الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَضْعَاف" ضعف کی جمع ہے بمعنی کسی چیز کا دو چند یا اس سے بھی زائد۔

"مُضَاعَفَةً" مصدر ہے (مفاعلہ) بمعنی دوچند کرنا۔ "مغفرة" مصدر ہے (ضرب) بمعنی مہربان ہونا، شفقت کرنا، مہر بخش دینا۔

"تُفْلِحُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر افلاح (افعال) بمعنی فتح مند ہونا۔ کوشش میں کامیاب ہونا۔

"اُعِدَّتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول از مصدر اَلْاِعْدَادُ (افعال) بمعنی تیار کرنا۔

"اَطِیْعُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر طاعة اطاعتًا (افعال) بمعنی فرمانبردار ہونا

"تُرْحَمُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع مجہول از مصدر رَحْمة، مَرْحَمَةً، رُحْمًا، رُحُمًا (سمع) نرم دل ہونا۔

"سَارِعُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر امر حاضر معروف از مصدر مُسَارَعَة (مفاعلہ) مصدر (ضرب) بمعنی سبقت کرنا۔

③ ربا کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔ ربا کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاحی اعتبار سے ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا البیع (بیع کا سود) (۲) ربا القرض (قرض کا سود) بیع کا سود یہ ہے کہ آدمی کسی کیلی یا وزنی چیز کی اس کی جنس کے ساتھ زیادتی کے ساتھ یا غیر جنس کے ساتھ ادھار کے طور پر بیع کرے اور قرض کا سود یہ ہے کہ مثلاً زید بکر کو ایک ہزار روپیہ اس شرط پر قرض دے کہ وہ ایک ماہ کے بعد بارہ سو روپیہ واپس کرے گا۔ سود کی یہ دونوں قسمیں حرام ہیں۔

④ اضعافا مضاعفة کی قید کا فائدہ:۔ یہ قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے کہ اس وقت رواج اسی بات کا تھا کہ سود دے کر بڑھا چڑھا کر کئی سو بلکہ ہزاروں گنا وصول کرتے تھے اسی وجہ سے یہ قید لگا دی لہٰذا آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دُوگنا چُوگنا سود تو حرام ہے مگر تھوڑا بہت حلال و جائز ہے۔ نہیں بلکہ سود خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ بہرصورت حرام و منہی عنہ ہے کیونکہ گندگی بہرصورت نجاست ہی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۳ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ۶۔ مائدہ: ۳۳،۳۴)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں قطاع طریق کی سزا کی تمام صورتیں واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) قطاع طریق کی سزا۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ یہی بدلہ (جزا و سزا) ہے ان لوگوں کا جو لڑائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کرتے ہوئے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں مخالف جانب سے یا وہ دور کر دیئے جائیں (ملک بدر) اس جگہ سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی تمہارے ان پر قدرت پانے سے پہلے (گرفتاری سے پہلے) تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

② قطاع طریق کی سزا:۔ قطاع طریق (ڈاکو) کے چار احوال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چار سزائیں اس آیت کریمہ کے اندر بیان کر دی۔

① ڈاکو صرف قتل کرے، مال حاصل نہ کر سکے تو اس کو "یقتلوا" کے حکم سے قتل ہی کیا جائے گا۔

② ڈاکو قتل بھی کرے، مال بھی حاصل کرے تو اس کو "یصلبوا" کے حکم سے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

③ ڈاکو قتل نہ کرے صرف مال چھین لے تو "تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف" کے حکم سے اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں (مخالف جانب سے) کاٹ دیا جائے۔

④ ڈاکو نہ مال چھین سکے اور نہ قتل کر سکے، قصد وتیاری کے فوراً بعد گرفتار ہو گیا تو اس کو "ینفوا من الارض" کے حکم سے ملک بدر کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الشق الثانی ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۷۔ مائدہ: ۸۹)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں، یمین کی اقسام لکھیں اور ہر قسم کا حکم واضح کریں۔

جواب ...... مکمل جواب کما مر فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۷ھ۔

﴿الورقة الاولٰی: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

آیات کا ترجمہ وشانِ نزول تحریر کریں سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ واضح کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (پ ۱۔ بقرہ: ۶۷، ۶۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) **سورۃ البقرہ** کی وجہ تسمیہ (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① __آیات کا ترجمہ:۔__ اور (یاد کرو اس وقت کو کہ) جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم سے کہ ذبح کرو تم ایک گائے، انہوں نے کہا کہ کیا تو ہم سے ہنسی مذاق کرتا ہے؟ فرمایا موسیٰؑ نے کہ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے کہ ہوں میں جاہلوں میں سے۔ انہوں نے کہا کہ دعا کر تو اپنے رب سے ہمارے لئے کہ بیان کرے وہ کہ کیسی ہو وہ گائے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی۔ درمیان میں ہو ان کے (بڑھاپہ اور جوانی کے) بس کر ڈالو (اب تم) جو تم حکم دیئے گئے ہو۔

② __آیات کا شانِ نزول:۔__ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک شخص مارا گیا تھا اور اس کے قاتل کے بارے میں کچھ علم نہ تھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا ٹکڑا اس مردے کے جسم پر مارو۔ جس کے نتیجہ میں وہ مردہ زندہ ہو جائے گا اور اپنے قاتل کے بارے میں نشاندہی کر دے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب گائے ذبح کر کے اسکے گوشت کا ٹکڑا مردہ کے جسم پر مارا گیا تو اس مردہ نے اپنے وارثوں کے قاتل ہونے کی نشاندہی کر دی۔ تو یہ آیات اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

③ __سورۃ البقرہ کی وجہ تسمیہ:۔__ اس سورۃ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کے اس گائے والے واقعہ کا ذکر ہے تو اسی گائے کے نام پر سورۃ کا نام سورۃ البقرہ رکھ دیا گیا۔ اسے تسمیہ الکل باسم الجزء کہتے ہیں یعنی جزء کے نام پر کل کا نام بقرۃ رکھ دیا گیا ہے۔

④ __الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔__ "بِكْرٌ" اسم جامد بمعنی کنواری اور ہر چیز کا اول، اس کی جمع "اَبْكَارٌ" ہے۔

"تذبحوا" صیغہ جمع مذکر حاضر، مضارع معروف از مصدر اَلذَّبحُ (فتح) بمعنی ذبح کرنا۔

"اَتَتَّخِذُنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر مضارع معروف از مصدر اِتِّخَاذ (افتعال) بمعنی پکڑنا، بنانا۔

"هُزُوًا" یہ مصدر ہے (سمع) بمعنی ٹھٹھا کرنا۔ "عَوَانٌ" اسم جامد بمعنی ادھیڑ عمر، اس کی جمع عُوْنٌ ہے۔

"یُبَیِّنْ" صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف، از مصدر تبیین (تفعیل) بمعنی بیان کرنا، ظاہر وواضح کرنا۔

"فَارِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر فُرُوْضًا و فَرَاضَةً (ضرب وکرم) بمعنی گائے کا عمر رسیدہ ہونا۔

"تُؤْمَرُوْنَ" صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع مجہول از مصدر الامر (نصر) بمعنی حکم کرنا۔

الشق الثانی ...... یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پ۲۔ بقرہ: ۱۷۸، ۱۷۹)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات کریمہ میں مذکور احکام کی وضاحت کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا نچوڑ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات میں مذکور احکام کی وضاحت (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص (برابری کرنا) مقتولوں میں، آزاد کے بدلہ میں آزاد اور غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے مقابلے میں عورت ہے۔ پھر وہ شخص کہ جس کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو پیروی کرنا ہے دستور کے موافق اور ادا کرنا ہے اس کو احسان (خوبی) کے ساتھ۔ یہ آسانی اور مہربانی ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ پھر جو شخص زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے۔ اے عقل مندو! تاکہ تم بچتے رہو۔

❷ آیات میں مذکورہ احکام کی وضاحت:۔ فروعی طور پر تو اس آیت سے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہو سکتے ہیں مگر الفاظ آیت سے دو حکم معلوم ہوئے (۱) قتل عمد میں مقتول کے بدلہ میں قاتل کو ہی قتل کیا جائے گا۔ خواہ وہ قاتل اعلیٰ خاندان کا آزاد آدمی ہو یا ادنیٰ خاندان کا غلام ہو جو قاتل ہے اسی سے بدلہ لیا جائے گا۔ (۲) مقتول کے ورثاء میں سے کسی وارث نے اپنا حق قصاص معاف کر دیا تو دوسرے وارثوں کا حق قصاص بھی معاف ہو جائے گا۔ وہ قاتل سے قصاص نہیں لے سکتے۔ البتہ بقدر حصہ ان کو دیت کی رقم ملے گی۔ (معارف القرآن)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْقِصَاصُ" باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی بدلہ لینا اور قصاص لینا۔

"القتلٰی" قتیل کی جمع ہے بمعنی مقتول صیغہ صفت از مصدر القتل (نصر) بمعنی قتل کرنا۔

"عُفِیَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر اَلْعَفْوُ (نصر) بمعنی معاف کرنا۔

"اعتدٰی" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر اَلِاعْتِدَاءُ (افتعال) بمعنی حد سے بڑھنا اور تجاوز کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاول ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۷۔مائدہ:۸۹)

سلیس ترجمہ کریں، یمین کی اقسام، تعریف اور حکم بیان کریں، قبل الحنث کفارہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ احناف کا مذہب بیان کریں۔

جواب ......مکمل جواب **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۷ھ۔**

الشق الثانی ...... اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ شَـيْـــًٔـا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْھِمَا فِـيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (پ۲۔بقرہ:۲۲۹)

سلیس ترجمہ کریں، طلاق کی قسمیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ احکام بیان کریں، خلع طلاق کے حکم میں ہے یا نہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) طلاق کی اقسام مع احکام (۳) خلع کا حکم۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ پھر روک لینا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے احسان (بھلے انداز) کے ساتھ اور نہیں ہے حلال تمہارے (مردوں کے) لئے یہ کہ لوتم کچھ اس میں سے جو دیا تم نے ان عورتوں کو مگر یہ کہ خوف کریں وہ (زوجین) اس بات سے کہ نہیں قائم رکھ سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود (احکام) پھر اگر خوف کرو تم اس بات سے کہ نہ قائم رکھ سکیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود تو کچھ حرج (گناہ) نہیں ہے دونوں پر کہ عورت فدیہ دیدے اسکو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حد بندیاں ہیں۔ پس نہ تجاوز کرو ان سے اور جو لوگ تجاوز کریں اللہ تعالیٰ کی حدود سے پس یہی ظالم لوگ ہیں۔

❷ طلاق کی اقسام مع احکام:۔ طلاق کی تین اقسام ہیں۔ ① طلاق احسن: کہ زوج اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔

② طلاق سنت: کہ مراد اپنی بیوی کو ایسے تین طہروں میں تین طلاقیں دے جن میں اسکے ساتھ مباشرت نہ کی ہو۔

③ طلاق بدعت: کہ مراد اپنی بیوی کو ایک طہر میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے۔

طلاق کی یہ تینوں قسمیں جائز ہیں۔ یعنی ان میں سے زوج جس طرح بھی طلاق دے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے احکام اس پر جاری ہونگے۔ البتہ طلاق بدعت والی صورت خلاف سنت ہے تو طلاق بدعی دینے والا شخص خلاف سنت کے ارتکاب کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ مگر طلاق بہر صورت واقع ہو جائے گی۔

❸ خلع کا حکم:۔ اگر عورت نے خاوند سے خلع کا مطالبہ کیا اور خاوند نے مال کے بدلہ میں یہ مطالبہ قبول کر لیا تو عورت پر یہ مال لازم ہو جائے گا اور اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ڰ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَاۗءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ۸۔انعام:۱۳۸،۱۳۹)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، مشرکین کے مزعومات باطلہ کی وضاحت کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مشرکین کے مزعومات باطلہ کی وضاحت (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ➊ و ➋ ترجمہ ومشرکین کے مزعومات کی وضاحت کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۲۸ھ

➌ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "حِجْرٌ" یہ اسم جامد ہے بمعنی حرام وممنوع۔ مصدر (نصر) بمعنی روکنا۔

"انعام" یہ نَعَمٌ کی جمع ہے بمعنی چوپایا۔ "وَصْفَهُمْ" یہ مصدر ہے (ضرب) بمعنی بیان کرنا۔

"حُرِّمَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول از مصدر تحریم (تفعیل) بمعنی حرام کرنا۔

"يَفْتَرُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معروف از مصدر اَلْاِفْتِرَاءُ (افتعال) بمعنی تہمت لگانا اور جھوٹ باندھنا۔

الشق الثانی...... حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۶۔مائدہ:۳)

سلیس ترجمہ کریں، آیت کریمہ میں مذکور محرمات کی وضاحت کریں، آیت کریمہ کا نزول کب ہوا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) محرمات مذکورہ کی وضاحت (۳) نزول آیت کا وقت۔

جواب...... ➊ و ➌ آیت کا ترجمہ ونزول آیت کا وقت:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ

➋ محرمات مذکورہ کی وضاحت:۔ "اَلْمَيْتَةُ" وہ جانور جو بغیر ذبح کے کسی بیماری یا طبعی موت سے مرجائیں، مچھلی اور ٹڈی اس حکم سے حدیث کی رو سے خارج ہے۔ "مَا اَكَلَ السَّبُعُ" وہ جانور جو کسی درندہ کے چیرنے پھاڑنے سے ہلاک ہوگیا ہو۔

"اَلدَّمُ" اس سے مُراد بہنے والا خون ہے اسی وجہ سے جگر اور تلی اس حکم سے خارج ہے وہ حلال ہے۔

"لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ" خنزیر (سور) کا گوشت بھی حرام ہے گوشت سے مراد مکمل بدن ہے لہٰذا چربی، پٹھے وغیرہ سب حرام ہیں

"مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ" وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نامزد کردیا گیا ہو اور بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے تو یہ واضح شرک ہے اور بالاتفاق مردار کے حکم میں ہے۔ "اَلْمُتَرَدِّيَةُ" وہ جانور جو کسی پہاڑ، ٹیلہ یا اونچی عمارت سے یا کنویں میں گر کر مرجائے۔

"اَلْمُنْخَنِقَةُ" وہ جانور جو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا۔ یا خود ہی کسی جال وغیرہ میں پھنس کر دم گھٹنے سے مرگیا۔

"اَلْمَوْقُوْذَةُ" وہ جانور جو ضربِ شدید مثلاً لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا گیا ہو یا تیر کی دھار کے بغیر ضربِ شدید سے مرجائے۔

"اَلنَّطِيْحَةُ" وہ جانور جو کسی ٹکر یا تصادم وغیرہ سے ہلاک ہوجائے مثلاً جانور کے ٹکر مارنے سے یا ریل وغیرہ کی زد میں آکر ہلاک ہوجائے۔

"مَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" وہ جانور جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔ نصب سے مراد وہ پتھر ہیں جو دورِ جاہلیت میں لوگوں نے بیت اللہ کے گرد کھڑے کیے ہوئے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے اور اپنے جانور انکے پاس لا کر ذبح کرتے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔

"يَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ" وہ جانور جس کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کیا جائے وہ بھی حرام ہے، عرب کی عادت تھی کہ جانور کو برابر حصوں کی بجائے تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی سے تقسیم کرتے۔ تیروں کے حصے مختص ہوتے تھے کسی تیر والے کو زیادہ، کسی کو کم اور کوئی بالکل محروم رہتا۔ تو فرمایا کہ یہ تمام کے تمام جانور حرام ہیں۔ ان کو کھانا حلال نہیں ہے۔

﴿الورقة الاولٰی: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل ...... يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (پ ا۔ بقرہ: ٤٧، ٤٨)

دونوں آیتوں کا عمدہ ترجمہ کریں، ان آیات کی بہترین تفسیر سپردِ قلم کریں، آیات میں **یوما** سے کون سا یوم مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین اُمور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **یوما** کی مراد۔

جواب ...... ❶ <u>آیات کا ترجمہ:۔</u> اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں (احسانات) کو جو میں نے تم پر انعام کی اور (یاد کرو) اس بات کو کہ فضیلت دی میں نے تمہیں تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ نہیں کام آئے گا اس دن کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور نہ قبول کی جائے گی اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے گا اس کی طرف سے بدلا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

❷ <u>آیات کی تفسیر:۔</u> ماقبل کی آیات میں بنی اسرئیل کو کمال ایمان اور تقویٰ حاصل کرنے کا حکم تھا اور یہ کام صبر، حضور و استغراق عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کا آسان طریقہ بتلا دیا، وہ طریقہ شکر ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر وقتاً فوقتاً کیے گئے احسانات وانعامات کو یاد دلا کر اور انکی بدکرداریاں ظاہر کر کے شکر کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! جو میں نے تم پر احسانات وانعامات کئے مثلاً ہزاروں انبیاء تم میں بھیجے، کتابیں نازل ہوئیں، فرعون سے نجات دلا کر ملک شام پر تسلط دیا۔ من وسلویٰ نازل کیا، پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے۔ یہ سب وہ انعامات ہیں جو صرف تمہیں عطا ہوئے اور پھر وقت کے تمام فرقوں اور گروہوں پر تمہیں فضیلت دی اور میری ان نعمتوں کو یاد کر کے میرا شکر ادا کرو اور کامل مومن ومتقی و پرہیزگار بن جاؤ اور منعم ومحسن کا شکریہ انسان تو کجا حیوان بھی ادا کرتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے منعم ومحسن کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی شخص کسی بلاء میں مبتلا ہو جائے تو اس کے رفیق و دوست احباب اولاً ادائے حق لازم کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو سفارش سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو فدیہ اور تاوان دے کر چھڑانے کی تدبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر میں اپنے مددگاروں کو جمع کر کے بزور بازو اور طاقت سے اس کے چھڑانے کی فکر کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ روز قیامت سے بھی ڈرو اس دن جو میرے دربار میں پھنس گیا تو اس کے لئے ان چار چیزوں سے کوئی چیز بھی معین ومددگار ثابت نہ ہوگی۔ کوئی شخص کتنا ہی مقرب خداوندی ہو وہ کسی بھی نافرمان عدو اللہ کافر کو منجملہ چاروں صورتوں میں سے

کسی صورت سے بھی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ (اعاذنا اللہ منه)

❸ **یوما کی مراد:۔** آیت کریمہ میں یوما سے مراد روزِ محشر و یوم حساب و کتاب ہے۔

الشق الثانی ...... فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

آیات مقدسہ کا سلیس ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر لکھیں مباہلہ کی تعریف ذکر کریں۔ (پ۳۔ ال عمران: ۶۱،۶۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مباہلہ کی تعریف۔

جواب ...... ❶ **آیات کا ترجمہ:۔** پس جو شخص جھگڑا کرے آپ ﷺ سے اس قصہ کے بارے میں بعد اس کے کہ آ گئی آپ ﷺ کے پاس سچی خبر تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ آؤ، بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان، پھر التجاء کریں ہم اور لعنت کریں ہم اللہ کی اُن لوگوں پر جو جھوٹے ہیں۔ بے شک یہ البتہ سچا بیان ہے اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے۔

❷ **آیات کی تفسیر:۔** نصاریٰ اکثر و بیشتر آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں جھگڑتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں بلکہ بیٹے ہیں۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں تو تم بتاؤ کہ کس کے بیٹے ہیں اس موقع پر ماقبل والی آیت نازل ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو صرف والد نہیں ہے اور آدم علیہ السلام کا نہ والد تھا اور نہ والدہ تھی۔ اس حساب سے تمہیں آدم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے پر زور دینا چاہیے، نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے پر۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے کے باوجود بھی نہ سمجھیں تو پھر ان کے ساتھ مباہلہ کرو جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں فریق بذات خود اور اپنے بیوی بچوں کو لے کر حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو فریق بھی ہم میں سے جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس طرح مباہلہ کرنے سے حق و باطل واضح ہو کر سامنے آ جائے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور سالانہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو گئے اور صلح کر لی۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن کریم میں بیان ہوا یہی حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات اور رشتوں سے پاک ہے اور زبردست حکمت و قدرت والا ہے اور اپنی حکمت و قدرت کے نتیجہ سے سچے اور جھوٹے سے اپنی شایانِ شان اور ان کے حسب حال معاملہ کرے گا۔

❸ **مباہلہ کی تعریف:۔** کسی امر کے حق و باطل ہونے میں فریقین کا نزاع ہو جائے اور دلائل سے وہ نزاع ختم نہ ہو تو پھر فریقین ملکر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ فریقین میں سے جو اس امر میں باطل ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال و ہلاکت نازل ہو کیونکہ لعنت کا معنی رحمت خداوندی سے دور ہونا اور قہر خداوندی کے قریب ہونا ہے۔ پھر جو کاذب و جھوٹا ہوگا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا اور سب کے نزدیک صادق و کاذب واضح ہو جائیگا۔ تو بارگاہِ خداوندی میں اس طرح دُعا کرنے کا نام مباہلہ ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا

يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (پ۵۔نساء:۵۸،۵۹)

آیات کا سلیس ترجمہ کریں، آیات کا شانِ نزول بتائیں، آیات کی واضح تفسیر تحریر کریں **اولی الامر** سے کون لوگ مراد ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شانِ نزول (۳) آیات کی تفسیر (۴) **اولی الامر** کی مراد۔

جواب ...... ❶ ❷ ❹ ترجمہ، شانِ نزول، **اولی الامر** کی مراد:۔کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۲۷ھ

❸ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں مسلمانوں کو ادائے امانت اور عدل کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جیسا کہ شانِ نزول سے واضح ہو چکا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ادائے امانت اور عدل کے موافق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ سراسر تمہارے لئے مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری و باطنی، موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے لہٰذا اگر تمہیں کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تب بھی حکم الٰہی کا اعتبار کرو۔

پہلی آیت میں حکام کو اداء امانت اور عدل و انصاف کا حکم دیا اور دوسری آیت میں عمومی طور پر رعایا کو اللہ تعالیٰ کی، رسول ﷺ کی اور حکام کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حکام کی اطاعت و متابعت اسی وقت واجب ہے جب وہ حق کی اطاعت کریں اور عدل و انصاف قائم کریں۔

حاکم بادشاہ، صوبہ دار، قاضی، سردار لشکر اور کسی بھی شعبہ کا نگران وغیرہ کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے صریح خلاف حکم نہ کرے وگرنہ اس کی اطاعت لازم نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمہارا حکام کے ساتھ کسی بات میں اختلاف ہو جائے کہ یہ حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اسکو قرآن و سنت کی طرف رجوع کر کے طے کرو کیونکہ قرآن و سنت کا حکم فی الحقیقت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم ہے۔ لہٰذا قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے سے جو بات محقق ہو جائے اس پر عمل واجب ہے اختلاف کو ترک کر دینا چاہئے۔ بشرطیکہ تمہارا اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان ہو کیونکہ ایمان باللہ والیوم الآخرۃ والا شخص اختلاف کی صورت میں رجوع الی اللہ کرے گا اور اس کے دل میں خوفِ خدا ہوگا اور وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی مخالفت سے ڈرے گا اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں میں خود بخود اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم اور قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔

الشق الثانی ...... يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ (پ۶۔مائدہ:۱)

آیت کا ترجمہ کریں، سورت مائدہ کا شانِ نزول تحریر کریں، آیت کی تفسیر ذکر کریں، معاہدات سے کون سے معاہدات مراد ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) سورت مائدہ کا شانِ نزول (۳) آیت کی تفسیر (۴) معاہدات کی مراد۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! پورا کرو عقدوں (عہدوں، وعدوں) کو۔ حلال کئے گئے تمہارے لئے

چوپائے، مویشی، علاوہ ان کے جو تم پر (آگے) تلاوت کئے جائیں گے۔ مگر نہ حلال سمجھو شکار کو احرام کی حالت میں، بے شک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

❷ سورۃ مائدہ کا شانِ نزول:۔ سورۃ مائدہ بالاتفاق مدنی سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے۔ حتیٰ کہ نزولِ احکام کے اعتبار سے یہ آخری سورۃ ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ مائدہ رسول اکرم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ سفر میں عضباء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور بظاہر یہ سفر حجۃ الوداع کا سفر ہے۔ جو کہ ہجرت کے دسویں سال میں ہوا اور ایک روایت کے مطابق سورہ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں، بعض اجزاء فتح مکہ میں اور بعض اجزاء حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے۔

❸ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں خداوند کریم اہل ایمان کو معاہدات و سمجھوتوں کے پورا کرنے کا حکم دے رہے ہیں کہ اہل ایمان کے مؤمن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کا جائز مطابق شریعت معاہدہ کرے تو اس کو پورا کرے۔ اس کے بعد دوسرے جملہ میں اس معاہدہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال و حرام کی پابندی کے متعلق لیا ہے۔ اس معاہدہ کا ایک جز یہ ہے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ جانوروں کو حلال کیا ہے تم ان کو شرعی قاعدہ کے مطابق ذبح کر کے استعمال کر سکتے ہو۔

اس کے بعد اگلے جملہ میں چند جانوروں کے استثناء کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جن جانوروں کی حرمت قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے وہ تم پر حرام ہیں ان کو تم استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تمہارے لئے جنگلی جانور اور ان کا شکار بھی حلال ہے۔ ان کو بھی تم استعمال کر سکتے ہو مگر جس وقت تم حج یا عمرہ کا احرام باندھ لو تو اس وقت شکار کرنا جرم و گناہ ہے اس سے بچو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمت و بصیرت والا ہے وہ جو حکم بھی دیتا ہے اپنی حکمت و بصیرت کی روشنی میں دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے احکام و فیصلے بغیر کسی چوں و چرا کے تسلیم کرو۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے مالک کے احکام تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

❹ معاہدات کی مراد:۔ معاہدات میں تمام معاہدات وعقود داخل ہیں خواہ وہ معاہدات انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ جیسے ایمان، طاعت، حلال و حرام کی پابندی وغیرہ۔ خواہ وہ معاہدہ انسان کا اپنے نفس کے ساتھ ہو جیسے کسی چیز کی نذر ماننا یا حلف و قسم کے ذریعہ کوئی چیز اپنے اوپر لازم کرنا وغیرہ۔ خواہ وہ معاہدہ ایک انسان کا دوسرے انسان کیساتھ ہو۔ جیسے حکومتوں کے بین الاقوامی معاہدات و سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق، نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ یہ تمام امور معاہدات اور عقود میں داخل ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل ...... وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۚ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ١٠۔انفال:٤٨)

آیت کا ترجمہ کریں۔ آیت کی تفسیر سپرد قلم کریں۔ اس آیت میں جو واقعہ ذکر ہوا ہے وہ کون سے غزوہ کے متعلق ہے اور وہ غزوہ کب پیش آیا۔ زین، تراء ت، نکص، بریء، غالب، اخاف، مذکورہ بالا الفاظ کے صیغے بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (١) آیت کا ترجمہ (٢) آیت کی تفسیر (٣) غزوہ کی نشاندہی اور

وقوع (۴) مذکورہ صیغوں کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور جب مزین کیا شیطان نے (ان کی نظروں میں) ان کے اعمال کو اور کہا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے اور بے شک میں تمہارا پڑوسی (حمایتی) ہوں۔ پھر جب آمنے سامنے ہوئے دونوں گروہ (لشکر، فوجیں) تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا کہ بے شک میں بری ہوں تم سے (میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں) بیشک میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھتے۔ بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

❷ آیت کی تفسیر:۔ قریش اپنی قوت وجمعیت پر بہت مغرور تھے۔ مگر بنی کنانہ کے ساتھ اکثر اوقات ان کی چپقلش رہتی تھی۔ اس وجہ سے ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں بنی کنانہ ہماری کامیابی کے راستہ میں رُکاوٹ اور آڑ نہ بن جائیں۔ تو اس موقعہ پر شیطان ان کی ہمت بڑھانے کیلئے بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنی فوج لے کر ابو جہل کے پاس آیا اور کہا کہ ہماری طرف سے بے فکر رہو۔ ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ پھر جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کا اور قریش کا لشکر آمنے سامنے ہوا تو شیطان کو جبریلؑ وغیرہ فرشتے نظر آئے تو شیطان ابو جہل کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا ابو جہل نے کہا کہ اے سراقہ عین موقع پر دھوکہ دے کر کہاں جا رہے ہو تو شیطان نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ مجھے وہ چیز نظر آ رہی ہے جو تمہیں نظر نہیں آ رہی (فرشتے) اور اس خدائی فوج کے ڈر سے میرا دل گھبرا رہا ہے اور اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں ہے۔ خطرہ ہے کہ کہیں سخت عذاب اور آفت میں نہ جکڑا جاؤں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملعون نے جھوٹ بولا۔ اس کے دل میں اللہ کا خوف نہ تھا۔ بلکہ وہ جانتا تھا کہ اب قریش کا لشکر ہلاکت میں گھر چکا ہے اور کوئی قوت انہیں ہلاکت سے نہیں بچا سکتی۔ اس وجہ سے وہ بھاگ نکلا تھا اور یہ اس کی قدیم عادت ہے کہ اپنے متبعین کو دھوکہ دے کر اور ہلاکت میں پھنسا کر عین وقت پر کھسک جاتا ہے۔ **(فاعتبروا یااولی الابصار)**۔

❸ غزوہ کی نشاندہی اور وقوع:۔ مذکورہ واقعہ غزوہ بدر کے متعلق ہے جیسا کہ تفسیر میں گزر چکا ہے اور یہ غزوہ سن دو ہجری میں پیش آیا تھا۔

❹ مذکورہ صیغوں کی وضاحت:۔ "بَرِیْءٌ" صیغہ واحد مذکر صفت مشبہ از مصدر البراءة (سمع) بمعنی بری ہونا۔

"زَیَّنَ" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر تزیین (تفعیل) بمعنی مزین کرنا، خوشنما کر کے پیش کرنا۔

"تَرَآءَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف از مصدر **التراءی** (تفاعل) بمعنی ایک دوسرے کو دیکھنا، آمنے سامنے ہونا۔

"نَکَصَ" صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از مصدر **نَکْصًا** (نصر، ضرب) بمعنی کام سے رکنا، پیچھے ہٹنا۔

"غَالِبٌ" صیغہ واحد مذکر اسم فاعل از مصدر **الغلبة** (نصر) بمعنی غلبہ پانا۔

"اَخَافُ" صیغہ واحد متکلم مضارع معروف از مصدر **الخوف** (سمع) بمعنی ڈرنا۔

الشق الثانی ...... وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝ (پ۱۰۔توبہ:۷۵تا۷۷)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں۔ **ومنھم من عٰھد اللّٰہ** کا مصداق کون ہے۔ آیات مذکورہ کی عمدہ تفسیر ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) **منھم من عٰھد اللّٰہ** کا مصداق (۳) آیات کی تفسیر۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں کہ عہد کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہ اگر دے ہم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تو البتہ ہم ضرور صدقہ (خیرات) کریں گے اور البتہ ہوں گے ہم نیک لوگوں میں سے۔ پھر جب دیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تو بخل کیا انہوں نے اس میں اور پھر گئے وہ اس حال میں کہ وہ اعراض کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق کو لازم کر دیا اس دن تک جس دن وہ خدا تعالیٰ سے جا کر ملیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اس وعدہ کے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

❷ منهم من عٰهد اللّٰه کا مصداق:۔ اس آیت کا مسداق ثعلبہ بن حاطب انصاری ہے۔

❸ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں ثعلبہ بن حاطب انصاری کی عہد شکنی کا تذکرہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ میرے دولتمند ہونے کی دُعا فرما دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! تھوڑی چیز پر خدا کا شکر ادا کرنا اس زیادہ چیز سے بہتر ہے جسکے تو حقوق ادا نہ کر سکے۔ تو ثعلبہ بار بار اصرار کرتا رہا کہ کثرت کی دُعا کریں اور وعدہ کیا کہ اگر مجھے مال مل گیا تو میں اس کے تمام حقوق ادا کروں گا۔ بالآخر حضور ﷺ نے دُعا کر دی اور اس کی بکریوں میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر مستقل ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اس کا مال اتنا بڑھا کہ اس میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ اور جماعت کو بھی ترک کرنے لگا۔ اور جب حضور ﷺ کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والے پہنچے تو اس نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا ویح ثعلبه اور اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب ثعلبہ کو اس کی خبر پہنچی تو وہ بادلِ نخواستہ زکوۃ لے کر حاضر ہوا مگر حضور ﷺ نے وصول کرنے سے انکار کر دیا بعد میں خلفاء ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے بھی زکوۃ کی وصولی سے انکار کر دیا اور اس طرح حالتِ نفاق پر حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں اس کا انتقال ہوا۔

الغرض ان آیات میں اسی ثعلبہ کی عہد شکنی کا ذکر ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ اس کو اگر مال ملا تو ضرور صدقہ کرے گا مگر جب مال ملا تو بخل کیا اور حقوق کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ تو اس عہد شکنی کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ اس کے دل میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاوّل ...... لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ٢۔ بقرہ:٢٢٦، ٢٢٧)

دونوں آیتوں کا عمدہ ترجمہ کیجئے۔ ایلاء کی شرعی تعریف کر کے اس کا حکم تحریر کیجئے۔ چار ماہ کے اختتام پر خود بخود طلاق واقع ہوگی یا شوہر کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی اس میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف ضرور لکھیے۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں:۔ (١) آیات کا ترجمہ (٢) ایلاء کی تعریف وحکم (٣) چار ماہ کے اختتام پر وقوعِ طلاق میں ائمہ کا اختلاف۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ جولوگ قسم کھاتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے چار ماہ ٹھہرنا (مہلت) ہے، پس اگر وہ باہم مل گئے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے طلاق کا تو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

❷ ایلاء کی تعریف وحکم:۔ شریعت کی اصطلاح میں ایلاء یہ ہے کہ شوہر قسم کھائے کہ میں چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤنگا اور اس سے وطی ومباشرت نہیں کرونگا۔

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے اس چار ماہ میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلی تو قسم میں حانث ہوجائے گا اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہ گیا تو قسم پوری ہوجائیگی اور ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔

❸ چار ماہ کے اختتام پر وقوع طلاق میں ائمہ کا اختلاف:۔ حضرات حنفیہ کے نزدیک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد خود بخود طلاق بائنہ واقع ہوجائیگی اور امام اوزاعی کے نزدیک طلاق رجعی واقع ہوگی، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت گزرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ اس کو قاضی کے پاس جانا ہوگا قاضی اسے رجوع یا طلاق کا حکم دے گا، اگر وہاں قاضی نہیں ہے تب بھی ان کے نزدیک توقف کیا جائے گا حتی کہ شوہر رجوع کرے یا طلاق دے۔

الشق الثانی ...... اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (پ۳۔ال عمران:۵۵)

آیت کا ترجمہ کیجئے، آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدے بالترتیب ذکر کریں، متوفيك کیا صیغہ ہے اور اس کا عربی لغت میں اصل معنی کیا ہے، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام میں تمام مسلمانوں کا اجتماعی عقیدہ، یہودیوں، عیسائیوں اور مرزائیوں کا کیا عقیدہ ہے تفصیل سے لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) ''متوفيك'' صیغہ ومعنی کی وضاحت (۳) حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقائد (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدوں کی تفصیل۔

جواب ...... ❶ تا ❸ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ۔

❹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے پانچ وعدوں کی تفصیل:۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے پانچ وعدے کئے ہیں ان میں سے کچھ پورے ہوگئے اور کچھ کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔

پہلا وعدہ: یہ ہے کہ ان کی موت یہود کے ہاتھوں نہیں ہوگی وقتِ موعود پر قربِ قیامت طبعی موت واقع ہوگی۔

دوسرا وعدہ: فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھانے کا تھا یہ وعدہ اسی وقت پورا کردیا گیا۔

تیسرا وعدہ: ان کو دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنے کا تھا اور یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے پر پورا ہوا کہ آپ ﷺ نے یہود کے تمام الزامات کو بذریعہ آیاتِ قرآنی صاف کردیا۔

چوتھا وعدہ: آپ کے متبعین کو منکرین پر قیامت تک غالب رکھنے کا تھا یہ وعدہ بھی پورا ہوا، کیونکہ یہاں اتباع سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد واقرار مراد ہے اور اس اتباع میں نصاریٰ ومسلمان سب داخل ہیں اور نصاریٰ ومسلمانوں کو یہود کے

مقابلہ میں ہمیشہ غلبہ حاصل رہا اور یقیناً قیامت تک یہ غلبہ حاصل رہے گا۔

پانچواں وعدہ: قیامت کے دن ان تمام مذہبی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنے کا تھا اور یہ وعدہ اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا۔

(معارف القرآن ص ٦٧ ج ٢)

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاوّل ...... اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۞ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۞ (پ ٤۔ آل عمران: ١٧٢ تا ١٧٤)

آیات کا ترجمہ کیجئے، مذکورہ آیات کس غزوہ سے متعلق ہیں اس کا نام و تاریخ وقوع تحریر کیجئے۔ آیات کا شان نزول و پورا واقعہ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) غزوہ متعلقہ بالآیات کا نام و وقوع (۳) آیات کا شان نزول و واقعہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم، جو نیک ہیں ان میں سے اور پرہیز گار ہیں ان کیلئے بڑا ثواب ہے، جن لوگوں کو کہا لوگوں نے یہ کہ بے شک (مکہ کے) لوگوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کیلئے پس تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور کہا انہوں نے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے پھر لوٹے مسلمان اللہ تعالیٰ کے احسان و فضل کے ساتھ کہ نہیں پہنچی انہیں کوئی ناگواری (تکلیف) اور اتباع کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

❷ غزوہ متعلقہ بالآیات کا نام و وقوع:۔ بعض حضرات کے بقول یہ آیات غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئیں جسکا وقوع ۳ھ میں ہوا، اور بعض حضرات کے بقول بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئیں جسکا وقوع ۴ھ میں ہوا۔

❸ آیات کا شان نزول و واقعہ:۔ ابوسفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی، ہزیمت یافتہ اور زخم خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے، مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ واپس چل کر ان کا قصہ تمام کردیں، آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو اعلان فرمایا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں حاضر تھے آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے تیار ہو جائیں مسلمان مجاہدین باوجود یہ کہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے، اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر نکل پڑے۔ آپ ﷺ ان مجاہدین کی جماعت لیکر مقام حمراء الاسد تک (جو مدینہ سے آٹھ میل ہے) پہنچے ابوسفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اس کے تعاقب میں چلے آرہے ہیں، سخت رعب و دہشت طاری ہوگئی، دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگا۔ عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آرہا تھا، ابوسفیان نے اُن لوگوں کو کچھ دیکر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جن کو سُن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب وخوفزدہ ہوجائیں، انہوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے، یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوش ایمان بڑھ گیا اور کفار کی جماعت کا حال سُن کر کہنے لگے "حسبنا الله ونعم الوكيل" ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا خدا ہم کو کافی ہے۔ اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں، بعض

کہتے ہیں کہ جنگ اُحد تمام ہونے پر ابوسفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر پر پھر لڑائی ہے، حضرت ﷺ نے قبول کرلیا۔ جب اگلا سال آیا آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لئے چلو، اگر کوئی نہ جائے گا تب بھی اللہ کا رسول ﷺ تنہا جائے گا۔ اُدھر سے ابوسفیان فوج لیکر مکہ سے نکلا تھوڑی دور چل کر ہمت ٹوٹ گئی، رعب چھا گیا، قحط سالی کا عذر کرکے چاہا کہ مکہ واپس جائے مگر صورت ایسی ہو کہ الزام مسلمانوں پر رہے، ایک شخص مدینہ جارہا تھا، اس کو کچھ دے کر کہا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف کی ایسی خبریں مشہور کرنا جن کو سن کر مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہ ہی کہا کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔ آخر مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں بڑا بازار لگتا تھا، تین روز رہ کر تجارت کرکے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے اس غزوہ کو بدر صغریٰ کہتے ہیں۔ اس وقت جن لوگوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے ان کو یہ بشارت ہے کہ اُحد میں زخم کھا کر اور نقصان اٹھا کر بھی انہوں نے ایسی جرأت کی۔ مسلمانوں کی اس جرأت و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ سے لوٹ گئے چنانچہ مکہ والوں نے اس مہم کا نام ''جیش السویق'' رکھ دیا۔ یعنی وہ لشکر جو محض ستو پینے گیا تھا پی کر واپس آیا (تنبیہ) یہ جو فرمایا **للذین احسنوا منھم واتقوا** محض ان کی مداح سرائی اور تنویہ شان کے لئے ہے ورنہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔

الشق الثانی ...... فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ (پ٥۔ نساء: ٦٥، ٦٦)

دونوں آیتوں کا بہترین ترجمہ سپرد قلم کیجئے، مذکورہ آیتوں کا شان نزول لکھئے، ان آیات کی دلکش تفسیر بیان کیجئے۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کا شان نزول (۳) آیات کی تفسیر۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس قسم ہے تیرے رب کی (یہ لوگ) نہیں مؤمن ہو سکتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ہی منصف بنائیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان برپا ہو، پھر نہ پائیں وہ لوگ اپنے نفسوں میں کوئی تنگی آپ ﷺ کے فیصلہ سے اور قبول کریں اس کو خوشی سے، اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو اپنے نفسوں کو یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے تو وہ ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے ان میں سے، اور اگر یہ لوگ کرتے وہ کام جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہ البتہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور (ان کے ایمان کو) زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا۔

❷ آیات کا شان نزول:۔ جس واقعہ کی بناء پر یہ آیت اور اس سے پہلی آیات نازل ہوئیں وہ بشر منافق کا معاملہ تھا جس نے اپنے جھگڑے کے فیصلہ کے لئے پہلے کعب بن اشرف یہودی کو تجویز کیا پھر مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس گیا، اور آپ ﷺ کا فیصلہ چونکہ اس کے خلاف تھا اس پر راضی نہ ہوا، دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، اس واقعہ کی جب مدینہ میں شہرت ہوئی تو یہود نے مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم کیسے لوگ ہو کہ جس کو رسول مانتے ہو اور اس کی اتباع کے دعوے دار ہو، اس کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتے، دیکھو یہودیوں کو ان کے گناہ کی توبہ کے سلسلہ میں یہ حکم ملا تھا کہ تم اس میں ایک دوسرے کو قتل کرو ہم نے تو اس شدید حکم کی تعمیل بھی کی، یہاں تک کہ ہمارے ستر ہزار آدمی مارے گئے، اگر تمہیں کوئی ایسا حکم دیدیا جاتا تو تم کیا کرتے!

اس پر آیات نازل ہوئی "ولو انّا کتبنا علیهم" یعنی ان منافقین کا یا عام لوگوں کا جن میں کافر و مومن سب داخل ہیں یہی حال ہے کہ اگر ان کو بنی اسرائیل کی طرح کوئی سخت حکم خودکشی یا ترک وطن کا دیدیا جاتا تو ان میں سے بہت کم آدمی اس حکم کی تعمیل کرتے۔

اس میں ان لوگوں کو سخت تنبیہ ہے جو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ یا شریعت رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف لے جاتے ہیں اور یہودی کے طعن کا جواب بھی ہے کہ یہ حال منافقین کا ہے پکے مسلمانوں کا نہیں، اور شاہد اس کا یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اللہ نے ہمیں اس آزمائش میں نہیں ڈالا، صحابی کا یہ کلمہ رسول اللہ ﷺ کو پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط پہاڑوں سے زیادہ جما ہوا ہے۔ ابن وہب کا بیان ہے کہ یہ کلمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر یہ حکم نازل ہوتا تو خدا کی قسم میں سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے اہلِ بیت کو اس پر قربان کر دیتا۔

بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ حکم خودکشی یا ترک وطن کا اللہ کی طرف سے آجاتا تو ابن اُمِّ عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود ضرور اس پر عمل کرتے، اور رہا دوسرا معاملہ ترک وطن کا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر تو عمل کر کے دکھلا دیا، کہ اپنے وطن مکہ اور اپنی تمام جائیدادوں اور تجارتوں کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی۔

❸ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان ہی منافقین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں جن کا ذکر ابھی شان نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ منافق لوگ اپنے تمام مالی و جانی جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں اس وقت تک یہ کامل مؤمن نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہیں کہ بنی اسرائیل کی طرح اپنی جانوں کو ہلاک کر ڈالو یا جلاوطن ہو جاؤ تو پھر ان میں سے صرف چند گنتی کے لوگ (پکے سچے مسلمان) ہی اس حکم کی تعمیل کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی آسانی کیلئے ان کو صرف یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر لو جس کی وجہ سے تم نفاق سے بری ہو جاؤ گے اور تمہارے دین و دنیا دونوں درست ہو جائیں گے مگر یہ اس پر آمادہ نہیں ہیں۔

السوال الثالث ۱٤۳٦ھ

الشق الاول ...... وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ أَوْ تَقُوْلُوْٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (پ۹۔اعراف:۱۷۲تا۱۷۴)

آیات مبارکہ کا دلنشین ترجمہ کیجئے، یہ عہد و اقرار کس جگہ اور کس وقت لیا گیا، عہد الست کی تشریح اور تفصیل تحریر کیجئے۔

جواب ...... مکمل جواب کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱٤۲۸ھ۔

الشق الثانی ...... يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۖ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (پ۹۔انفال:۱)

آیت مبارکہ کا بے غبار ترجمہ کیجئے، یہ آیت ایک غزوہ میں پیش آنے والے ایک واقعہ سے متعلق ہے اس واقعہ کو ذکر کیجئے، مال غنیمت، مال فئی اور انفال ایک ہی چیز ہے یا ان میں کوئی فرق ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) واقعہ کی تفصیل (۳) مال غنیمت، مال فیئ اور انفال میں فرق۔

جواب...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ یہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں کہ یہ مال غنیمت اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باہم صلح رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم مؤمن ہو۔

❷ واقعہ کی تفصیل:۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور دونوں فریق میں گھمسان کی جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی تو اب مسلمان لشکر کے تین حصے ہوگئے، کچھ لوگوں نے دشمن کا تعاقب کیا تا کہ وہ پھر واپس نہ آسکے، کچھ لوگ کفار کے چھوڑے ہوئے اموال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے اور کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اس لئے جمع رہے کہ کسی طرف سے چھپا ہوا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کردے۔ جب جنگ ختم ہوگئی اور رات کو ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچا تو جن لوگوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا وہ کہنے لگے کہ یہ مال تو ہم نے جمع کیا ہے اس لئے اس میں ہمارے سوا کسی کا حصہ نہیں اور جو لوگ دشمن کے تعاقب میں گئے تھے انہوں نے کہا کہ تم لوگ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو پسپا کیا اور تمہارے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ تم بے فکر ہو کر مال غنیمت جمع کرلو اور جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع رہے انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے تو ہم بھی مال غنیمت جمع کرنے میں تمہارے ساتھ شریک ہوتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت جو جہاد کا سب سے اہم کام تھا ہم اس میں مشغول رہے اس لئے ہم بھی اس کے مستحق ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس نے واضح کردیا کہ یہ مال اللہ کا ہے اس کا کوئی مالک وحقدار نہیں، بجز اس کے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادات ربانی کے ماتحت اس مال کو سب شرکاءِ جہاد میں مساوی طور پر تقسیم فرمادیا (ابن کثیر)۔ اور سب کے سب اللہ ورسول کے اس فیصلہ پر راضی ہوگئے اور ان کے خلافِ شان جو صورت حال باہمی مسابقت کی پیش آگئی تھی اس پر نادم ہوئے۔

❸ مال غنیمت، مال فیئ اور انفال میں فرق:۔ مال فیئ: وہ مال جو بغیر جنگ وقتال کے دشمن سے حاصل ہو خواہ وہ اسے چھوڑ کر بھاگ جائیں یا از خود رضامندی سے مسلمانوں کے سپرد کردیں۔

مالِ غنیمت: وہ مال جو میدان جنگ میں جنگ وجہاد اور لڑائی کے ذریعہ دشمن سے حاصل کیا جائے۔

انفال: وہ مالِ جہاد وانعام جو امیرِ جہاد کسی خاص مجاہد کو اس کی کارکردگی کی وجہ سے مالِ غنیمت کے علاوہ بطور انعام عطاء کرے، اور کبھی انفال کا لفظ مطلق مالِ غنیمت پر بھی بولا جاتا ہے اور اس آیت کریمہ میں اسی مطلق وعام معنی میں ہے۔ (معارف القرآن ص ۱۷۴ ج ۴)

✦ ✦ ✦

الورقة الثانية
الفقه
ہدایہ (جلد اوّل)

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل ...... **المعانی الناقضة للوضوء......... والغلبة علی العقل بالاغماء والجنون والقهقهة فی الصلوٰة ذات رکوع وسجود.**

بے ہوشی وجنون سے وضو کیوں ٹوٹتا ہے۔ضحک وقہقہہ میں کیا فرق ہے۔قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ بتائیں؟ نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ کیا ہے؟ نماز میں قہقہہ لگائے بغیر صرف ہنسنے کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) بے ہوشی وجنون سے وضو ٹوٹنے کی وجہ (۲) ضحک وقہقہہ میں فرق (۳) قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ (۴) نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ (۵) نماز میں صرف ہنسنے کا حکم۔

جواب ...... ❶ بے ہوشی وجنون سے وضو ٹوٹنے کی وجہ:۔ بے ہوشی سے عقل عارضی طور پر مغلوب ہوتی ہے اور جنون عقل سے عقل سلب ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اعضاء وجوڑ بالکل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ ناقص وضو ہیں اور کروٹ پر لیٹ کر سونا بھی اسی وجہ سے ناقص وضو ہے۔

❷ ضحک وقہقہہ میں فرق:۔ ضحک میں ہنسنے کی آواز آدمی خود تو سنتا ہے مگر ساتھ والا شخص نہیں سنتا جبکہ قہقہہ میں ہنسنے کی آواز ساتھ والا شخص بھی سنتا ہے۔

❸ قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ:۔ قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی وجہ ارشاد نبوی ﷺ ہے **"الا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء والصلوٰة"** آگاہ رہو جو شخص ہنسا تم میں سے قہقہہ سے پس وہ وضو ونماز کا اعادہ کرے۔

❹ نماز جنازہ میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ:۔ قہقہہ کی وجہ سے وضو کا ٹوٹنا خلاف قیاس ہے۔ قہقہہ میں آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ فرمان نماز کاملہ کے بارے میں جاری ہوا تھا۔ لہٰذا یہ خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر بند رہے گا۔ نماز جنازہ کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

❺ نماز میں صرف ہنسنے کا حکم:۔ اگر نمازی آدمی نماز میں بلا آواز وبلا قہقہہ ہنسا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ البتہ اس کا وضو برقرار رہے گا۔

الشق الثانی ...... **ویجلس بین الاذان والاقامة الا فی المغرب.**

عبارت بالا کی تشریح بطرز شارح کریں۔ نیز مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کی وضاحت کرنے کے بعد بتلائیں کہ ایک یا کئی نمازیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا کرتے وقت اذان واقامت کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اختلاف ائمہ کی وضاحت (۳) قضاء نمازوں میں اذان واقامت کا حکم۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اذان واقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے۔ کیونکہ

حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "**اجعل بین اذانك واقامتك قدر ما یفرغ الآکل من اکله**" یعنی اے بلال! اپنی اذان واقامت کے درمیان اس قدر فصل کر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے۔

حاصل یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں اذان واقامت کے درمیان جلسہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح مغرب میں بھی جلسہ کرے۔

❷ اختلاف ائمہ کی وضاحت:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ بقیہ تمام نمازوں میں اذان واقامت کے درمیان جلسہ کرے۔ البتہ مغرب کی نماز کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان سکوت کے ساتھ اتنی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جس میں چھوٹی تین آیات یا بڑی ایک آیت پڑھ سکے۔

دوسری روایت یہ کہ اس قدر فصل کرے جس میں تین قدم چلنا ممکن ہو۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مغرب میں بھی جلسہ کرے گا مگر دو خطبوں کے درمیان والے جلسہ کی مثل مختصر جلسہ کرے گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیان وصل مکروہ اور فصل ضروری ہے۔ مگر سکوت کے ساتھ فصل واقع نہیں ہوتا کیونکہ سکوت تو اذان کے کلمات کے درمیان بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے بیٹھ کر فصل کرے۔ اگرچہ دو خطبوں میں بیٹھنے کی طرح مختصر ہی فصل کرے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مغرب میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ غروب کے بعد اور فرض سے پہلے نفل بھی نہ پڑھے۔ پس ادنی فصل یعنی سکتہ پر اکتفاء کرے تاکہ تاخیر سے بھی احتراز ہو جائے اور اذان واقامت میں فصل بھی ہو جائے۔

صاحبینؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ دو خطبوں کے فصل پر اذان واقامت کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں میں فرق ہے بایں طور کہ اذان واقامت میں آواز، جگہ اور ہیئت تینوں مختلف ہوتے ہیں جبکہ دونوں خطبوں میں آواز، جگہ اور ہیئت تینوں متحد ہوتے ہیں لہٰذا قیاس کرنا درست نہ ہوا۔

❸ قضاء نمازوں میں اذان واقامت کا حکم:۔ ہمارے نزدیک اگر ایک فوت شدہ نماز کی قضاء ہے تو اس کے لئے اذان وتکبیر دونوں کہے اور دلیل لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے اور اگر متعدد نمازیں ہوں تو پہلی نماز کیلئے اذان واقامت کہے اور بقیہ نمازوں میں چاہے تو اذان واقامت دونوں کہے تاکہ قضاء بھی ادا کے طرز پر ہو جائے اور اگر چاہے تو صرف تکبیر کہے کیونکہ اذان کا مقصد استحضار ہے اور وہ پہلے سے ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک نماز ہو تب بھی محض اقامت پر اکتفا کرنا کافی ہے۔ اذان کی حاجت نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٢٧ھ

الشق الاول ......**وتضم قیمة العروض الی الذهب والفضة حتی یتم النصاب۔ ویضم الذهب الی الفضة ثم تضم بالقیمة عند ابی حنیفة وعندهما بالاجزاء وهو روایة عنه۔**

مذکورہ بالا عبارت کی واضح تشریح کریں۔ امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کو مثال کے ذریعہ واضح کریں۔ فریقین کے اختلاف کی بنیاد ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اختلاف ائمہ کی وضاحت مع المثال (۳) فریقین کے اختلاف کی بنیاد۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً سامان تجارت کے متعلق مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی کے پاس سامان تجارت بقدر نصاب نہ ہو البتہ اس کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے تو نصاب کو پورا کرنے کیلئے سامان تجارت کی قیمت کو سونا و چاندی کی طرف ملایا جائے گا مثلاً کسی کے پاس سو درہم چاندی کی مالیت کا سامان ہو اور سو درھم ہوں تو اس پر نصاب مکمل ہونے کی وجہ سے دوسو درہم چاندی کی زکوٰۃ لازم ہوگی یا مثلاً اس کے پاس دس مثقال سونا ہے اور دس مثقال کی مالیت کا سامان تجارت ہے تو دونوں کا مجموعہ نصاب کو پہنچتا ہے لہٰذا اس پر بیس مثقال سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دوسرا مسئلہ سونا و چاندی کے متعلق بیان کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ سونے کا مکمل نصاب ہے اور نہ چاندی کا مکمل نصاب ہے البتہ دونوں کو ملانے سے نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو دونوں کو ملا کر مکمل نصاب پر زکوٰۃ لازم کردی جائے گی۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ سونا و چاندی کو ایک دوسرے کی طرف اجزاء کے اعتبار سے ملائیں گے یا قیمت کے اعتبار سے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قیمت کے اعتبار سے ملائیں گے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے ملائیں گے۔

❷ اختلاف ائمہ کی وضاحت مع المثال:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا کہ اگر کسی کے پاس سونا و چاندی میں سے کوئی نصاب بھی مکمل نہ ہو تو پھر نصاب کو مکمل کرنے کیلئے ان میں سے ایک کو دوسرے کی طرف ملایا جائے گا تا کہ نصاب مکمل ہو جائے اور زکوٰۃ لازم ہو جائے اور ایک دوسرے کی طرف ملانا امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر قیمت دونوں کی بیس مثقال سونے یا دوسو درہم چاندی کو پہنچتی ہے تو امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اگر چہ اجزاء کے اعتبار سے وہ بیس مثقال یا دوسو درہم مکمل نہ ہوں جبکہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کو ملا کر بیس مثقال سونا یا درہم چاندی بنتی ہو اگر چہ ان کی قیمت دوسو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے سے کم ہو۔

ثمرۂ اختلاف اس مثال میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو درہم چاندی ہے اور پانچ مثقال سونا ہے اور پانچ مثقال سونے کی قیمت سو درہم کو پہنچتی ہے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک دوسو درہم کی قیمت مکمل ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لازم ہوگی جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے نصاب مکمل نہیں ہے اس وجہ سے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی۔

اور اگر کسی کے پاس ایک سو درہم چاندی ہے اور دس مثقال سونا ہے اور دس مثقال سونے کی قیمت پچاس درہم ہے تو امام صاحب کے نزدیک اجزاء کے اعتبار نصاب مکمل نہیں ہے لہٰذا زکوٰۃ لازم نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اجزاء کے اعتبار سے دوسو درہم چاندی کا نصاب مکمل ہے۔ اس وجہ سے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

❸ فریقین کے اختلاف کی بنیاد:۔ فریقین کے اختلاف کی بنیاد اجزاء اور مالیت ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اصل چیز مالیت ہے جب دوسو درھم چاندی یا بیس مثقال سونے کی مالیت مکمل ہوگی تو زکوٰۃ لازم ہے

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اصل چیز اجزاء ہیں تو بیس مثقال سونا یا دوسو درھم چاندی کا ہونا ضروری ہے۔

الشق الثانی ...... وَيَنْبَغِىْ لِلنَّاسِ اَنْ يَلْتَمِسُوا الْهِلَالَ فِى الْيَوْمِ التَّاسِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنْ رَاَوْهُ صَامُوْا وَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِمْ اَكْمَلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامُوْا وَلَا يَصُوْمُوْنَ يَوْمَ الشَّكِّ اِلَّا تَطَوُّعًا۔

عبارت بالا پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔صوم یوم الشک کے بارے میں صاحب ھدایہ نے "**وهذه المسئلة علی وجوه**" فرما کر جو چند وجوہ ذکر کی ہیں۔ان میں سے صرف تین وجوہ کی تفصیل مطلوب ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صوم یوم الشک کی تین وجوہ کی تفصیل۔

جواب ...... ❶ **عبارت پر اعراب:۔کما مر فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مناسب ہے لوگوں کیلئے یہ کہ تلاش کریں وہ چاند کو شعبان کی انتیس تاریخ میں پس اگر وہ دیکھ لیں چاند کو تو روزہ رکھیں اور اگر مشتبہ ہو گیا ان پر چاند تو پورا کریں وہ شعبان کے تیس دن۔ پھر روزہ رکھیں وہ اور نہ روزہ رکھیں وہ شک کے دن میں مگر نفلی روزہ۔

❸ صوم یوم الشک کی تین وجوہ کی تفصیل:۔ ① یوم الشک میں رمضان کے روزہ کی نیت کرے۔یہ مکروہ ہے اس حدیث کی وجہ سے "**لایصام الیوم الذی یشك فیه انه من رمضان الا تطوعا**" کہ جس دن کے بارے میں رمضان ہونے کا شک ہو اس میں صرف نفلی روزہ ہی رکھو۔نیز یوم الشک میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ بایں طور کہ وہ اپنے روزوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا کرتے تھے۔

الحاصل اگر کسی نے بنیت رمضان روزہ رکھ لیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رمضان کا ہی دن تھا تو اس کا یہ روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا اور اس پر اس دن کے روزہ کی قضاء لازم نہ ہوگی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا تو یہ نفلی روزہ شمار ہوگا۔

اور اگر اس نے روزہ توڑ دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا تو اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ شخص مظنون کے حکم میں ہے۔

② دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یوم الشک میں کسی دوسرے واجب کی نیت کرے۔مذکورہ حدیث کی وجہ سے یہ بھی مکروہ ہے۔

الحاصل کسی نے واجب آخر کی نیت سے روزہ رکھ لیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہی ہوگا۔ کیونکہ رمضان کے روزہ میں کسی بھی روزہ کی نیت کرنے سے رمضان کا ہی روزہ شمار ہوتا ہے۔

اور اگر معلوم ہوا کہ شعبان کا دن ہے تو یہ روزہ نفلی شمار ہوگا کیونکہ اس روزہ سے منع کیا گیا ہے۔صرف نفلی روزہ کی اجازت ہے۔لہٰذا نفلی روزہ ہی ہوگا۔دوسرا قول یہ ہے کہ جس واجب روزہ کی نیت کی ہے۔وہی روزہ ہوگا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔کیونکہ حدیث میں رمضان پر رمضان کے روزہ کو مقدم کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ رمضان کا روزہ نہیں ہے بلکہ واجب آخر کا روزہ ہے۔

③ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ یوم الشک میں نیت کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے درمیان دائر کرے۔بایں طور کہ یوم الشک میں یہ نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہوا تو میرا روزہ ہے اور اگر شعبان ہوا تو میرا روزہ نہیں ہے۔اس نیت کے ساتھ روزہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ

اس صورت میں اس کی نیت قطعی وحتمی نہیں ہے بلکہ اصل نیت میں تردد ہے اور اصل نیت میں تردد کی صورت میں روزہ معتبر نہیں ہوتا۔ جیسے کسی شخص نے یہ نیت کی کہ اگر کل کھانا میسر آ گیا تو افطار کردوں گا وگرنہ روزہ رکھوں گا تو اس صورت میں بھی روزہ درست نہ ہوگا۔

البتہ اگر یوم الشک کے دن زوال سے پہلے رمضان کا چاند ثابت ہوگیا اور اس نے نیت قطعی کر لی تو رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا اور اگر زوال کے بعد چاند کا ثبوت ہوا تو نیت میں تردد کی وجہ سے معتبر نہ ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۷ھ

الشق الاوّل......مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تشریح کریں۔ حج تمتع، رمل، اضطباع، طواف قدوم، دم شکر۔

نیز مندرجہ ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔

ولا بأس بان یاکل المحرم لحم صید اصطادہ حلال وذبحہ اذا لم یدل علیہ ولا امرہ بصیدہ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا نچوڑ دو امر ہیں (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب...... ① **اصطلاحات کی تعریف:۔** حج تمتع: کہ آدمی میقات سے فقط عمرہ کا احرام باندھے۔ افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد حلال ہو جائے مگر حرم میں ہی رہے پھر آٹھ ذوالحجہ کو یا اس سے قبل حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے اور افعال حج ادا کرے۔

رمل: اکڑ کر سینہ تان کر دونوں بازو کھول کر مجاہدین کی طرح چلنا۔

اضطباع: چادر کو کندھے کی بجائے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

طواف قدوم: کہ آدمی جس وقت مکہ میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے جو طواف کرتا ہے اسکو طواف قدوم کہتے ہیں۔

دم شکر: قران اور تمتع میں دو عبادتوں (حج وعمرہ) کے جمع ہونے کی وجہ سے جو دم ادا کیا جاتا ہے اس کو دم شکر کہتے ہیں۔

② **عبارت کی وضاحت:۔** اس عبارت میں اکل صید کے مسئلہ کو ذکر فرما رہے ہیں اگر محرم آدمی نے شکار کی طرف دلالت ورہنمائی بھی نہیں کی اور شکار کرنے کا حکم بھی نہیں دیا بلکہ حلال آدمی نے خود ہی اسے شکار کیا اور خود ہی ذبح کیا تو محرم کیلئے اس شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلا کراہت محرم آدمی اس گوشت کو استعمال کر سکتا ہے۔

الشق الثانی......**ومن طاف الزیارۃ علی غیر وضوء وطواف الصدر فی آخر ایام التشریق طاھرًا فعلیہ دم فان کان طاف طواف الزیارۃ جنبا فعلیہ دمان عند ابی حنیفۃؒ وقالا علیہ دم واحد۔**

صورت مسئلہ کو واضح طور پر لکھیں۔ نیز امام ابوحنیفہ وصاحبین کے دلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر توجہ طلب ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) ائمہ احناف کے دلائل۔

جواب...... ① **صورت مسئلہ کی وضاحت:۔** اس عبارت میں دو مسئلوں کا ذکر ہے۔ اول یہ کہ محرم آدمی نے طواف زیارت بے وضو کیا اور پھر ایام تشریق کے آخر میں طواف صدر باوضو کیا تو ائمہ احناف کے نزدیک طواف زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے بالاتفاق اس محرم پر ایک ہی دم واجب ہے۔ دوم مسئلہ یہ کہ محرم آدمی نے طواف زیارت جنبی (بے غسل) کیا اور پھر ایام تشریق کے آخر میں طواف صدر باوضو کیا تو اس صورت میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں دو

دم واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں ایک ہی دم واجب ہوگا۔

❷ ائمہ احناف کے دلائل:۔ پہلی صورت میں طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا کیونکہ طواف صدر واجب ہے اور طواف زیارت کا اعادہ حدث اصغر کی وجہ سے غیر واجب بلکہ مستحب ہے، اس لئے طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ طواف زیارت اپنی جگہ پر رہے گا اور طواف صدر اپنی جگہ پر رہے گا البتہ طواف زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہو جائیگا۔

دوسری صورت میں جبکہ طواف زیارت بحالت جنابت کیا ہے طواف صدر کو طواف زیارت کی طرف منتقل کیا جائیگا، کیونکہ طواف زیارت مع الجنابت بمنزل عدم کے ہے اسی لئے اس کا اعادہ واجب ہے، پس جب طواف زیارت مع الجنابت عدم کے مرتبہ میں ہے تو طواف صدر جو آخر ایام تشریق میں کیا گیا ہے اس کو طواف زیارت کی طرف منتقل کر کے یہ کہیں گے کہ یہ طواف زیارت کا اعادہ ہے۔ اب گویا اس شخص نے دو کام کئے ایک تو طواف صدر ترک کر دیا اور دوسرا طواف زیارت کو ایام نحر سے موخر کر دیا، پس ایک دم تو واجب ہوگا طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے اور دوسرا دم واجب ہوگا طواف زیارت کو مؤخر کرنے کی وجہ سے، لیکن یہ دوسرا دم فقط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہوگا۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس شخص پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم طواف زیارت کو موخر کرنے کی وجہ سے اور ایک دم طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک فقط ایک دم واجب ہوگا طواف صدر کو ترک کرنے کی وجہ سے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ...... **والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع یلحقه حکم التطهیر والقیئ ملأ الفم۔**

عبارت مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کریں۔ اس عبارت میں جن نواقض وضو کا ذکر ہے انہیں حضرات فقہاء کے اختلاف کے ساتھ مدلل تحریر کریں اور امر تعبدی جو فقہی اصطلاح ہے اس کا معنی بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) نواقضِ وضوء مع اختلاف ائمہ (۴) امرِ تعبدی کا معنی۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور خون و پیپ نکلیں بدن سے پس تجاوز کر جائیں ایسی جگہ کی طرف کہ لاحق ہوتا ہے اس کو پاکی کا حکم اور منہ بھر قیئ بھی ناقض وضو ہے۔

❷ و ❸ عبارت کا مطلب ونواقضِ وضوء مع اختلاف ائمہ:۔ زندہ آدمی کے بدن سے خون یا پیپ نکلے اور ظاہر ہو کر ایسے مقام کی طرف تجاوز کر جائے جس کو غسل یا وضو میں پاک کرنے کا حکم ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا یعنی غیر سبیلین سے نجاست کا صرف ظاہر ہونا کافی نہیں ہے بلکہ سیلان (بہنا) شرط ہے لہٰذا اگر خون یا پیپ زخم کے سر پر چڑھ آئے مگر بہے نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور دلیل ارشادِ نبوی ﷺ ہے "**الوضوء من کل دم سائل**" کہ ہر بہنے والے خون کی وجہ سے وضو واجب ہے نیز ارشاد ہے "**من قلء**

اور عف فی صلوٰته فلینصرف ولیتو ضاء ولیبن علی صلوٰته مالم یتکلم "جس نے قئی کی یا نکسیر پھوٹی نماز میں تو وہ لوٹ جائے اور وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے جب تک کہ کلام نہ کیا ہو۔ معلوم ہوا کہ خارج من غیر السبلین بھی ناقض وضو ہے۔

اگر کسی شخص نے خالص بلغم کی قئی کی جس میں کھانے وغیرہ کی آمیزش نہیں ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ① دماغ سے وہ قئی اتری ہو ② جوفِ معدہ سے وہ قئی چڑھی ہو اگر دماغ سے وہ قئی اتری ہو تو یہ بالاتفاق ناقض وضو نہیں ہے اور اگر جوفِ معدہ سے قئی چڑھی ہو تو اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔

حضرات طرفینؒ کے نزدیک یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قئی ناقضِ وضو ہے بشرطیکہ منہ بھر کر ہو۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بلغم اگرچہ خود نجس نہیں ہے مگر معدہ کی نجاست کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے نجس ہو گیا اور یہ خروج نجس اس مقام کی طرف ہوا جسکو غسل میں پاک کرنے کا حکم ہے یعنی غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔ پس جب خروج نجس پایا گیا تو وضو ٹوٹ گیا۔ جیسے کھانے اور پت کی قئی۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بلغم میں چکنائی کی وجہ سے نجاست پیوست نہیں ہوتی اور جو نجاست قئی اس کے ساتھ لگی ہوتی ہے وہ قلیل ہونے کی وجہ سے ناقض نہیں، پس بلغم کی قئی ناقض وضو نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز مطلقاً ناقض وضو نہیں ہے جبکہ امام زفرؒ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو ہے۔

④ امر تعبدی کا معنیٰ:۔ امر تعبدی ہر وہ کام جو خلافِ قیاس ہو یعنی مدرک بالعقل نہ ہو جیسے وضو میں اعضاءِ اربعہ کا دھونا، کہ خروج نجاست وریح شرمگاہ سے ہے مگر اس کی وجہ سے اعضاءِ اربعہ کو دھونے کا حکم ہے۔

الشق الثانی ...... **وسور سباع البهائم نجس ...... وسور الهرة طاهر مکروه۔**

سباع بہائم کونسی چیزیں کہلاتی ہیں۔ ان کا سور جب نجس ہے تو سورِ ہرۃ نجس کیوں نہیں حالانکہ حدیث میں "**الهرة سبع**" فرمایا گیا ہے۔ عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ مسئلہ مدلل کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امر ہیں (۱) سباع بہائم کی مراد (۲) سور سباع بہائم اور سورِ ہرہ میں فرق مع الدلائل۔

جواب ...... ① سباع بہائم کی مراد:۔ سباع بہائم سے مراد چیر پھاڑ کرنے والے خونخوار درندے ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی وغیرہ۔

② سورِ سباع بہائم اور سورِ ہرہ میں فرق مع الدلائل:۔ عندالاحناف درندوں کا جوٹھا ناپاک ہے۔ جبکہ بلی کا جھوٹا عند الطرفین پاک ہے مگر مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے۔

جس طرح سورِ سباع بہائم ناپاک ہے اسی طرح سورِ ہرہ بھی نجس ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "**الهرة سبع** کہ بلی ایک درندہ ہے لہٰذا اس کا جھوٹا بھی دوسرے درندوں کی طرف ناپاک ہونا چاہیے تھا۔ مگر چند دلائل عقلی ونقلی کی وجہ سے ہم نے اس کے پاک ہونے کا حکم لگا دیا۔

پہلی دلیل یہ ہے "**ان النبی ﷺ کان یصغی لها الاناء فتشرب منه ثم یتوضأ منه**" کہ آپ ﷺ بلی کیلئے برتن کو جھکا دیتے تھے۔ پس وہ اس میں پانی پی لیتی پھر آپ ﷺ اس سے وضو کر لیتے اسی حدیث کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ فرماتے

ہیں کہ "کیف اکرہ مع هذا الحدیث" کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے میں کیسے بلی کجھوٹے کو مکروہ قرار دوں۔

دوسری دلیل یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "سمعت رسول الله یقول الهرة لیست بنجسة انما هی من الطوافین والطوافات علیکم فما لکن لاتأ کلن" کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بلی نجس نہیں ہے۔وہ تمہارے پاس چکر لگاتی رہتی ہے۔تمہیں کیا ہو گیا تم کیوں نہیں کھاتی۔

تیسری دلیل بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "قالت کنت اتوضأ انا ورسول الله ﷺ فی اناء واحد قد اصابت منه الهرة قبل ذلك" کہ میں اور آپ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کرتے ،حالانکہ اس سے پہلے بلی اس پانی میں سے استعمال کر چکی ہوتی تھی۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ بلی بکثرت گھروں میں آتی جاتی ہے۔اگر اس کے جوٹھے کو ناپاک قرار دیدیا جائے تو اس میں حرج عظیم ہے اور تکلیف مالا یطاق ہوگی۔

ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے ہم نے کہا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے۔البتہ حدیث "الهرة سبع" کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اس میں کراہت باقی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۸ھ

الشق الاوّل ......ویسجد للسهو فی الزیادة والنقصان سجدتین بعد السلام ثم یتشهد ثم یسلم۔

عبارت مذکورہ کا ترجمہ ومطلب بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ سجدۂ سہو کن کن صورتوں میں لازم ہوتا ہے۔نیز عبارت مذکورہ میں "فی الزیادة والنقصان" اور "بعد السلام" کی قیود سے فقہاء کرام کے جس اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔اسے وضاحت کے ساتھ مدلل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) سجدۂ سہو کے لزوم کی صورتیں (۴) اختلاف فقہاء مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سجدے کرے گا (مصلّی) سھو کی وجہ سے زیادتی ونقصان کی صورت میں دو سجدے سلام کے بعد پھر تشہد پڑھے، پھر سلام پھیر دے۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں سجدۂ سہو کے وجوب کے متعلق ذکر کر رہے ہیں کہ اگر نماز میں کوئی فعل کم یا زیادہ کر دیا تو اسکی وجہ سے دو سجدے لازم ہیں اور وہ سجدے سلام پھیرنے کے بعد کریگا، پھر سجدوں کے بعد دوبارہ مکمل تشہد پڑھے گا اور پھر سلام پھیر دیگا۔

❸ سجدۂ سہو کے لزوم کی صورتیں:۔ صاحب قدوری فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو ہر اس فعل کو زیادہ کرنے سے لازم ہوگا جو فعل نماز کی جنس سے ہے مگر نماز کا جز نہیں ہے، مثلاً ایک رکوع کی جگہ دو رکوع کرنا، دو سجدوں کی جگہ تین سجدے کرنا، ان میں ایک رکوع اور سجدہ جو زائد ہے وہ اگرچہ نماز کی جنس سے ہے مگر نماز کا جز نہیں ہے، نیز سجدۂ سہو اس وقت لازم ہوگا جب سھوا کوئی واجب چھوٹ گیا، جیسے سھوا قعدہ اولیٰ چھوٹ گیا یا کسی واجب کو ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی، جیسے سھوا پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا تو سلام جو کہ واجب تھا اس میں تاخیر ہوگئی، یا کسی رکن (فرض) کی ادائیگی میں تاخیر ہوگئی مثلاً قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف شروع کر دیا

تو تیسری رکعت کا قیام جو فرض تھا اس میں تاخیر ہوگئی، تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے۔

۴ **اختلاف فقہاء مع الدلائل:۔** کسی نمازی پر کسی زیادتی یا نقصان کی وجہ سے سہو واجب کے دو سجدے واجب ہو گئے تو وہ شخص یہ سجدے سلام سے پہلے کرے یا بعد میں، جواز پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ جب بھی سجدے کریگا جائز ہے خواہ سلام سے پہلے یا بعد میں۔

البتہ اولیٰ و افضل ہونے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک سلام کے بعد اولیٰ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سلام سے پہلے اولیٰ ہے اور امام مالک کے نزدیک اگر سجدۂ سہو کسی نقصان کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو سلام سے پہلے اولیٰ ہے اور اگر کسی زیادتی کی وجہ سے لازم ہوا ہے تو سلام کے بعد اولیٰ ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ کے بغیر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب نماز ختم ہونے لگی تو لوگ سلام کے انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سلام سے پہلے سجدے میں چلے گئے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہے۔

احناف کی پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے **لکل سهو سجدتان بعد السلام۔**

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کے یہ الفاظ ہیں **روی انه سجد سجدتی السهو بعد السلام۔**

ہماری دوسری دلیل اور امام شافعی کی دلیل فعلی احادیث ہیں جو آپس میں متعارض ہیں اور ہماری پہلی دلیل قولی حدیث ہے یعنی آنحضرت ﷺ کا عمل نہیں بلکہ قول اور فرمان ہے۔ لہٰذا قولی حدیث کی وجہ سے ہمارا مذہب راجح ہے۔

نیز ہمارے مذہب کے راجح ہونے پر دلیل عقلی بھی موجود ہے وہ دلیل عقلی یہ ہے کہ سجدۂ سہو میں تکرار نہیں ہوتا۔ مگر تمہارے مذہب پر عمل کی صورت میں تکرارِ سجدۂ سہو کا احتمال ہے وہ یہ کہ سلام سے پہلے اس نے سجدۂ سہو کر لیا۔ پھر سلام کے قریب اسے رکعت میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار؟ تو اسی سوچ میں رہا یہاں تک کہ سلام میں تاخیر ہوگئی اور پھر یاد آیا کہ چار ہو گئی ہیں تو اس تاخیر کی وجہ سے اگر سجدۂ سہو دوبارہ کرتا ہے تو یہ بالاجماع عمل غیر مشروع ہے اور اگر دوبارہ سجدۂ سہو نہیں کرتا تو نماز میں نقص باقی رہ جاتا ہے۔ لہٰذا سلام کے بعد ہی سجدۂ سہو کریں گے تاکہ ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی خرابی نہ پائی جائے۔

الشق الثانی ......**وهذا الضرب من الصوم يتأدى بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب آخر۔**

هذا الضرب سے صوم کی جس قسم کی طرف اشارہ ہے اس کی تعیین کرتے ہوئے متن مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کریں۔ نیز نیت صوم کے بارے میں حضرات فقہاء کا جو اختلاف ہے۔ اسے دلائل کے ساتھ مفصل لکھیں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾ ......اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) **هذا الضرب** کے مشارالیہ کی تعیین (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مطلب (۴) نیت صوم کے وقت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ...... ۱ **هذا الضرب کے مشارالیہ کی تعیین:۔** **هذا الضرب** سے واجب روزہ کی قسم اوّل یعنی واجب معین کی طرف اشارہ ہے، جو کسی معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہو جیسے رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور روزہ کی یہ قسم ادا ہو جاتی ہے مطلق نیت کے ساتھ اور نفل کی نیت کے ساتھ اور کسی دوسرے واجب کی نیت کے ساتھ۔

❸ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں روزہ کی ایک خاص قسم واجب معین کی نیت کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ روزہ کی یہ قسم مطلق نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں روزہ رکھوں گا اور نفلی روزہ کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں نفلی روزہ رکھوں گا اور واجب آخر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کل میں گزشتہ رمضان کا قضاء روزہ رکھوں گا ان تمام صورتوں میں واجب معین کا ہی روزہ ہوگا۔ موجودہ نیت والا روزہ نہ ہوگا۔

(وضاحت) مصنفؒ کی اس عبارت میں معمولی سا جھول ہے۔ بایں طور کہ مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا روزہ اور نذر معین کا روزہ مطلق نیت، نفلی روزہ کی نیت اور واجب آخر کی نیت سے ادا ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ رمضان کا روزہ تو ان تمام نیتوں سے ادا ہو جاتا ہے جبکہ نذر معین کا روزہ مطلق نیت اور نفلی روزہ کی نیت سے تو ادا ہوتا ہے۔ مگر واجب آخر کی نیت سے ادا نہیں ہوتا بلکہ رات کو واجب آخر کی نیت کرنے سے واجب آخر کا ہی روزہ ادا ہوگا، نہ کہ نذر معین کا۔

❹ نیت صوم کے وقت میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ واجب کی پہلی قسم جو معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہو مثلاً رمضان ونذرِ معین کا روزہ ہمارے نزدیک اسکی نیت رات کو بھی ہو سکتی ہے اور اگر رات کو نیت نہ کی تو پھر زوال سے پہلے پہلے نیت کرنے سے یہ روزہ صحیح ہو جائیگا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے صبح ہونے کے بعد نیت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "**لا صیام لمن لم ینو الصیام من اللیل**" کہ جس شخص نے رات سے روزہ کی نیت نہیں کی اسکا روزہ نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ روزہ کا جزء اول شرط (نیت) کے نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ فاسد پر جو چیز مبنی ہو وہ بھی فاسد ہوتی ہے لہٰذا فاسد روزے پر باقی روزہ کے مبنی ہونے کی وجہ سے پورا روزہ فاسد ہوا، جب رات سے عدم نیت کی وجہ سے روزہ فاسد ہو گیا تو رات سے ہی نیت کرنا ضروری اور شرط ہوگا۔

ہماری پہلی دلیل سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بخاری و مسلم میں موجود یہ حدیث ہے "**انه امر رجلا من اسلم اذن فی الناس ان من اکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء**" یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ جس نے کچھ کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے یعنی روزہ کی نیت کر لے اس لیے کہ یہ عاشوراء کا دن ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عاشوراء کا روزہ فرض تھا اور رمضان کی وجہ سے منسوخ نہ ہوا تھا معلوم ہوا کہ فرض روزہ کی نیت دن میں کرنا بھی جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رمضان کا دن اور نذرِ معین کا دن روزہ کیلئے متعین ہے کیونکہ اس دن میں روزہ فرض ہے جب یہ دن روزہ کیلئے متعین ہے تو دن کے اول حصہ میں جو امساک یعنی کھانے پینے اور جماع سے رکنا پایا گیا ہے وہ اس نیت پر موقوف ہوگا جو نیت مؤخر ہے اور دن کے اکثر حصہ کے ساتھ مقترن ہے پس اگر اس نے آئندہ روزہ کی نیت دوپہر سے پہلے کر لی تو کہا جائے گا کہ

دن کے اول حصہ کا امساک بھی روزہ ہے اور اگر آئندہ افطار کی نیت کی تو کہا جائے گا کہ دن کے اوّل حصہ کا امساک بھی صوم نہ تھا پس معلوم ہوا کہ دن کے اول حصہ کا امساک آئندہ کی نیت پر موقوف ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں اصل صوم کی نفی نہیں ہے بلکہ فضیلت اور کمال کی نفی ہے یعنی اگر اس نے رات کو روزہ کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ افضل واکمل نہ ہوگا البتہ نفسِ صوم ادا ہو جائے گا جیسا کہ **"لا دین لمن لا امانة له"** میں کمالِ دین کی نفی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کا روزہ نہیں ہے جس نے دن میں نیت کی ہے مگر یہ نیت نہیں کی کہ میرا یہ روزہ رات یعنی صبح صادق سے ہے بلکہ جس وقت نیت کی ہے اسی وقت سے روزہ کی نیت کی ہے ظاہر ہے کہ یہ روزہ درست نہ ہوگا کیونکہ روزہ تو وہی معتبر ہے جو صبح صادق سے ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۲۸ھ

الشق الاوّل ...... **والزکوٰة عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ فی النصاب دون العفو۔**

متن مذکورہ میں بیان کردہ مسئلہ کو وضاحت وتفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ائمہ احناف کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں اور ثمرۂ اختلاف واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) ثمرۂ اختلاف۔

جواب ...... ❶ مسئلہ کی وضاحت:۔ مسئلہ کی تشریح سے قبل ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ مال کا ایک نصاب ہوتا ہے اور ایک عفو ہوتا ہے۔ مثلاً پانچ اونٹ پر ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے اور نو تک ایک ہی بکری ہے اور پھر دس پر دو بکریاں ہیں تو پانچ اونٹ اور دس اونٹ نصاب ہیں اور درمیان میں چھ سے نو تک عفو ہے۔

تو اب مسئلہ کی تشریح یہ ہے کہ حضرات شیخینؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق صرف نصاب کے ساتھ ہے عفو کے ساتھ نہیں ہے اور امام محمدؒ وزفرؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق نصاب اور عفو دونوں کے ساتھ ہے۔

❷ اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ وزفرؒ کے مذاہب کا ذکر ہو گیا اور دلائل کا حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ وزفرؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نعمتِ مال کا شکر ادا کرنے کیلئے واجب ہوئی ہے اور مال سارا کا سارا خواہ نصاب ہو یا عفو ہو وہ نعمت ہے لہٰذا زکوٰۃ کا تعلق پورے مال کے ساتھ ہوگا اور زکوٰۃ کی مقدارِ واجب کل مال کا شکرانہ ہوگی۔

حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **"فی خمس من الابل السائمة شاة ولیس فی الزیادة شیئ حتی بلغ عشرا"** یعنی جنگل میں چرنے والے پانچ اونٹوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہے اور زیادتی پر کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ دس ہو جائیں تو پھر ان میں دو بکریاں ہیں۔ اس حدیث میں واضح طور پر ذکر کر دیا گیا کہ پانچ اور دس اونٹ جو کہ نصاب ہیں ان میں زکوٰۃ ہے اور عفو میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

❸ ثمرۂ اختلاف:۔ ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں ان میں سے سال کے

بعد چالیس بکریاں ہلاک ہوگئیں تو شیخینؒ کے نزدیک بقیہ چالیس بکریاں مکمل نصاب ہے۔لہٰذا ان میں جو ایک بکری زکوٰۃ لازم ہوئی تھی وہ لازم ہی رہے گی اور امام محمد وزفرؒ کے نزدیک زکوٰۃ کا تعلق نصاب اور عفو دونوں کے ساتھ ہوتا ہے تو انکے نزدیک ایک بکری اسی بکریوں پر لازم ہوئی اور حولانِ حول کے بعد آدھی بکریاں ہلاک ہوگئیں تو انکی مقدار کے مطابق آدھا واجب بھی ساقط ہو جائیگا یعنی اس پر بکری کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔

الشق الثانی ......**ثم یأتی من یومه ذلك مكة او من الغد اومن بعد الغد فیطوف بالبیت سبعة اشواط۔**

عبارت مذکورہ کا ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ حج میں کتنے فرائض ہیں اور ان کی کیا ترتیب ہے۔نیز طواف کی کتنی قسمیں ہیں اور عبارت مذکورہ میں کونسے طواف کا ذکر ہے اور اس کا کیا حکم ہے اور اس کا وقت کب تک رہتا ہے اور وقت نکل جانے کے بعد کیا واجب ہوتا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چھ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) فرائض حج کی تعداد و ترتیب (۴) طواف کی اقسام (۵) طواف کی تعیین اور حکم (٦) طواف کا وقت اور بعد از وقت کفارہ کی تفصیل۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر آئے وہ اسی دن مکہ میں یا اگلے دن (گیارہ ذوالحجہ) یا اس سے بھی اگلے دن (بارہ ذوالحجہ) پس طواف کرے بیت اللہ کا سات چکر۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں مصنفؒ طواف زیارت کے متعلق ذکر فرماتے ہیں کہ یوم نحر میں منیٰ میں رمی، حلق اور قربانی کے بعد اسی دن یا اس سے اگلے دن یا اس سے بھی اگلے دن یعنی دسویں، گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ میں سے کسی ایک دن میں مکہ المکرمہ آ کر بیت اللہ کا سات چکر طواف (طواف زیارت) کرے۔

❸ فرائض حج کی تعداد و ترتیب:۔ حج کے تین فرائض ہیں۔① احرام ② وقوف عرفہ ③ طواف زیارت۔اور یہی انکی ترتیب ہے۔

❹ طواف کی اقسام:۔ طواف کی تین اقسام ہیں۔① طواف قدوم ② طواف زیارت ③ طواف صدر۔

طواف قدوم:۔ محرم آدمی مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو کر جو طواف کرتا ہے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔

طواف زیارت:۔ یوم نحر میں رمی حلق اور قربانی کے بعد حاجی آدمی جو طواف کرتا ہے اسے طواف زیارت کہتے ہیں۔

طواف صدر:۔ حاجی آدمی حج کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت جو طواف کرتا ہے اسے طواف صدر کہتے ہیں اس کے علاوہ علماء نے عمرہ کا طواف اور نذر کا طواف اور نفلی اعتکاف کو بھی اعتکاف کی اقسام میں شمار کیا ہے۔مگر حاجی کے لئے عمومی طور پر یہی اوپر والی تین اقسام ہیں۔

❺ طواف کی تعیین و حکم:۔ عبارت مذکورہ میں طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور یہ حج کا رکن ہے اور حج میں فرض ہے کیونکہ "**ولیطوفوا بالبیت العتیق**" میں اسی طواف کا حکم ہے۔

❻ طواف کا وقت اور بعد از وقت کفارہ کی تفصیل:۔ طواف زیارت کا وقت قربانی کے ایام ہیں یعنی دس، گیارہ، بارہ ذوالحجہ اور ان میں سے افضل پہلا دن یعنی دس ذوالحجہ ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت کو وقت مقرر سے مؤخر کر دیا یعنی ایام نحر گزر گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر صرف قضاء ہے۔کوئی کفارہ نہیں ہے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... وَيَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهُ شَيْئٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ اَحَدَ اَوْصَافِهِ كَمَاءِ الْمَدِّ وَالْمَاءِ الَّذِیْ اِخْتَلَطَ بِهِ الزَّعْفَرَانُ اَوِالصَّابُوْنُ اَوِالْاُشْنَانُ قَالَ اُجْرِیَ فِی الْمُخْتَصَرِ مَاءُ الزَّرْدَجِ مَجْرَی الْمَرَقِ وَالْمَرْوِیُّ عَنْ اَبِیْ يُوْسُفَ اَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ مَاءِ الزَّعْفَرَانِ هُوَالصَّحِيْحُ۔

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں ماء زعفران سے وضو کرنا امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں ہے جبکہ احناف کے نزدیک درست ہے جانبین کے دلائل قلمبند کریں، خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ "المختصر" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ماءِ زعفران سے وضو میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۴) عبارتِ مخطوطہ کی وضاحت (۵) المختصر کی مراد۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جائز ہے پاکی حاصل کرنا ایسے پانی کے ساتھ جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو پس اس نے تبدیل کر دیا ہو پانی کے اوصاف میں سے کسی ایک کو جیسے سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس میں زعفران یا صابن یا اشنان مل گئے ہوں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مختصر القدوری میں امام قدوریؒ نے زردک کے پانی کو شوربہ کی مانند قرار دیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ زعفران کے مرتبہ میں ہے اور یہی صحیح ہے۔

❸ ماءِ زعفران سے وضو میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ ہمارے نزدیک ماءِ زعفران سے وضو کرنا جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک زعفران اور اسکی مانند دوسری چیزیں جو زمین کی جنس سے نہیں ہیں انکے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

دلیل یہ ہے کہ ماءِ زعفران ماءِ مطلق نہیں بلکہ ماءِ مقید ہے چنانچہ اسکو آبِ زعفران یعنی زعفران کا پانی کہا جاتا ہے اور اضافت موجب تقیید ہے جیسے ماءِ شجر اور ماءِ ثمر لہٰذا ماءِ زعفران بھی ماءِ مقید ہوا نہ کہ ماءِ مطلق اور ماءِ مطلق کے نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم ہوتا ہے پس ماءِ زعفران سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اسکی موجودگی میں تیمم کرنا جائز ہے۔

ہماری پہلی دلیل یہ ہے کہ پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے اس کا علیحدہ کوئی نیا نام نہیں ہے اور زعفران کی طرف اس کی نسبت و اضافت ایسے ہے جیسے کنویں اور چشمہ کی طرف نسبت کرنا تو جیسے کنویں اور چشمہ کا پانی مطلق ہے اسی طرح زعفران کا پانی بھی مطلق ہے لہٰذا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ معمولی آمیزش ایسی چیز ہے جس کا اعتبار نہیں کیونکہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے جیسے زمین کے اجزاء خاکی سے احتراز ممکن نہیں ہے پس لامحالہ اجزاء کے اعتبار سے غالب کا اعتبار ہوگا، نہ کہ رنگ بدلنے کے اعتبار سے۔

④ عبارت مخطوطہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ زردک (گاجر) کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام قدوریؒ نے زردک کے پانی کو شوربہ کے مانند قرار دیا ہے یعنی جس طرح شوربہ سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح زردک کے پانی سے بھی وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ زردک کا پانی زعفران کے مرتبہ میں ہے یعنی ایک وصف متغیر ہونے کی صورت میں دونوں سے وضو کرنا جائز ہے امام ناطفی اور امام سرخسی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

⑤ المختصر کی مراد:۔ عبارت میں مذکورہ لفظ "المختصر" سے مراد فقہ کی مشہور کتاب مختصر القدوری ہے۔

الشق الثانی ...... **وَ الْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجَرْحُ الَّذِیْ لَایَرْقَأُ یَتَوَضَّؤُوْنَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَیُصَلُّوْنَ بِذٰلِكَ الْوُضُوْءِ فِی الْوَقْتِ مَاشَاؤُا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ تَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ لِكُلِّ مَكْتُوْبَةٍ.**

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حضرات احنافؒ و شوافعؒ کے درمیان اختلاف دلائل کیساتھ ذکر کریں۔ احناف و شوافع کے درمیان اختلاف فقط مستحاضہ کے بارے میں ہے یا دیگر معذورین کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اختلاف مذاہب مع الدلائل (۴) محلِ اختلاف کی نشاندہی۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفًا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ مستحاضہ عورت اور جس شخص کو سلس البول کا مرض ہو اور جس شخص کو دائمی نکسیر ہو اور جس شخص کو ایسا زخم ہو جو نہیں بھرتا تو یہ سب لوگ وضو کریں گے ہر نماز کے وقت کیلئے پس نماز پڑھیں یہ اس وضو کے ساتھ وقت کے اندر فرائض ونوافل میں سے جو چاہیں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وضو کرے مستحاضہ ہر فریضہ کیلئے۔

③ اختلاف مذاہب مع الدلائل:۔ مستحاضہ عورت، سلس البول دائمی نکسیر اور جاری زخم والے معذورین کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ایک نماز کیلئے وضو کریں گے پھر اس نماز کے وقت میں جتنے مرضی فرض ونوافل نمازیں ادا کریں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ معذور آدمی ایک وضو سے ایک ہی فرض ادا کر سکتا ہے متعدد فرض ادا نہیں کر سکتا۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "**المستحاضة تتوضأ لكل صلوٰة**" کہ مستحاضہ عورت ہر نماز کیلئے وضو کرے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ معذور کی طہارت کا اعتبار اداءِ فرض کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا فرض سے فراغت کے فوراً بعد طہارت ختم ہو جائیگی۔

ہماری پہلی دلیل ارشادِ نبوی ﷺ ہے "**المستحاضة تتوضأ لكل صلوٰة**" کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے۔

دوسری دلیل حدیثِ عائشہؓ ہے "**ان النبی ﷺ قال لفاطمة بنت ابی حبیش و توضئ لوقت كل صلوٰة**" کہ اے فاطمہؓ وضو کر تو ہر نماز کے وقت کیلئے پس دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے گی۔

امام شافعیؒ کی پیش کردہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لام وقت کے معنی میں ہے۔ جیسے "**اقم الصلوٰة لدلوك**

الشمس" اور "ان للصلوٰۃ اولا و آخرا" میں لام وقت کے معنی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث ازقبیل نص ہے اور ہماری پیش کردہ حدیث مفسر ہے اور تعارض کے وقت مفسر کو نص پر ترجیح ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ کی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ معذور کی طہارت کا اعتبار اداءِ فرض کی وجہ سے ہے مگر آسانی کے پیش نظر وقت کو اداء کے قائم مقام کردیا گیا ہے۔لہٰذا حکم کا مدار وقت پر ہوگا، نہ کہ اداء پر۔لہٰذا ایک ہی وقت میں جتنے مرضی چاہے فرائض ونوافل ادا کرسکتا ہے۔

④ محلِ اختلاف کی نشاندہی:۔ احنافؒ وشوافعؒ کا مذکورہ اختلاف تمام معذورین کے بارے میں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... لیس فی اقل من خمس ذود صدقة۔

اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب تفصیل سے لکھیں۔مندرجہ ذیل الفاظ کی وضاحت کریں۔

ذود، حقة، جذعة، حملان، فصلان، سائمة، علوفة، عوامل، حوامل۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب (۲) مذکورہ الفاظ کی وضاحت۔

جواب ...... ① اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب:۔ چار اونٹ تک کچھ بھی واجب نہیں ہے۔پانچ سے نو تک ایک بکری ہے، دس سے چودہ تک دو بکریاں ہیں، پندرہ سے انیس تک تین بکریاں ہیں، بیس سے چوبیس تک چار بکریاں ہیں، پچیس سے پینتیس تک ایک بنتِ مخاض ہے (بنتِ مخاض اونٹ کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں ہو) چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے (بنت لبون اونٹ کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو) چھیالیس سے ساٹھ تک ایک حقہ ہے (حقہ اونٹ کا وہ بچہ جو چوتھے سال میں ہو) چھہتر سے نوے تک دو بنتِ لبون ہیں اکانوے سے ایک سو بیس تک دو حقے ہیں پھر ایک سو اکیس سے ایک سو چالیس تک یہی دو حقے اور ایک بکری ہے آگے ہر پانچ پر ایک بکری بڑھتی جائیگی ایک سو چوالیس تک پھر ایک سو پینتالیس سے ایک سو انچاس تک دو حقے اور ایک بنتِ مخاض ہے اور ایک سو پچاس پر تین حقے ہیں اس کے بعد پھر از سرِ نو حساب شروع ہوگا یعنی ہر پانچ پر ایک بکری ہوگی پھر چھیالیس سے پچاس تک ایک حقہ ہو جائیگا، پھر ہر پچاس میں اسی طرح حساب ہوگا جو ایک سو پچاس سے دو سو تک ہے۔

② مذکورہ الفاظ کی وضاحت:۔ "حقة" اونٹ کا وہ بچہ جو تین برس مکمل ہونے کے بعد چوتھے برس میں ہو۔

"جذعة" اونٹ کا وہ بچہ جو چار برس مکمل ہونے کے بعد پانچویں برس میں ہو۔ ذود اونٹ کو کہتے ہیں۔

"حملان" حمل کی جمع ہے بکری کا وہ بچہ جو ابھی پہلے سال میں ہو۔

"فصلان" فصیل کی جمع ہے اونٹنی کا وہ بچہ جو ابھی پہلے سال میں ہو۔

"سائمة" وہ جانور جو سال کا اکثر حصہ مباح سرکاری جنگلوں میں چر کر گزارہ کرتے ہیں۔

"علوفة" وہ جانور جن کو سال بھر یا سال کا اکثر حصہ باندھ کر چارہ وغیرہ ڈالا جائے۔

"عوامل" عاملة کی جمع ہے وہ جانور جو کام وغیرہ کیلئے ہوں۔

"حوامل" حامل کی جمع ہے وہ جانور جو سامان وغیرہ لادنے کیلئے ہوں۔

الشق الثانی ...... مندرجہ ذیل الفاظ کی تشریح کریں۔

میقات، آفاق، رفث، فسوق، جدال، شوط، عج، ثج، اضطباع، رمل، یوم الترویہ، یوم عرفہ، یومِ نحر، طوافِ قدوم، طوافِ زیارت، طوافِ صدر، اشعار، ھدی، احصار۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط مذکورہ الفاظ کی تشریح مطلوب ہے۔

جواب ...... ① مذکورہ الفاظ کی تشریح:۔ "آفاق" میقات سے باہر کے علاقوں کو آفاق کہا جاتا ہے۔

"**میقات**" وہ خاص اور متعین مقام ہے کہ جہاں سے بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

"**رفث**" اس سے مراد مباشرت اور اس کے دواعی مثلاً بوس و کنار اور مباشرت کی گفتگو ہیں۔

"**فسوق**" یہ فسق کی جمع ہے بدکاری اور گناہ کو فسق کہتے ہیں۔ "**جدال**" لڑائی، جھگڑا باہم نزاع کو کہتے ہیں۔

"**شوط**" اس کا معنی چکر ہے اور مراد بیت اللہ کا چکر لگانا ہے۔ "**عج**" خون و پانی بہانے کو کہتے ہیں۔

"**ثج**" چیخنے اور چلانے کو کہتے ہیں۔ "**اضطباع**" چادر کو کندھے کی بجائے دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

"**رمل**" سینہ تان کر دائیں شانے کو ہلا کر قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے کیلئے تیز چلنا۔ "**یومِ نحر**" دس ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔

"**یوم ترویہ**" آٹھ ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ "**یوم عرفہ**" نو ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔

"**طوافِ قدوم**" محرم آدمی مکہ میں داخل ہونے کے بعد جو سب سے پہلے طواف کرتا ہے۔

"**طوافِ زیارت**" یوم نحر میں رمی حلق و قربانی کے بعد حاجی آدمی جو طواف کرتا ہے۔

"**طوافِ صدر**" افعالِ حج سے فراغت کے بعد بیت اللہ سے رخصت ہوتے ہوئے حاجی آدمی جو آخری طواف کرتا ہے۔

"**اشعار**" ھدی کے جانور کی اطلاع دینے کے لئے اس کے کوہان کو خون آلود کرنا۔

"**ھدی**" وہ جانور جو حاجی آدمی قربانی کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے۔

"**احصار**" کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرہ سے کسی وجہ سے روک دیا جائے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ...... **ویبدأ بتکبیر التشریق بعد صلوٰة الفجرمن یوم عرفة ویختم عقب صلوٰة العصر من یوم النحر عند ابی حنیفةؒ وقالا یختم عقیب صلوٰة العصر من آخر ایام التشریق۔**

عبارت مذکورہ کا ترجمہ کریں۔ امام صاحب کے نزدیک تکبیرات تشریق کونسی نمازوں کے بعد ہیں اور صاحبین کے نزدیک کونسی نمازوں کے بعد؟ واضح طور پر لکھیں۔ ہر قول کی دلیل ذکر کریں۔ مفتی بہ قول کونسا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) تکبیرات تشریق کی مدت میں اختلاف مع الدلائل (۳) مفتی بہ قول کی نشاندہی۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور شروع کرے تکبیر تشریق عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد اور ختم کرے یوم نحر کو عصر کی

نماز کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ختم کرے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز کے بعد۔

❷ تکبیرات تشریق کی مدت میں اختلاف مع الدلائل:۔ ائمہ احناف کے نزدیک بالاتفاق تکبیرات تشریق کی ابتداء یوم نحر (نویں ذوالحجہ) کی فجر کی نماز کے بعد ہے اور انتہاء کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی انتہا یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی انتہاء ایام تشریق میں سے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ہے گویا امام صاحبؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق آٹھ نمازوں کے بعد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تیئس نمازوں کے بعد ہے۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ باآواز بلند تکبیر کہنا بدعت ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **"واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجهر"** اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ دعا کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہ بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ غائب کو، اس لئے باآواز بلند پکارنے کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ دعاء اور ذکر میں اصل اخفاء ہے اور جہر خلاف اصل و بدعت ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ تکبیر کی ابتداء ایسے دن میں ہے۔ جس میں حج کا ایک رکن وقوف عرفہ اداء کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی انتہاء بھی ایسے دن میں ہونی چاہیے۔ جس میں حج کا دوسرا رکن طواف زیارت ادا کیا جاتا ہے تاکہ تکبیر کی ابتداء وانتہا برابر ہو جائے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق عبادت ہیں اور عبادات کے اندر احتیاط اسی میں ہے کہ اکثر کو لیا جائے تاکہ اقل کی صورت میں کمی باقی نہ رہ جائے۔

❸ مفتی بہ قول کی نشاندہی:۔ احتیاط کی بناء پر فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ یعنی نویں ذوالحجہ کی فجر سے لیکر تیرہ ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کہی جائیں۔

الشق الثانی ......**الاعتكاف مستحب والصحيح انه سنة مؤكدة.**

اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔ اعتکاف مستحب، سنت اور واجب کی تعریف کریں۔ معتکف کیلئے مسجد سے نکلنا کب جائز ہے۔ اعتکاف کن چیزوں سے فاسد ہو جاتا ہے۔ عورتوں کے اعتکاف کی کیا صورت ہوتی ہے۔

﴿ خلاصہ سوال ﴾...... اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں۔ (۱) اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) اعتکاف کی اقسام ثلاثہ کی تعریف (۳) معتکف کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت (۴) مفسدِ اعتکاف اشیاء (۵) عورتوں کے اعتکاف کی صورت۔

جواب ...... ❶ اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ اعتکاف کا لغوی معنی ٹھہرنا ہے اور اصطلاح میں اعتکاف مسجد میں روزہ کے ساتھ بہ نیت اعتکاف ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

❷ اعتکاف کی اقسام ثلاثہ کی تعریف:۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت اور مستحب۔

واجب: اعتکاف واجب یہ ہے کہ آدمی نذر اور منت مان کر اپنے اوپر اعتکاف کو لازم کرلے۔

سنت: رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت ہے۔ مستحب: مذکورہ دونوں قسموں کے علاوہ بقیہ تمام اقسام مستحب ہیں۔

③ معتکف کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت:۔ معتکف آدمی کیلئے مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر دو ضرورتوں کی وجہ سے ① ضرورت طبعی جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ② ضرورت دینی جیسے جمعہ اور غسل جنابت وغیرہ۔ اس کے علاوہ مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

④ مفسدِ اعتکاف اشیاء:۔ اعتکاف میں مسجد سے باہر نکلنا۔ عورت سے وطی کرنا، چھونا، بوسہ لینا یہ تمام امور ممنوع ہیں لہٰذا معتکف آدمی بلاضرورت مسجد سے باہر نکلا یا عورت سے وطی کی یا چھوا اور بوسہ لیا جس کے نتیجہ میں انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

⑤ عورت کے اعتکاف کی صورت:۔ ہمارے نزدیک عورت کیلئے افضل یہ ہے کہ گھر میں نماز کیلئے جو جگہ مقرر کر رکھی ہے اسی میں اعتکاف کرے اور اگر جگہ مقرر نہیں ہے تو پھر ابھی ایک جگہ مقرر کر لے اور پھر اعتکاف کی حالت میں بلاضرورت اس جگہ سے نہ نکلے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ...... **الماء المستعمل لا یطهر الاحداث خلا فالمالكؒ والشافعیؒ هما یقولان ان الطهور ما یطهر غیر مرة بعد اخری کالقطوع وقال زفر وهواحد قولی الشافعیؒ ان کان المستعمل متوضیا فهو طهور وان محدثا فهو طاهر غیر طهور۔**

اشرحی العبارة المذکورة بحیث تتضح مسئلة الماء المستعمل ماذا یقول الائمة الثلٰثة الحنفیة فی الماء الستعمل ، عرفی الماء المستعمل۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ماءِ مستعمل کی تعریف (۳) ماءِ مستعمل کے متعلق ائمہ احناف کے اقوال۔

جواب ...... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں ماءِ مستعمل کے حکم کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ماءِ مستعمل احداث کو پاک نہیں کرتا اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ طاہر و مطہر ہے اور دلیل یہ کہ قرآن کریم میں پانی کو طہور (بصیغۂ مبالغہ) کہا گیا ہے ارشادِ باری ہے "**انزلنا من السماء ماء طهورًا**" اور **طهور** مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بار بار پاک کرنا جیسے قطوع بمعنی بار بار کاٹنا پس معلوم ہوا کہ پانی بار بار پاک کرنے والا ہے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر و مطہر ہو۔

امام زفر کا مذہب اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر پانی استعمال کرنے والا پہلے پاک ہے صرف ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کر رہا ہے تو پھر یہ پانی طاہر و مطہر دونوں ہے اور اگر وہ پہلے محدث (بے وضو) ہے تو پھر یہ پانی طاہر ہے مگر مطہر نہیں ہے۔

② ماءِ مستعمل کی تعریف:۔ شیخین کے نزدیک وہ پانی جو حدث دور کرنے کیلئے یا قربت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے۔

امام محمدؒ کے نزدیک ماءِ مستعمل کا سبب فقط نیتِ قربت ہے یعنی ماءِ مستعمل وہ پانی ہے جو قربت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا جائے۔

امام شافعیؒ و امام زفرؒ کے نزدیک ماءِ مستعمل وہ پانی ہے جو فقط حدث کے زائل کرنے کیلئے استعمال ہو۔

③ ماءِ مستعمل کے متعلق ائمہ احناف کے اقوال:۔ ماءِ مستعمل تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم وہ پانی جو پاک چیزیں (مثلاً غلہ جات، سبزیاں، پاک کپڑے) دھونے کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ یہ پانی بالاتفاق پاک ہے۔
دوسری قسم وہ پانی جو نجاست حقیقیہ کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو (مثلاً استنجاء کرنا یا نجس کپڑا دھونا) یہ پانی بالاتفاق نجس ہے۔
تیسری قسم وہ پانی جو نجاست حکمی کو دور کرنے کیلئے یا ثواب وقربت کے ارادے سے استعمال کیا گیا ہو۔ اس میں اختلاف ہے۔
امام شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک وہ طاہر ومطہر ہے یعنی خود پاک ہے اور دوسرے کو پاک کرنے والا بھی ہے امام زفر کے نزدیک اگر باوضو آدمی نے ثواب وقربت کیلئے دوبارہ وضو کیلئے پانی استعمال کیا ہو یہ پانی طاہر ومطہر ہے اور اگر بے وضو ہونے کی حالت میں استعمال کیا تو یہ طاہر ہے مگر مطہر نہیں ہے اور یہی امام محمدؒ کا مذہب ہے کہ ماء مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔
حضرات شیخین کے نزدیک ماء مستعمل نجس ہے۔
امام حسن بن زیادؒ کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس، بنجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس، بنجاست خفیفہ ہے۔

الشق الثانی ......**فَاِنِ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْقَرَأَفِيْهَا بِالْفَارِسِيَّةِ اَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَيُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ اَجْزَاهُ عِنْدَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَالَايُجْزِيْهِ اِلَّافِيْ الذَّبِيْحَةِ وَاِنْ لَمْ يُحْسِنِ الْعَرَبِيَّةَ اَجْزَاهُ۔**
شکلی العبارة ثم ترجمیها۔ اشرحی العبارة واذکری مسئلة القراءة بالفارسیة مع اختلاف الائمة بکل وضوح۔ هل الاختلاف فی اللغة الفارسیة فقط۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مسئلہ قراءت بالفارسی میں اختلاف ائمہ (۵) اختلافی لغۃ کی نشاندہی۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**
❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر نماز شروع کی فارسی زبان میں یا نماز میں قراءت کی فارسی زبان میں یا جانور ذبح کیا اور تسمیہ فارسی میں کہا حالانکہ یہ شخص عربی ادا کرسکتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز ہو جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہوگا مگر ذبیحہ میں اور اگر وہ عربی میں ادا نہیں کرسکتا تو جائز ہوگا۔
❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں فارسی زبان میں قراءت، تکبیر تحریمہ اور ذبیحہ پر فارسی زبان میں تسمیہ کہنے کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔
تو فرمایا کہ اگر کسی نے فارسی زبان میں تکبیر تحریمہ کہی یا نماز میں قراءت کی یا فارسی زبان میں تسمیہ کہہ کر جانور کو ذبح کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عربی پر قدرت کے باوجود یہ سب کچھ جائز ہے۔
صاحبینؒ کے نزدیک عربی پر قدرت کی صورت میں یہ جائز نہیں ہے اور اگر عربی پر قدرت نہ ہو تو پھر یہ جائز ہے البتہ عربی پر قدرت کے باوجود فارسی زبان میں تسمیہ کہہ کر جانور ذبح کرنا صاحبینؒ کے نزدیک بھی جائز ہے۔
❹ مسئلہ قراءت بالفارسی میں اختلاف ائمہ:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کے اندر فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عربی زبان پر قدرت کی صورت میں فارسی میں قراءت کرنا جائز نہیں ہے۔
صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کا نماز میں حکم کیا گیا ہے وہ قراءت قرآن ہے اور قرآن اس نظم عربی کا نام ہے جو معنی پر

دلالت کرے اور مصاحف میں مکتوب ہے اور ہماری طرف نقلِ تواتر کے ساتھ منقول ہے ارشاد باری ہے "**اذ جعلنه قرآن عربیا، قرآنا عربیا غیر ذی عوج**" الغرض مامور بہ قراءت قرآن ہے اور وہ عربی میں ہے لہٰذا عربی زبان میں قراءت کرنا فرض ہے۔ البتہ حالت عجز میں معنی پر اس وجہ سے اکتفاء کیا تا کہ تکلیف مالا یطاق لازم نہ آئے جیسے رکوع وسجدہ پر عدمِ قدرت والے شخص کیلئے اشارہ کرنا ہی کافی ہے عین رکوع وسجدہ ضروری نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل آیت کریمہ "**وانه لفی زبرالاولین**" ہے۔ یعنی قرآن کریم پہلی کتابوں میں موجود ہے اور یہ متعین ہے کہ پہلی کتابوں میں قرآن نظم عربی کے ساتھ موجود نہ تھا پس معلوم ہوا کہ اس کے معنی پہلی کتابوں میں موجود تھے۔ اور ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم معنی کا نام ہے نہ کہ نظم کا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں فارسی زبان میں سورت فاتحہ لکھ کر بھیج دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فارسی زبان میں فاتحہ لکھ کر بھیج دی اور وہ لوگ اسے نماز میں پڑھتے رہے حتی کہ انہوں نے عربی زبان سیکھ لی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فاتحہ لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی۔ معلوم ہوا کہ فارسی زبان میں قراءت کرنا جائز ہے۔

❺ اختلافی لغت کی نشاندہی:۔ صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق فارسی کی طرح تمام زبانوں میں امام صاحب کے نزدیک قراءت کرنا جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......**ولا يجوز للرجال ان يقتدوا با مرأة اوصبى اماّ المرأة لقولهٗ اخروهن من حيث اخرهن الله فلا يجوز تقديمها واما الصبى فلانه متنفل۔**

اشرحی العبارة بوضوح ۔ ماهو حكم صلوة المفترض خلف المتنفل ۔ ماهوالقول المختار فی امامة الصبی فی صلوة التراويح اشرحی حسب بيان صاحب الهدايه ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز کا حکم (۳) نمازِ تراویح میں بچہ کی امامت کا حکم۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں عورت اور بچہ کے پیچھے مردوں کی اقتداء کا حکم ذکر فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ مردوں کیلئے عورت اور بچہ کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور دلیل ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "**اخروهن من حيث اخرهن الله**" وجہ استدلال یہ ہے کہ حیث تعلیل کیلئے ہے۔ ترجمہ یہ ہوگا کہ عورتوں کو مؤخر کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو مؤخر کیا ہے مطلب یہ کہ انکو شہادت، وراثت، سلطنت اور تمام ولایت میں مؤخر کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے عورت کو مؤخر کیا تو تم بھی امامت میں اسکو مقدم نہ کرو۔

اور بچہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کہ وہ نفل ادا کرنے والا ہے اور مرد کی نماز فرض ہے اور فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

❷ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز کا حکم:۔ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا، اس لیے کہ اقتداء بناء کرنے کا نام ہے اور بناء ایک شخص کا دوسرے شخص کی اس کے افعال مع صفات کے اتباع کرنا ہے جو کہ امر وجودی ہے اور امام کے حق میں فرضیت وصفِ معدوم ہے لہٰذا امرِ وجودی والے کی اتباع امرِ عدمی والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

❸ نمازِ تراویح میں بچہ کی امامت کا حکم:۔ تراویح اور سنن مطلقہ میں بچہ کی اقتداء کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشائخ بلخ کے نزدیک تراویح اور سنن مطلقہ میں نابالغ بچہ کی اقتداء جائز ہے اور ہمارے مشائخ (مشائخ ماوراء النھر بخارا و سمر قند)) نے اسکو بھی ناجائز کہا ہے۔

مشائخ بلخ نے اسکو مظنونہ نماز پر قیاس کیا ہے مظنونہ نماز یہ ہے کہ کسی آدمی نے واجب متروک کی نیت سے نماز شروع کی اور درمیان میں مفسد کے پیش آنے سے نماز ٹوٹ گئی پھر معلوم ہوا کہ نماز واجب ہی نہ تھی تو اب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء واجب نہیں ہے پس جب نفل ادا کرنے والا بالغ آدمی اس مظنونہ نماز ادا کرنے والے کی اقتداء کرے تو جائز ہے اسی طرح نفل پڑھنے والا بچہ کی اقتداء بھی کرے تو یہ جائز ہے۔

ہمارے مشائخ کے نزدیک بالغ مرد کا بچہ کی اقتداء کرنا کسی بھی نماز میں جائز نہیں ہے دلیل یہ ہے کہ بچہ کی نفل نماز بالغ کی نفل نماز سے ادنیٰ و کمتر ہے کیونکہ بچہ نفل شروع کر کے فاسد کر دے تو بالاتفاق اسپر قضاء واجب نہیں ہے اور اگر بالغ آدمی نفل شروع کر کے فاسد کر دے تو اس پر قضاء واجب ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ قوی کی بناء ضعیف پر نہیں کی جاتی پس بالغ کے نفل کی اقتداء بھی بچہ کے نفل کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

اور مشائخ بلخ کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ بالغ کے بچہ کی اقتداء کرنے کو ظان کی اقتداء پر قیاس کرنا فاسد ہے کیونکہ بالغ اور نابالغ کی نماز متحد نہیں ہے کیونکہ فساد کی صورت میں بالغ پر قضاء واجب ہے اور بچہ پر قضاء واجب نہیں ہے جبکہ ظان اور اسکی اقتداء کرنے والے کی نماز متحد ہے کیونکہ ظن ایک عارضی چیز ہے لہٰذا اسکو معدوم قرار دے دیا جائے تو اب دونوں کی نماز متحد ہے کہ فساد کی صورت میں دونوں پر قضاء واجب ہے لہٰذا نماز مظنونہ پر تمہارا بچہ کی امامت کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... **والزکوۃ عند ابی حنیفۃ وابی یوسفؒ فی النصاب دون العفو اشرحی المسئلۃ بوضوح واذکری فیھا اختلاف الائمۃ بادلتھم حسب بیان صاحب الھدایۃ۔**

جواب ......مکمل جواب کما مر فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۲۸ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ......**الصوم ضربان واجب ونفل والوجب ضربان منه مایتعلق بزمان بعینه کصوم رمضان والنذر المعین فیجوز بنیۃ من اللیل وان لم ینوحتی اصبح اجزأته النیۃ مابینه وبین الزوال وقال الشافعیؒ لایجزیه۔**

اشرحی العبارۃ ثم اذکر اختلاف الشافعی ودلیله ۔ رجحی مذھب السادۃ الحنفیۃ فی ضوء الادلۃ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلائل

(۳) مذہب احناف کی ترجیح۔

جواب ...... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں روزہ کی اقسام کا ذکر ہے کہ روزہ کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں واجب اور نفل پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ واجب ہے جو معین زمانہ کے ساتھ متعلق ہے یعنی جس کا زمانہ اور تاریخ وغیرہ متعین ہو جیسے رمضان کے روزوں کی تاریخ متعین ہے اسی طرح متعین تاریخ میں روزہ کی نذر ماننا تو فرمایا کہ واجب کی یہ قسم رات کو نیت کرنے سے بھی صحیح ہو جائے گی اور اگر رات کو نیت نہ کی تو زوال سے پہلے پہلے نیت کرنے سے روزہ صحیح ہو جائے گا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک رات کو نیت کرنا ضروری ہے صبح ہونے کے بعد نیت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

❷ امام شافعیؒ کا اختلاف مع الدلائل:۔ **كما مرّ فى الشق الثانى من السوال الثانى ۱٤۲۸ھ۔**

❸ مذہب احناف کی ترجیح:۔ جب احناف کی طرف سے دلائل عقلیہ ونقلیہ پیش کر دیئے گئے اور شوافع کے دلائل کا جواب ہو گیا تو مذہب احناف کو ترجیح حاصل ہوگئی۔

الشق الثانی ...... **ويعتبر فى المرأة ان يكون لها محرم تحج به اوزوج ولايجوزلها ان تحج بغير هما اذا كان بينها وبين مكة ثلاثة ايام. وقال الشافعىؒ يجوز لها الحج اذا خرجت فى رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الامن بالمرافقة۔**

اشرحى المسئلة مع اختلاف الائمة بادلتهم حسب بيان صاحب الهدايه۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) مسئلہ کی تشریح (۲) اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ و ❷ مسئلہ کی تشریح واختلاف مع الدلائل:۔ اگر کسی عورت کے گھر اور مکۃ المکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زائد کی مسافت ہو تو اس عورت کیلئے محرم یا زوج کے بغیر حج کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے البتہ اگر تین دن سے کم مسافت ہو تو پھر زوج اور محرم کے بغیر بھی حج پر جانا جائز ہے۔

دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **لا تَحُجَّنَّ امرأة الا و معها محرم۔**

دوسری دلیل یہ ہے کہ محرم اور زوج کے بغیر سفر میں فتنہ کا خوف واندیشہ ہے۔

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ عورت اگر ساتھیوں کے ساتھ سفر حج پر جائے اور اس کے ساتھ ثقہ اور قابل اعتماد عورتیں ہوں تو پھر بھی اسکا سفر حج پر جانا جائز ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم اور شوہر نہ ہو، کیونکہ رفاقت کی وجہ سے امن حاصل ہے۔

ہم اس عقلی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عورت ناقص العقل والدین ہے اور بغیر محرم کے فتنہ کا اندیشہ ہے تو جب یہ عورتیں ایک سے زائد ہو جائیں گی تو اس سے فتنہ میں اضافہ ہی ہوگا۔ کمی واقع نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے مرد کا اجنبیہ عورت کے ساتھ جمع ہونا حرام ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورت بھی ہو۔

﴿الورقة الثانية: فى الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۱ھ

الشق الاوّل ...... **والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الىٰ موضع يلحقه حكم التطهير**

والقیئی ملأالفم۔

خون اور قئی نواقضِ وضو میں سے ہیں یا نہیں **فتجا وزا الی موضع یلحقه حکم التطهیر** کا کیا مطلب ہے مذکورہ مسئلہ میں اگر کوئی اختلاف ہے تو اسے تحریر کریں۔

جواب......مکمل جواب **کما مر فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۲۸ھ۔**

الشق الثانی...... **القهقهة فی صلٰوة ذات رکوع و سجود و القیاس انها لا تنقض۔**

قہقہہ ناقضِ وضو کب ہے اس مسئلہ میں حضرات شافعیہ کا کیا مذہب ہے، **القیاس انها لا تنقض** کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کی وضاحت (۲) حضرات شافعیہ کا مذہب (۳) **القیاس انهالا تنقض** کی وضاحت۔

جواب...... ❶ قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کی وضاحت:۔ قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کی دو شرطیں ہیں اول یہ کہ وہ نماز میں ہو، دوم یہ کہ وہ رکوع سجدہ والی نماز ہو لہٰذا اگر کسی نے خارجِ صلوٰۃ ہونے کی صورت میں قہقہہ لگایا، یا نمازِ جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ میں قہقہہ لگایا تو یہ ناقض وضو نہیں ہے۔

❷ و ❸ حضرات شافعیہ کا مذہب اور قیاس کی وضاحت:۔ رکوع وسجدہ والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا ناقض وضو ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ قہقہہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک قہقہہ ناقضِ وضو نہیں ہے اور قیاس بھی یہی ہے کہ ناقضِ وضو نہ ہو۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ میں خروجِ نجاست نہیں پایا گیا۔ حالانکہ خروجِ نجاست ہی ناقض وضو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قہقہہ نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور خارج نماز میں ناقضِ وضو نہیں ہے۔

ہماری دلیل حدیث مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک کمزور بینائی والا اعرابی آیا اور گر پڑا جو صحابہ کرامؓ نماز میں شریک تھے وہ ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قہقہہ لگا کر ہنسا وہ اپنی نماز اور وضو کا اعادہ کرے اور حدیث مشہور کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے اور صلوٰۃ کاملہ یعنی رکوع وسجدہ والی نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس لیے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا۔ یہ حکم صلوٰۃ کاملہ سے متجاوز ہو کر نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور خارج صلوٰۃ ہونے کی صورت میں جاری نہ ہوگا۔ کیونکہ خلاف قیاس حکم اپنے مورد سے متجاوز نہیں ہوتا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل...... **ویجوزالطهارة بماء خالطه شیئی طاهر فغیر احداوصافه۔**

اگر پاک چیز پانی میں مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ پانی کے اوصاف کیا ہیں اور ان کے تغیر کا کیا حکم ہے اگر مائع چیز پانی میں مل جائے جیسے پٹرول، مٹی کا تیل وغیرہ تو اس وقت کیا حکم ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا لب لباب تین امور ہیں (۱) پاک چیز کے پانی میں ملنے کا حکم (۲) پانی کے اوصاف اور تغیر کا

حکم (۳) پٹرول وغیرہ کے پانی میں ملنے کا حکم۔

جواب ...... ❶ پاک چیز کے پانی میں ملنے کا حکم:۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی اور اس نے پانی کے تینوں اوصاف رنگ بومزہ میں سے کسی ایک وصف کو متغیر کر دیا تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسے زعفران یا صابن یا اشنان ملا ہوا پانی۔

اگر پانی کے ساتھ دوسری چیز مل کر پانی پر غالب آگئی یہاں تک کہ اس نے پانی کو اس کی طبیعت سے نکال دیا تو ایسے پانی سے وضو کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے جیسے شربت، سرکہ، شوربا وغیرہ

❷ پانی کے اوصاف اور تغیر کا حکم:۔ پانی کے تین وصف ہیں۔ رنگ، بو اور مزہ، اور پاک چیز کے ملنے کی صورت میں تغیر کا حکم ابھی گزر چکا ہے اور اگر کوئی ناپاک چیز نجاست وغیرہ پانی میں گر جائے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو تو پانی نجس ہو جائے گا اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

❸ پٹرول وغیرہ کے پانی میں ملنے کا حکم:۔ پٹرول اور مٹی کا تیل پانی میں مل جائے تو پانی پاک ہی رہے گا کیونکہ یہ دونوں چیزیں پاک ہیں۔

الشق الثانی ...... **والماء المستعمل هو ما ازيل به حدث اواستعمل فى البدن على وجه القربة۔**

ماءِ مستعمل کی تعریف کریں۔ ماءِ مستعمل کا کیا حکم ہے پانی مستعمل کب بنتا ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف اور مفتی بہ قول تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) ماءِ مستعمل کی تعریف (۲) ماءِ مستعمل کا حکم (۳) پانی کے مستعمل ہونے کے وقت میں اختلافِ ائمہؒ (۴) مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی۔

جواب ...... ❶ و ❷ ماءِ مستعمل کی تعریف، ماءِ مستعمل کا حکم:۔ **كما مر فى الشق الاوّل من السوال الاوّل ١٤٣٠ھ**

❸ پانی کے مستعمل ہونے کے وقت میں اختلاف ائمہ:۔ اس بات پر تو علماءِ احناف متفق ہیں کہ پانی جب تک عضو پر رہے استعمال کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ جب عضو سے جدا ہو گیا مگر کسی مکان یا برتن میں ٹھہرا نہیں تو اس کے مستعمل ہونے میں اختلاف ہے۔ سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ اور بعض مشائخ بلخ کے نزدیک جب تک کسی جگہ ٹھہر نہ جائے اس وقت تک مستعمل نہیں ہوگا اسی قول کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ پانی جونہی بدن سے جدا ہوا تو وہ مستعمل ہو گیا۔ اس کا کسی جگہ جمع ہونا اور قرار پکڑنا مستعمل ہونے کیلئے شرط نہیں ہے حتیٰ کے پانی بدن سے جدا ہونے کے بعد اگر کپڑے پر لگ گیا تو شیخین کے نزدیک وہ کپڑا ناپاک ہو گیا۔

دلیل یہ ہے کہ بدن سے جدا ہونے سے پہلے پانی پر استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے نہیں لگایا اور جدا ہونے کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے جدا ہونے کے فوراً بعد استعمال کا حکم لگا دیا جائے گا۔

❹ مفتی بہ قول کی نشاندہی:۔ مفتی بہ قول یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونے کے فوراً بعد پانی مستعمل ہو جائیگا کیونکہ استعمال تو وہ عضو کو لگنے کے فوراً بعد ہو گیا مگر جب تک عضو سے جدا نہیں ہوا اس وقت تک ضرورت ہے اور عضو سے جدا ہونے کے بعد کوئی ضرورت نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ...... **ومن تصدق بجميع ماله لاينوى الزكوة سقط فرضها عنه استحسانا۔**

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، استحسان کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔یہاں استحسان کا تقاضا کیا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) استحسان کا لغوی و اصطلاحی معنی (۳) تقاضۂ استحسان کی نشاندہی۔

جواب...... ❶ **عبارت کی تشریح:۔** اگر کسی نے زکوٰۃ کی نیت کے بغیر اپنا پورا مال صدقہ کر دیا تو استحسانا اس سے فرضِ زکوٰۃ ساقط ہوگیا۔یعنی اب مال کا چالیسواں حصہ جو زکوٰۃ لازم ہوتی ہے وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئی اب اس کے ذمہ لازم نہیں ہے۔

❷ **استحسان کا لغوی واصطلاحی معنی:۔** لغوی معنی اچھا ہونا اور اصطلاح میں وہ حکم جو مخالفِ قیاس ہو یعنی باوجود علت کے پائے جانے کے نص یا اجماع یا ضرورۃ کی وجہ سے حکم جاری نہ ہو مثلاً قیاس کی وجہ سے بیع سلم جائز نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے مگر استحسانا بیع سلم جائز ہے۔

❸ **تقاضۂ استحسان کی نشاندہی:۔** یہاں استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ کل مال کے صدقہ کر دینے کی وجہ سے اس سے فرضِ زکوٰۃ ساقط ہو جائے، زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمہ باقی نہ رہے۔

الشق الثانی......**ولا بأس بالسواك الرطب بالغداة والعشي للصائم......**

عبارت میں مذکور مسئلہ کی وضاحت کریں، اس مسئلہ میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) اختلاف ائمہ کی تفصیل۔

جواب...... ❶ **مسئلہ کی وضاحت:۔** عندالاحناف روزہ دار کیلئے تر اور پانی میں بھیگی ہوئی مسواک صبح وشام بلا کراہت استعمال کرنا جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شام کے وقت روزہ دار کیلئے مسواک کرنا مکروہ ہے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل طبرانی ودارِ قطنی کی یہ حدیث ہے "**انه عليه الصلوٰة والسلام قال اذا صمتم فاستاكوا بالغداة ولا تستأ كوا بالعشي فان الصائم اذا يبست شفتاه كانت له نورا يوم القيامة**" کہ جب تم روزہ رکھو تو صبح کو مسواک کرو اور شام کو مسواک نہ کرو۔کیونکہ جب روزہ دار کے ہونٹ خشک ہو جائیں گے تو قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا۔

دوسری دلیل یہ کہ حدیث میں روزہ دار کے منہ کی بو کو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر کہا گیا ہے اور مسواک کی صورت میں اسکا زائل کرنا لازم آتا ہے اس وجہ سے اسکو باقی رکھنے کیلئے شام کو مسواک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

احناف کی پہلی دلیل ابن ماجہ کی حدیث ہے "**خير خلال الصائم السواك**" کہ روزہ دار کی بہترین خصلت مسواک کرنا ہے۔اس حدیث میں صبح وشام اور خشک وتر کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔

دوسری دلیل مسندِ احمد کی یہ حدیث ہے "**صلوٰة بسواك افضل عند الله تعالىٰ من سبعين صلوٰة بغير مسواك**" کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسواک کر کے نماز پڑھنا بغیر مسواک ستر نمازیں پڑھنے سے افضل ہے، اس میں روزہ دار کی ظہر وعصر کی نماز بھی آئے گی۔

تیسری دلیل یہ حدیث ہے لولا ان اشق علی امتی لا مرتھم بالسواك عند كل صلٰوة "کہ اگر میں اپنی امت پہ گراں اور شاق نہ سمجھتا تو میں انکو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم کرتا یہ حدیث اگرچہ عدمِ وجوب پر دال ہے مگر ہر نماز کے وقت مسواک کے مسنون ہونے پر دال ہے اور ہر نماز کے عموم میں ظہر، عصر، مغرب تمام نمازیں شامل ہیں۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدايه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... القهقهة فی الصلٰوة ذات رکوع وسجود و القياس انها لاتنقض۔

مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں، ضحک، تبسم وقہقہہ میں فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۲) ضحک تبسم وقہقہہ میں فرق۔

جواب ...... ❶ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۱ھ

❷ ضحک، تبسم وقہقہہ میں فرق:۔ قہقہہ: وہ ہنسی جو آدمی کو خود بھی سنائی دے اور ساتھ والے کو بھی سنائی دے خواہ دانت ظاہر ہوں یا نہ ہوں یہ مفسد صلٰوۃ بھی ہے اور ناقضِ وضو بھی ہے۔

ضحک: وہ ہنسی ہے جو خود آدمی کو سنائی دے، ساتھ والے کو سنائی نہ دے، یہ مفسدِ صلٰوۃ ہے مگر ناقض وضو نہیں ہے۔

تبسم: جو کسی کو بھی سنائی نہ دے محض چہرہ دیکھنے سے ہی معلوم ہو یہ مفسدِ صلٰوۃ بھی نہیں ہے اور ناقض وضو بھی نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... وَالْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَالرُّعَافُ الدَّائِمُ وَالْجَرْحُ الَّذِیْ لَایَرْقَأُ يَتَوَضَّئُوْنَ لِوَقْتِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيُصَلُّوْنَ بِذٰلِكَ الْوُضُوْءِ فِی الْوَقْتِ مَاشَاؤُا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ ؒ تَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ لِكُلِّ مَكْتُوْبَةٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کریں صورت مسئلہ کی وضاحت کر کے حنفیہ کے مسلک کو دلائل سے ثابت کریں۔

جواب ...... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۹ھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... القراءة فی الفرض واجبة فی الركعتين و قال الشافعیؒ فی الركعات كلها۔

مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہؒ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں فقط قراءت فی الفرض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل مطلوب ہے۔

جواب ...... ❶ قراءت فی الفرض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ رباعی فرض نماز کی قراءت کے بارے میں پانچ اقوال ہیں۔

① احناف کے نزدیک فرض کی صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاقرؤا ماتيسر من القرآن" اس میں اقرؤا امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ پس ایک رکعت میں قراءت کی فرضیت عبارت النص سے

ثابت ہوگئی اور رکعت ثانیہ من کل الوجوہ رکعت اولیٰ کے مشابہ ہے کہ سفر کی وجہ سے آخری دو رکعتیں ساقط ہوتی ہیں، پہلی دو ساقط نہیں ہوتیں۔ نیز پہلی دو رکعتوں میں قراءت **بالجھر** ہے اور آخری دو رکعتوں میں قراءت بالسر ہے۔ نیز پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کیساتھ سورت کا ملانا واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کیساتھ سورت کا ضم نہیں ہوتا۔ جب رکعتِ ثانیہ من کل الوجوہ رکعت اولیٰ کے مشابہ ہوئی تو دلالت النص سے رکعتِ ثانیہ میں بھی قراءت کو واجب کر دیا گیا۔

② امام شافعیؒ کے نزدیک فرض کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل ارشادِ نبوی ہے "**لا صلٰوۃ الا بقراءۃ**" کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی اور ہر رکعت نماز ہے لہٰذا ہر رکعت میں قراءت فرض ہے اور ہر رکعت کے نماز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نماز نہ پڑھنے کی قسم کھائی اور پھر ایک رکعت نماز پڑھ لی وہ حانث ہو جائیگا۔ معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآت فرض ہے۔

③ امام مالکؒ کے نزدیک تین رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور دلیل یہی امام شافعیؒ والی حدیث ہے مگر تین رکعت چار رکعت کا اکثر ہیں تو اکثر کو کل کے قائم مقام کرتے ہوئے تین رکعت میں ہی قراءت فرض کر دی گئی۔

④ حسن بصریؒ کے نزدیک صرف ایک رکعت میں ہی قراءت فرض ہے اور دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے "**فاقرؤا ما تیسر من القرآن**" اس میں **اقرؤا** امر کا صیغہ ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا لہٰذا ایک ہی رکعت میں قراءت کرنے سے فرض پورا ہو گیا۔

⑤ ابوبکر اصمؒ کے نزدیک نماز میں قراءت کرنا مسنون ہے فرض نہیں ہے اور دلیل دیگر اذکار پر قیاس کرنا ہے کہ جس طرح رکوع، سجدہ کی تسبیحات اور ثناء وغیرہ مسنون ہیں اسی طرح قراءت بھی مسنون ہے۔

امام مالکؒ و امام شافعیؒ کی پیش کردہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ **لا صلٰوۃ الا بقراءۃ** میں صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ کاملہ ہے اور عرف میں صلوٰۃ کاملہ کا اطلاق دو رکعت پر ہوتا ہے پس اس حدیث سے فقط دو رکعتوں میں قراءت کا ثبوت ہوگا۔ نہ کہ چار رکعت میں۔

ابوبکر اصم کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیتِ قرآن کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

الشق الثانی ......**الزکوۃ واجبة علی العاقل البالغ الحر المسلم اذا ملك نصابا ملكاتا ما وحال علیه الحال۔**

وجوب زکوٰۃ دلائل سے ثابت کریں۔ وجوب کی جن شرائط کو عبارت میں ذکر کیا گیا ہے۔ انکی تشریح کریں **حولانِ حول** سے کیا مراد ہے۔ وجوب سے مراد وجوب علی الفور ہے یا وجوب علی التراخی؟

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) وجوب زکوٰۃ مع الدلائل (۲) شرائط وجوب کی تشریح (۳) **حولانِ حول** کی مراد (۴) وجوب کی وضاحت۔

جواب ...... ① وجوبِ زکوٰۃ مع الدلائل:۔ متن میں وجوبِ زکوٰۃ سے مراد فرضیت ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت، کتاب اللہ، احادیثِ رسول اللہ ﷺ، اور اجماعِ امت تینوں سے ثابت ہے۔

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ **اقیموا الصلٰوۃ واٰتوا الزکٰوۃ** دوسری جگہ ارشاد ہے **خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها وصل علیهم۔** ② ارشادِ نبوی ﷺ ہے حجۃ الوداع کے موقع پر **اتقوا اللّٰہ وصلوا خمسکم وصوموا شهر کم وادوا زکٰوۃ اموالکم**، نیز ارشاد ہے **بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا اللّٰہ وان محمد**

رسول اللّٰہ واقام الصلٰوۃ وایتاء الزکٰوۃ وحج البیت وصوم رمضان ۔ ③ فرضیتِ زکوۃ اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی نے بھی اس کے وجوب کا انکار نہیں کیا۔

② **شرائط وجوب کی تفصیل:۔** وجوبِ زکوۃ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ آزاد ہو لہٰذا غلام، مدبر، ام ولد اور مکاتب پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ یہ شرط اس لئے لگائی کہ کامل ملکیت آزادی کے ساتھ ہی متحقق ہوتی ہے اور مذکورہ حضرات یا تو بالکل مالک ہی نہیں ہیں یا مالک تو ہوتے ہیں مگر ملک کامل نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو لہٰذا دیوانہ ومجنون آدمی پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ بالغ ہو لہٰذا بچہ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ یہ دونوں شرطیں اس لیے لگائی کہ زکوۃ عبادت ہے اور عبادت بغیر اختیار کے ادا نہیں ہوتی اور عقل کے معدوم ہونے کی وجہ سے ان دونوں کیلئے کوئی اختیار نہیں ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو لہٰذا کافر پر زکوۃ نہیں ہے یہ شرط اس لیے لگائی کہ زکوۃ عبادت ہے اور کافر سے کوئی عبادت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ثواب حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ مقدارِ نصاب کا مالک ہو۔ لہٰذا جس کے پاس مال بقدرِ نصاب نہ ہو اس پر زکوۃ نہیں ہے یہ شرط اس لیے لگائی کہ مال مالک کو مستغنی کردینے کا سبب ہے آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا تھا **ثم اعلمھم ان اللّٰہ تعالٰی فرض علیھم صدقۃ تؤخذ من اغنیائھم وتردالٰی فقرائھم** ۔یعنی اے معاذ! لوگوں کو خبردار کردینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوۃ) فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیکر ان کے فقراء کو دیدیا جائے۔ اس حدیث میں مالدار کو غنی سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں مقدارِ نصاب بیان فرمائی کہ **لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ** کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے لہٰذا نصاب کا مالک ہونا زکوۃ کے وجوب کیلئے شرط ہے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ حولانِ حول ہو یعنی مالِ نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے۔ لہٰذا سال سے پہلے زکوۃ واجب نہیں ہے۔ یہ شرط اس لیے لگائی کہ زکوۃ مالِ نامی (بڑھنے والا) میں لازم ہوتی ہے اور نمو (بڑھنا) کو دریافت کرنے کیلئے اتنی مدت ضروری ہے جس میں نمو کا تحقق ہو اور شریعت نے اس مدت کو ایک سال کے ساتھ مقید کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے **لازکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول** کہ سال گزرنے سے قبل زکوۃ لازم نہیں ہے۔

پس جس وقت یہ تمام شرائط پائی جائیں گی اس وقت زکوۃ لازم ہوگی۔

③ **حولانِ حول کی مراد:۔** حولانِ حول سے مراد یہ ہے کہ مالِ نصاب پر سال گزر جائے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ ایک سال کی مدت نمو اور مال کے بڑھنے پر قدرت دیتی ہے یعنی ایک سال میں آدمی مال کو بڑھا سکتا ہے کیونکہ سال مختلف فصلوں (موسم، سردی، گرمی، بہار، خزاں) پر مشتمل ہوتا ہے اور ان فصلوں میں نرخوں (قیمت) میں تفاوت ہوتا ہے یعنی ایک ہی چیز ایک موسم میں سستی اور دوسرے موسم میں مہنگی ہوتی ہے۔ اس طرح آدمی تجارت میں نفع حاصل کرکے مال بڑھا سکتا ہے لہٰذا اب وجوبِ زکوۃ کا مدار سال پر ہے خواہ اس میں نمو متحقق ہو یا نہ ہو۔

❹ وجوب کی وضاحت:۔ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو تو اسے فی الفور ادا کرنا واجب ہے یا تاخیر بھی جائز ہے؟

امام محمدؒ و امام کرخیؒ کا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد فی الفور اس کا اداء کرنا واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ **اٰتوا الزکٰوۃ** اور **اٰدُّوا زکٰوۃ اموالکم** میں اَمر مطلق ہے اور مطلق امر کا مقتضیٰ مامور بہ کو فی الفور ادا کرنا ہے نیز زکوٰۃ فقراء کا حق ہے اور فقراء کا حق جلد از جلد ادا کرنا چاہیے، امکانی قدرت کے باوجود تاخیر کی صورت میں آدمی گناہگار ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ اور ابو بکر جصاص رازی کا قول یہ ہے کہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ کا مؤخر کرنا جائز ہے کیونکہ تمام عمر اس کی اداء کا وقت ہے۔ یعنی اگر فی الفور زکوٰۃ ادا نہ کی تو جب بھی زندگی میں زکوٰۃ دیگا وہ ادا ہوگی قضاء نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے جب واجب الاداء زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کی اور پورا مال ہلاک ہوگیا تو مقدار زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوتا، اگر زکوٰۃ فی الفور لازم ہوتی تو ہلاکت کے باوجود ضمان لازم ہوتی پس معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت موت تک ہے، الہٰذا تاخیر سے گنہگار نہ ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ...... **اَلصَّوْمُ ضَرْبَانِ وَاجِبٌ وَنَفْلٌ وَالْوَاجِبُ ضَرْبَانِ مِنْهُمَا مَا يَتَعَلَّقُ بِزَمَانٍ بِعَيْنِهٖ كَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُعَيَّنِ فَيَجُوْزُ بِنِيَّةٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاِنْ لَمْ يَنْوِ حَتّٰى اَصْبَحَ اَجْزَتْهُ النِّيَّةُ مَابَيْنَهٗ وَبَيْنَ الزَّوَالِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ روزے میں نیت کب تک معتبر ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے نذر معین وغیر معین میں حکم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) روزے کی نیت کے وقت میں اختلاف کی وضاحت (۴) نذر معین وغیر معین کے حکم میں فرق۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ روزہ کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل اور واجب کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو معین وقت اور زمانہ کے ساتھ متعلق ہے۔ جیسے رمضان اور نذر معین کا روزہ پس (روزہ کی یہ قسم) جائز ہے ایسی نیت کے ساتھ جو رات سے ہو اور اگر نیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو کافی ہوجائے گا اس کو صبح اور زوال کے درمیان نیت کرنا۔

❸ روزے کی نیت کے وقت میں اختلاف کی وضاحت:۔ رمضان اور نذر معین کے روزوں کی رات کو نیت کرنے سے یہ جائز ہوجائیں گے اور اگر رات کو نیت نہ کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو زوال سے پہلے نیت کرنے سے بھی یہ جائز ہوجائیں گے۔

امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک اگر رمضان اور نذر معین کے روزوں کی نیت رات کو نہ کی اور صبح ہوگئی تو اب نیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک فرض و نفل تمام روزوں میں رات کو نیت کرنا شرط ہے اگر صبح کے بعد نیت کی تو وہ معتبر نہ ہوگی۔ اسکے علاوہ نذر معین، کفارے اور قضاء رمضان کے روزے ان سب میں رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے صبح ہونے کے بعد نیت معتبر نہ ہوگی۔

احناف امام شافعیؒ اور امام احمد کے نزدیک نفلی روزہ کی نیت صبح کے بعد کرنا بھی صحیح و معتبر ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک رات کو ہی نیت کرنا ضروری ہے۔

④ نذرِ معین وغیر معین کے حکم میں فرق:۔ ابھی مذکورہ امر کے ضمن میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ نذرِ معین کے روزہ کی نیت رات کو کرنا بھی جائز ہے اور اگر رات کو نیت نہ کی اور صبح ہوگئی تو زوال تک نیت کرنا صحیح ومعتبر ہوگا۔

اور نذرِ غیر معین کے روزہ کی نیت رات کو کرنا ہی ضروری ہے۔ صبح ہونے کے بعد نیت صحیح ومعتبر نہ ہوگی۔

الشق الثانی ...... **ویعتبر فی المرأة ان یکون لها محرم تحج به او زوج ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا کان بینها وبین مکة ثلٰثة ایام۔**

صورت مسئلہ کی وضاحت کریں حضرات ائمہ کے اختلاف کو وضاحت کیساتھ بیان کریں حج کی تینوں اقسام میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) صورت مسئلہ کی وضاحت (۲) اختلاف ائمہ کی وضاحت (۳) حج کی اقسامِ ثلاثہ میں فرق۔

جواب ...... ① و ② صورت مسئلہ واختلاف کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۰ھ۔**

③ حج کی اقسامِ ثلاثہ میں فرق:۔ ① حج افراد: یہ ہے کہ آدمی یہاں سے صرف حج کی نیت کر کے جائے اور صرف حج کر کے ہی واپس آجائے۔ ② حج تمتع: یہ ہے کہ آدمی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہوجائے پھر آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے۔ ③ حج قران: یہ ہے کہ آدمی میقات سے ہی حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھے پہلے افعال عمرہ ادا کرے پھر احرام کھولے بغیر ہی افعالِ حج ادا کرے، ان تعریفات سے فرق بھی بالکل واضح ہے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... **ویستحب للمتوضی ان ینوی الطهارة۔** وضوء میں نیت واجب ہے یا سنت؟ حضرات فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ بیان کریں تیمم میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ وضوء اور تیمم میں نیت کے اعتبار سے فرق کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) نیتِ وضوء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۲) تیمم میں نیت کا حکم (۳) وضوء اور تیمم کی نیت میں فرق کی وجہ۔

جواب ...... ① نیت وضوء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ علماء احناف ؒ کے نزدیک وضوء میں نیت کرنا مسنون ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضوء میں نیت کرنا فرض ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی پہلی دلیل یہ حدیث مبارک ہے "**انما الاعمال بالنیات**" یعنی اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور وضوء بھی ایک عمل ہے لہٰذا یہ بھی نیت پر موقوف ہوگا، دوسری دلیل یہ کہ وضوء ایک عبادت ہے اور عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**وَما امروا الا لیعبد واللّٰه مخلصین له الدین**" اور اخلاص نیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کوئی عبادت بغیر نیت کے معتبر نہیں ہے۔

تیسری دلیل یہ کہ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے اور تیمم میں تم بھی نیت کو فرض ہی کہتے ہو۔ جب تیمم میں نیت فرض ہے

تو وضو میں بھی نیت فرض ہوگی۔

ہماری پہلی دلیل آیت کریمہ "**یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ الخ**" ہے کہ اسمیں فرائض وضوء کا ذکر ہے جن میں نیت مذکور نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ کہ وضوء نماز کی شرط ہے اور نماز کی بقیہ شرائط نیت کی محتاج نہیں ہیں لہٰذا وضوء بھی نیت کا محتاج نہ ہوگا۔

تیسری دلیل یہ کہ آپ ﷺ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے وضوء کی تعلیم دیتے ہوئے نیت کو ذکر نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ نیت فرض نہیں ورنہ آپ ﷺ موقعہ تعلیم میں ضرور اسکی تعلیم دیتے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اسمیں مضاف (ثواب) محذوف ہے تقدیر عبارت ثواب الاعمال ہے مطلب یہ کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے نفسِ عمل نیت پر موقوف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ اعمال سے مراد عبادات بلکہ طاعات مستقلہ ہیں اور وضو طاعت مستقلہ نہیں بلکہ نماز کیلئے وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مباحات شرعاً بغیر نیت کے معتبر ہوتے ہیں۔ مثلاً نکاح، طلاق وغیرہ۔

دلیل ارشادِ باری تعالیٰ "**وما امروا الالیعبدوا اللہ الخ**" کا جواب یہ ہے کہ وضوء بغیر نیت کے عبادت نہیں ہوسکتا۔ البتہ **مفتاح للصلوٰۃ** ہوسکتا ہے کیونکہ نماز کی مفتاح طہارت ہے اور طہارت نیت کے ساتھ اور نیت کے بغیر دونوں طرح متحقق ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ پانی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک کرنے والا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "**انزلنا من السماء ماء طھورا**" لہٰذا پاک کرنے والے پانی کے استعمال سے وضو کا طہارت ہونا واقع ہوگیا خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔

تیسری قیاسی دلیل کا جواب یہ ہے کہ وضوء کو تیمم پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ وضو پانی سے ہوتا ہے اور پانی بذاتہ پاک کرنیوالا ہے اور مٹی بذاتہ پاک کرنے والی نہیں ہے۔ مگر پانی پر عدم قدرت کے وقت ارادۂ صلوٰۃ کی حالت میں پاک کرنے والی ہے پس مٹی سے پاکی حاصل کرنا امرِ تعبدی (خلاف قیاس) ہے اور امور تعبدیہ نیت کے محتاج ہوتے ہیں لہٰذا تیمم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

نیز دوسرا جواب یہ ہے کہ تیمم کا لغوی معنی قصد وارادہ ہے اور امور شرعیہ میں معنی لغوی ملحوظ ہوتے ہیں اس لیے تیمم میں نیت اور قصد کی شرط لگائی گئی ہے۔

❷ تیمم میں نیت کا حکم:۔ تیمم میں بالاتفاق نیت فرض ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا۔

❸ وضو اور تیمم کی نیت میں فرق کی وجہ:۔ اختلاف کی تشریح میں اس فرق کی بھی وضاحت گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ...... **وَاِنْ صَلّٰی اَرْبَعًا وَلَمْ یَقْرَأْ فِیْهِنَّ شَیْئًا اَعَادَ رَکْعَتَیْنِ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَعِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ یَقْضِیْ اَرْبَعًا وَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ عَلٰی ثَمَانِیَةِ اَوْجُهٍ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں۔ حضرات فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کریں۔ مذکورہ مسئلہ کی تمام صورتیں ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) فقہاء کا اختلاف (۳) مسئلہ کی صورتیں۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② فقہاء کا اختلاف:۔ اگر کسی نے نفل کی چار رکعتیں پڑھیں اور کسی رکعت میں بھی قرأت نہیں کی تو طرفینؒ کے نزدیک دو رکعت کی قضاء کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چار رکعت کی قضاء کرنا واجب ہے اس اختلاف سے قبل اصول ائمہ کو سمجھ لیں۔

اصول ائمہؒ: امام محمدؒ کی اصل یہ ہے کہ پہلی دو رکعت میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت نہ کرنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے۔ کیونکہ تحریمہ افعال کیلئے منعقد کیا جاتا ہے اور افعال ترک قرأت کی وجہ سے فاسد ہو جاتے ہیں لہٰذا تحریمہ جو افعال کیلئے منعقد کیا جاتا ہے وہ بھی فاسد ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی اصل (ضابطہ) یہ ہے کہ شفعہ اوّل میں قراءت کو ترک کرنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا بلکہ ادا کو فاسد کرتا ہے کیونکہ قرأت ایک رکن زائد ہے چنانچہ گونگے کے حق میں نماز بلا قرأت ہے۔ البتہ بغیر قرأت کے ادا صحیح نہیں ہوتی اور فساد ادا ترک ادا سے کم درجہ ہے مثلاً حدث ہو گیا وضو کیلئے گیا تو اس صورت میں اس نے ادا چھوڑ دی مگر تحریمہ باطل نہیں ہوئی۔ پس جب ترکِ ادا سے تحریمہ باطل نہیں ہوتی تو فسادِ ادا سے بطریق اولیٰ تحریمہ باطل نہ ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ کی اصل یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت چھوڑنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے اور ایک رکعت میں قراءت کو ترک کرنا تحریمہ کو باطل نہیں کرتا۔

پہلی بات کی دلیل یہ ہے کہ نفل کا ہر شفع مستقل نماز ہے۔ پس اس میں قرأت کو چھوڑنا نماز کو قرأت سے خالی کرنا ہے اور قرأت سے خالی ہونیکی صورت میں نماز اس طرح فاسد ہو جاتی ہے کہ اسکی قضاء واجب ہوتی ہے اور تحریمہ بھی باطل ہو جائیگی۔

دوسری بات کی دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت میں بھی ترک قرأت سے قیاساً تحریمہ باطل اور نماز فاسد ہونی چاہیے جیسا کہ نماز فجر میں ایک رکعت کی ترک قرأت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر ایک رکعت میں ترکِ قرأت کی وجہ سے نماز کا فاسد ہونا مختلف فیہ ہے پس ہم نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ ایک رکعت میں ترک قرأت سے نماز تو فاسد ہو جائیگی اور قضاء بھی واجب ہوگی، مگر شفع ثانی کے لزوم کے حق میں تحریمہ باقی رہے گی۔

اس تفصیل کے بعد مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ جب مصلی نے چاروں رکعتوں میں قرأت نہیں کی تو طرفین کے نزدیک شفع اول میں ترک قرأت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہوگئی جب تحریمہ باطل ہوگئی تو شفع ثانی کا شروع کرنا درست نہ ہوا۔ پس گویا کہ اس نے دو رکعت کی ہی نیت باندھی تھی اور انہی کو فاسد کر دیا اس لیے صرف دو رکعت کی قضاء واجب ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تحریمہ باطل نہیں ہے لہٰذا شفع ثانی کو شروع کرنا بھی صحیح ہوا، مگر ترک قرأت کی وجہ سے چاروں رکعتیں فاسد ہیں لہٰذا چاروں رکعتوں کی قضاء واجب ہے۔

③ مذکورہ مسئلہ کی صورتیں:۔ مذکورہ مسئلہ کی آٹھ صورتیں ہیں۔ ① چاروں میں قرأت کو ترک کر دیا گیا ہو ② شفع ثانی میں ترک کر دیا گیا ہو ③ شفع اول میں ترک کیا گیا ہو ④ شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑤ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑥ شفع اول کی کسی ایک رکعت میں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑦ شفع ثانی کی دونوں رکعتوں اور شفع اول کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو ⑧ شفع اول کی دونوں رکعتوں اور شفع ثانی کی کسی ایک رکعت میں ترک کیا گیا ہو۔ الکفایہ

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... **اَلسَّفَرُ الَّذِیْ یَتَغَیَّرُ بِهِ الْاَحْكَامُ اَنْ یَقْصِدَ مَسِیْرَةَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا بِسَیْرِ الْاِبِلِ وَمَشْیِ الْاَقْدَامِ وَالسَّیْرُ الْمَذْكُوْرُ هُوَالْوَسَطُ وَلَایُعْتَبَرُ السَّیْرُ فِی الْمَاءِ۔ وَفَرْضُ الْمُسَافِرِفِی الرُّبَاعِیَّةِ رَكْعَتَانِ لَا یَزِیْدُ عَلَیْهِمَا۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، صاحب ہدایہ کے طرز پر عبارت کی تشریح کریں، قصر واجب ہے یا سنت؟ دلائل کیساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) قصر کا حکم مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں سفر اور قصر نماز کے احکام کو ذکر فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ وہ سفر جس سے احکام تبدیل ہوتے ہیں (مثلاً قصر نماز، مدت مسح وغیرہ) وہ یہ ہے کہ انسان تین دن اور تین رات کے چلنے کا ارادہ کرے اور چلنے سے مراد انسان کا پیدل چلنا یا اونٹ کی درمیانی چال ہے اور یہی رفتار اوسط درجہ کی رفتار ہے جس کی مسافت اڑتالیس میل ہے۔ اور تین دن وتین رات کی دلیل فرمان نبوی ﷺ ہے" **یمسح المقیم کمال یوم ولیلة والمسافر ثلثة ایام ولیالیها** طریقۂ استدلال یہ ہے کہ المسافر کا الف لام استغراق کا ہے یعنی مسح کی رخصت ہر مسافر کو شامل ہوگی لہٰذا ہر مسافر تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اقل مدت سفر تین دن اور تین رات ہو۔ اگر اقلِ مدت سفر تین دن وتین رات سے کم ہو تو پھر ہر مسافر کا تین دن اور تین رات تک مسح پر قادر ہونا ممکن نہیں رہیگا۔ حالانکہ حدیث سے ہر مسافر کیلئے تین دن اور تین رات مسح کرنے کی قدرت ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ سفر کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ اور یہی رفتار اوسط درجہ کی رفتار ہے جس کی مسافت ۴۸ میل ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقل مدت سفر دو دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مدت سفر ایک دن اور ایک رات ہے۔

امام احمدؒ امام مالکؒ کے نزدیک اقل مدت سفر چار فرسخ (بارہ میل) ہے جبکہ ہماری پیش کردہ حدیث ان تمام اقوال کیخلاف حجت ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دریائی سفر میں خشکی کی رفتار معتبر نہ ہوگی۔ مثلاً ایک مقام تک پہنچنے کے دو راستے ہیں ایک دریا کا، دوسرا خشکی کا، خشکی کے راستہ سے اس مقام تک تین دن وتین رات کی مسافت نہیں ہے اور دریائی راستہ سے تین دن وتین رات کی مسافت ہے تو اگر کوئی شخص دریائی راستہ سے سفر کرے گا تو اس میں خشکی کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ بحری سفر کا ہی اعتبار ہوگا لہٰذا اس کو رخصت سفر ہوگی۔ جیسا کہ پہاڑی راستہ میں پہاڑی مسافت ہی معتبر ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مسافر کی رباعی نماز (چار رکعت والی نماز) دو رکعت ہے یعنی وہ فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھے گا ان پر اضافہ نہیں کر سکتا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسکو قصر یعنی دو پڑھنے کی اجازت ہے مگر چار رکعت کا پڑھنا اولیٰ وافضل ہے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل روزہ پر قیاس ہے کہ جس طرح مسافر کیلئے رمضان میں افطار کی اجازت ہے مگر روزہ رکھنا افضل ہے

اسی طرح رباعی نماز میں قصر کی اجازت ہے مگر اتمام اولیٰ و افضل ہے۔

دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے "**فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ**" یعنی تم پر نماز کا قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لا جناح کا لفظ اباحت کیلئے آتا ہے نہ کہ وجوب کیلئے یعنی قصر کرنا مباح ہے واجب نہیں ہے۔

تیسری دلیل حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے "**انما صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ**" یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آیت قصر "**ان خفتم**" مجھ پر مشتبہ ہوگئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم قصر کریں حالانکہ ہم بالکل مامون ہیں ہمیں کسی چیز کا خوف نہیں ہے اور قصر کی اجازت خوف کی صورت میں تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قصر نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو اس حدیث میں قصر کا نام صدقہ رکھا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس پر صدقہ کیا جائے اسکو صدقہ قبول کرنے میں اختیار ہوتا ہے صدقہ قبول کرنا اس پر لازم نہیں ہوتا۔

احناف کی پہلی دلیل یہ ہے کہ مسافر اگر قصر کرے اور آخری دو رکعتوں کو ترک کردے تو مقیم ہونے کے بعد نہ ان کی قضاء ہے اور نہ ان کے چھوڑنے پر وہ گنہگار ہے اور قضاء کا واجب نہ ہونا اور گنہگار نہ ہونا شفع ثانی کے نفل ہونے کی علامت ہے معلوم ہوا کہ مسافر پر رباعی نماز میں فقط دو رکعتیں ہی واجب ہیں۔

دوسری دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "**فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فاقرت صلوٰۃ السفر وزیدت فی الحضر**" کہ شروع میں نماز دو دو رکعت فرض تھی، پھر سفر کی نماز کو اسی حال پر برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز میں اضافہ کردیا گیا۔

تیسری دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے "**افترض رسول اللہ رکعتین فی السفر کماافترض فی الحضر اربعا**" کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں جیسا کہ حضر میں چار رکعت فرض ہیں۔

چوتھی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ہے "**صحبت رسول اللہ ﷺ فی السفر لم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت عمر فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت عثمان فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ وقد قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**" کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں سفر میں بالترتیب رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھی ہوا اور سب نے سفر میں دو رکعت نماز ہی پڑھی، یہاں تک کہ اسی عمل پر انکا وصال ہوتا چلا گیا کسی نے بھی دو رکعت پر اضافہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو ہمارے لیے بہترین نمونہ بنایا ہے ان تمام احادیث سے سفر میں دو رکعت کا ہونا ثابت ہوا اگر نماز سفر چار رکعت پڑھنا افضل ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی بھی اس فضیلت کو ترک نہ کرتے۔

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل (روزہ پر قیاس) کا جواب یہ ہے کہ سفر کی نماز کو روزہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مسافر کیلئے ترک روزہ کی اجازت ہے مگر بعد میں اس کی قضاء واجب ہے جبکہ مسافر پر دو رکعت پڑھنے کی صورت میں آخری دو رکعت کی قضاء لازم نہیں ہے لہٰذا کسی چیز کے ترک پر نہ بدل واجب ہو اور نہ گناہ ہو تو یہ اس چیز کے نفل ہونے کی علامت ہے۔

امام شافعی کی دوسری دلیل (**لیس علیکم جناح**) کا جواب یہ ہے کہ آیت میں اصل نماز کا قصر مراد نہیں بلکہ اوصاف کا قصر

مراد ہے یعنی دشمن کے خوف کی وجہ سے قیام کو چھوڑ کر قعود اختیار کرنا اور رکوع وسجود کو چھوڑ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنا مباح ہے واجب نہیں ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اصل نماز کا قصر مراد ہو تو پھر "لیس علیکم جناح" اباحت کیلئے نہیں بلکہ وجوب کیلئے ہے جیسا کہ "فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما" میں لاجناح کا لفظ بالاتفاق سعی بین الصفا و المروۃ کے وجوب کیلئے ہے۔

امام شافعیؒ کی تیسری دلیل حدیث عمر ؓ (انها صدقة) کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں "اقبلوا صدقته" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے پس یہ احناف کی دلیل ہوئی نہ کہ شوافع کی دلیل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی دو قسمیں ہیں۔ ① تملیکات جیسے مال کا صدقہ کرنا ② اسقاطات یعنی ساقط کرنا جیسے آزاد کرنا، قصاص کو معاف کرنا، قاعدہ ہے کہ تملیکات والا صدقہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے۔ جبکہ اسقاطات والا صدقہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتا۔ اور قصر نماز کا تعلق اسقاطات سے ہے لہٰذا یہ صدقہ رد کرنے سے رد نہیں ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ قصر واجب ہے۔

③ قصر کا حکم مع الدلائل:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ...... **وَمَنْ قَتَلَهُ اَهْلُ الْحَرْبِ اَوْاَهْلُ الْبَغْيِ اَوْقُطَّاعُ الطَّرِيْقِ فَبِاَيِّ شَيْئٍ قَتَلُوْهُ لَمْ يُغْسَلْ وَاِذَا اسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِلَ عِنْدَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَايُغْسَلُ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کریں، شہید کی تعریف کریں مذکورہ مسئلہ میں حضرات فقہاء کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) شہید کی تعریف (۴) اختلاف فقہاء مع الدلائل۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص کو قتل کیا ہو اہل حرب نے یا باغیوں نے یا ڈاکوؤں نے خواہ کسی بھی چیز سے قتل کیا ہو، اسے غسل نہیں دیا جائیگا۔ اور جب شہید ہوا جنبی آدمی تو اسکو غسل دیا جائیگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غسل نہیں دیا جائیگا۔

③ شہید کی تعریف:۔ شہید وہ شخص ہے جسکو مشرکین نے قتل کر ڈالا ہو یا وہ میدان جنگ میں مارا ہوا پایا گیا اور اسکے جسم پر قتل کے آثار ہیں یا اسکو کسی مسلمان نے ظلماً قتل کیا ہو اور اسکے قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہوئی ہو۔

④ اختلاف فقہاء مع الدلائل:۔ اگر کوئی مسلمان حالت جنابت میں شہید ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ وامام احمد کے نزدیک اسکو غسل دیا جائیگا اور صاحبینؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک اسکو غسل نہیں دیا جائیگا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو غسل جنابت کی وجہ سے واجب ہوا تھا وہ موت سے ساقط ہو گیا کیونکہ موت کی وجہ سے وہ غسل کا مکلف ہی نہ رہا اور دوسرا غسل شہادت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا کیونکہ شہادت وجوب غسل سے مانع ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہادت میت والے غسل سے مانع تو ہے مگر پہلے سے واجب شدہ غسل کو رفع کرنے والی نہیں ہے۔ چنانچہ شہید کے کپڑے پر لگی ہوئی نجاست کو دھونا ضروری ہے مگر بدن کے خون کو دھونا ضروری نہیں ہے۔ پس شہادت رافع نہ ہونے کی وجہ

سے جنابت کو بھی دور نہ کرے گی۔ لہٰذا شہید جنبی کو غسل دینا واجب ہے اور اسکی تائید حضرت حنظلہؓ کی شہادت کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب وہ جنبی ہونے کی حالت میں شہید ہوئے تو فرشتوں نے انکو غسل جنابت دیا تھا پس معلوم ہوا کہ شہید جنبی کو غسل دینا واجب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۳ھ

الشق الاوّل ......**والزکوٰۃ عند ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ فی النصاب دون العفو وقال محمدؒ وزفرؒ فیھما۔**

مسئلہ مذکورہ کی تشریح کرکے ثمرۂ اختلاف واضح کریں حضرات ائمہ کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں۔

جواب ......مکمل جواب **کما مر فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۲۸ھ۔**

الشق الثانی ...... **ولا یجب فی العمر الّا مرّۃ واحدۃ۔**

دلائل کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں۔ حج واجب علی الفور ہے یا واجب علی التراخی؟ ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ احناف کے نزدیک حج کی کونسی قسم افضل ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت مع الدلائل (۲) وجوبِ حج علی الفور وعلی التراخی میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۳) حج کی افضل قسم کی نشاندہی۔

جواب ...... ① مسئلہ مذکورہ کی وضاحت مع الدلائل:۔ حج زندگی میں فقط ایک ہی مرتبہ فرض ہے ہر سال فرض نہیں ہے اور اسکی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسکے یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حج ہر سال ہے یا زندگی میں فقط ایک ہی مرتبہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ ہے پس جو شخص زیادہ حج کرے گا وہ نفل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ حج کو بیت اللہ کی طرف مضاف کرکے حج بیت اللہ کہا جاتا ہے اور اضافت سبب ہونے کی علامت ہے معلوم ہوا کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور سبب یعنی بیت اللہ متعدد ومکرر نہیں ہے بلکہ ایک ہی ہے پس مسبب یعنی حج بھی زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔

② وجوبِ حج علی الفور وعلی التراخی میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں تو اسپر اسی سال حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی واجب ہے؟ تو امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام احمدؒ، امام کرخیؒ کے نزدیک اسی سال حج علی الفور واجب ہے۔ اگر بلا عذر حج کو مؤخر کر دیا تو گنہگار ہوگا۔

امام محمدؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک حج علی التراخی واجب ہے۔ چنانچہ اگر اس نے پہلے سال حج نہ کیا بلکہ اسکو مؤخر کر دیا تو گنہگار نہ ہوگا۔ پھر امام محمدؒ کے نزدیک تاخیر کی اجازت ہے بشرطیکہ موت کی وجہ سے حج فوت نہ ہو جائے چنانچہ اگر اس نے حج کو مؤخر کیا اور بغیر حج کیے مرگیا تو گنہگار ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہ ہوگا اگرچہ وہ فوت ہو جائے۔

حضرات امام محمدؒ وامام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ فریضۂ حج کا وقت پوری زندگی ہے اور فریضۂ حج کیلئے پوری زندگی ایسی ہے جیسا کہ نماز کا وقت، پس جس طرح نماز کو آخر وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اسی طرح حج کو بھی آخر عمر تک مؤخر کرنا جائز ہے۔

حضرات شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حج ایک خاص وقت یعنی اشہر حج (شوال ذیقعدہ، ذی الحجہ) کے ساتھ مخصوص ہے اور جو چیز

کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہو اگر وہ فوت ہو جائے تو اسکو اسی وقت معینہ میں ہی ادا کرنا ہوتا ہے۔اب حج کا وقت فوت ہونے کے بعد دوبارہ ایک سال کے بعد آئے گا اور سال بھر کی مدت طویل ہے اس مدت میں موت وحیات دونوں برابر ہیں اس مدت میں موت کا آنا کوئی نادر نہیں ہے۔ بلکہ موت آسکتی ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ حج کا وقت تنگ کر دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ جس سال شرائط جمع ہو جائیں اسی سال حج فرض ہے اور حج کی ادائیگی میں جلدی کرنا بالاتفاق افضل ہے۔

بخلاف نماز کے وقت کے کہ اتنی دیر میں موت کا آنا نادر ہے۔اس لیے نماز کو اسکے وقت میں مؤخر کرنا خلاف احتیاط کام نہ ہوگا۔

❸ حج کی افضل قسم کی نشاندہی:۔ ہمارے نزدیک حج قران حج تمتع وافراد سے افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حج افراد تمتع اور قران سے افضل ہے امام مالک کے نزدیک حج تمتع، حج افراد وقران سے افضل ہے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤٣٤ھ

الشق الاوّل ...... فَإِنْ قَاءَ بَلْغَمًا فَغَيْرُنَا قِضٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ نَاقِضٌ إِذَا قَاءَ مَلَأَ الْفَمِ وَالْخِلَافُ فِيْ الْمُرْتَقِيْ مِنَ الْجَوْفِ.أَمَا النَّازِلُ مِنَ الرَّأْسِ فَغَيْرُنَا قِضٍ بِالْإِتِّفَاقِ.

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔قئی کے بارے میں حضرات ائمہ کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا لب لباب تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) مسئلہ قئی میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ و ❸ عبارت کی وضاحت، اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ کما مر فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱٤٣١ھ

الشق الثانی ...... فَصْلٌ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ اَلْاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ لِاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاظَبَ عَلَيْهِ وَيَجُوْزُفِيْهِ الْحَجَرُوَمَا قَامَ مَقَامَهُ يَمْسَحُهُ حَتّٰى يُنْقِيَهِ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَالْاِنْقَاءُ فَيُعْتَبَرُ مَاهُوَالْمَقْصُوْدُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَدَدٌ مَسْنُوْنٌ.

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔استنجاء میں احجار کے عدد کے بارے میں ائمہ کرامؒ کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) عددِ احجار فی الاستنجاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں استنجاء کے احکام کا ذکر ہے تو اولاً استنجاء کی شرعی حیثیت بیان کی کہ آنحضرت ﷺ کے استنجاء پر مواظبت فرمانے کی وجہ سے یہ سنت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ استنجاء میں پتھر اور جو اس کے قائم مقام ہو نجاست کو صاف کرنے میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور اس کی کیفیت یہ ہو کہ استنجاء کی جگہ اس قدر صاف کرے کہ وہ پاک ہو جائے گویا پتھر وغیرہ میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے بلکہ پاکی حاصل

کرنا مقصود ہے لہٰذا مقصود کا ہی اعتبار ہوگا۔

③ عدد احجار فی الاستنجاء میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک استنجاء میں پتھروں کی کوئی تعداد مسنون نہیں ہے۔ بلکہ پاکی حاصل کرنا مقصود ہے خواہ وہ تین پتھروں سے حاصل ہو یا کم زیادہ سے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک تین پتھروں کا استعمال ضروری ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جسکے آخر میں ہے **"لیستنج بثلاثة احجار"** کہ جب تم میں سے کوئی قضاء حاجت کیلئے جائے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے اور تین پتھروں سے استنجاء کرے، اس حدیث میں **"لیستنج"** امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے ہے پس معلوم ہوا کہ تین پتھروں کا استعمال ضروری ہے۔

ہماری دلیل بھی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے جس میں یہ الفاظ ہیں **"من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج"** کہ تم میں سے جو بھی استنجاء کیلئے پتھر استعمال کرے پس اس کو چاہیے کہ طاق پتھر استعمال کرے، جس نے طاق پتھر استعمال کیے اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اسپر کوئی گناہ نہیں ہے اور ایتار (طاق) جس طرح تین کے عدد میں پایا جاتا ہے اسی طرح ایک، پانچ اور سات کے عدد سے بھی متحقق ہو جاتا ہے لہٰذا تین کا عدد ضروری نہیں ہے۔

نیز فرمایا کہ جس نے ایتار نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ ترکِ استنجاء میں کوئی گناہ نہیں ہے اور جس چیز کے ترک پر کوئی گناہ نہ ہو وہ چیز فرض یا واجب نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ استنجاء کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے اس لیے کہ اگر کسی نے ایسے پتھر سے استنجاء کیا جس کے تین کونے ہوں یہ بالاتفاق جائز ہے معلوم ہوا کہ تین کا عدد شرط نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے استنجاء کیلئے پتھر مانگے تو وہ دو پتھر اور ایک لید کا ٹکڑا لے آئے۔ پس آپ ﷺ نے پتھر لے لیے اور لید کو نجس کہہ کر پھینک دیا اور تیسرا پتھر نہیں منگوایا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ تین پتھر ضروری نہیں ہیں۔ ورنہ آپ ﷺ ضرور تیسرا پتھر منگواتے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... **باب الامامة، الجماعة سنة مؤكدة لقوله الجماعة من سنن الهدى لا يختلف عنها الامنافق واولىٰ الناس بالامامة اعلمهم بالسنة۔**

عبارت مذکورہ کی وضاحت کریں، احق بالامامۃ کی تفصیل کتاب کے مطابق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ دو امر ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) احق بالامامۃ کی تفصیل۔

جواب ...... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اولاً جماعت کی شرعی حیثیت کا ذکر ہے کہ جماعت سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کے سنت ہونے کی دلیل ارشادِ نبوی ﷺ ہے **"الجماعة من سنن الهدى لايتخلف عنها الامنافق"** کہ

جماعت سنن ھدیٰ میں سے ہے اس سے صرف منافق ہی پیچھے رہتا ہے۔اور سنن ھدیٰ وہ سنت ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے بطریق عبادت مواظبت فرمائی ہو مگر کبھی اسکو ترک بھی کر دیا ہو، ایسی سنت شعائر اسلام میں سے ہوتی ہے اسکا ترک کرنا ضلالت ہوتا ہے، اسکے مقابلہ میں سنن زائدہ وہ سنت ہے جس پر آپ ﷺ نے بطریق عادت مواظبت فرمائی ہو اس کے ترک کی گنجائش ہے جیسے تہجد کی نماز وغیرہ۔اسکے بعد احق بالامامۃ کی تفصیل ہے جو کہ مابعد میں مذکور ہے۔

❷ احق بالامامۃ کی تفصیل :۔ امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سنت یعنی ان احکام شرعیہ کا جاننے والا ہو جو نماز کے ساتھ متعلق ہیں مثلاً نماز کی شرائط، ارکان، سنتیں اور آداب نماز کو جاننے والا ہو بشرطیکہ اتنی قراءت پر بھی قادر ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سب سے زیادہ مستحق بالامۃ وہ ہوگا جو سب سے اچھا قاری قرآن ہو بشرطیکہ بقدر ضرورت علم رکھتا ہو۔اگر علم میں سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے اچھا قاری قرآن ہو۔اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ سنت کا جاننے والا ہو۔اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہو اگر سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

الشق الثانی ...... باب فی سجدة التلاوة: قال سجود التلاوة فی القرآن اربعة عشر.

قرآن کریم میں سجدوں کی تفصیل بیان کریں، سجدۂ تلاوت کس کے ذمہ میں واجب ہوتا ہے اور سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ پوری تفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) سجدۂ تلاوۃ کی تفصیل (۲) سجدۂ تلاوت کا وجوب وطریقہ۔

جواب ...... ❶ سجدۂ تلاوت کی تفصیل :۔ قرآن پاک میں چودہ آیات سجدہ ہیں: ① سورۂ اعراف کے آخر میں (**ان الذین عند ربك لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون**) پ۹ ع۱۴، ② سورۂ رعد میں ہے (**ولله یسجد من فی السموٰت والارض طوعًا وکرهًا وظللهم بالغدو والاصال**) پ۱۳ رکوع ۸، ③ سورۂ نحل میں ہے (**یخافون ربهم من فوقهم و یفعلون ما یؤمرون**) پ۱۴، ع۱۲، ④ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے (**ویخرون للاذقان یبکون ویزیدهم خشوعًا**) پ۱۵، ع۱۲، ⑤ سورۂ مریم میں ہے (**اذا تتلی علیهم اٰیات الرحمٰن خرّوا سجدًا وبکیًا**) پ۱۶، ع۷، ⑥ سورۂ حج کا پہلا سجدہ ہے (**ومن یهن الله فماله من مکرم ان الله یفعل ما یشاء**) پ۱۷، ع۹، ⑦ سورۂ فرقان میں ہے (**واذا قیل لهم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمن انسجد لما تأمرنا وزادهم نفورًا**) پ۱۹، ع۳، ⑧ سورۂ نمل میں ہے (**ما تخفون وما تعلنون الله لا اله الا هو رب العرش العظیم**) پ۱۹، ع۱۷، ⑨ سورۂ سجدہ (الم تنزیل) میں ہے (**انما یؤمن باٰیاتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون**) پ۲۱ ع۱۵ ⑩ سورۂ ص میں ہے (**فغفرنا له ذالك وان له عندنا لزلفی وحسن مآب**) پ۲۳، ع۱۱، ⑪ سورۂ حم سجدہ میں ہے: (**یسبحون له باللیل والنهار وهم لایسئامون**) پ۲۴، ع۱۹، ⑫ سورۂ النجم میں ہے: (**فاسجدو لله واعبدو ا**) پ۲۷، ع۷، ⑬ سورۂ انشقاق میں ہے: (**واذا قرئ علیهم**

القرآن لایسجدون) پ۳۰،ع۹، ⑭ سورۂ علق میں ہے: **(واسجدو اقترب)** پ۳۰،ع۲۱۔

صاحب ہدایہ نے ان چودہ مواضع سجدہ پر مصحف عثمان رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے اور مصحف عثمان رضی اللہ عنہ ہی معتمد ہے۔

② سجدۂ تلاوت کا وجوب وطریقہ:۔ مذکورہ چودہ آیات کے پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر خواہ اس نے قرآن کریم سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ان دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہے اور دیگر تینوں ائمہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ جب سجدۂ تلاوت کرنے کا ارادہ ہو تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائے بغیر تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر زمین سے اٹھالے اور اس پر دلیل نماز کے سجدہ پر قیاس ہے۔ گویا سجدۂ تلاوت کرنے والے پر نہ تحریمہ ہے اور نہ تشہد وسلام ہے اور تکبیرات کا کہنا بھی مسنون ہے، واجب نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳٤ھ

الشق الاوّل ...... **بَـابُ صَـدَقَةِ الْـفِطْرِ: قَالَ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ إِذَاكَانَ مَالِكًا لِمِقْدَارِ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكَنِهٖ وَثِيَابِهٖ وَأَثَاثِهٖ وَفَرَسِهٖ وَسَلَاحِهٖ وَعَبِيْدِهٖ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، صاحب کتاب کے انداز میں عبارتِ مذکورہ کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں صدقہ فطر کے وجوب کے متعلق شرائط کا ذکر ہے تو فرمایا کہ صدقہ فطر واجب ہے اس شخص پر جو آزاد مسلمان ہو جبکہ وہ مقدارِ نصاب کا مالک ہو جو اسکے مسکن (رہائش) کپڑوں، گھریلو سامان، گھوڑے، ہتھیار اور خدمت کے غلاموں کے علاوہ ہو یعنی ان چیزوں کے علاوہ اسکے پاس مال بقدرِ نصاب موجود ہے۔

صدقہ فطر کا وجوب آپ ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہے **"ادوا عن کل حرو عبد صغیر او کبیر نصف صاع من براو صاعا من شعیر"** یعنی ادا کرو یہ آزاد وغلام کی طرف سے خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو۔ نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کا، یہ حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے دلیل ظنی ہے اور دلیل ظنی سے وجوب تو ثابت ہو سکتا ہے مگر فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

آزاد ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ صدقہ فطر کی ادائیگی کیلئے تملیک یعنی دوسرے کو مالک بنانا ضروری ہے اور غلام خود اپنی ذات کا مالک نہیں تو اس کی ملک میں مال کہاں سے ہوگا؟ جب اس کی ملک میں ہی مال نہیں تو وہ دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا۔ اسی وجہ سے غلام پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے اسکے مولیٰ پر واجب ہے۔

مسلمان ہونے کی شرط اسلئے لگائی کہ صدقہ فطر عبادت وقربت ہے اور کوئی عبادت کافر کی طرف سے متحقق نہیں ہو سکتی۔

صاحب نصاب (مالدار) ہونے کی شرط اسلئے لگائی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **"لا صدقة الاعلی ظهر غنی"** کہ صدقۂ فطر واجب نہیں ہے مگر مالدار پر اور شریعت میں مالدار اسی کو کہتے ہیں جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کیخلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ایک دن رات کی روزی سے زائد کا مالک ہو۔

نصاب (مال) کے مذکورہ حاجاتِ اصلیہ سے زائد ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اگر مال موجود ہے مگر حاجاتِ اصلیہ یعنی ضروریات کے ساتھ گھرا ہوا ہے تو وہ معدوم شمار ہوگا جیسا کہ پینے کا پانی حالتِ سفر میں مقیم کے حق میں معدوم شمار ہوتا ہے۔ اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ وجوبِ صدقہ کے نصاب میں نمو (بڑھنا، اضافہ) کی شرط نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس غیر نامی مال بقدرِ نصاب موجود ہے تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور جو شخص اس نصاب کا مالک ہے اس کے لیے صدقہ لینا حرام ہے اور اس پر قربانی وصدقۂ فطر واجب ہے۔

الشق الثانی......**باب القران: القران افضل من التمتع والافراد.**

درج ذیل کی تعریف کریں، حج افراد حج قران، حج تمتع، نیز حج کی اقسام ثلاثہ میں سے کونسی قسم افضل ہے؟ اس کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف کو دلائل کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حاصل دوامر ہیں (۱) حج کی اقسامِ ثلاثہ کی تعریف (۲) حج کی افضل قسم میں اختلافِ ائمہ مع الدلائل۔

جواب...... ❶ **حج کی اقسامِ ثلاثہ کی تعریف:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۲ھ۔**

❷ **حج کی افضل قسم میں اختلافِ ائمہ مع الدلائل:۔** ہمارے نزدیک حج قران افضل ہے حج تمتع اور افراد سے، امام شافعیؒ کے نزدیک حج افراد افضل ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک حج تمتع افضل ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ حج تمتع کا قرآن کریم میں ذکر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "**فمن تمتع بالعمرة الی الحج**" اور یہ مسلم ہے کہ جو چیز قرآن کریم میں مذکور ہے وہ بہتر ہے اس سے جو قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل حدیث عائشہ ؓ "**القران رخصة**" یعنی حج قران رخصت ہے۔ اور افراد عزیمت ہے اور ظاہر ہے کہ عزیمت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے، بہ نسبت رخصت کو اختیار کرنے کے، نیز حج افراد میں تلبیہ، سفر اور حلق کی زیادتی ہے بایں طور کہ قارن حج وعمرہ دونوں کیلئے ایک ہی سفر کریگا، ایک ہی تلبیہ کہے گا اور ایک ہی حلق کریگا اور مفرد حج کیلئے تنہا سفر کریگا تنہا تلبیہ کہے گا اور تنہا حلق کرے گا، گویا قران میں تینوں چیزیں حج وعمرہ میں منقسم ہوجاتی ہیں اور افراد میں منقسم نہیں ہوتیں۔

ہماری پہلی دلیل ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اے الِ محمد تم حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھو (قران کرو) اس میں آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو قران کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر اپنی اولاد کو شئی افضل کا ہی حکم دیگا، نہ کہ شئی مفضول کا معلوم ہوا کہ قران افضل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قران کی صورت میں دو عبادتیں (حج وعمرہ) جمع ہو جاتی ہیں اور یہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی شخص روزہ اور اعتکاف کو جمع کرے اور جہاد کے میدان میں تہجد بھی پڑھے اور لشکرِ اسلام کی حفاظت بھی کرے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں قران کی رخصت اور افراد کی عزیمت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اہل جاہلیت کے باطل عقیدہ کی تردید کرنا مقصود ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ **اشھر حج** میں عمرہ کی اجازت نہیں ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے بلکہ قران رخصتِ اسقاط ہے اور رخصتِ اسقاط اس شریعت میں عزیمت ہے پس جب قران کی

اجازت ہے تو گویا اشھر حج میں عمرہ کی اجازت ہے۔

عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ تلبیہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔لہٰذا قارن کو چاہیے کہ وہ مفرد کے مقابلہ میں زیادہ تلبیہ کہے اور سفر مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود حج ہے سفر اسکا وسیلہ ہے اور حلق بنفسہ عبادت نہیں بلکہ عبادت سے خروج ہے اسلئے یہ بھی وجہ ترجیح نہیں ہے۔

امام مالکؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قران کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے اور امر کے صیغہ کے ساتھ ہے "**اتموا الحج والعمرة للّٰہ**" کہ اپنے گھروں سے ہی حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھو۔

ہمارا مذہب راجح ہے، اس لئے کہ قران کی صورت میں حج کے احرام میں تعجیل ہے کیونکہ حج کا احرام ساتھ ہی باندھ لیا جاتا ہے اور تعجیل صفتِ محمودہ ہے۔

نیز قران میں حج وعمرہ دونوں کا احرام میقات سے لیکر دونوں کے افعال سے فراغت تک برابر باقی رہتا ہے۔ بخلاف تمتع کے کہ اس میں افعال عمرہ کی ادائیگی کے بعد محرم آدمی احرام سے نکل جاتا ہے اور احرام میں استقامت بھی محمود ہے لہٰذا قران تمتع سے اولیٰ وافضل ہے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ...... **الغدير العظيم الذى لايتحرك احد طرفيه بتحريك الطرف الأخر اذا وقعت نجاسة فى احدجا نبيه جاز الوضوء من الجانب الأخر۔**

عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کریں۔غدیرِ عظیم کی تعریف اور حکم فقہاءِ حنفیہ کے اقوال کی روشنی میں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) غدیرِ عظیم کی تعریف وحکم۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ بڑا تالاب وہ ہے کہ نہ حرکت کرے اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے کو حرکت دینے کی وجہ سے، جب گر جائے نجاست اس کی ایک جانب میں تو جائز ہے وضوء کرنا دوسری جانب سے۔

❷ غدیرِ عظیم کی تعریف وحکم:۔ غدیرِ عظیم وہ بڑا تالاب ہے کہ جس کے ایک کنارہ پر پانی کو حرکت دینے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے۔

پھر حرکت دینے میں فقہاءِ حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں۔امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ ادنی درجہ کے غسل کرنے کی حرکت مراد ہے یعنی ایک کنارہ پر ادنی درجہ کا غسل کرنے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے اور غسل کے ساتھ حرکت کا اعتبار اس وجہ سے کیا کہ تالاب پر عموماً غسل کی حاجت ہی پیش آتی ہے۔یہی امام ابو یوسفؒ کا مذہب بھی ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وضوء کرنے کی حرکت معتبر ہے یعنی ایک کنارہ پر وضو کرنے سے دوسرے کنارہ کا پانی حرکت نہ کرے اور وجہ یہ ہے کہ یہ غسل کے ذریعہ اور ہاتھ کے ذریعہ حرکت دینے کے حساب سے اوسط درجہ کی حرکت ہے اس وجہ سے اس کا اعتبار کیا۔

علماءِ متاخرین میں سے بعض نے کہا کہ غدیرِ عظیم کا اندازہ مساحت سے ہوگا اور وہ دہ دردہ (دس مربع گز) ہے صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ متاخرین کے اسی قول پر فتویٰ ہے۔

غدیرِ عظیم کا حکم یہ ہے اگر اس کے ایک کنارہ پر نجاست واقع ہو جائے تو دوسرے کنارہ سے وضو وغیرہ جائز ہے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ حرکت کا اثر نجاست کے اثر سے زیادہ ہے جب حرکت کا اثر دوسرے کنارہ پر نہیں پہنچا تو نجاست کا اثر بھی نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا دوسرے کنارہ سے وضو و غسل کرنا جائز ہے۔

الشق الثانی ...... **اقل الحیض ثلثة ایام ولیالیها وما نقص من ذلك فهو استحاضة۔**

حیض واستحاضہ کے فرق کو واضح کریں، اقلِ مدتِ حیض اور اکثر مدتِ حیض کو اختلاف ائمہ کے ساتھ مدلل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حاصل دو امر ہیں (۱) حیض واستحاضہ میں فرق (۲) اقل واکثر مدت حیض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ حیض واستحاضہ میں فرق:۔ حیض: وہ خون ہے جسکو ہر ماہ ایسی عورت کا رحم پھینکے جو بیمار بھی نہ ہو اور صغیرہ بھی نہ ہو اور وہ خون بچہ کی ولادت کا بھی نہ ہو۔

استحاضہ: وہ خون ہے جو عورت کو حیض ونفاس کے علاوہ آئے اسے بیماری کا خون کہا جاتا ہے دونوں کی تعریف سے فرق واضح ہو گیا کہ حیض عادت کے مطابق تندرست عورت کے خون کو کہتے ہیں اور استحاضہ عادت سے ہٹ کر بیماری کے خون کو کہتے ہیں۔

❷ اقل واکثر مدت حیض میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ ہمارے نزدیک اقلِ مدتِ حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اگر خون اس مدت سے کم آئے تو وہ استحاضہ ہے۔

دلیل یہ حدیث ہے جسکو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے **اقل الحیض للجاریة البكر والثیب ثلثة ایام ولیالیها واكثره عشرة ایام۔**

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ اقل مدت حیض ہے اور انکا استدلال للاکثر حکم الکل کے قاعدہ سے ہے کہ انہوں نے اکثر کو کل کے قائم مقام کرتے ہوئے اس پر کل کا حکم جاری کر دیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اقل مدت حیض ایک دن اور ایک رات ہے کیونکہ خون کے بہاؤ نے جب دن رات کی تمام ساعتوں کو گھیر لیا تو معلوم ہوا کہ یہ خون رحم سے ہونے کی وجہ سے حیض ہی ہے۔

ہماری طرف سے انکا جواب یہ ہے کہ شریعت نے اقل مدت حیض تین دن مقرر کی ہے اگر اس مدت سے کم پر اکتفا کیا جائے تو یہ تقدیر شرع سے کم کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

اکثر مدت حیض ہمارے نزدیک دس دن ہیں اور جو اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے اور ہماری دلیل وہی حدیث ہے جو اقل مدت حیض میں ابھی گزر چکی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر مدت حیض پندرہ دن ہے اور انکی دلیل حضور کا یہ ارشاد گرامی ہے "**تقعد احدٰهن شطر عمرها لاتصوم ولا تصلی**" یعنی عورت اپنی عمر کا نصف حصہ بیٹھی رہتی ہے۔ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ اس حدیث میں شطر بمعنی نصف ہے اور اس سے مراد حیض کا زمانہ ہے طریقہ استدلال یہ ہے کہ عمر کا اندازہ سالوں سے اور سالوں کا اندازہ مہینوں کے ساتھ ہوتا ہے اور مہینہ کا نصف پندرہ یوم ہیں معلوم ہوا کہ عورت حیض کی وجہ سے پندرہ دن نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ

رکھتی ہے۔پس اکثر مدت حیض پندرہ دن ہوئی۔

ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کرلیں تو پھر جواب یہ ہے کہ شطر سے اس کی حقیقت یعنی پورا نصف مراد نہیں بلکہ وہ عدد مراد ہے جو نصف کے قریب ہے اور وہ دس دن ہیں۔ کیونکہ بچپن،حمل اور ریاس کا زمانہ یقیناً اس سے مستثنیٰ ہے پس نصف تقریبی ہی مراد ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل......لَاتَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ قِيَامِهَا فِى الظَّهِيْرَةِ وَلَاعِنْدَ غُرُوْبِهَا وَلَا صَلٰوةُ جَنَازَةٍ وَلَاسَجْدَةُ تِلَاوَةٍ اِلَّا عَصْرَيَوْمِهٖ۔

عبارت پر اعراب لگائیں،عبارت میں مذکورہ مسائل کو صاحب ہدایہ کے طرز پر بیان کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حاصل دوامر ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسئلہ مذکورہ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مر فی السوال آنفا۔**

❷ مسئلہ مذکورہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نماز کے اوقات مکروہہ کو ذکر فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ ہمارے نزدیک سورج کے طلوع ہونے کے وقت،غروب ہونے کے وقت،عین استواء کے وقت جب سورج بالکل سر پر ہو ان تین اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نماز کے عدمِ جواز کی دلیل حدیث عقبہ بن عامر ؓ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہمیں ان تین اوقات میں نماز پڑھنے اور جنازہ پڑھنے سے البتہ مردہ کو دفن کرنا مکروہ نہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان تین اوقات میں فرائض کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔اسی طرح مکہ کے اندر کسی بھی وقت کوئی نماز مکروہ نہیں ہے گویا وہ فرائض اور مکہ کو خاص کرتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن اس سے خارج ہے۔جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل کا پڑھنا مباح اور جائز ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے اطلاق اور عموم کی وجہ سے امام شافعیؒ وامام ابو یوسفؒ کے خلاف حجت ہے کیونکہ اسمیں کسی قسم کی تخصیص وقید نہیں ہے۔

اسی مذکورہ حدیث کی وجہ سے ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے کی بھی ممانعت ہے۔

اسی طرح ان اوقات میں سجدۂ تلاوت بھی نہیں کرسکتا۔کیونکہ یہ نماز کے حکم میں ہے اور نماز سے ان اوقات میں نہی وارد ہے البتہ فرق یہ ہے کہ ان اوقات میں فرض نماز بالکل ممنوع ہے اور نماز جنازہ وسجدۂ تلاوت صرف مکروہ ہیں لہٰذا اگر کسی نے ان اوقات میں نمازِ جنازہ پڑھ لی یا سجدۂ تلاوت کرلیا تو جائز ہوجائیگا کیونکہ وہ جیسا لازم ہوا تھا ویسے ہی ادا ہوگیا۔

البتہ اگر اسی دن کی عصر کی نماز کسی شخص کی رہتی ہے ابھی اس نے نہیں پڑھی تو پھر غروب کے وقت وہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہے جو قائم ومتصل ہے جب سبب یہی وقت ہے تو اس شخص پر جیسی نماز واجب ہوئی تھی اس نے

ویسی ہی ادا کی اس لیے اسی دن کی عصر کی نماز بوقت غروب پڑھی جاسکتی ہے

اس کے برخلاف دوسری نمازیں جو اس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ ہیں وہ غروب کے وقت ادا نہ ہونگی۔ کیونکہ وہ نمازیں صفتِ کمال کے ساتھ واجب ہوئی تھیں۔اب اگر اس وقت انکو پڑھے گا تو ناقص وقت ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہوں گی۔

الشق الثانی ......یسجد للسھوفی الزیادۃ والنقصان سجدتین بعد السلام ثم یتشھد ثم یسلم۔

سجدہ سہو واجب ہے یا سنت؟ اختلافِ ائمہ بیان کریں۔سجدۂ سہو قبل السلام ہوتا ہے یا بعد السلام؟ صاحب ہدایہ کے طرز پر تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) سجدہ سہو کا حکم مع اختلاف ائمہؒ (۲) سجدۂ سہو کا وقت۔

جواب ...... ❶ سجدۂ سہو کا حکم مع اختلافِ ائمہؒ:۔ ائمہ احنافؒ، امام مالکؒ، وامام احمدؒ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

بعض علماءِ احنافؒ مثلاً امام ابوالحسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو سنت ہے۔

قولِ صحیح کی دلیل یہ ہے کہ سجدۂ سہو عبادت کے اندر پیدا ہونے والے نقصان کو پورا کرنے کیلئے واجب ہوا ہے چنانچہ اگر سجدۂ سہو سے نقصان کو پورا نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہے تا کہ نقصان پورا ہو جائے۔پس جب نقصان کو پورا کرنے کیلئے نماز کا اعادہ واجب ہے تو سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا۔تا کہ نقصان پورا ہو جائے۔

❷ سجدۂ سہو کا وقت:۔ کما مر فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱۴۲۸ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ...... قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْ قَلِيْلِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ وَكَثِيْرِهِ الْعُشْرُ سَوَاءٌ سُقِيَ سَيْحًا اَوْسَقَتْهُ السَّمَاءُ اِلَّا الْقَصَبُ وَالْحَطَبُ وَالْحَشِيْشُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ائمہ احناف کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں،عشری اور خراجی زمین کا فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) آئمہ احناف کا اختلاف مع الدلائل (۴) عشری وخراجی زمین میں فرق۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ زمین کی پیداوار میں خواہ کم ہو یا زیادہ عشر واجب ہے برابر ہے کہ جاری پانی سے سینچی گئی ہو یا بارش کے پانی سے سیراب کی گئی ہو مگر نرکل (کانا) ایندھن کی لکڑی اور گھاس (ان میں عشر واجب ہے)

❸ ائمہ احناف کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار خواہ کم ہو یا زیادہ ہو، ایک سال تک باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔زمین کو نہر کے جاری پانی سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے بہر صورت اس پیداوار پر عشر واجب ہے، صرف نرکل، ایندھن کی لکڑی اور گھاس پر عشر واجب نہیں ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک عشر کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ کہ وہ پیداوار بغیر کسی علاج کے ایک سال تک باقی رہ

سکتی ہو جیسے چاول گندم چنے وغیرہ دوسری شرط یہ کہ وہ پیداوار پانچ وسق (بارہ سو من) سے کم نہ ہو۔ اگر پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہے اور ایک سال تک باقی بھی رہ سکتی ہے تو پھر اس میں عشر واجب ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے "**لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة**" کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ (عشر) نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے "**لیس فی الخضروات صدقة**" صدقہ سے مراد عشر ہی ہے کیونکہ سبزیاں اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ لازم ہے اور عشر کے لازم نہ ہونے کی علت عدم بقا ہے پس جو چیز بغیر کیمیکل دوائی علاج کے سال تک نہ رہ سکے اسپر عشر نہیں ہے۔

تیسری دلیل عقلی یہ ہے کہ عشر بھی زکوٰۃ کی مانند ہے کیونکہ عشر کا تعلق بھی زمین کے نما کے ساتھ ہے جیسا کہ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے نما (بڑھنا) کی شرط ہے نیز زکوٰۃ کی طرح عشر بھی کافر پر واجب نہیں ہے۔ نیز عشر کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقات (زکوٰۃ وغیرہ) کا مصرف ہے پس معلوم ہوا کہ عشر زکوٰۃ کی مانند ہے اور زکوٰۃ کیلئے نصاب کا ہونا شرط ہے تاکہ تونگری اور غنیٰ متحقق ہو جائے۔ پس عشر کیلئے بھی نصاب کی شرط ہوگی تاکہ غنیٰ اور تونگری متحقق ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل قولِ باری تعالیٰ "**انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض**" کا عموم ہے کہ اس میں زمین کی مطلق پیداوار پر خواہ قلیل ہو یا کثیر، باقی رہنے والی ہو یا نہ ہو انفاق کا حکم ہے۔

دوسری دلیل ارشادِ نبوی ﷺ "**ما اخرجت الارض ففیه العشر**" کا عموم ہے۔

صاحبین کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ "**لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة**" میں زکوٰۃ تجارت مراد ہے یعنی مال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب کیلئے "**خمسة اوسق**" کی شرط ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ وسق کے حساب سے خرید و فروخت کرتے تھے اور ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو پانچ وسق کی قیمت دوسو درہم ہوئی اور دوسو درہم زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ معلوم ہوا کہ پانچ وسق کی شرط زکوٰۃ کیلئے ہے نہ کہ عشر کیلئے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عاشر (عشر وصول کرنے والے) کے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے سبزیاں لیکر گزرے اور عشر کی قیمت دینے سے انکار کرے تو عاشر سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ کیونکہ عاشر کے شہر سے دور رہنے کی وجہ سے ان سبزیوں کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ پڑی پڑی خراب ہو جائیں گی۔ اس وجہ سے وہ سبزیوں سے عشر وصول نہ کرے۔ بلکہ مالک کو چاہیے کہ وہ خود عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دے۔

تیسری عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ عشر میں مالک معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عشر مکاتب بچہ اور مجنون کی زمین میں بھی واجب ہے اور موقوفہ زمین میں بھی واجب ہے حالانکہ موقوفہ زمین کا کوئی مالک نہیں ہوتا پس جب عشر میں مالک کا اعتبار نہیں تو اس کی صفت غنیٰ اور تونگری کا بھی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس میں حولانِ حول کی بھی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ شرط نما حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے اور زمین کی کل پیداوار ہی نما ہے۔ پس زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو باقی رہنے والی ہو یا باقی رہنے والی نہ ہو۔ بہر

صورت اس پر عشر واجب ہے۔

④ عشری اور خراجی زمین میں فرق:۔ جو زمین یا علاقہ کفار سے لڑائی کے ذریعہ حاصل کیا جائے اور مسلمان بادشاہ اس زمین کو مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کردے یہ عشری زمین ہے۔ اور اگر کفار تسلیم ہو جائیں اور صلح کرلیں یا مسلمان فتح حاصل کرلیں مگر وہ مسلمانوں میں تقسیم نہ کی جائے بلکہ کفار کے قبضہ میں ہی دیدی جائے یہ خراجی زمین ہے۔

الشق الثانی ...... وَيُعْتَبَرُ فِي الْمَرْأَةِ أَنْ يَكُونَ لَهَا مَحْرَمٌ تَحُجُّ بِهِ أَوْزَوْجٌ وَلَا يجوز لَهَا أَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا إِذَاكَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَإِذَا وَجَدَتْ مُحْرَماً لَمْ يَكُنْ لِلزَّوْجِ مَنْعُهَا۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ دونوں مسئلوں میں امام شافعیؒ کا قول ذکر کریں حج افراد، تمتع اور قران کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسائل مذکورہ میں امام شافعیؒ کے اقوال (۳) حج افراد، تمتع و قرآن کی تعریف۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

② مسائل مذکورہ میں امام شافعیؒ کے اقوال:۔ پہلا مسئلہ متعلقہ بالمسافت: کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۰ھ۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر حج کا ارادہ کرنے والی عورت کو محرم میسر ہو تو شوہر اس کو سفرِ حج سے منع کرسکتا ہے یا نہیں؟

ہمارے نزدیک شوہر عورت کو فریضۂ حج ادا کرنے سے منع نہیں کرسکتا اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زوج عورت کو سفرِ حج سے منع کرسکتا ہے انکی دلیل یہ ہے کہ عورت کے سفرِ حج پر جانے سے زوج کا حق فوت ہوتا ہے اور حق العباد حقوق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر اپنی عورت کو فریضۂ حج سے منع کرسکتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ شوہر کا حق فرائض کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا چنانچہ شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نماز پڑھنے یا رمضان کے روزے رکھنے سے منع کرے۔ پس حج بھی فرائض دین سے ہے اس لیے شوہر کو یہ اختیار نہیں کہ عورت کو اس کی ادائیگی سے منع کرے۔

③ حج افراد، تمتع و قران کی تعریف:۔ کما مر فی لشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۲ھ۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... وَسُؤْرُ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوكٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُمَا يَتَوَضَّأُ بِهِمَا وَيَتَيَمَّمُ وَيَجُوزُ أَيُّهُمَا قَدَّمَ۔

عبارت کا ترجمہ کرکے اعراب لگائیں۔ عبارت کی تشریح صاحب ہدایہ کے طرز پر کریں۔ فان لم یجد غیر هما الخ میں امام زفرؒ کا اختلاف دیگر ائمہ حنفیہ کے ساتھ مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح

(۴)**سور الحمار و البغل** کے استعمال میں اختلاف ائمہ مع الدلائل

جواب ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر نہ پائے (متوضی) ان دونوں کے علاوہ پانی تو وضو کرے ان دونوں سے اور تیمم کرے اور جائز ہے ان میں سے جسکو بھی مقدم کرے۔

❷ **عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔**

❸ و ❹ **عبارت کی تشریح و اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔** اس عبارت میں گدھے اور خچر کے جھوٹا کے بارے میں مسئلہ بیان فرما رہے ہیں تو فرمایا کہ پالتو گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔

پھر مشائخ کا اختلاف ہے کہ شک کس چیز میں ہے؟ طاہر ہونے میں یا مطہر ہونے میں، بعض مشائخ کہتے ہیں کہ اس کے طاہر ہونے میں شک ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر لعاب حمار پاک ہوتا تو پھر جس پانی میں وہ ملتا ہے لعاب کے غلبہ تک وہ پانی پاک ہی رہتا۔ حالانکہ بغیر غلبہ کے بھی اس سے طہارت حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کے طاہر ہونے میں ہی شک ہے۔

دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ گدھے کے لعاب کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں وہ پاک ہی ہے، اس کے مطہر (پاک کرنے والا) ہونے میں شک ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے گدھے کے جھوٹے سے سر کا مسح کیا پھر ماء مطلق مل گیا تو اس پر سر کا دھونا واجب نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ طاہر ہونے میں شک نہیں بلکہ مطہر ہونے میں شک ہے اور مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہی قولِ ثانی ہی زیادہ درست وصحیح ہے۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ ماءِ مشکوک کے استعمال میں ہے کہ اگر کسی کے پاس ماء مشکوک کے علاوہ دوسرا پانی موجود نہیں ہے تو وہ تیمم کرے یا ماءِ مشکوک کو استعمال کرے؟ تو حکم یہ ہے کہ ماءِ مشکوک سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اور جس کو مرضی مقدم و مؤخر کرے یعنی خواہ وضو پہلے اور تیمم بعد میں کرے اور خواہ تیمم پہلے اور وضو بعد میں کرے۔ امام زفرؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وضو کو مقدم کرنا لازم ہے اور دلیل یہ ہے کہ ماءِ مشکوک ماءِ مطلق کے نہ ہونے کی صورت میں واجب الاستعمال ہے لہٰذا یہ ماءِ مطلق کے مشابہ ہو گیا اور ماءِ مطلق کے ہوتے ہوئے اسی سے وضو کرنا لازم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ماءِ مشکوک اور تیمم میں سے ایک چیز سے طہارت حاصل ہوگی۔ پس اگر ماءِ مستعمل سے طہارت حاصل ہوگی تو مٹی کا استعمال بے فائدہ ہے اور اگر مٹی سے طہارت حاصل ہوگی تو پانی کا استعمال بے فائدہ ہے۔ پس دونوں میں سے ایک چیز مطہر ہے تو ان دونوں کو جمع کرنا مفید ہے خواہ جسکو مرضی مقدم و مؤخر کرے۔

الشق الثانی ...... **وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْقُعُوْدَ اِسْتَلْقٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ وَجَعَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْقِبْلَةِ وَاَوْمٰى بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَاِنِ اسْتَلْقٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ اِلَى الْقِبْلَةِ جَازَ۔**

عبارت کا مطلب خیز ترجمہ کریں، عبارت پر اعراب لگائیں، حنفیہ کے نزدیک **استلقاء علی الظهر** زیادہ اولیٰ ہے یا **استلقاء علی الجنب**، امام شافعیؒ کا اس میں کیا اختلاف ہے، پورے مسئلہ کو مدلل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) **استلقاء علی الظهر** اور **علی الجنب** میں سے اولیٰ کی وضاحت (۴) ائمہ احناف وشوافع کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر نہ طاقت وقدرت رکھے (مریض) بیٹھنے کی تو اپنی پشت پر لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی طرف کردے اور اشارہ کرے رکوع وسجدہ کا، اور اگر لیٹ جائے وہ کروٹ پر اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو تو بھی جائز ہے۔

② عبارت پر اعراب:۔ کمامرّفی السوال آنفًا۔

③ استلقاء علی الظهر اور علی الجنب میں سے اولیٰ کی وضاحت:۔ ائمہ احناف کے نزدیک پشت پر لیٹ کر نماز پڑھنا کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنے سے اولیٰ وافضل ہے۔

④ ائمہ احناف وشوافع کا اختلاف مع الدلائل:۔ ائمہ احناف کے نزدیک پشت پر لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ وافضل ہے اور حضرات شوافعؒ کے نزدیک کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دلیل شوافعؒ حدیث عمران بن حصینؓ ہے کہ اگر قیام وقعود کی استطاعت نہ ہو تو پھر پہلو (کروٹ) کے بل لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اشارہ قبلہ کی طرف نہیں ہوگا بلکہ پاؤں کی طرف ہوگا اور پشت پر لیٹنے کی صورت میں اشارہ فضاء کعبہ کی طرف ہوگا اور نماز فضاء کعبہ کی طرف اشارہ کی صورت میں ادا ہوتی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّيْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلٰى اَبِيْهِ وَجَدِّهٖ وَاِنْ عَلٰى وَلَا اِلٰى وَلَدِهٖ وَوَلَدِ وَلَدِهٖ وَاِنْ سَفَلَ وَلَا اِلٰى اِمْرَأَتِهٖ وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ اِلٰى زَوْجِهَا وَلَا اِلٰى عَبْدٍ قَدْ اُعْتِقَ بَعْضُهٗ۔

عبارت کا سلیس ترجمہ کریں، عبارت پر اعراب لگائیں، آیا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ اختلاف فقہاء دلیل کی روشنی میں لکھیں۔ غلام معتق البعض کو زکوٰۃ دینے میں امام ابوحنیفہؒ وصاحبین کا قول دلیل کے ساتھ ذکر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ...... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) شوہر و بیوی کو زکوٰۃ دینے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۴) غلام معتق البعض کو زکوٰۃ دینے میں اقوال ائمہ مع الدلیل۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہ دے زکوٰۃ دینے والا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے باپ کو اور دادا کو اگرچہ اونچے درجہ کا ہو اور نہ دے اپنے بیٹے کو اور پوتے کو اگرچہ نیچے درجہ کا ہو اور نہ دے (شوہر) اپنی بیوی کو اور نہ دے عورت اپنے خاوند کو اور نہ دے (مولیٰ) اپنے ایسے غلام کو جس کا بعض حصہ آزاد ہو گیا ہو۔

② عبارت پر اعراب:۔ کما مرّفی السوال آنفًا۔

③ شوہر و بیوی کو زکوٰۃ دینے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شوہر و بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عادۃً میاں بیوی کے درمیان منافع مشترک ہوتے ہیں ہر ایک کا مال دوسرے کا مال شمار ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ووجدك عائلا فاغنى) کہ تجھ کو مفلس پایا پھر غنی (بے پرواہ) کر دیا تفسیر میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ آپ کو غنی اور مالدار کیا گیا، معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مالدار ہونے سے دوسرا بھی مالدار

شمار ہوتا ہے، پس جب معاملہ اس طرح ہے تو ایک کا دوسرے کو زکوۃ دینا گویا ایک جیب سے نکال کر دوسری جیب میں ڈالنا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

صاحبینؒ کی دلیل حدیث زینب امرأۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاوند کو زکوۃ دینے کی صورت میں تمہارے لیے دو اجر ہیں ایک صلہ رحمی و قرابت کا اجر ہے اور دوسرا صدقہ کا اجر ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے خاوند کو زکوۃ دینا جائز ہے اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی مرد بھی اپنی عورت کو زکوۃ دے سکتا ہے۔

امام صاحبؒ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد صدقات نافلہ پر محمول ہے یعنی نفلی صدقہ شوہر کو دینے کی صورت میں دوہرا اجر ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے بچوں کو دینے کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا اور بچوں کو زکوۃ دینا بالاتفاق جائز نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ صدقات نافلہ ہی مراد ہیں۔

④ غلام معتق البعض کو زکوۃ دینے میں اقوال ائمہ مع الدلیل:۔ ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھا ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور یہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو دوسرے شریک نے غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کا مطالبہ کر دیا تو اب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ دوسرا شخص اس غلام معتق البعض کو زکوۃ نہیں دے سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ شخص اپنے غلام معتق البعض کو زکوۃ دے سکتا ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام اس شخص کے حق میں بمنزلِ مکاتب کے ہے اور مکاتب کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے پس غلام معتق البعض کو بھی زکوۃ دینا درست نہ ہوا

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ غلام پورا آزاد ہو چکا ہے اس طرح نہیں ہو سکتا کہ کچھ غلام آزاد ہو اور کچھ غلامی پر برقرار ہو تو ایک کے آزاد کرنے سے مکمل آزاد ہو گیا البتہ دوسرے مالک کا یہ قرضدار ہو گیا اور قرضدار کو زکوۃ دینا شرعاً جائز ہے پس غلام معتق البعض کو زکوۃ ادا کرنا جائز ہوا۔

الشق الثانی ...... فَاِنْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ لَمْ يُفْطِرْ فَاِنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا مِلْأَفِيْهِ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ۔

عبارت کا ترجمہ کر کے اعراب لگائیں، مصنف کے طرز پر تشریح کرتے ہوئے امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کا اختلاف بھی واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح (بطرز مصنفؒ)

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر روزہ دار کو خود بخود قے آ گئی تو اس کا روزہ افطار نہیں ہوا اور اگر قے کی اس نے جان بوجھ کر منہ بھر کر تو اس پر قضاء لازم ہے۔

② عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

③ عبارت کی تشریح (بطرز مصنفؒ):۔ اگر کسی روزہ دار کو خود بخود قے آ گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے مَنْ قاء فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ کہ جسکو قے آ گئی اس پر قضاء لازم نہیں یعنی اس کا روزہ افطار نہیں ہوا اور اگر اس نے جان بوجھ

کرتے کی خواہ منہ بھر کر یا اس سے کم تو اس پر قضاء لازم ہے۔

پھر اگر وہ قے خود بخود اندر چلی گئی اور منہ بھرنے کی مقدار تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو گیا کیونکہ اس نکلے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب وضو ٹوٹ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ خارج ہے اور خارج چیز کے اندر جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسکا روزہ فاسد نہیں ہوا کیونکہ افطار کی صورت یعنی نگلنا نہیں پایا گیا کیونکہ وہ خود بخود اندر گئی ہے اور افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا کیونکہ افطار غذا سے ہوتا ہے اور عادۃً قے سے غذا حاصل نہیں کی جاتی۔

اگر اس نے قے کو جان بوجھ کر لوٹایا تو بالاتفاق روزہ فاسد ہو جائیگا اس لیے کہ خروج کے بعد داخل کرنا پایا گیا ہے لہٰذا افطار کی صورت محقق ہو گئی اور روزہ فاسد ہو گیا۔

اگر قے منہ بھرنے سے کم مقدار میں ہو اور پھر خود بخود واپس لوٹ جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ نہ تو خارج ہے اور نہ صائم کے فعل کو اسمیں دخل ہے۔

اگر قے منہ بھرنے سے کم مقدار میں ہو اور جان بوجھ کر اسکو نگل لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ خروج محقق نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ اسکو نگلنے میں اس کے فعل کو دخل ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ......وَالتَّلْبِيَةُ اَنْ يَقُوْلَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ وَاِذَا لَبّٰى فَقَدْ اَحْرَمَ۔

عبارت پر اعراب لگائیں "ان الحمد" میں ان کو کسرہ کے ساتھ پڑھیں گے یا فتحہ کے ساتھ، اس سے عبارت کے مفہوم میں کیا فرق آئیگا، تلبیہ میں زیادتی جائز ہے یا نہیں؟ دلیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) اِنّ کا اعراب اور عبارت کا مفہوم (۳) تلبیہ میں زیادتی کا حکم مع الدلیل۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

② اِنّ کا اعراب اور عبارت کا مفہوم:۔ اِنَّ الحمد ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے فتحہ کے ساتھ نہیں ہے اس لیے کہ فتحہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اس کی ماقبل پر بناء ہوگی کیونکہ اَنَّ فتحہ کے ساتھ ماقبل والے کلمہ کی صفت واقع ہوتا ہے اور اِنَّ کو کسرہ کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں یہ حمد کی ابتداء ہوگی۔ یعنی حمد وثناء کی ابتداء ہو رہی ہے۔

③ تلبیہ میں زیادتی کا حکم مع الدلیل:۔ تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا جائز نہیں ہے البتہ عندالاحناف تلبیہ میں زیادتی جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک زیادتی بھی جائز نہیں ہے اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح اذان وتشہد کے کلمات میں تغیر وکمی زیادتی جائز نہیں ہے اسی طرح تلبیہ کے الفاظ میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ تلبیہ بھی اذان وتشہد کی طرح کلمات مخصوصہ کے ساتھ مرتب ہے۔

ہماری پہلی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ سے تلبیہ ماثورہ پر اضافہ منقول ہے کہ یہ حضرات الفاظ تلبیہ میں اضافہ فرماتے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ تلبیہ سے مقصود ثناء وحمد باری تعالیٰ اور اپنی بندگی کا اظہار ہے اور کلمات تلبیہ میں زیادتی مقصد سے مانع نہ ہوگی، بلکہ مقصد میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

الشق الثانی ...... **وَاِنْ لَبِسَ ثَوْبًا مَخِيْطًا اَوْغَطّٰى رَاْسَهٗ يَوْمًا كَامِلًا فَعَلَيْهِ دَمٌ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ.**

عبارت کا سلیس ترجمہ کر کے اعراب لگائیں مذکورہ مسئلہ میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر دلائل کی روشنی میں ذکر کریں، حج کا لغوی وشرعی معنی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت پر اعراب (۳) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل (۴) حج کا لغوی وشرعی معنی۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنا سر ڈھانپا پورا ایک دن تو اس پر دم واجب ہے اور اگر اس سے کم ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے

❷ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❸ مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ سوال میں ذکر کردہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے کہ اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا پورا دن پہنا تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک دن سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

امام ابو یوسفؒ کا مذہب اور امام ابوحنیفہؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ اگر نصف دن سے زیادہ پہن لیا تب بھی دم ہی لازم ہے اور نصف دن یا اس سے کم پہننے پر صدقہ لازم ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سلا ہوا کپڑا پہنتے ہی دم لازم ہوجائیگا۔ خواہ ایک گھڑی ہی پہنا ہو۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ دم کا لزوم سلے ہوئے کپڑے سے راحت والا نفع حاصل کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ نفع بدن پر کپڑا پہنتے ہی حاصل وکامل ہوجائیگا۔ لہٰذا دم واجب ہے۔

امام ابو یوسفؒ "للاکثر حکم الکل" کے ضابطہ کے تحت اکثر یوم پر پورے یوم کا حکم جاری کرتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے مقصود راحت ہے۔ اور اس میں ایک مدت کا اعتبار ضروری ہے تاکہ راحت علی سبیل الکمال حاصل ہوجائے اور وہ مدت ایک دن ہے کیونکہ عادۃً دن میں لباس پہنا جاتا ہے اور پھر اتار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک دن سے کم میں جنایت قاصر ہونے کی وجہ سے صرف صدقہ واجب ہے اور پورا ایک دن پہننے میں جنایت کامل ہونے کی وجہ سے دم لازم ہے۔

❹ حج کا لغوی وشرعی معنی:۔ حج کا لغوی معنی کسی معظم اور بڑی چیز کا ارادہ کرنا ہے اور اصطلاح شریعت میں حج مخصوص مکان کا مخصوص فعل کے ساتھ مخصوص زمانہ میں ارادہ ونیت کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆

الورقة الثالثة
اصول فقه
و
التاریخ
حسامی تا قیاس
بحث قیاس از نور الانوار

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل......فَالْحَقِيقَةُ اِسْمٌ لِكُلِّ لَفْظٍ أُرِيدَ بِهٖ مَا وُضِعَ لَهٗ وَالْمَجَازُ اِسْمٌ لِكُلِّ لَفْظٍ أُرِيدَ بِهٖ غَيْرُ مَاوُضِعَ لَهٗ لِاِتِّصَالٍ بَيْنَهُمَا مَعْنًى كَمَا فِيْ تَسْمِيَةِ الشُّجَاعِ اَسَدًا وَالْبَلِيْدِ حِمَارًا اَوْ ذَاتًا كَمَا فِيْ تَسْمِيَةِ الْمَطَرِ سَمَاءً وَالْاِتِّصَالُ سَبَبًا مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کا مفہوم بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱)عبارت پر اعراب (۲)عبارت کا ترجمہ (۳)عبارت کا مفہوم۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس حقیقت نام ہے ہر ایسے لفظ کا کہ ارادہ کیا جائے اس سے اس معنیٰ کا جس کے لئے اس کو وضع کیا گیا ہے اور مجاز نام ہے ہر ایسے لفظ کا کہ ارادہ کیا جائے جس سے اس معنیٰ کے غیر کا جس کے لئے اس کو وضع کیا گیا ہے ان کے درمیان اتصال کی وجہ سے یا تو اتصال معنوی اعتبار سے ہو جیسے بہادر کا نام شیر اور بیوقوف کا نام گدھا رکھنے میں یا اتصال ذاتی ہو جیسے بارش کا نام بادل رکھنے میں اور اتصال سبب کے اعتبار سے اسی قبیل سے ہے۔

③ عبارت کا مفہوم:۔ اس عبارت میں حقیقت ومجاز کی تعریف کی گئی ہے۔حقیقت کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو جس معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے وہ اسی معنیٰ میں ہی استعمال ہو اور مجاز کا معنیٰ یہ ہے کہ لفظ جس معنیٰ کیلئے وضع کیا گیا ہے اُس کے علاوہ کسی دوسرے معنیٰ میں استعمال ہو البتہ دوسرے معنیٰ میں استعمال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُن دونوں معنیٰ میں کوئی مناسبت اور تعلق ہو پھر یہ تعلق اور مناسبت یا تو معنوی اعتبار سے ہوگی جیسے بہادر کو شیر اور بیوقوف کو گدھا کہا جاتا ہے کہ ان میں محض معنوی مناسبت ہے کہ بہادر آدمی میں شیر کی بہادر ہونے والی وصف پائی جارہی ہے اور بیوقوف آدمی میں گدھے کی بیوقوف ہونے والی وصف پائی جارہی ہے اور کبھی یہ تعلق اور مناسبت ذاتی ہوگی، اتصال ذاتی اور صوری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں میں کچھ مجاورت اور پڑوس کا تعلق ہو جیسے بارش کا نام بادل رکھنا کہ ان دونوں میں مجاورت ہے کہ یہ دونوں بلندی والی وصف اور پہلو کو لئے ہوئے ہیں۔

الشق الثانی...... فَصْلٌ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ عَمِلَ فِي النُّصُوْصِ بِوُجُوْهٍ اُخَرَ هِيَ فَاسِدَةٌ عِنْدَنَا مِنْهَا مَا قَالَ بَعْضُهُمْ اَنَّ التَّنْصِيْصَ عَلَى الشَّيْئِ بِاِسْمِهِ الْعَلَمِ يُوْجِبُ التَّخْصِيْصَ وَنَفْيَ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ وَهٰذَا فَاسِدٌ لِاَنَّ النَّصَّ لَمْ يَتَنَاوَلْهُ فَكَيْفَ يُوْجِبُ الْحُكْمَ فِيْهِ نَفْيًا اَوْ اِثْبَاتًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کریں۔فصل کا حاصل وخلاصہ بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی

تشریح (۴) فصل کا حاصل وخلاصہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ یہ فصل ہے (وجوہ فاسدہ کے بیان میں) اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے دوسری وجوہ سے نصوص میں عمل کیا ہے جو ہمارے نزدیک فاسد ہیں ان وجوہ میں سے ایک وہ ہے جو ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ کسی شئی پر اس کے علم کے ساتھ تصریح کرنا تخصیص کو واجب کرتا ہے اور اسکے علاوہ سے حکم کی نفی کو واجب کرتا ہے اور یہ فاسد ہے اس لئے کہ نص اس مسکوت عنہ کو شامل نہیں ہے تو اس کے اندر نفی یا اثبات کے طریقہ پر حکم کو کیسے ثابت کرے گا۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ نصوص میں کسی علم یا اسم جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو کیا وہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہوگا اور اسکے علاوہ سے حکم کی نفی ہو جائیگی یا نہیں تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض اشعریہ اور حنابلہ کا قول یہ ہے کہ اس میں مفہوم مخالف معتبر ہے اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہو جائیگی جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسم علم یا اسم جنس پر حکم لگانا بقیہ سے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

اشعریہ اور حنابلہ کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد **الماء من الماء** ہے اس حدیث میں ماء ثانی یعنی خروج منی پر غسل کا حکم لگایا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اہلِ زبان ہونے کے باوجود مفہوم مخالف کا اعتبار کیا اور یہ سمجھا کہ خروج منی پر غسل کا جو حکم لگایا گیا ہے عدمِ خروجِ منی پر وجوبِ غسل کا یہ حکم نہیں ہوگا اگر اسمِ علم یا اسمِ جنس پر حکم لگایا جانا اسکے علاوہ سے نفی پر دلالت نہ کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھتے۔ تو معلوم ہوا اگر کسی اسمِ علم یا اسمِ جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہو جائیگی۔

احناف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اسم علم یا اسم جنس پر حکم لگانا اس کے علاوہ سے حکم کی نفی پر دلالت کرے تو کلمہ طیبہ سے بندہ مسلمان ہونے کی بجائے کافر ہو جائے گا۔

اس لئے کہ "محمد" اسم علم ہے اور اس پر رسول اللہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے پس مفہومِ مخالف کا اعتبار کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ محمد ﷺ کے علاوہ کوئی شخص رسول نہیں ہے حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مفہومِ مخالف معتبر نہیں ہے۔

❹ فصل کا حاصل وخلاصہ:۔ حنفیہ کے نزدیک استدلال اقسام اربعہ (عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص) میں منحصر ہے جبکہ دیگر ائمہؒ کے نزدیک کچھ دلائل فاسدہ بھی ہیں مثلاً ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے اسم علم پر کسی حکم کا لگانا یہ اس چیز کی خصوصیت کی علامت و دلیل ہے لہٰذا خاص طور پر اس چیز پر حکم لگانا غیر سے اس حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور علم پر حکم لگانے کی اس تخصیص کو وہ مفہوم لقب کہتے ہیں۔

دوسری دلیل اور وجہِ فاسد کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب کوئی حکم کسی شرط پر معلق ہو یا اُس حکم میں کسی مسمّٰی کو کسی خاص وصف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو تو جب شرط اور وصف دونوں منتفی ہو جائیں گے تو حکم بھی منتفی ہو جائے گا۔

تیسری دلیل اور وجہِ فاسد کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر جنس واحد میں ایک جگہ پر حکم مقید اور دوسری جگہ پر حکم

مطلق ہوتو حکم مطلق کومقید پر محمول کیا جائے گا خواہ ایک ہی حادثہ اور واقعہ ہو یا الگ الگ ہو۔ کیونکہ وصف شرط کے درجہ میں ہے اور شرط کی نفی حکم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

چوتھی دلیل اور وجہ فاسد کا حاصل یہ ہے کہ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور دیگر بعض آئمہ کے نزدیک وہ کلام جس میں عموم ہو اور وہ کلام جدید نہ ہو بلکہ کسی خاص شخص کے بارے میں اُس کلام کا ورود ہوا ہو تو ان کے نزدیک یہ عام اسی مخصوص سائل یا صاحب واقعہ کے متعلق خاص ہوگا اور یہ حکم کسی غیر کے لئے ثابت نہ ہوگا۔

پانچویں دلیل اور وجہ فاسد یہ ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں جب دو حکموں کو اکٹھے جوڑ کر بیان کیا جائے یعنی لفظوں میں قران و ملاپ ہو تو دونوں کے درمیان حکم کے اعتبار سے بھی قران و ملاپ ہوگا جیسے **اقیموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة** میں زکوٰۃ و نماز کے درمیان اتصال ہے لہٰذا دونوں کے درمیان حکم میں بھی اتصال ہوگا پس کہا جائیگا کہ جیسے بچے پر نماز فرض نہیں اسی طرح زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۲٤ھ

الشق الاوّل ...... **فصل فی العزیمة والرخصة وهی فی احکام الشرع اسم لما هو اصلٌ منها غیر متعلقٍ بالعوارض والرخصة اسمٌ لما بنی علٰی اعذار العباد والعزیمة اقسامٌ اربعةٌ......**

عبارت کا مفہوم بیان کریں۔ نیز عزیمت کی اقسام اربعہ کے نام مع تعریف و احکام بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں۔ (۱) عبارت کا مفہوم (۲) عزیمت کی اقسام اربعہ کے نام مع تعریف و احکام۔

جواب ...... ❶ <u>عبارت کا مفہوم:۔</u> اس عبارت میں عزیمت اور رخصت کی تعریف اور ان کی اقسام و احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ تعریف کا حاصل یہ ہے کہ عزیمت وہ حکم ہے جو ابتداء ہی سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم اصلی ہو اور عوارض کے متعلق نہ ہو خواہ اس کا تعلق فعل سے ہو جیسے مامورات یا اس کا تعلق ترکِ فعل سے ہو جیسے محرمات و ممنوعات۔ اس کے علاوہ بھی عزیمت کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔ ① عزیمت وہ حکم ہے جو ایسے طور پر ثابت ہو جس میں دلیلِ شرعی کی مخالفت نہ ہو ② عزیمت وہ حکم ہے جس کی دلیل مانع سے سلامت ہو ③ عزیمت وہ حکم ہے جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے لازم ہو جیسے عبادات خمسہ وغیرہ۔

اس کے مقابلہ میں رخصت وہ حکم ہے جو ابتداءً اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ حکم نہ ہو بلکہ وہ لوگوں کے عذر پر مبنی ہو۔

❷ <u>عزیمت کی اقسام اربعہ کے نام مع تعریف و احکام:۔</u> عزیمت کی چار اقسام ہیں فرض، واجب، سنت، نفل۔

فرض: وہ حکم ہے جو کمی و زیادتی کا احتمال نہ رکھے، اور ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی ہو جیسے ایمان، روزہ، حج و زکوٰۃ، اس کا حکم دل سے یقین و اعتقاد اور عمل بالارکان کا لازم ہونا ہے اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

واجب: وہ حکم ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو مثلاً عام مخصوص منہ البعض، مجمل یا خبر آحاد سے ثابت شدہ احکام، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے لیکن یقین و اعتقاد لازم نہیں ہے یعنی اس کا منکر کافر نہیں ہے اگر کوئی شخص واجب نہ سمجھتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص فاسق ہے اور اگر کوئی اہانت کرتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص کافر ہے۔

سنت: وہ طریقہ ہے جو دین میں رائج ہو اور فرض وواجب کے علاوہ ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ انسان سے فرض وواجب کے بغیر ہی اس کو قائم کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں ① سنن ہدیٰ جن کا تارک ملامت وزجر وتوبیخ کا مستحق ہوتا ہے جیسے جماعت واذان ② سنن زوائد جن کا تارک ملامت اور زجر وتوبیخ کا مستحق نہ ہو جیسے سفید سوٹ پہننا،عمامہ باندھنا۔

نفل: وہ حکم مشروع ہے جس کے کرنے پر انسان کو ثواب دیا جائے گا اور اس کے ترک پر عذاب نہ ہوگا نفل کی یہ تعریف درحقیقت اس کا حکم ہی ہے اور اسلاف سے اسی طرح منقول ہے جیسے نفلی نماز ادا کرنا،نفلی روزے رکھنا،صدقہ ادا کرنا۔

الشق الثانی ...... وھذہ الحجج التی سبق وجوھا من الکتاب والسنة لاتتعارض فی انفسھا وضعًا ولا تتناقض لان ذلك من امارات العجز تعالی اللہ عن ذلك وانما یقع التعارض بینھا لجھلنا بالناسخ والمنسوخ۔

عبارت کا مفہوم بیان کریں،نصوصِ قطعیہ کے درمیان معارضہ کا حکم بالتفصیل بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت کا مفہوم (۲) نصوصِ قطعیہ کے درمیان معارضہ کا حکم۔

جواب ...... ① عبارت کا مفہوم:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نصوص قطعیہ یعنی کتاب اللہ،سنت رسول اللہ،اجماع اور قیاس کے درمیان بذاتہٖ وحقیقتاً تعارض وتناقض نہیں ہوسکتا۔اسلئے کہ نصوص کے درمیان تعارض وتناقض عجز کی علامت ونشانی ہے اور اللہ تعالیٰ عجز سے مبرّا ومنزہ ہیں۔لہٰذا جب بھی نصوص میں تعارض واقع ہوگا ہماری جہالت کی وجہ سے واقع ہوگا کہ ہمیں ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہوگا۔

② نصوصِ قطعیہ کے درمیان معارضہ کا حکم:۔ اگر دو آیتوں کے درمیان تعارض ومعارضہ ہو جائے تو حدیث وسنت کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر دو حدیثوں وسنتوں کے درمیان تعارض ہو جائے تو پھر قیاس اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔اس لئے کہ جب دو نصوص کے درمیان تعارض ہوگا تو دونوں ساقط ہوں گی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے مندفع ہونے کی وجہ سے دوسری حجت کے ذریعے اس حجت کی جانب رجوع لازم ہے جو ان دونوں حجتوں کے بعد ہے اور دوسری حجت کی جانب رجوع کے متعذر رہونے کے وقت اصل حکم ثابت ہو جائے گا۔

اگر دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو تعارض کی وجہ سے دونوں قیاس ساقط نہ ہوں گے کہ استصحابِ حال پر عمل واجب ہو بلکہ مجتہد کو اختیار ہوگا کہ اُن دونوں قیاسوں میں سے اپنے دل کی شہادت واطمینان کے ذریعے جس قیاس پر عمل کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... اختلف الناس فیمن ینعقد بھم الاجماع قال بعضھم لا اجماع الا للصحابة وقال بعضھم لااجماع الا لاھل المدینة......

عبارت کامفہوم بیان کریں، اجماع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف واجماع کے مراتب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت کامفہوم (۲) اجماع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۳) اجماع کے مراتب۔

جواب ...... ❶ عبارت کامفہوم:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے اجماع کے متعلق ایک اختلافی مسئلہ کو واضح کیا ہے کہ اجماع کن لوگوں کا معتبر اور شرعاً قابلِ قبول ہے۔ داؤد ظاہری وغیرہ فرماتے ہیں کہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع معتبر ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ صرف اہلِ مدینہ کا اجماع معتبر ہے۔ فرقہ زیدیہ اور امامیہ وغیرہ نے کہا کہ اجماع کیلئے آلِ رسول ہونا شرط ہے، گویا صرف آلِ رسول کا اجماع معتبر ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک ہر زمانہ کے مجتہدین کا اجماع صحیح ہے البتہ شرط یہ ہے کہ مجتہدین عادل ہوں، اہلِ اجتہاد میں سے ہوں خواہ اُن کی تعداد کچھ بھی ہو اور اس بات کی بھی شرط نہیں ہے کہ مجتہد کی موت اُس قول پر واقع ہوئی ہو بلکہ اس کے مرنے سے پہلے بھی اس کو اجماع ہی کہا جائے گا۔

❷ اجماع کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ اجماع کا لغوی معنی اتفاق، عزم، اور پختہ ارادہ کرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کسی ایک زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع ہے۔

❸ اجماع کے مراتب کی تفصیل:۔ اجماع کے قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے متعدد مراتب ہیں۔ ① سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع ہے جو نصًا ہو جیسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یوں کہیں **اَجْمَعْنَا عَلٰی هٰذا** یہ اجماع آیت اور خبرِ متواتر کے مرتبہ میں ہے چنانچہ اسکا منکر کافر ہوگا ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع سکوتی ہے جسمیں بعض صحابہ نے نص کی ہو اور باقی صحابہ خاموش رہے ہوں۔ اسکا انکار کرنیوالا کافر نہیں کہلائے گا اگرچہ اس نوع کا اجماع ادلہ قطعیہ میں سے ہے ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر زمانہ میں آنیوالے لوگوں کا اجماع ہے۔ بشرطیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس حکم کا خلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اجماع خبرِ مشہور کی مانند ہے اور طمانینت کا فائدہ دے گا، یقین کا فائدہ نہ دیگا ④ کسی ایسے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگ اتفاق کرلیں جو پہلے دور میں مختلف فیہ تھا، یہ سب سے کمزور درجہ کا اجماع ہے، اور یہ خبرِ واحد کے درجہ میں ہے، یہ اجماع عمل کو تو ثابت کریگا لیکن علمِ یقینی وقطعی کو ثابت نہیں کریگا، البتہ یہ اجماع قیاس سے مقدم ہوگا جس طرح کہ خبرِ واحد قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔

الشق الثانی ......"قیاس" کی تعریف کیجئے، قیاس کے ارکان کتنے ہیں؟ واضح کیجئے۔ حجیتِ قیاس پر کیا دلائل ہیں؟ اختصار کے ساتھ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں(۱) قیاس کی تعریف (۲) قیاس کے ارکان کی وضاحت (۳) حجیتِ قیاس کے دلائل۔

جواب ...... ❶ قیاس کی تعریف:۔ قیاس کا لغوی معنیٰ اندازہ کرنا اور ماپنا ہے۔ اور اصطلاح میں علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے غیرِ منصوص واقعہ یعنی فرع میں منصوص صورت وواقعہ یعنی اصل کا حکم لگانا قیاس ہے۔

❷ قیاس کے ارکان کی وضاحت:۔ قیاس کے کل چار ارکان ہوتے ہیں اصل، فرع، حکم، علت۔

اصل: سے مراد وہ صورت ہے جو صراحتاً کتاب وسنت میں مذکور ہو یا اجماع سے ثابت ہو اس کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں۔

فرع: وہ صورت و واقعہ جو صراحتاً نصوص میں مذکور نہ ہو مگر اس میں منصوص صورت والا حکم لگایا جائے اس کو مقیس بھی کہتے ہیں۔

حکم: وہ اثر ہے جو نص میں مذکور ہو اور علت مشترکہ کی وجہ سے غیر منصوص واقعہ میں منتقل کیا جائے۔

علت: وہ وجہ ہے جس کی بناء پر اصل میں کوئی حکم لگایا جاتا ہے اور پھر اسکو فرع کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے انگوری شراب یعنی خمر کو حرام قرار دیا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے کھجور وغیرہ کی شراب بھی نشہ کی وجہ سے حرام قرار دی گئی ہے اس میں انگور کی شراب یعنی خمر مقیس علیہ واصل، کھجور کی شراب مقیس وفرع، حرام ہونا حکم اور نشہ آور ہونا علت ہے جو دونوں شرابوں میں موجود ہے۔

❸ حجیت قیاس کے دلائل:۔ قیاس کے حجت ہونے پر ائمہ اربعہ واکثر فقہاءؒ متفق ہیں، دلائل درج ذیل ہیں۔

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے "**فاعتبروا یا ولی الابصار**" اکثر علماء کے نزدیک اعتبار سے مراد قیاس ہے۔

② حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یمن روانہ ہوتے وقت کا مشہور واقعہ ہے آپ ﷺ نے پوچھا تھا کہ اگر کسی مسئلہ کو قرآن وسنت میں نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا "**اَجْتَهِدُ بِرَأْيِيْ**" یہاں اجتہادِ رائے سے مراد قیاس ہے۔

③ قبیلہ بنو ہاشم کی ایک عورت نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے، ان پر حج فرض تھا کیا میں انکی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان پر قرض ہوتا تو کیا تو وہ ادا کرتی؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر حج بھی ادا کرو، اس واقعہ میں آپ ﷺ نے حج کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کبریٰ کو نماز کی امامت صغریٰ پر قیاس کیا اور کہا کہ "**رضیہ رسول الله ﷺ لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا**"؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حجیت قیاس کے قائل تھے۔

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ...... وَمِنْ حُكْمِ الْحَقِيْقَةِ وَالْمَجَازِ اِسْتِحَالَةُ اِجْتِمَاعِهِمَا مُرَادَيْنِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ كَمَا اِسْتَحَالَ اَنْ يَكُوْنَ الثَّوْبُ الْوَاحِدُ عَلَى اللَّابِسِ مِلْكًا وَ عَارِيَةً فِيْ زَمَانٍ وَاحِدٍ وَلِهٰذَا قَالَ مُحَمَّدٌ فِى الْجَامِعِ لَوْ اَنَّ عَرَبِيًّا لَا وِلَاءَ عَلَيْهِ اَوْصٰى بِثُلُثِ مَالِهٖ لِمَوَالِيْهِ وَلَهٗ مُعْتَقٌ وَاحِدٌ فَاسْتَحَقَّ النِّصْفَ كَانَ النِّصْفُ الْبَاقِيْ مَرْدُوْدًا اِلَى الْوَرَثَةِ وَلَايَكُوْنُ لِمَوَالِيْ مَوْلَاهُ لِاَنَّ الْحَقِيْقَةَ اُرِيْدَتْ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَبَطَلَ الْمَجَازُ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا ترجمہ کریں نیز عبارت کا مفہوم بھی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حقیقت ومجاز کے حکم میں سے یہ ہے کہ ایک ہی لفظ سے دونوں کی مراد کا جمع ہونا محال ہے جیسا کہ یہ بات محال ہے کہ ایک ہی کپڑا لابس پر ایک ہی وقت میں ملکاً و عاریۃً ہو اور اسی وجہ سے امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر کوئی عربی شخص جس پر کوئی ولاء نہ ہو وہ اپنے ثلث مال کی اپنے موالی کے لئے وصیت کرے اور اُس کیلئے صرف ایک ہی آزاد کیا ہوا غلام ہو تو وہ غلام نصف وصیت کا مستحق ہوگا بقیہ نصف وارثوں کی جانب لوٹا دیا جائے گا اور اس آزاد کئے ہوئے غلام کے موالی کے لئے یہ وصیت نہ ہوگی اسلئے کہ اس لفظ سے حقیقت مراد لی گئی ہے پس مجاز باطل ہو جائے گا۔

❸ عبارت کا مفہوم:۔ مصنفؒ نے حقیقت اور مجاز کا حکم بیان کیا کہ ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں معنیٰ حقیقی ومجازی مراد لینا محال ہے جیسا کہ ایک ہی کپڑا کسی آدمی کے جسم پر بطور ملکیت وعاریت محال ہے، اسی حکم پر تفریع قائم کرتے ہوئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ نے جامع کبیر میں لکھا ہے کہ اگر کسی عربی شخص نے اپنے موالی کیلئے ثلث مال کی وصیت کی اور اس کا صرف ایک ہی آزاد کردہ غلام ہے اس کے علاوہ اس کا اور کوئی موالی نہیں ہے تو اِس صورت میں اِس آزاد کردہ غلام کو وصیت کا نصف مل جائے گا۔لہٰذا اس کی یہ وصیت معنیٰ حقیقی کے طور پر جب معتق میں جاری ہو چکی ہے تو اب معنیٰ مجازی کے طور پر اس آزاد کردہ غلام کے آگے موالی کیلئے وصیت جاری نہ ہوگی بلکہ وصیت کا نصف اس آزاد کردہ غلام کو مل جائے گا اور بقیہ نصف ورثاء پر لوٹا دیا جائے گا۔

الشق الثانی ...... ثُمَّ الْاَمْرُ الْمُطْلَقُ عَنِ الْوَقْتِ كَالْاَمْرِ بِالزَّكٰوةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالْعُشْرِ وَالْكَفَّارَاتِ وَقَضَاءِ رَمَضَانَ وَالنَّذْرِ الْمُطْلَقِ لَايُوْجِبُ الْاَدَاءَ عَلَى الْفَوْرِ فِي الصَّحِيْحِ مِنْ مَذْهَبِ اَصْحَابِنَا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کا مفہوم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر وہ امر جو مطلق عن الوقت ہو جیسے زکوٰۃ کا حکم، صدقۂ فطر کا حکم، عشر اور کفارات کا حکم، رمضان کی قضاء کا حکم اور نذرِ مطلق کا حکم۔امر کی یہ قسم ہمارے اصحاب کے صحیح مذہب کے مطابق فی الفور اداء کو واجب نہیں کرتی۔

❸ عبارت کا مفہوم:۔ مامور بہ کی دو قسمیں ہیں ① مطلق عن الوقت ② مقید بالوقت۔مامور بہ مطلق عن الوقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مامور بہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہو جس کے فوت ہونے سے مامور بہ فوت ہو جائے جیسے: زکوٰۃ اور صدقۂ فطر۔ان کا کوئی خاص وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے فوت ہونے سے ان کو قضاء کا نام دیا جائے۔

پھر مامور بہ مطلق عن الوقت کے متعلق ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اس پر عمل علی الفور واجب ہے یا علی التراخی عمل کرنا جائز

ہے۔ ہمارے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کو علی الفور ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔ یہ شخص گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ اگر زندگی کے آخری لمحات تک تاخیر کی یہاں تک کہ موت کی علامات ظاہر ہوگئیں تو پھر ہمارے نزدیک بھی یہ شخص گنہگار ہوگا اور امام کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کو علی الفور ادا کرنا واجب ہے اگر اس نے مامور بہ مطلق عن الوقت کو ادا کرنے میں تاخیر کی تو یہ شخص گنہگار رہوگا۔

(فائدہ) امر کی دوسری قسم مقید بالوقت ہے اس کی متعدد اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ وقت مؤدی کے لئے ظرف، اداء کے لئے شرط، وجوب کے لئے سبب ہو۔

ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وقت فعل مؤدی کیلئے معیار (مکمل وقت کو گھیر لے) نہ ہو بلکہ فعل مؤدی کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جائے۔ اور شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مامور بہ وقت سے پہلے درست نہ ہو اور وقت کے فوت ہونے سے فوت ہو جائے اور سبب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وقت مامور بہ کے نفسِ وجوب میں مؤثر ہو۔

اس کی مثال نماز کا وقت ہے کہ یہ وقت نماز کے لئے ظرف بھی ہے بایں طور کہ افراط کے بغیر سنت کے مطابق نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جاتا ہے اور یہ وقت نماز کے لئے شرط بھی ہے، بایں طور کہ وقت سے پہلے نماز کا ادا کرنا صحیح نہیں ہوتا اور وقت کے فوت ہونے سے ادا فوت ہو جاتی ہے اور یہ وقت نماز کے لئے سبب بھی ہے بایں طور کہ صفت وقت کے اختلاف سے ادا مختلف ہو جاتی ہے کہ اگر وقت کامل ہو تو ادا کامل واجب ہوتی ہے اور اگر وقت ناقص ہو تو ادا بھی ناقص ہی واجب ہوتی ہے، گویا وقت وجوب ادا میں مؤثر ہونے کی وجہ سے سبب ہے۔

امر مقید بالوقت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وقت مؤدی کیلئے معیار، وجوب کیلئے سبب، اداء کے لئے شرط ہو۔ اس کی مثال روزے کا وقت ہے۔ پہلی اور دوسری قسم میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم میں وقت مؤدی کے لئے ظرف ہوتا ہے اور دوسری قسم میں معیار ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ روزہ دن کی لمبائی اور چوڑائی کے ساتھ بڑھتا اور کم ہوتا رہتا ہے جو کہ وقت کے معیار ہونے کی دلیل ہے اور روزہ کی اضافت وقت کی جانب کر کے صومِ رمضان کہتے ہیں جو کہ وقت کے سبب ہونے کی دلیل ہے اور وقت کے فوت ہونے سے روزے کا فوت ہونا اور وقت ہی کے ذریعے روزے کا فاسد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وقت اداء کے لئے شرط ہے۔

اس قسم میں جب وقت مامور بہ کے لئے معیار ہے تو اس میں کسی غیر کی گنجائش نہ ہوگی یہی وجہ ہے کہ ایک دن میں ایک ہی روزہ ہو سکتا ہے اور یہ وقت اسی روزہ کیلئے متعین ہے جس میں تعیین کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا رمضان میں مقیم وتندرست آدمی کی مطلق نیت سے یا وصف میں غلطی والی نیت سے بہر صورت رمضان کا ہی روزہ ادا ہوگا۔

امر مقید بالوقت کی تیسری قسم وہ امر ہے جو ایسے وقت کے ساتھ مؤقت ہو جس میں وسعت کی گنجائش نہ ہو اور اسکی مثال حج ہے۔ یہ عمر بھر کا فریضہ ہے اور اسکا وقت اشہرِ حج ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسمیں تاخیر کی گنجائش ہے اس شرط پر کہ عمر بھر میں یہ فوت نہ ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر پہلے سال میں ہی ادائیگی متعین ہے تاکہ فوت نہ ہو جائے۔ (قوت الاخیار ج ا ص ۲۱۶)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ...... **واذا ثبت انّ خبرالواحد حجةٌ قلنا ان کان الراوی معروفًا بالفقه والتقدم فی الاجتهاد کالخلفاء الراشدین والعبادلة الثلٰثة وزید بن ثابتٍ ومعاذ بن جبل وابی موسٰی الاشعری وعائشة رضوان الله علیهم اجمعین وغیرهم ممّن اشتهر بالفقه والنظر کان حدیثهم حجةً یترك به القیاس وان کان الراوی معروفًا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه مثل ابی هریرة وانس بن مالك فان وافق حدیثه القیاس عمل به وان خالفه لم یترك الا للضرورة وانسداد باب الرأی۔**

عبارت کا ترجمہ وتشریح بیان کریں نیز عبادلہ کا مصداق متعین کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) عبادلہ کا مصداق۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ خبر واحد حجت ہے تو ہم کہیں گے کہ اگر راوی معروف ہو فقہ اور اجتہاد میں تقدم کے ساتھ جیسے خلفاء راشدین اور تینوں عبداللہ اور زید بن ثابت اور معاذ بن جبل ابوموسیٰ اشعری اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ ان لوگوں میں سے جو فقہ ونظر کے ساتھ مشہور ہیں تو ان کی حدیث حجت ہوگی جس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر راوی عدالت اور حفظ وضبط کے ساتھ معروف ہو نہ کہ فقہ کے ساتھ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک پس اگر ان کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر قیاس کے خلاف ہو تو چھوڑا نہ جائے گا مگر ضرورت کی وجہ سے اور وہ ضرورت اجتہاد کے دروازہ کا بند ہونا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ خبر واحد حجت ہے تو پھر اگر خبر واحد کا راوی معروف بالفقہ ہے اور درجہ اجتہاد میں سب سے مقدم ہے تو ایسی خبر واحد حجت ہوگی اگر ایسی حدیث کا قیاس سے معارضہ ہوگیا تو قیاس کو چھوڑ دیا جائیگا اور خبر واحد پر عمل کیا جائیگا لیکن امام مالکؒ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔اس کی مثال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت **من حمل جنازة فلیتوضا** ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو قیاس سے رد فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا دو خشک لکڑیاں اٹھانے سے ہمیں وضو لازم ہوتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ خبر واحد اگر قیاس کے مخالف ہو جائے تو خبر واحد کو چھوڑ دیں گے اور قیاس پر عمل کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو سن کر یہ ارشاد فرمایا **ایلزمنا الوضوء الخ** کیا ہم پر وضوء لازم ہو جائے گا دو خشک لکڑیوں کے اٹھانے کی وجہ سے؟۔احناف کی جانب سے اس کا جواب دیا گیا کہ خبر واحد اپنی اصل کے ساتھ تو یقینی ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے اور خبر واحد میں جو شبہ ہے وہ نفس خبر میں نہیں بلکہ اس کے طریق وصول میں ہے بخلاف قیاس کے کہ وہ اپنی اصل سے ہی مشکوک ہے اور اپنی صفت کے اعتبار سے بھی (ممکن ہے کہ مجتہد سے قیاس کرنے میں نسیان چوک وغیرہ ہوگئی ہو) اور جب قیاس میں

اس قدر ضعف ہے تو وہ خبرِ واحد کے ساتھ کسی بھی وقت مقابلہ نہیں کر سکتا ہے بلکہ خبرِ واحد کو قیاس کے مقابلہ میں راجح قرار دیا جائے گا۔

اور اگر راوی میں حفظ وعدالت وغیرہ تو ہے مگر فقاہت نہیں ہے تو اس صورت میں اگر راوی کی روایت قیاس کے موافق ہو تو قبول ہوگی اور اگر قیاس کے خلاف ہو تو پھر حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اس ضرورت کی بناء پر کہ کہیں قیاس کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔

③ عبادلہ کا مصداق:۔ عبادلہ یہ عبدل کی جمع ہے۔ فقہاء کے نزدیک اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور محدثین کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کی جگہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

الشق الثانی ...... باب البیان وهو علی خمسة اوجهٍ......

بیان کی اقسامِ خمسہ کے نام ذکر کریں، بیانِ تقریر کی تعریف مع مثال وحکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) بیان کی اقسامِ خمسہ کے نام (۲) بیانِ تقریر کی تعریف مع مثال وحکم

جواب ...... ① بیان کی اقسام خمسہ کے نام:۔ بیان کی پانچ اقسام ہیں۔ ① بیانِ تقریر ② بیانِ تفسیر ③ بیانِ تغییر ④ بیانِ تبدیل ⑤ بیانِ ضرورۃ۔

② بیانِ تقریر کی تعریف مع مثال وحکم:۔ بیانِ تقریر یہ ہے کہ ایک لفظ کے معنی ظاہر ہوں لیکن وہ لفظ اس معنی کے علاوہ کا بھی احتمال رکھتا ہو پس متکلم بیان کر دے کہ میری کلام میں اس لفظ سے معنی ظاہر ہی مراد ہے تو متکلم کے اس بیان سے ظاہر کا حکم مؤکد ہو جائیگا اس کو بیانِ تقریر کہتے ہیں جیسے کسی نے کہا **لفلانٍ علیّ قفیز حنطة بقفیز البلد** اس میں قفیز حنطہ سے ظاہر معنی قفیزِ بلد ہی ہے مگر غیر کا بھی احتمال ہے، تو متکلم نے **بقفیز البلد** کہہ کر معنی ظاہر کو مؤکد کر دیا جس سے غیر کا احتمال ختم ہو گیا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی طرف سے یہ بیان موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح جائز ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ...... واما بیان التبدیل فهو النسخ......۔

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد جوازِ نسخ کی دلیل ذکر کریں۔ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی (۲) جوازِ نسخ کی دلیل (۳) منسوخ من الکتاب کی اقسامِ اربعہ مع امثلہ۔

جواب ...... ① نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ نسخ کا لغوی معنی نقل وتحویل اور رفع وازالہ ہے جیسے **نَسَخَ الْكِتَابَ** (اس نے کتاب نقل کی) اور **نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ** (سورج نے سایہ کو زائل کر دیا)۔

اصطلاح میں نسخ کا معنی حکم کی تبدیلی ہے، خواہ یہ تبدیلی پہلے حکم کو بالکل ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لانے کی صورت میں ہو یا کسی سابقہ مطلق وعام حکم میں کوئی قید یا شرط بڑھانے کی صورت میں ہو، یہ متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین کے نزدیک نسخ وہ تبدیلی ہے جس میں پہلے حکم کے ساتھ دوسرے حکم کی کسی بھی طرح تطبیق نہ ہو سکے۔

❷ جوازِ نسخ کی دلیل:۔ نسخ کے جواز کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ کہ جب ہم کسی آیت کو نسخ کرتے ہیں یا ذہنوں سے بھلاتے ہیں تو اس آیت سے بہتر دوسری آیت وحکم لے آتے ہیں۔ دوسری دلیل عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ اَحَادِيْثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَنَسْخِ الْقُرْآنِ۔

❸ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ:۔ منسوخ من الکتاب کی چار اقسام ہیں۔

① منسوخ التلاوة والحكم جميعا: کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورۃ الاحزاب کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ البقرۃ کے برابر تھی۔ اب صرف ستر آیات باقی رہ گئی ہیں حکم وآیات سب کچھ منسوخ ہے۔

② منسوخ التلاوة دون الحكم: کہ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو جیسے الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما نكالا من الله، اس آیت کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی ہے مگر حکم اب بھی باقی ہے۔

③ منسوخ الحكم دون التلاوة: کہ حکم منسوخ ہوگیا ہو مگر تلاوت باقی ہو جیسے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ اس قسم کی آیاتِ صلح وتخییر کا حکم آیاتِ قتال کے ذریعہ منسوخ ہے مگر تلاوت باقی ہے۔

④ نسخ و صف الحكم: کہ آیت کا اصل حکم تو باقی رہے مگر حکم عام اور حکم مطلق کو منسوخ کر دیا گیا ہو مثلاً عاشورہ کا روزہ فرضیتِ رمضان سے قبل فرض تھا اور فرضیتِ رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہوگئی مگر جواز وسنیت باقی ہے۔

الشق الثانی ...... استحسان واستصحاب حال کی تعریف کریں نیز استحسان کی اقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) استحسان واستصحاب حال کی تعریف (۲) استحسان کی اقسام مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ استحسان واستصحاب حال کی تعریف:۔ استحسان کا لغوی معنٰی اچھا ہونا ہے اور اصطلاح میں وہ حکم جو مخالفِ قیاس ہو یعنی باوجود علت کے پائے جانے کے نص یا اجماع یا ضرورت کی وجہ سے حکم جاری نہ ہو مثلاً قیاس کی وجہ سے بیع سلم جائز نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے مگر استحساناً بیع سلم جائز ہے۔

استصحابِ حال کا معنی ہے کسی شیٔ کی سابقہ حالت کا اعتبار کرنا یعنی کوئی چیز جس حال پر پہلے ہے مغیر ومزیل کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اسکو سابقہ حال پر باقی رکھنا مثلاً کسی نے پاک برتن میں پاک پانی بھر کر رکھ دیا، بعد میں اس کو پانی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اس پانی کو دیکھا کہ اس میں کوئی تبدیلی یعنی ناپاکی وغیرہ کا وقوع نہیں ہوا تو اس پانی کی اصلی حالت جو پاکی کی تھی اسکا حکم لگا دیا کہ یہ پانی پاک ہے۔

❷ استحسان کی اقسام مع امثلہ:۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک استحسان کی دو قسمیں ہیں۔ ① استحسان قیاسی جبکہ کسی مسئلہ میں دو وصف پائے جائیں اور وہ دونوں دو متباین قیاسوں کے مقتضی ہوں ایک قیاس ظاہر ہو جسے قیاس اصطلاحی کہا جاتا ہے اور دوسرا قیاس خفی ہو تو ظاہر قیاس کے مقابلہ میں اس خفی قیاس کا نام استحسان ہے۔ یعنی جس مسئلے کے حکم پر فقیہ غور وفکر کرتا ہے اس پر وہ دونوں قیاس منطبق ہو سکتے ہیں مگر ایک قیاس جلی اور ظاہر ہے اور دوسرا خفی مگر اس مسئلے میں ایسی دلیل موجود ہو جو خفی کے ساتھ اس کے الحاق کی

مقتضی ہو جیسے شکاری پرندے کا جوٹھا پانی قیاسِ جلی کی وجہ سے نجس ہونا چاہیے کیونکہ شکاری پرندے ماکول و نجس ہونے میں درندوں کے مشابہ ہیں اور درندوں کا جوٹھا نجس ہے اور قیاسِ خفی (استحسان) یہ ہے کہ جوٹھا پانی لعاب کی وجہ سے نجس ہوتا ہے اور لعاب گوشت سے بنتا ہے پس گوشت نجس ہونے کی وجہ سے جوٹھا بھی نجس ہوتا ہے مگر درندہ صفت پرندے چونچ سے پانی پیتے ہیں اور اُن کا لعاب پانی میں خلط نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اُن کا جوٹھا نجس نہیں ہوگا۔

② استحسان کا سبب علت خفیہ نہ ہو بلکہ مصادر شریعت یا ضروریات دین میں سے کوئی چیز قیاس سے معارض ہو اور وہ استحسان کا باعث بنے۔ اس صورت میں قیاس سے معارض کوئی اثر یا اجماع اور رفاہِ عامہ کے قبیل سے کوئی چیز ہوگی جس کی عدمِ رعایت سے لوگ زحمت اور تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا اس استحسان کی تین قسمیں ہیں۔

استحسان سنت: اگر سنت سے کوئی چیز خلاف قیاس ثابت ہو جائے جس سے قیاس کا نظر انداز کرنا ضروری ہو تو اسے استحسان سنت کہا جائے گا جیسا کہ کسی روزے دار کا بھولے سے کھا پی لینا۔ قیاس یہ چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہو جائے مگر امام صاحب روایت کی بناء پر قیاس کو رد کرتے ہیں اور روزے کی صحت کا حکم لگاتے ہیں جیسا کہ ان سے مروی ہے۔

استحسان اجماع: اس استحسان کی صورت یہ ہے کہ کسی مسئلہ پر قیاس کے مقتضی کے خلاف اجماع ہو جائے جیسے عقد استصناع کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے حالانکہ قیاس کی رو سے یہ عقد فاسد ہونا چاہیے تھا کیونکہ محل عقد معدوم ہے مگر یہاں قیاس کو چھوڑ کر اجماع سے اخذ کیا جاتا ہے اور مذکورہ عقد کو صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔

استحسان ضرورت: اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ضرورت عامہ کی بناء پر مجتہد قیاس کے ترک پر مجبور ہو جائے مثلاً حوض اور کنویں کی تطہیر کا مسئلہ ہے کہ قیاس کی رو سے ان کی تطہیر ممکن نہیں۔ (قوت الاخیار۔ ج۲ص۱۴۴)

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......اقسام النظم والمعنی فیما یرجع الی معرفة احکام الشرع اربعةٌ. الاوّل فی وجوه النظم صیغة ولغةً وهی اربعةٌ.........

کتاب اللہ کی تقسیمات اربعہ کی بیس اقسام کے نام تحریر کریں نیز تقسیم اوّل کی اقسام کی وجہِ حصر ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں۔(۱) کتاب اللہ کی تقسیمات اربعہ کی بیس اقسام کے نام (۲) تقسیم اوّل کی اقسام کی وجہِ حصر۔

جواب ...... ① <u>کتاب اللہ کی تقسیمات اربعہ کی بیس اقسام کے نام:۔</u> کتاب اللہ کی وضع کے اعتبار سے تقسیم اوّل کی چار اقسام کے نام یہ ہیں۔ ① خاص ② عام ③ مشترک ④ مؤول۔

کتاب اللہ کی معنی کے ظہور کے اعتبار سے تقسیم ثانی کی چار اقسام کے نام یہ ہیں۔ ① ظاہر ② نص ③ مفسر ④ محکم۔

کتاب اللہ کی معنی کے خفاء کے اعتبار سے تقسیم ثانی کی چار اقسام کے نام یہ ہیں۔ ① خفی ② مشکل ③ مجمل ④ متشابہ۔

کتاب اللہ کی معنی موضوع لہ میں استعمال کے اعتبار سے تقسیم ثالث کی چار اقسام کے نام یہ ہیں۔ ① حقیقہ ② مجاز ③ صریح ④ کنایہ۔

کتاب اللہ کی معنی پر دلالت کی کیفیت کے اعتبار سے تقسیم رابع کی چار اقسام کے نام یہ ہیں۔ ① عبارۃ النص ② اشارۃ النص ③ دلالۃ النص ④ اقتضاء النص۔

② تقسیم اوّل کی اقسام کی وجہ حصر:۔ وضع کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں (خاص، عام، مشترک، مؤول) ہیں ان کی دلیلِ حصر یہ ہے کہ لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے ایک معنی پر دلالت کرے گا یا ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے گا، اگر ایک معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ایک معنی پر دلالت بلاشرکتِ غیر ہوگی یا مع شرکتِ غیر ہوگی، اگر بلاشرکتِ غیر دلالت ہو تو وہ خاص ہے اور اگر مع شرکتِ غیر دلالت ہو تو عام ہے، اور اگر لفظ ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان معانی میں سے کوئی ایک معنی تاویل کے ذریعے راجح ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر تاویل کے ذریعہ ایک معنی راجح ہو تو مؤول ہے اور اگر تاویل کے ذریعہ کوئی معنی راجح نہ ہو سب معانی برابر ہوں تو مشترک ہے۔

الشق الثانی ...... واختلف المشائخ فی ان القضاء یجب بنص مقصود ام بالسبب الذی یوجب الاداء قال عامتھم بانه یجب بذلك السبب وھو الخطاب.

قضاء کے وجوب کے لئے سببِ قدیم یا جدید کے متعلق مشائخ کے اختلاف کو وضاحت سے تحریر کریں نیز اختلاف کا ثمرہ بھی مثال کے ذریعے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) قضاء کیلئے سببِ قدیم یا جدید کی تعیین (۲) ثمرۂ اختلاف۔

جواب ...... ① قضاء کیلئے سببِ قدیم یا جدید کی تعیین:۔ اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جو نص اداء کو واجب کرتی ہے بعینہٖ وہی نص قضاء کو واجب کرتی ہے، قضاء واجب کرنے کیلئے کسی نص جدید کی ضرورت نہیں ہے مثلاً **اقیموا الصلٰوۃ** یہ آیت جس طرح ادائے صلٰوۃ کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صلٰوۃ کو بھی واجب کرتی ہے۔ قضائے صلٰوۃ کو واجب کرنے کے لئے کسی نئی نص کی ضرورت نہیں ہے اور جس طرح **کتب علیکم الصیام** ادائے صوم کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صوم کو بھی واجب کرتی ہے، قضائے صوم کو واجب کرنے کے لئے کسی مستقل نئی نص کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حنفیہ کے عراقی مشائخ، معتزلہ اور شوافع کے نزدیک قضاء واجب کرنے کے لئے مستقل نئی نص کا ہونا ضروری ہے۔ ایک نص اداء اور قضاء دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک ادائے صلٰوۃ کو **اقیموا الصلٰوۃ** سے واجب کیا گیا ہے اور قضائے صلٰوۃ کو رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے واجب کیا گیا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نماز کے وقت میں سو گیا اور نماز ادا نہ کر سکا یا نماز کو بھول گیا تو جس وقت اس کو نماز یاد آئے اس وقت پڑھ لے، یہی اس کی نماز کا وقت ہے۔ اسی طرح روزہ کے لئے موجب للاداء **کتب علیکم الصیام** ہے اور موجب للقضاء **فمن کان منکم مریضًا او علی سفر فعدۃ من ایام**

اُخـر ہےیعنی رمضان کے مہینے میں اگر کوئی شخص بیمار ہو گیا یا سفر میں رہا اور روزے نہیں رکھ سکا تو دوسرے ایام میں اتنے ہی روزے رکھ لے۔ مگر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ دونوں نصوص **من نام عن صلوٰة** اور **فمن کان منکم مریضًا** نماز اور روزے کی قضاء کو واجب کرنے کیلئے وارد نہیں ہوئی ہیں بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں کہ نماز اور روزہ کی اداء سابقہ دونوں نصوص **اقیموا الصلوٰة، کتب علیکم الصیام** کی وجہ سے تمہارے ذمہ میں باقی ہے، وقت گزر جانے کی وجہ سے ذمہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے کیونکہ اداء مکلف پر اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے اور جس پر حق واجب ہو حق سے اس کے ذمہ کی فراغت یا تو اداء کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحبِ حق کا حق ادا کر دے یا عجز کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحبِ حق کا حق ادا کرنے سے عاجز آجائے یا صاحبِ حق کے ساقط کرنے سے ساقط ہوتی ہے یعنی صاحبِ حق اپنا حق ساقط کر دے لیکن یہاں تینوں باتیں موجود نہیں ہیں۔ (قوت الاخیار ص۱۴۲)

❷ ثمرۂ اختلاف:۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قضاء کے لئے نص اداء کے علاوہ چونکہ دوسری نص کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان کے نزدیک نماز کی اداء **اقیموا الصلوٰة** سے واجب ہوگی اور اس کی قضاء **من نام عن صلاة** سے واجب ہوگی اور روزہ کی ادا **کتب علیکم الصیام** سے واجب ہوگی اور اس کی قضاء **فمن کان منکم مریضًا** سے واجب ہوگی اور جس چیز کی قضاء کے لئے جدید نص وارد نہ ہوئی ہو اس کی قضاء کا سبب تفویت (فوت کر دینا) ہوگا کیونکہ تفویت مکلف کی طرف سے تعدی اور ظلم ہے اور تعدی ضمان کا سبب ہوتا ہے لہٰذا تفویت بھی ضمان یعنی قضاء کا سبب ہوگا اور نص قضاء کا قائم مقام ہوگا۔

پس ہمارے اور شوافع کے درمیان اختلاف کا ثمرہ صرف فوات کی صورت میں ظاہر ہوگا مثلاً ایک شخص نذر کے دن میں بیمار ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا اور نماز یا روزہ ادا نہ کر سکا تو ہمارے نزدیک چونکہ قضاء کا سبب وہی ہے جو اداء کا سبب ہے اس لئے فوات (فوت ہونے کی صورت) میں بھی قضاء واجب ہوگی اور شوافع کے نزدیک قضاء کے لئے چونکہ جدید نص یا تفویت کا ہونا ضروری ہے اور فوات کی صورت میں دونوں میں سے کوئی نہیں پایا گیا اس لئے فوات کی صورت میں قضاء واجب نہ ہوگی اور بعض حضرات شوافع کے نزدیک فوات بھی تفویت کی طرح نص کے قائم مقام ہے یعنی جس طرح قضاء کیلئے نص جدید نہ ہونے کی صورت میں تفویت قضاء کا سبب ہوتا ہے اسی طرح فوات (فوت ہونا) بھی قضاء کا سبب ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں باہمی اختلاف کا ثمرہ صرف حکم کی تخریج میں ظاہر ہوگا یعنی ہمارے نزدیک قضاء کیلئے نص جدید ہو یا تفویت ہو یا فوات ہو تمام صورتوں میں سابقہ نص سے قضاء واجب ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر قضاء کیلئے نص جدید ہو تو قضاء کا سبب نص جدید ہوگا ورنہ تفویت یا فوات سبب ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاول ...... **والنهی عن الافعال الحسیة یقع علی القسم الاول والنهی عن الافعال الشرعیة یقع علی القسم الاخیر.**

نہی کی لغوی واصطلاحی تعریف تحریر کریں، عبارت کا مفہوم بیان کریں نیز افعال حسیہ وافعال شرعیہ کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) نہی کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) عبارت کا مفہوم (۳) افعالِ حسیہ وافعالِ شرعیہ کی مراد۔

جواب...... ❶ نہی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ نہی کا لغوی معنیٰ روکنا ہے اور اصطلاح میں **النهی هو طلب الكف عن الفعل علی وجه الاستعلاء** اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو طلب کرنا ہے جیسے **ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها۔**

❷ عبارت کا مفہوم:۔ ماقبل میں مصنفؒ نے نہی کی قبح کے اعتبار سے دوقسموں کو ذکر کیا تھا۔ ① نہی لعینہٖ ② نہی لغیرہٖ۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ افعالِ حسیہ سے نہی اطلاق اور عدمِ موانع کی صورت میں ان افعال کے قبیح لعینہٖ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے قتل، زناء وغیرہ شریعت سے ہٹ کر اپنی ذات کی وجہ سے قبیح ہیں۔ اور امورِ شرعیہ سے نہی اُن امور وافعال کے قبیح لغیرہٖ وصفی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کو وصفی کے ساتھ اسلئے مقید کیا گیا ہے کہ اکثر واشہر یہی ہے ورنہ بعض اوقات افعالِ شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہٖ مجاورًا پر بھی دلالت کرتی ہے۔ افعالِ شرعیہ سے نہی اُن افعال کے قبیح لغیرہٖ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نہی افعالِ منہیہ میں قبح کا تقاضا کرتی ہے اور قاعدہ ہے کہ مقتضیٰ کو ایسے طریقہ سے ثابت کیا جائے کہ مقتضِی باطل نہ ہو پس اگر افعالِ شرعیہ سے نہی کو قبح لعینہٖ پر محمول کریں جیسا کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے تو اس صورت میں مقتضیٰ کو ثابت کرنے سے مقتضِی (نہی) باطل ہو جائیگی۔ اس لئے کہ نہی کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اس فعل پر قادر ہے لیکن شریعت بندہ کو اُس کے ارتکاب سے روکتی ہے تو اگر وہ اپنے اختیار سے رُک جائے تو ثواب پائے گا ورنہ عقاب کا مستحق ہوگا اور اگر بندہ کو منہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہی نہ ہو اور پھر بندہ کو منع کیا جائے تو یہ نہی نہ ہوگی بلکہ یہ نفی ونسخ ہے جیسے پیالہ میں پانی نہ ہو اور **لا تشرب** کہا جائے تو یہ نفی ہے اور اگر پیالہ میں پانی موجود ہو اور پھر **لا تشرب** کہا جائے تو یہ نہی ہے۔ گویا نہی کے اندر قباحت حکمت ناہی کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی نہی مقتضِی قباحت ہے اور قباحت مقتضیٰ ہے پس ضروری ہے کہ مقتضیٰ کی رعایت میں مقتضِی کا ابطال لازم نہ آئے بلکہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مقتضِی کی بھی رعایت ہو اور مقتضیٰ کی بھی اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب نہی نہی رہے اور مکلف کے اندر منہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہو۔ اور فعلِ شرعی کی قدرت یہ ہے کہ وہ شرعاً موجود ہو سکے مگر شریعت اُس کے ارتکاب سے منع کرے۔

البتہ اگر کوئی دلیل پائی جائے تو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک بھی افعالِ شرعیہ سے نہی نہی لغیرہٖ پر محمول ہوگی۔

❸ افعالِ حسیہ وافعالِ شرعیہ کی مراد:۔ افعالِ حسیہ: سے مراد وہ افعال ہیں جن کے معانی ورودِ شرع سے پہلے جو تھے وہ معانی ورودِ شرع کے بعد باقی رہیں، شریعت کی وجہ سے ان معانی میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا ہو۔ جیسے قتل، زنا، شراب پینا وغیرہ ان افعال کے معانی شریعت سے پہلے جو تھے اب بھی وہی ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

افعالِ شرعیہ: سے مراد وہ افعال ہیں جنکے اصل معانی ورودِ شرع کے بعد متغیر ہو گئے ہوں مثلاً صوم وصلوٰۃ، شریعت سے قبل صوم کا معنیٰ مطلق رکنا تھا۔ اسی طرح صلوٰۃ کا معنیٰ مطلق دعا تھا اور شریعت کے آنے کے بعد انکے معانی متغیر ہو گئے ہیں کہ صوم نیت

کے ساتھ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام ہے اور صلوٰۃ قیام قعود رکوع وسجود اور قراءت وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے۔

الشق الثانی **فالمرسل من الصحابی محمول علی السماع ومن القرن الثانی……**

حدیث مرسل کی تعریف کریں۔ حدیث مرسل کی کتنی قسمیں ہیں؟ تمام اقسام کو مع احکام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾……اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) حدیث مرسل کی تعریف (۲) حدیث مرسل کی اقسام مع الاحکام۔

جواب …… ❶ حدیث مرسل کی تعریف:۔ حدیث مرسل وہ حدیث ہے جسمیں راوی اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کے واسطوں کو حذف وترک کرتے ہوئے مثلاً اس طرح روایت کرے **قال رسول الله** ﷺ۔

❷ حدیث مرسل کی اقسام مع الاحکام:۔ حدیث مرسل کی چار اقسام ہیں۔ (۱) قرنِ اوّل کا راوی یعنی صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول الله** ﷺ کہے (۲) قرنِ ثانی کا راوی (تابعی) ارسال کرے (۳) قرنِ ثالث کا راوی (تبع تابعی) ارسال کرے (۴) قرونِ ثلاثہ کے بعد کسی بھی زمانہ کا راوی ارسال کرے یعنی درمیانی واسطوں کو ترک کردے۔

① حدیث مرسل کی پہلی قسم یعنی کوئی صحابی ارسال کرتے ہوئے کوئی روایت کرے تو یہ بالاتفاق قبول ہے اسلئے کہ غالب یہی ہے کہ اس صحابی نے یہ روایت بذاتِ خود آپ ﷺ سے سماعت کی ہوگی اگرچہ یہ گمان بھی ہے کہ شاید اس صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے یہ روایت سنی ہو بہر حال صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول الله ، سمعت رسوال الله ،حدثنی رسول الله** کہے، ہر صورت میں یہ مرسل حدیث مقبول ہے۔

② و ③ حدیث مرسل کی قسم ثانی وثالث یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی ارسال کرے تو یہ بھی احناف مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک قسم اوّل کی طرح مقبول ہے، البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اقسام قابلِ قبول نہیں ہیں، اسلئے کہ اگر راوی کی صفات مجہول ہوں تو وہ حدیث حجت نہیں ہوتی اور یہاں تو ذات وصفات دونوں مجہول ہیں، لہٰذا یہ بطریق اولیٰ مقبول نہیں ہے البتہ اگر اس روایت کی کسی حجت قطعی سے تائید ہو یا قیاس صحیح سے تائید ہو یا امت نے اس کو قبول کیا ہو یا کسی دوسری صورت سے اسکا اتصال ثابت ہو تو پھر وہ روایت مقبول ہے۔ البتہ حضرت سعید بن مسیبؒ کی مراسیل امام شافعیؒ کے نزدیک حجت ہیں اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں غور وفکر کیا تو میں نے ان سب مراسیل کو مسانید پایا اس وجہ سے یہ حجت ہیں۔

علامہ ابن العینی شرح المنار میں فرماتے ہیں کہ قرنِ ثانی وثالث کی مرسل روایت ہمارے نزدیک مقبول ہے اس لئے کہ ان کی خیریت وعدالت کی شہادت وگواہی آپ ﷺ سے ثابت ہے اور وہ لوگ اکثر ارسال کرتے تھے اور کسی نے بھی ان پر نکیر واعتراض نہیں کیا۔

نیز تابعی اور تبع تابعی کی مرسل روایت اس بات پر محمول ہوگی کہ ان کے سامنے حدیث کا ثبوت اور اسناد واضح ہو چکا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اسناد ذکر کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور یہ مرسل مسند سے بھی بڑھ کر ہوگی کیونکہ مسند میں اسناد ذکر کی جاتی ہے اور حدیث کی نسبت اپنے اسناد کی طرف کردی جاتی ہے تاکہ نسبت کا بوجھ اپنے سر پر نہ رہے جبکہ یہاں پر تابعی اور تبع تابعی نے اسناد

کو چھوڑ کر گویا نسبت کا بوجھ اپنے ذمے لے لیا ہے۔

④ قرونِ ثلاثہ کے بعد کا راوی ارسال کرے تو امام کرخیؒ کے نزدیک یہ بھی مقبول ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک مختلف زمانوں کے لوگوں کے اعتبار سے مراسیل میں فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک جن کی مسند روایت مقبول ہے اسکی مرسل بھی مقبول ہے، ابن ابانؒ فرماتے ہیں کہ اس کی مرسل روایت مقبول نہیں ہے اس لئے کہ خیر القرون کا زمانہ قرون ثلاثہ تک ہے، اس کے بعد فسق غالب ہو گیا تھا، اسی لئے سند کا بیان ضروری ہے البتہ اگر ایسے راوی کی مرسل ہو جس کو ثقہ روات اس کی مسند کی طرح نقل کرتے ہیں جیسے امام محمد وغیرہ تو پھر اس کی مرسل بھی مقبول ہوگی۔ (جامع الاسرار ص۹۵۸ تا ۹۷۲)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... **ویسقط العمل بالحدیث اذا ظهر مخالفته قولا او عملاً من الراوی بعد الروایة او من غیره من ائمة الصحابة۔**

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور حدیث پر عمل کرنا ساقط ہو جائے گا جب راوی کی طرف سے یا غیر کی طرف سے ائمہ صحابہ میں سے روایت کے بعد قولی طور پر یا عملی طور پر حدیث کی مخالفت ظاہر ہو۔

② عبارت کی وضاحت:۔ مصنفؒ کی عبارت کی وضاحت اور تفصیل یہ ہے کہ حدیث میں طعن یا راوی کی طرف سے ہوگا یا غیر کی طرف سے ہوگا۔ پھر وہ غیر صحابی ہوگا یا ائمہ حدیث میں سے ہوگا۔ صحابی ہونے کی صورت میں خفاء کا احتمال ہوگا یا نہیں اور غیر صحابی ہونے کی صورت میں وہ اہلِ نصیحت و اتقان میں سے ہوگا یا اہلِ تعصب و عداوت میں سے ہوگا۔ پھر طعن مجہول ہوگا یا مفسر ہوگا۔ اس طرح مجموعی طور پر حدیث میں طعن کی یہ نو اقسام ہو گئیں۔

پہلی قسم میں جب راوی خود روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ جرح میں شمار ہوگا اور اگر روایت سے پہلے روایت کے خلاف عمل کرے یا مخالفت کی تاریخ کا علم نہ ہو تو پھر یہ عمل جرح شمار نہ ہوگا۔ اور اگر راوی تاویل کے ذریعے روایت کے خلاف عمل کرے تو اُس کی تاویل حجت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ حدیث کے بعض محتملات پر عمل ہے جو کہ جرح نہیں ہیں۔ اور جب راوی روایت کا انکار کرے اور انکار بھی سخت ہو تو یہ بھی جرح ہے۔ جس کے نتیجہ میں حدیث پر عمل ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر انکار سخت نہ ہو تو پھر یہ بعض کے نزدیک جرح ہے اور بعض کے نزدیک نہیں۔

دوسری، چوتھی اور پانچویں قسم میں چوتھا احتمال جرح نہیں ہے جبکہ پانچواں احتمال جرح ہے۔

تیسری، چھٹی اور ساتویں قسم میں چھٹے احتمال میں جرح ہے ساتویں میں نہیں ہے۔

آٹھویں قسم جرح نہیں ہے اور نویں قسم جرح ہے۔ (درسِ حسامی ص۱۳۱)

الشق الثانی......**واما بیان الضرورة فهو نوع بیان یقع بما لم یوضع له وهٰذا علی اربعة انواعٍ۔**
بیانِ ضرورۃ کی تعریف کریں نیز بیانِ ضرورۃ کی اقسام اربعہ کی وضاحت تحریر کریں۔
﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں۔(۱) بیانِ ضرورۃ کی تعریف (۲) بیانِ ضرورۃ کی اقسام اربعہ کی وضاحت۔

جواب...... ❶ بیانِ ضرورۃ کی تعریف:۔ بیانِ ضرورۃ وہ بیان ہے جو بوقتِ ضرورت متکلم کی کلام سے قضاءً وضرورۃً سمجھا جائے گویا اس میں سکوت کو بیان کا درجہ مل جاتا ہے حالانکہ سکوت بیان کیلئے موضوع نہیں ہے بلکہ بیان کیلئے نطق (بولنا) موضوع ہے۔

❷ بیانِ ضرورۃ کی اقسام اربعہ کی وضاحت:۔ بیانِ ضرورت کی چار اقسام ہیں۔

① متکلم کا بیان منطوق کے حکم میں ہو یا وہ کلام جس سے سکوت کیا گیا ہو اور مقدر تسلیم کیا گیا ہو وہ منطوق کے حکم میں ہو جیسے **ورثه ابواه فلامه الثلث،** اس آیت میں شارح نے اولاً والدین کو مع الشرکت میت کا وارث قرار دیا۔ اسکے بعد والدہ کا حصہ ثلث خاص کر دیا تو یہ بیانِ ضرورت ہے اسلئے کہ اسکے علاوہ جو حصہ (دوثلث) بچا ہے وہ از خود معلوم ہو گیا کہ اسکا حقدار والد ہے۔

② متکلم کی حالتِ ساکتہ دلالت کرے کہ بیانِ ضرورت مکمل ہو چکا ہے اگر ضرورت ہوتی تو متکلم خاموش نہ رہتا، یہاں متکلم کا خاموش رہنا بیانِ ضرورت ہے جیسے آپ ﷺ کے سامنے لوگ مختلف عقود (مضاربت مشارکت بیع وشراء وغیرہ) کرتے رہے آپ ﷺ نے ان امور کا ملاحظہ کرنے کے باوجود خاموشی اختیار کی تو یہ ان امور کے جواز کیلئے بیان ضرورت ہے کہ اگر یہ امور وعقود جائز نہ ہوتے تو آپ ﷺ خاموشی اختیار نہ کرتے۔

③ لوگوں سے ضرر کو دفع کرنے کیلئے ضرورۃً اس کو بیان تسلیم کیا جائے جیسے ایک مالک کے سامنے اس کا غلام خرید وفروخت کرتا ہے اور وہ مالک خاموش رہتا ہے تو مالک کی یہ خاموشی مالک کی طرف سے اجازت سمجھی جائیگی، کیونکہ اگر اس خاموشی کو بیانِ ضرورت کے درجہ میں اجازت پر محمول نہ کریں تو لوگ اس غلام کو عبدِ ماذون سمجھتے ہوئے اس سے خرید وفروخت کرینگے اور ان کا ضرر لازم آئے گا جو کہ حرام ہے اور اس ضرر کو دفع کرنا واجب ہے۔

④ کثرتِ کلام یا طول عبارت ہونے کی وجہ سے اس کو ضرورۃً بیان تسلیم کر لیا جائے کہ وہ عبارت مراد کلام پر دلالت کرتی ہے جیسے **له علیّ مائة ودرهم،** اس مثال میں متکلم نے مائۃ کے ساتھ تمیز کو ذکر نہیں کیا، اور عطف کی صورت مابعد میں درہم کا لفظ اس بات کا بیان ہے کہ معطوف علیہ میں بھی مائۃ سے مراد دراہم ہی ہیں اور متکلم نے کثرتِ کلام یا طول عبارت سے بچنے کے لئے معطوف علیہ میں تمیز کو ذکر نہیں کیا۔
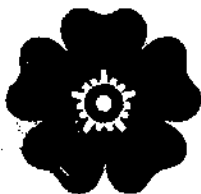
الورقة الرابعة
البلاغة
مختصر المعانی (الفن الاوّل والثالث)

﴿الورقة الرابعة: فی البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل...... **"وینحصر" المقصود من علم المعانی "فی ثمانیة ابواب" انحصار الکل فی الاجزاء لا الکلی فی الجزئیات والا لصدق علم المعانی علی کل باب۔**

علمِ معانی کی تعریف، موضوع وغرض وغایت بیان کریں، علمِ معانی جن آٹھ ابواب پر مشتمل ہے ان کے اسماء تحریر کریں نیز خط کشیدہ جملہ کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) علمِ معانی کی تعریف، موضوع وغرض وغایت (۲) علمِ معانی کے ابواب ثمانیہ کے اسماء (۳) جملہ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب...... ❶ علمِ معانی کی تعریف، موضوع وغرض وغایت:۔ تعریف: **علم یعرف بها احوال اللفظ العربی التی بها یطابق اللفظ مقتضی الحال۔**

① اس تعریف میں علم بمعنٰی ملکہ ہے کہ علمِ معانی ایسے ملکہ کا نام یعنی ایسی کیفیت نفسانیہ راسخہ کا نام ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے احوال کی پہچان ہو جائے اس حیثیت سے کہ جن احوال کی رعایت کی وجہ سے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہو جائے۔

② علم بمعنٰی اصول وقواعد ہے۔ اب تعریف یہ ہے کہ علمِ معانی ایسے اصول وقواعد کا نام ہے جن کے ذریعے عربی لفظ کے ایسے احوال معلوم ہو جائیں کہ جن احوال کے ذریعے لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہو جائے۔

موضوع: لفظِ عربی کے احوال سے بحث کرنا۔

غرض: لفظِ عربی کے احوال معلوم کر کے مقتضی الحال کے مطابق کلام کی جائے اور معنی مرادی میں واقع ہونیوالی غلطی سے بچا جائے۔

❷ علمِ معانی کے ابواب ثمانیہ کے اسماء:۔ ① احوال الاسناد الخبری ② احوال المسند الیہ ③ احوال المسند ④ احوال متعلقات الفعل ⑤ القصر ⑥ انشاء ⑦ فصل وصل ⑧ ایجاز والطناب ومساوات۔ ان آٹھ کے مجموعے کا نام علمِ معانی ہے۔

❸ جملہ مخطوطہ کا مطلب:۔ یہ جملہ ایک سوال کا جواب ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ **وینحصر المقصود الخ** میں انحصار کی کونسی قسم مراد ہے؟ **انحصار الکل فی الاجزاء** یا **انحصار الکلی فی الجزئیات**۔ انحصار کی تعیین کریں تاکہ عبارت کا مفہوم واضح ہو سکے۔

انحصار الکل فی الاجزء سے اسکا جواب دیا کہ یہاں انحصار سے مراد **انحصار الکل فی الاجزاء** ہے اور **انحصار الکلی فی الجزئیات** نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ علمِ معانی کا حکم ان میں سے ہر ہر ایک پر صحیح ہو اور یوں کہا جا سکے کہ احوال اسناد الخبری علمِ معانی ہے۔ احوال المسند الیہ علمِ معانی ہے الخ حالانکہ علمِ معانی کا حمل ہر ایک پر صحیح نہیں بلکہ مجموعہ پر ہے۔

اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انحصار الکل فی الاجزاء میں کل کا حمل ہر ہر جزء پر صحیح نہیں ہوتا بلکہ مجموعہ من حیث المجموعہ پر ہوتا

ہے گویا کل مختلف اجزاء سے مرکب ہوتا ہے مثلاً سکنجبین پانی چینی لیموں ونمک سے مرکب ہے، ان کے مجموعہ کو سکنجبین کہا جائے گا اور اکیلے اکیلے ہر ہر جزء کو سکنجبین نہیں کہہ سکتے اور انحصار الکلی فی الجزئیات میں کل کا حمل ہر ہر جزء پر صحیح ہوتا ہے جیسے انسان، اس کی انواع واقسام مثلاً عربی، عجمی، ہندی، فارسی وغیرہ سب اس کی جزئیات ہیں اور ان میں ہر ہر فرد پر انسان کا حمل ہوسکتا ہے اور "**العربی انسان، العجمی انسان، الفارسی انسان**" کہہ سکتے ہیں۔

الغرض ابوابِ ثمانیہ کا مجموعہ علم معانی ہے اور یہ سب اسکے اجزاء ہیں۔ ان میں سے ہر ایک الگ الگ طور پر علم معانی ہرگز نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... وھی اسناد الفعل او معناہ الٰی ماھولہ عند المتکلم، فاقسام الحقیقة العقلیة علی ما یشملہ التعریف اربعة ......

ھی ضمیر کا مرجع بیان کرتے ہوئے تعریف کی وضاحت کریں۔ حقیقتِ عقلیہ کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔ (۱) ضمیر کا مرجع وتعریف کی وضاحت (۲) حقیقتِ عقلیہ کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ <u>ضمیر کا مرجع وتعریف کی وضاحت:۔</u> اس عبارت میں ھی ضمیر کا مرجع حقیقتِ عقلیہ ہے۔ گویا اس عبارت میں حقیقتِ عقلیہ کی تعریف کی گئی ہے جیسا کہ مابعد والی عبارت **فاقسام الحقیقة العقلیة** سے واضح ہو رہا ہے۔

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ فعل یا معنیٔ فعل کا اسناد ایسی چیز کی طرف کہ بنظرِ ظاہر حالِ متکلم یا اعتقادِ متکلم میں وہ فعل یا معنیٔ فعل اس شی کیلئے ثابت ہو جیسے فعل مبنی للفاعل یعنی فعل معروف کا اسناد فاعل کی طرف جیسے **ضرب زید عمروا** اور فعل مبنی للمفعول کا اسناد مفعول بہٖ کی طرف جیسے **ضرب عمرو** پہلی مثال میں ضاربیت کا اسناد زید کی طرف اور دوسری مثال میں مضروبیت کا اسناد عمرو کی طرف یہ حقیقتِ عقلیہ ہے۔

باقی معنیٔ فعل کا مصداق شبہ فعل یعنی مصدر، اسم، فاعل، اسم مفعول، اسم تفضیل وظرف ہے۔

❷ <u>حقیقتِ عقلیہ کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع امثلہ:۔</u>

① اسناد واقع کے مطابق بھی ہو اور متکلم کے اعتقاد کے بھی مطابق ہو جیسے مسلمان کا قول **انبت اللّٰہ البقل**۔

② اسناد واقع کے مطابق نہ ہو اور متکلم کے اعتقاد کے مطابق ہو جیسے کافر دہریہ کا قول **انبت الربیع البقل**۔

③ اسناد واقع کے مطابق ہو اعتقاد کے مطابق نہ ہو جیسے رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل ہیں، یہ شخص کسی اہل سنت والجماعت کے آدمی کو اپنی رافضیت کا علم اس پر مخفی کرتے ہوئے کہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں۔ یہ واقع کے مطابق ہے لیکن اعتقاد کے مطابق نہیں ہے۔

④ اسناد واقع کے مطابق نہ ہو اور اعتقاد کے بھی مطابق نہ ہو جیسے **جاء زید** بشرطیکہ زید واقع میں نہ آیا ہو اور بشرطیکہ زید کے نہ آنے کا علم صرف متکلم کو ہو مخاطب کو نہ ہو۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ...... فَلِلْاِحْتِرَازِ عَنِ الْعَبَثِ بِنَاءً عَلَى الظَّاهِرِ اَوْ تَخْيِيْلِ الْعُدُوْلِ اِلٰى اَقْوَى الدَّلِيْلَيْنِ مِنَ الْعَقْلِ وَاللَّفْظِ كَقَوْلِهٖ شِعْرٌ قَالَ لِيْ كَيْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِيْلٌ اَوِ اخْتِبَارِ تَنَبُّهِ السَّامِعِ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ اَوْ مِقْدَارِ تَنَبُّهِهٖ اَوْ اِيْهَامِ صَوْنِهٖ عَنْ لِسَانِكَ اَوْ عَكْسِهٖ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسند الیہ کو حذف کرنے کے تمام مقتضیات کو امثلہ کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) حذف مسند الیہ کے مقتضیات۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس عبث سے بچنے کے لئے ظاہر پر بناء کرتے ہوئے یا عقل اور لفظ دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل کی طرف عدول کا خیال پیدا کرنے کیلئے جیسے شاعر کا قول (ترجمہ: اُس نے مجھے کہا کہ آپ کیسے ہیں میں نے کہا کہ علیل ہوں) یا قرینہ کے وقت سامع کی بیدار مغزی کو آزمانے کے لئے یا اُس کی بیدار مغزی کی مقدار کو آزمانے کے لئے یا مسند الیہ کو اُس کی تعظیم کی خاطر اپنی زبان سے بچانے کا خیال پیدا کرنے کے لئے یا اس کے برعکس۔

❸ حذف مسند الیہ کے مقتضیات:۔ مسند الیہ کو متعدد امور کے پیش نظر حذف کر دیا جاتا ہے۔

① احتراز عن العبث یعنی جب کوئی قرینہ مسند الیہ پر دلالت کرتا ہو تو اُس کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ عبث سے احتراز ہو جائے۔

② تخییل العدول الی اقوی الدلیلین یعنی متکلم سامع کے خیال میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہے کہ اُس نے دو دلیلوں یعنی لفظ و عقل میں سے اقویٰ دلیل یعنی عقل پر اعتماد کیا ہے۔اس لئے کہ جب مسند الیہ مذکور ہو تو اس کے سمجھنے میں بظاہر دلالت لفظ پر اعتماد ہوتا ہے اور مسند الیہ کے حذف ہونے کے وقت دلالت عقل پر اعتماد ہوتا ہے اور ان دونوں دلیلوں میں سے عقل کی دلالت قوی ہے کیونکہ لفظ دلالت میں ہمیشہ عقل کا محتاج ہے کیونکہ عقل کے واسطہ کے بغیر صرف لفظ سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بخلاف عقل کے کہ وہ لفظ کے واسطہ کے بغیر ادراک کر سکتی ہے جیسے **قال لی کیف انت قلت علیل...... سهر دائم وحزن طویل** (ترجمہ: اس نے مجھ سے کہا: تم کیسے ہو؟ میں نے کہا: بیمار ہوں، دائمی بیداری اور طویل غم ہے) اس میں شاعر نے **انا علیل** نہیں کہا جس میں **احتراز عن العبث** بھی ہے اور تخییل مذکور بھی۔

③ فہم سامع اور اُس کی بیدار مغزی کا امتحان لینے کے لئے قرینہ کے پائے جانے کے وقت مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

④ سامع کی مقدارِ فہم کی آزمائش منظور ہوتی ہے یعنی یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ سامع کو کتنی سمجھ ہے۔ آیا مخفی قرائن سے مسند الیہ کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے ان دونوں کی مثال عباسی خلیفہ کا مشہور قصہ ہے کہ جس نے اپنے ہمنشیں سے سوال کیا **ای طعام اشهی عندك** (تیرے نزدیک مرغوب ترین کھانا کونسا ہے؟) اس نے جواب دیا **مخ البیض المصلوق** (تلے ہوئے انڈے کی زردی) ایک سال کے بعد دوبارہ خلیفہ نے پوچھا **مع ای شئ** (کس چیز کے ساتھ) ہمنشین نے جواب دیا **مع الملح** (نمک کے ساتھ)۔اس

مثال میں خلیفہ نے دوسرے سوال میں مسند الیہ کو ذکر نہیں کیا جس کے ذریعے اُس نے سامع کے فہم اور مقدارِ فہم کا امتحان لیا۔

⑤ متکلم مسند الیہ کی عظمت کے پیش نظر اپنی زبان سے مسند الیہ کے نام کو بچاتا ہے یعنی اپنی زبان کو اُس کے ذکر کے قابل نہیں سمجھتا کیونکہ اس کا نام لینا بے ادبی اور گستاخی پر محمول ہے جیسے **مقرر الشرائع** اصل میں **محمد مقرر الشرائع** تھا تو مسند الیہ (محمد ﷺ) کو ان کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا کہ میری زبان اس قابل نہیں کہ وہ آپ کا نام لے۔

⑥ مسند الیہ کی حقارت کی وجہ سے اُس کو حذف کر دینا، جہاں پر متکلم کا مقصود اپنی زبان کو مسند الیہ کے ذکر سے محفوظ رکھنا ہو اور یہ ایسے مقام میں ہوگا جہاں پر مسند الیہ حقارت پر دال ہو جیسے شاعر کہتا ہے (ترجمہ: کہ جب میں تمہارا تذکرہ کرتا ہوں تو میں اپنے منہ کو دھوتا ہوں اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ تم نجس ہو)۔ **موسوس ساع فی الفساد** اس میں الشیطان مسند الیہ کو حقارت کی وجہ سے اس کے ذکر سے زبان کو بچانے کے لئے حذف کر دیا گیا ہے۔

⑦ ضرورت کے وقت انکار کی وجہ سے بھی مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت انکار کیا جاسکے جبکہ مسند الیہ پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو مثلاً زید کا تذکرہ چل رہا تھا متکلم نے مسند الیہ کو حذف کر کے صرف فاسق فاجر کہا، بعد میں جب اُس سے باز پُرس ہوئی تو اُس نے کہا کہ میری مراد زید نہیں تھا۔

⑧ مسند الیہ کو اُس کے متعین ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے **خالق کل شیٔ** اس میں مسند الیہ (اللہ) کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ متعین ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

⑨ متکلم کے نزدیک مسند الیہ کے متعین ہونے کا دعویٰ کرنے کے وقت بھی مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے **وهاب الالوف** اس میں مسند الیہ (سلطان) کو حذف کر کے گویا متکلم نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ سلطان کے علاوہ اور کوئی وہاب الالوف نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ اُس کی رعیت میں حقیقت میں ایسا شخص موجود ہو۔

⑩ تنگیٔ مقام کی وجہ سے بھی مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے شیر کو دیکھ کر صرف **اسدٌ اسدٌ** کی آواز لگانا اور **ھٰذا** کو حذف کر دینا کیونکہ اگر شیر کے آنے پر مسند الیہ (ھٰذا) کا تکلم کیا جائے تو یہ موقع کے خلاف ہے کیونکہ ایسے موقع پر وقت انتہائی مختصر ہوتا ہے۔

⑪ مخاطب کے علاوہ دیگر حاضرین مجلس سے مسند الیہ کو مخفی رکھنے کے لئے مسند الیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے **جآء** یہاں پر مسند الیہ (زید) کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ مخاطب کے علاوہ بقیہ لوگوں کو اس کے آنے کی خبر نہ ہو۔

⑫ کلام کا استعمال مسند الیہ کے حذف کی صورت میں ہی وارد ہوا ہو جیسے **رمیة من غیر رام** - یہ مثال اور کہاوت اس وقت بولی جاتی ہے جب کسی شخص سے کوئی ایسا فعل زردہ ہو جائے جس کا وہ اہل نہ ہو تو یہاں پر اصل میں **ھذہ رمیة** ہے مگر جب بھی اس کہاوت کو استعمال کرتے ہیں تو مسند الیہ کو حذف کر کے استعمال کرتے ہیں۔ (نیل الامانی ص ۲۱۶)

الشق الثانی ...... وَبِالْاِضَافَةِ اَیْ تَعْرِیْفُ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ بِاِضَافَتِهٖ اِلٰی شَیْئٍ مِنَ الْمَعَارِفِ لِاَنَّهَا اَیِ الْاِضَافَةَ اَخْصَرُ طَرِیْقٍ اِلٰی اِحْضَارِهٖ فِیْ ذِهْنِ السَّامِعِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کرنے کے تمام اسباب اختصار کے ساتھ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کرنے کے اسباب۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اضافت کے ساتھ یعنی مسند الیہ کو معرفہ لانا معرفوں میں سے کسی کی طرف اضافت کر کے اس لئے کہ اضافت مسند الیہ کو سامع کے ذہن میں حاضر کرنے کا مختصر طریقہ ہے۔

❸ مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کرنے کے اسباب:۔ ① جہاں پر متکلم کا مقصود مسند الیہ کو سامع کے ذہن میں حاضر کرنا ہو مختصر عبارت میں یعنی مختصر کلام کے ساتھ تو ایسے مقام میں مسند الیہ کو معرفہ بالاضافت ذکر کیا جاتا ہے اسکی مثال جیسے شاعر کے شعر "**ھوای مع الرکب الیمانین مصعد ...... جنیب وجثمانی بمکۃ موثق**" (ترجمہ: میری محبوبہ یمنی سواروں کے ساتھ سفر پر روانہ ہونے والی ہے اس حال میں کہ لوگوں نے اسکو آگے رکھا ہوا ہے اور میرا جسم مکہ کے اندر بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے) میں **ھو ای** کا لفظ ہے اس میں **ھو** ا کی اضافت ''ی'' متکلم کی طرف ہے مسند الیہ کے ذکر کی ایک صورت یہ تھی کہ **الذی ھواہ** کہتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ **الذی یمیل الیہ قلبی** کہتے لیکن یہ عبارتیں لمبی ہیں ان کے مقابلے میں مختصر عبارت **ھوای** ہے اور یہاں اختصار مطلوب بھی ہے اس لئے کہ شاعر قید خانہ میں ہے اور قیدی کی طبیعت میں ملال ہوتا ہے جو مختصر کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

② جہاں پر متکلم کا مقصود مضاف الیہ کی عظمت شان بتلانا ہو تو ایسے مقام میں مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **عبدی حضر** اس میں مضاف الیہ (ی ضمیر متکلم) کی عظمت شان کو بتلانا ہے کہ میں ایسا آدمی ہوں جسکے نوکر چاکر بھی ہیں۔

③ جہاں مضاف کی عظمت شان کو بتلانا مقصود ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **عبدالخلیفۃ رکب** خلیفہ صاحب کا غلام سوار ہوا۔ یہاں **عبد** (مضاف) کی عظمت شان کو بتلانا مقصود ہے۔

④ جہاں مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے ماسوا کی عظمت شان کو بتلانا مقصود ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **عبدالسلطان عندی** میں ''ی'' کی عظمت کو بتلانا ہے کہ میں معمولی آدمی نہیں ہوں میرے پاس بادشاہوں کے غلام آتے ہیں۔

⑤ جہاں مضاف الیہ کی حقارت کو بتلانا مقصود ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **ولد الحجام حاضر** (حجام کا لڑکا حاضر ہوا)۔ اس میں مضاف یعنی ولد کی حقارت کو بتلانا مقصود ہے۔

⑥ جہاں مضاف الیہ کی حقارت کو بتلانا مقصود ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **ضارب زید حاضر** اس میں **زید** مضاف الیہ کی حقارت کو بتلانا ہے کہ زید مضروب ہے اس لئے کہ اس نے کوئی غلط کام کیا ہے۔

⑦ جہاں پر مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے ماسوا کی حقارت کو بتلانا مقصود ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کو معرفہ بصورت

اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **ولد الحجام جلیس زید** کہ زید ایسا ہے کہ اس کے دوست حجام کے بیٹے ہیں تو ظاہر ہے کہ جس کے جلیس حجام کے بیٹے ہوں تو وہ حقیر ہی ہوتا ہے۔

⑧ جہاں پر تفصیل متعذر ہو تو ایسے مقام میں بھی مسندالیہ کو معرفہ بالا ضافت ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ اضافت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی جیسے **اتفق اھل الحق** کیونکہ حق والوں کی تفصیل بیان کرنا متعذر تھا اسی وجہ سے اضافت کر کے کہا **اتفق اھل الحق** لھٰذا تفصیل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

⑨ جہاں پر تفصیل متعذر نہ ہو لیکن دشوار ہو یعنی ناممکن نہ ہو لیکن دشوار ہو جیسے شہر کے سارے لوگ کسی کام پر متفق ہو جائیں اور شہر میں ایک لاکھ آدمی ہیں اب یہ آدمی گنے جاسکتے ہیں لیکن دشوار ہے اسی لئے کہتے ہیں **اھل البلد فعلوا**۔

⑩ جہاں پر تفصیل سے کوئی مانع موجود ہو تو ایسے مقام میں مسندالیہ کو معرفہ بصورت اضافت ذکر کیا جاتا ہے جیسے **علماء البلد حاضرون**۔ اب یہاں پر تفصیل سے مانع موجود ہے کہ اگر آپ اس کی تفصیل کو بیان کر دیں تو کسی عالم کا نام پہلے نمبر پر اور کسی کا نام دوسرے نمبر پر اور کسی کا آخر میں۔ اب جس کا نام آخر میں آئے گا وہ یا تو آئے گا نہیں یا جھگڑا کرے گا لہٰذا تفصیل سے مانع موجود ہونے کی وجہ سے تفصیل نہیں کی گئی اور کہا علماء البلد حاضرون۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ...... **القصر فی اللغة الحبس وفی الاصطلاح تخصیص شیئ بشیئ بطریق مخصوص وھو حقیقی وغیر حقیقی۔**

قصر کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔ قصر کی اقسام اربعہ (حقیقی وغیر حقیقی، قصر الموصوف علی الصفة وقصر الصفة علی الموصوف) کی مثال کے ذریعہ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل دو امور ہیں۔ (۱) قصر کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) قصر کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ <u>قصر کا لغوی واصطلاحی معنی:۔</u> قصر کا لغوی معنیٰ روکنا ہے اور اصطلاح میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ قصر کے کسی ایک طریقے کے ذریعے مخصوص اور منحصر کرنے کو قصر کہتے ہیں۔

❷ <u>قصر کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع امثلہ:۔</u> قصر کی اولاً دو قسمیں ہیں۔ حقیقی واضافی۔

قصر حقیقی: اس قصر کو کہیں گے جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ حقیقت حال اور صورتِ واقعہ کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے کسی شہر میں ایک شخص مثلاً علی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص انشاء پرداز نہ ہو (کاتب نہ ہو) اور حقیقت حال اور صورتِ واقعہ بھی ایسی ہی ہو تو اس وقت کہا جائے گا **لا کاتب فی المدینة الا علیؒ** (اس شہر میں صرف علی ہی انشاء پرداز ہے) دیکھئے اس مثال میں صرف علی کے لئے صفت کتابت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ اس شہر کے زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ ہر فرد سے نفی کی گئی ہے۔

قصر اضافی: اس قصر کو کہیں گے کہ جس میں ایک شیٔ کو دوسری شیٔ کے ساتھ کسی معین شیٔ کی طرف نسبت واضافت کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے اگر ایک متکلم کا مخاطب علی کے بارے میں اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ بیٹھا ہوا ہے مگر یہ متکلم اس مخاطب کے اعتقاد پر رد کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے صفتِ قیام کا اثبات کرنا چاہتا ہے تو اس متکلم کو چاہئے کہ یوں کہے **ما علی الا قائم** کہ علی تو کھڑا ہی ہے۔ اس جملے کے ذریعے اس متکلم نے علی کے لئے ایک شیٔ یعنی صفت قعود کی نفی کی ہے، دوسری تمام صفات کو رد نہیں کیا۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو، دو قسمیں ہیں۔ قصر الموصوف علی الصفت اور قصر الصفت علی الموصوف۔

قصر الموصوف علی الصفۃ: اس قصر کو کہتے ہیں کہ وہ موصوف صرف اس صفت کے ساتھ متصف ہو اور اس صفت کو چھوڑ کر کسی دوسری صفت تک تجاوز نہ کرے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ صفت کسی دوسرے موصوف میں بھی پائی جائے جیسے **!لا بکر الا کاتب** بکر تو صرف کاتب ہی ہے۔ یعنی بکر میں صرف وصفِ کتابت پائی جاتی ہے بکر کتابت کے علاوہ کسی دوسری صفت کے ساتھ متصف نہیں ہے۔ البتہ وصفِ کتابت اس سے متجاوز ہو کر کسی دوسرے شخص میں بھی پائی جاسکتی ہے۔

قصر الصفۃ علی الموصوف: اس قصر کو کہتے ہیں کہ وہ صفت صرف اس موصوف میں پائی جائے اور اس موصوف کو چھوڑ کر کسی دوسرے موصوف تک متجاوز نہ ہو۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس موصوف میں دوسری صفات بھی پائی جائیں۔ جیسے **لا فارس الا علی** شہسوار تو صرف علی ہی ہے۔ یعنی شہسواری کی صفت صرف علی میں پائی جاتی ہے اس سے متجاوز ہو کر کسی دوسرے تک نہیں پہنچتی۔

مجموعی طور پر قصر کی چار اقسام ہوگئیں۔ ① قصر الموصوف علی الصفۃ قصر حقیقی ② قصر الصفت علی الموصوف قصر حقیقی ③ قصر الموصوف علی الصفۃ قصر اضافی ④ قصر الصفۃ علی الموصوف قصر اضافی۔

ان میں سے پہلی قسم کی صرف فرضی مثال دی جاسکتی ہے باقی اس کا نفس الامر میں وجود نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... **وَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْمَعْنَوِیْ تَاکِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یَشْبَهُ الذَّمَّ وَهُوَ ضَرْبَانِ اَفْضَلُهُمَا اَنْ یُسْتَثْنٰی مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِیَّةٍ عَنِ الشَّیْئِ صِفَةُ مَدْحٍ لِذٰلِکَ الشَّیْئِ بِتَقْدِیْرِ دُخُوْلِهَا فِیْهَا اَیْ دُخُوْلِ صِفَةِ الْمَدْحِ فِیْ صِفَةِ الذَّمِّ کَقَوْلِهٖ شِعْرٌ : وَلَا عَیْبَ فِیْهِمْ غَیْرَ اَنَّ سُیُوْفَهُمْ ...... بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِنْ قِرَاعِ الْکَتَائِبِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تاکید المدح بمایشبہ الذم اور تاکید الذم بمایشبہ المدح کی مثال کے ذریعہ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تاکید المدح بمایشبہ الذم اور تاکید الذم بمایشبہ المدح کی وضاحت مع مثال۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور محسنات معنویہ میں سے تاکید المدح بمایشبہ الذم ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں جن میں سے افضل یہ ہے کہ ایک شیٔ سے جس صفتِ ذم کی نفی کی گئی ہے اس صفت سے صفتِ مدح کا استثناء کرلیا جائے اس تقدیر پر کہ صفت مدح صفت ذم میں داخل ہے جیسے شعر: ان میں اسکے سوا اور کوئی عیب نہیں کہ انکی تلواروں میں لشکروں کے مارنے کی وجہ سے دندانے ہیں۔

❸ **تاکید المدح بمایشبہ الذم اور تاکید الذم بمایشبہ المدح کی وضاحت مع مثال:۔**

تاکید المدح بمایشبہ الذم: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① کسی شیئ کی مدح و تعریف کو ایسے الفاظِ مدحیہ سے پختہ کرنا جو بظاہر مذمت کے الفاظ ہوں۔ جیسا کہ سوال میں مذکور شعر میں شاعر نے منفی صفتِ ذم (**لاعیب فیهم**) سے ایک صفتِ مدح (**وقوع الفلول بالسیوف**) کا یہ مان کر استثناء کیا کہ وہ بھی اپنے مستثنیٰ منہ میں داخل اور شامل تھی۔ حالانکہ حقیقت میں وہ کوئی صفتِ ذم ہی نہیں بلکہ عین صفتِ مدح ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ شاعر نے اپنی جماعت کے جنگ بازوں کی شجاعت وغیرہ بتاتے ہوئے یہ کہا کہ یہ لوگ ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اور ان میں کوئی بری صفت نہیں ہے پھر جب اس نے یہ کہا کہ **غیر ان سیوفهم** (یہ لوگ تمام عیوب سے تو پاک ہیں البتہ ایک بات ہے کہ ان کی تلواریں ......) تو ہمیں انتظار ہوا کہ دیکھئے یہ شاعر کوئی اِکا دُکا عیب ضرور ذکر کرے گا مگر جب اس نے آگے کہا کہ **بهن فلول من قراع الكتائب** (دشمنوں کی ہڈیوں پر بکثرت وار کرنے کی وجہ سے ان کی تلواریں کند ہوگئی ہیں اور ان میں دندانے پڑ چکے ہیں) تو ہمارا گمان غلط نکلا کہ ان میں کوئی عیب بھی ہے جسے گنایا جا رہا تھا بلکہ یہ تو بجائے ذم کے عین تعریف ہوگئی کہ ان کی تلواریں نمائش کے لئے نہیں کہ ان کا استعمال نہ ہوتا ہو بلکہ شمشیر زنی تو ان کا جوہرِ خاص اور وصفِ ممتاز ہے کہ ان کے بکثرت استعمال کی وجہ سے ہی اُن تلواروں پر دندانے پڑے ہوئے ہیں۔

② کسی شئی کی صفتِ مدح کے بعد حرفِ استثناء ہو جس کے ساتھ مذکورہ شئی کی دوسری صفتِ مدح متصلاً مذکور ہو جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے **انا افصح العرب بیدانی من قریش** (میں تمام عرب سے زیادہ فصیح ہوں علاوہ اس کے بات کے کہ میں قریشی ہوں) اس مثال میں آپ ﷺ نے اولاً اپنی مدح کا ذکر کیا کہ میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اُس کے بعد جب بَیْدَ (بمعنی غیر) کا لفظ استعمال کیا تو شک ہوا کہ شاید کسی ذم کا ذکر کیا جائے گا مگر آپ ﷺ نے اُس کے بعد اپنا قریشی ہونا ذکر کیا جو کہ باعثِ مدح ہے باعثِ ذم نہیں ہے۔

تاکید الذم بمایشبہ المدح: اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① کسی شئی سے صفتِ مدح کی نفی کی جائے پھر اسی صفتِ مدح سے صفتِ ذم کا استثنیٰ کر لیا جائے یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ صفتِ ذم صفتِ مدح میں داخل ہے جیسے **فُلَانٌ لاخیر فیه الّا انّه یتصدق بمایسرق** (فلاں شخص میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ وہ جو چوری کرتا ہے اُس کو صدقہ کر دیتا ہے)۔ اس مثال میں متکلم نے اولاً صفتِ مدح کی نفی کے ذریعے صفتِ ذم کا تذکرہ کیا اُس کے بعد حرفِ استثنیٰ الا کو ذکر کیا تو شک ہوا کہ شاید اب کوئی صفتِ ممدوحہ کو ذکر کیا جائے گا مگر اِلا کے بعد پھر دوسری صفتِ مذمومہ کو ذکر کر کے پہلی صفتِ مذمومہ کی تاکید کر دی گئی جو بظاہر مدح کے مشابہ ہے۔

② کسی شئی کے لئے صفتِ ذم کو ثابت کیا جائے پھر اس کے بعد حرفِ استثنیٰ لا کر دوسری صفتِ ذم کو ثابت کیا جائے بظاہر جس کے صفتِ مدح ہونے کا وہم پیدا ہو جیسے **هو الكلب الّا انّ فیه ملالةً وسوء مراعاةٍ وماذاك فی الكلب** (وہ شخص کتے کی طرح ہے مگر یہ کہ اس میں (مزید باعثِ مذمت یہ کہ) ملالت اور سوءِ مراعات ہے جو کتے میں نہیں ہے) یعنی یہ شخص کتے سے بھی

بدتر ہے وہ کھیتی باڑی وسامان کی حفاظت کرتا ہے اور جو مل جائے اس پر قناعت کرتا ہے جبکہ اس میں یہ اوصاف بھی نہیں ہیں۔اس مثال میں متکلم نے اولاً صفتِ ذم کا تذکرہ کیا اُس کے بعد حرفِ استثنٰی الّا کو ذکر کیا تو شک ہوا کہ شاید اب کوئی صفتِ ممدوحہ کو ذکر کیا جائے گا مگر اِلّا کے بعد پھر دوسری صفتِ مذمومہ کو ذکر کر کے پہلی صفتِ مذمومہ کی تاکید کردی گئی جو بظاہر مدح کے مشابہ ہے۔

﴿الورقة الرابعة: فی البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... لَاشَكَّ اَنَّ قَصْدَ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِهٖ اِفَادَةُ الْمُخَاطَبِ اِمَّا الْحُكْمَ اَوْ كَوْنَهٗ عَالِمًا بِهٖ وَيُسَمَّى الْاَوَّلُ فَائِدَةَ الْخَبَرِ وَالثَّانِیْ لَازِمَهَا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کا مفہوم شارح کی عبارت کی روشنی میں واضح کریں نیز ضابطہ پر متفرع کلام کی اقسام ثلاثہ (کلام ابتدائی،کلام طلبی وکلام انکاری) کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مفہوم (۴) کلام کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کمامرّ فی السوال آنفا۔

② **عبارت کا ترجمہ:۔** بلاشبہ مخبر کا اپنی خبر سے مقصود یا مخاطب کو خبر کا فائدہ دینا ہوگا یا مخبر کے عالم بالحکم ہونے کا فائدہ دینا ہوگا۔ اور پہلی قسم کا نام فائدۃ الخبر رکھا جاتا ہے اور دوسری قسم کا نام لازم فائدۃ الخبر رکھا جاتا ہے۔

③ **عبارت کا مفہوم:۔** یہاں مصنف کی غرض ایک ضابطہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متکلم کا مقصود ہر جملہ خبریہ سے مخاطب کو خبر کا فائدہ پہنچانا ہوتا ہے یعنی متکلم کا اپنی خبر سے مقصود افادۃ المخاطب ہوتا ہے یعنی مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔

فائدہ پہنچانے سے مراد احدالامرین یعنی ① حکم کا فائدہ پہنچانا ② اپنے عالم بالحکم ہونے کا فائدہ پہنچانا یعنی جس طرح تو حکم جانتا ہے اسی طرح میں بھی حکم جانتا ہوں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حکم ہونے کا فائدہ پہنچانے کا مقصود ہر ایسے مقام میں ہے کہ جہاں مخاطب کو پہلے سے حکم معلوم نہ ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ عالم بالحکم کا فائدہ پہنچانا کہاں مقصود ہوگا،فرماتے ہیں کہ ایسے مقام میں کہ جہاں مخاطب کو پہلے سے حکم معلوم ہو۔اگر اپنے عالم بالحکم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہو تو اس کو اصطلاح میں لازم فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ لازم فائدۃ الخبر کہاں ہوگا فرماتے ہیں کہ ہر ایسے مقام میں جہاں مخاطب کو پہلے سے حکم معلوم ہو۔

④ **کلام کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت:۔** جب مخبر کا اپنی خبر سے مقصود مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہو تو اس کو چاہیے کہ بقدرِ ضرورت کلام پر اکتفاء کرے پیش نظر مخاطب کے اعتبار سے کلام کی تین قسمیں ہیں۔

① کلام ابتدائی: اگر مخاطب خالی الذہن ہو اس کے سامنے جو سادہ کلام وخبر بغیر حروفِ تاکید کے لائی جاتی ہے اسے خبر ابتدائی

کہتے ہیں جیسے "جاء زیدٌ" اس کے ذریعہ متکلم نے زید کے آنے کی خبر دی۔

② اگر مخاطب متردد فی الحکم والخبر ہو تو اس کے سامنے جو خبر مؤکد بتاکید استحسانی لائی جاتی ہے اسے خبر طلبی کہتے ہیں جیسے "انّ زیدًا قائمٌ" اس میں مخاطب زید کے قیام کے متعلق شک اور تردّد میں تھا تو تاکید لا کر اس شک اور تردّد کو ختم کر دیا۔

③ اگر مخاطب منکر للحکم ہو اس کے سامنے جو خبر مؤکد بتاکید وجوبی لائی جاتی ہے اسے خبرِ انکاری کہتے ہیں جیسے "الا انهم هم المفسدون" اس میں مخاطب اپنے مفسد ہونے کے منکر تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مفسد سمجھتے تھے تو متعدد طریقہ سے تاکید لا کر بتلایا کہ مشرکینِ مکہ ہی مفسد ہیں۔

الشق الثانی ......وَلَهٗ مُلَابِسَاتٌ شَتّٰى يُلَابِسُ الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ وَالْمَصْدَرَ وَالزَّمَانَ وَالْمَكَانَ وَالسَّبَبَ فَاِسْنَادُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اِذَا كَانَ مَبْنِيًّا لَهٗ حَقِيْقَةٌ كَمَا مَرَّوَ اِلٰى غَيْرِهِمَا لِلْمُلَابَسَةِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مجازِ عقلی کی تعریف اور اس کی دس اقسام کی امثلہ کے ذریعہ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مجازِ عقلی کی تعریف ودس اقسام کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ...... ① <u>عبارت پر اعراب</u>:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② <u>عبارت کا ترجمہ</u>:۔ اور فعل کے لئے مختلف متعلقات ہیں، فعل ملابس ہوتا ہے فاعل، مفعول بہ، مصدر، زمان، مکان، سبب، مفعول معہٗ اور حال وغیرہ سے۔ پس فعل کا اسناد فاعل یا مفعول بہ کی طرف جبکہ وہ فعل مبنی للفاعل یا مبنی للمفعول ہو تو یہ حقیقت ہے جیسا کہ گزرا اور فعل کا اسناد ان کے علاوہ کی طرف بھی ہوتا ہے ملابست کی وجہ سے۔

③ <u>مجازِ عقلی کی تعریف ودس اقسام کی وضاحت مع امثلہ</u>:۔ مجازِ عقلی: قرینہ کے ذریعے فعل یا معنیٰ فعل کا اسناد اُس کے ایسے متعلق کی طرف کرنا جو ماھولہٗ کے مغایر ہو یعنی اُس متعلق کے مغایر ہو جس متعلق کے لئے وہ فعل یا معنیٰ فعل ثابت ہو، خواہ مغایرت واقع نفس الامر کے اعتبار سے یا متکلم کے اعتقاد کے اعتبار سے ہو۔

(حقیقت عقلیہ کی دو صورتیں ہیں۔ ① فعل معروف کا اسناد فاعل کی طرف ② فعل مجہول کا اسناد مفعول بہ کی طرف)

مجازِ عقلی کی دس صورتیں ہیں۔ ① مجازِ عقلی کی پہلی قسم (پہلا ملابس وعلاقہ) مفعولیت ہے یعنی فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت اپنے فاعل کی بجائے مفعول کی جانب کردی جائے حالانکہ اُس فعل یا معنیٰ فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کی نسبت اپنے فاعل کی طرف کی جاتی کیونکہ اُس کو اِسی کیلئے وضع کیا گیا ہے مگر اُس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کی جانب نسبت کردی جائے جیسے فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (جسکے اعمال وزنی ہوئے وہ راضی رہنے والی زندگی یعنی جنت میں رہے گا)۔ یہاں راضية اسم فاعل کا صیغہ ہے جو فاعل کا تقاضا کرتا ہے اور اُس کا فاعل دراصل صاحب العیشۃ تھا یعنی وہ آدمی ایسی عشرت کی زندگی میں رہے گا جسے یہ زندگی والا شخص پسند کریگا مگر صاحب العیشۃ کو حذف کر دیا اور اُس کی نسبت عیشۃ کی طرف کردی گئی جو کہ راضية کا ماھولہٗ نہیں ہے۔

② مجازِ عقلی کا دوسرا ملابس فاعلیت ہے یعنی کسی فعل یا معنیٰ فعل کا اسناد اپنے مفعول کی بجائے فاعل کی جانب کر دیا جائے

حالانکہ اُس فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کا اسناد اپنے مفعول کی جانب کیا جاتا کیونکہ اُس کو اسی کیلئے وضع کیا گیا ہے جیسے عربی زبان میں اُس سیلاب کو جو خشک یا خالی ندی نالوں کو بھر دے **سیلٌ مفعمٌ** (بھرا ہوا سیلاب) کہا جاتا ہے۔ یہاں پر **مفعمٌ** اسم مفعول کا صیغہ ہے جو اپنے لئے مفعول کا تقاضا کرتا ہے اِس کا مفعول **الوادی** تھا اصل ترکیب **افعم السیل الوادی** تھی (سیلاب کے پانی نے نالے کو بھر دیا) مگر مفعول (الوادی) کو حذف کر کے اُس کا اسناد سَیل کی طرف کر دیا گیا جو کہ غیر ماھولہ ہے۔

③ مجازِ عقلی کا تیسرا ملابس مصدریت ہے یعنی فعل یا معنیٔ فعل کا اسناد فاعل کی بجائے مصدر کی طرف کر دیا جائے حالانکہ اُس فعل یا معنیٔ فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کا اسناد اپنے فاعل کی طرف کیا جاتا، جیسے اپنی محنت اور کوشش میں کامیاب ہونے والے شخص کے لئے عربی میں **جَدَّ جِدُّہٗ** (فلاں کی کوشش کامیاب ہوئی) بولا جاتا ہے۔ اس میں **جَدَّ** کا فاعل صاحب الجِدّ تھا کیونکہ اصل ترکیب مثلاً **جَدَّ زَیْدٌ جِدًّا** تھی مگر فاعلِ حقیقی **زیدٌ** کو حذف کر کے فعل کی نسبت **جِد** کی طرف کر دی گئی جو کہ مصدر ہے۔

④ مجازِ عقلی کا چوتھا ملابس زمانیت ہے یعنی فعل کی نسبت فاعل کی بجائے زمان کی طرف کر دی جائے جیسے کسی عابد و زاہد کے روزہ کی تعریف کرتے ہوئے **نھارہ صائمٌ** (اُس کا دن روزے دار ہے) کہنا، تو یہاں پر حقیقت میں **الزاھد والعابد صائمٌ فی النھارِ** تھا تو فاعل کو حذف کر کے فعل کی نسبت نہار کی طرف کر دی گئی جو کہ فعل کا ماھولہٗ نہیں ہے بلکہ اُس کا زمانہ ہے۔

⑤ مجازِ عقلی کا پانچواں ملابس مکانیت ہے یعنی فعل و معنیٔ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے مکان کی طرف کر دی جائے جیسے **نھرٌ جارٍ** (جاری نہر) یہ اصل میں **ھذا نھرٌ ماءُہٗ جارٍ** تھا، کیونکہ حقیقت میں نہر جاری نہیں ہوتی بلکہ پانی جاری ہوتا ہے تو **جارٍ** کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کی بجائے مکان یعنی نہر کی طرف کر دی گئی، جو کہ فعل کا ماھولہٗ نہیں ہے بلکہ اُس کا مکان ہے۔

⑥ مجازِ عقلی کا چھٹا ملابس سببیت ہے یعنی فعل و معنیٔ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے سبب کی طرف کر دی جائے جیسے **بنی الامیر المدینۃ** (بادشاہ نے شہر بسایا و بنایا) یہاں فعل کی نسبت بادشاہ کی طرف کر دی گئی حالانکہ اصل شہر کو بسانے و بنانے والے عوام اور معمار ہیں تو یہاں پر فعل کی نسبت فاعل کی بجائے فعل کے سبب و علت یعنی بادشاہ کی طرف کر دی گئی کیونکہ شہر بسانے اور بنانے کا حکم بادشاہ نے کیا تھا۔

یہ مجازِ عقلی کی کثیر الاستعمال اقسام ہیں۔ اس کے علاوہ بقیہ چار اقسام یہ ہیں۔

⑦ فعل مجہول کا اسناد مفعول بہ کے ماسوا مصدر کی طرف۔ ⑧ فعل مجہول کا اسناد مفعول بہ کے ماسوا زمان کی طرف۔

⑨ فعل مجہول کا اسناد مفعول بہ کے ماسوا مکان کی طرف۔ ⑩ فعل مجہول کا اسناد مفعول بہ کے ماسوا سبب کی طرف۔

اگر معنیٔ فعل کو فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ لگائیں تو حقیقت عقلیہ کی دو صورتیں اور نکل آئیں گی اور ماسوا کی طرف لگائیں تو دس صورتیں نکل آئیں گی تو کل چوبیس بن گئیں۔ چار حقیقت عقلیہ کی اور بیس مجازِ عقلی کی۔

السوال الثانی ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......وَاَمَّا تَوْکِیْدُہٗ فَلِلتَّقْرِیْرِ اَوْ دَفْعِ تَوَھُّمِ التَّجَوُّزِ اَوِ السَّھْوِ اَوْ عَدَمِ الشُّمُوْلِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کا مفہوم واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مفہوم۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ بہرحال مسند الیہ کی تاکید لانا پس مسند الیہ کی تقریر کیلئے ہے یا مجاز کے وہم کو دور کرنے کے لئے یا سہو کے وہم کو دور کرنے کے لئے یا عدم شمول کے وہم کو دور کرنے کیلئے ہے۔

❸ عبارت کا مفہوم:۔ مسند الیہ کے احوال میں سے گیارہواں حال مسند الیہ کی تاکید ذکر کرنا ہے اور تاکید ذکر کرنے کے کئی اسباب ہیں۔

① جہاں پر متکلم کا مقصود مسند الیہ کی تقریر ہو یعنی جہاں پر متکلم کا مقصود مسند الیہ کے مدلول کو سامع کے ذہن کے اندر مضبوط کرنا ہو اس طور پر کہ مسند الیہ کے ماسوا کا گمان باقی نہ رہے۔ یہ ہر ایسے مقام میں ہوتا ہے جہاں پر متکلم سامع کے متعلق یہ گمان کرے کہ اس نے مسند الیہ ہونے کی طرف توجہ نہیں کی یا یہ خیال کرے کہ سامع نے لفظوں کو اپنے معنی پر محمول کیا یا مسند الیہ کے لفظ کو سننے سے غافل ہے تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کی تاکید ذکر کی جائے گی جیسے **جاء زید زید** کہ زید ہی آیا ہے نہ کہ اس کا خاندان یا کوئی اور۔

② کبھی مسند الیہ کی تاکید ذکر کی جاتی ہے تکلم فی المجاز کے وہم کو دور کرنے کیلئے کہ اگر مسند الیہ کی تاکید ذکر نہ کی جائے تو سامع مسند الیہ کے مجاز کا وہم کرسکتا ہے جیسے **قطع اللص الامیر الامیر**۔ اس میں تاکید نہ لائی جاتی تو قوم یہ سمجھتی کہ امیر نے حکم دیا غلاموں کو اور غلاموں نے اس کا ہاتھ کاٹا یعنی سامع کو مجاز کا وہم ہوتا لیکن جب تاکید لائے تو مجاز کا وہم دور ہو گیا عام ہے کہ اس کی تاکید معنوی ہو جیسے **قطع اللص الامیر نفسه یا عینیه** یا تاکید لفظی ہو جیسے **قطع اللص الامیر الامیر** تو اس صورت میں مجاز کا وہم دور ہو گیا یعنی امیر ہی نے اس کے ہاتھ کاٹے ہیں۔

③ جہاں پر متکلم کا مقصود سہو کا ازالہ کرنا ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کی تاکید لائی جاتی ہے تا کہ سامع متکلم کے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ متکلم بھول گیا ہوگا جیسے کہ متکلم کہنا چاہتا تھا کہ زید آیا لیکن غلطی سے اس نے کہا عمرو آیا لیکن جب کہا **جائنی زید زید**۔ اب سامع یہ گمان نہیں کرسکتا کہ متکلم کے منہ سے **زید** کا لفظ سہواً نکل گیا ہوگا۔

④ جہاں پر متکلم کا مقصود عدمِ شمول کے وہم کو دور کرنا ہو تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کی تاکید لائی جاتی ہے جیسے **جاء نی القوم** کہا تو سامع کو یہ وہم پیدا ہوگا کہ ساری قوم نہیں آئی بلکہ بعض لوگ آئے ہیں اس کے باوجود ساری قوم کی طرف نسبت کردی اس لئے کہ جو بعض لوگ نہیں آئے وہ کالعدم ہیں لہٰذا ان کی حیثیت کا متکلم نے لحاظ ہی نہیں کیا اور بعض جو آئے ہیں وہ معروف اور سرکردہ لوگ ہیں لہٰذا ان کا آجانا گویا کہ سب کا آنا ہوا۔ اسی وجہ سے کہہ دیا **جاء نی القوم** لیکن جب کہا **جاء نی القوم کلهم او اجمعون** تو یہ وہم باقی نہ رہا بلکہ اس سے معلوم ہو گیا کہ ہر ہر فرد آیا ہے یہ نہیں کہ بعض نہ آئے ہوں اور ان کے نہ آنے کا لحاظ نہ کیا ہو۔ یا بعض جو آئے ہیں ان کا آنا سب کا آنا سمجھ لیا ہو نہیں بلکہ ہر ہر فرد آیا ہے۔

الشق الثانی...... **اَلْوَصْلُ عَطْفُ بَعْضِ الْجُمَلِ عَلٰی بَعْضٍ وَالْفَصْلُ تَرْكُهٗ فَاِذَا اَتَتْ جُمْلَةٌ بَعْدَ جُمْلَةٍ**

فَالْاُوْلٰی اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ لَهَا مَحَلٌّ مِنَ الْاِعْرَابِ اَوْلَا وَعَلَی الْاَوَّلِ اِنْ قُصِدَ تَشْرِیْكُ الثَّانِیَةِ لَهَا فِیْ حُکْمِهٖ عُطِفَتْ عَلَیْهَا کَالْمُفْرَدِ فَشَرْطُ کَوْنِهٖ مَقْبُوْلًا بِالْوَاوِ وَنَحْوِهٖ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَهُمَا جِهَةٌ جَامِعَةٌ نَحْوُ زَیْدٌ یَکْتُبُ وَیَشْعُرُ اَوْ یُعْطِیْ وَیَمْنَعُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وصل وفصل کی تعریف کریں۔ عبارت میں وصل وفصل کے متعلق مذکور ضابطہ کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) وصل وفصل کی تعریف (۴) مذکورہ ضابطہ کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ وصل بعض جملوں کا بعض جملوں پر عطف کرنا ہے اور فصل اُس کا ترک کرنا ہے، پس جب ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ آئے تو پہلے جملہ کے لئے محلِ اعراب ہوگا یا نہیں اور پہلی صورت میں اگر جملہ ثانیہ کو جملہ اولیٰ کے ساتھ اُس حکمِ اعراب میں شریک کرنے کا ارادہ کیا گیا ہو تو جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ پر عطف کیا جائیگا مفرد کی طرح۔ پس واو وغیرہ کے ساتھ پہلے جملہ پر عطف کے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان جہتِ جامعہ ہو جیسے **زَیْدٌ یکتبُ ویشعُرُ یازیدٌ یعطِی ویمنَعُ۔**

❸ وصل وفصل کی تعریف:۔ وصل: بعض جملوں کا دوسرے جملوں پر عطف کرنا جیسے **زید عالم وکاتب، زید و خلد عالمان۔**

فصل: کسی جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف نہ کرنا جیسے **انا معکم انما نحن مستھزؤن، الله یستھزئ بھم۔**

❹ مذکورہ ضابطہ کی تشریح:۔ جب ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ مذکور ہو تو جملہ اولیٰ دو حال سے خالی نہیں۔ جملہ اولیٰ محلِ اعراب ہوگا یا نہیں، اگر جملہ اولیٰ محلِ اعراب ہو تو یہ شق اوّل ہے اور اگر محلِ اعراب نہ ہو تو یہ شق ثانی ہے۔

اگر جملہ اولیٰ محلِ اعراب ہو تو پھر جملہ ثانیہ دو حال سے خالی نہیں جملہ اولیٰ کے ساتھ حکم اعرابی میں شریک کرنا مقصود ہوگا یا نہیں، اگر جملہ اولیٰ محل اعراب ہو اور جملہ ثانیہ کو جملہ اولیٰ کے ساتھ حکم اعرابی میں شریک کرنا مقصود ہو یعنی مبتداء کی خبر ہونے میں یا حال ہونے میں یا وصف ہونے میں وغیر ذالک تو اس کا حکم یہ ہے کہ جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ پر عطف کیا جائیگا تا کہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے ساتھ محل اعراب میں شریک ہو جائے اور پھر یہ عطف دو حال سے خالی نہیں، عطف بالواؤ ہوگا یا واؤ کے بغیر ہوگا، اگر عطف بالواؤ ہو تو اسکے مقبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان جہتِ جامعہ کا ہونا ضروری ہے۔ عام ازیں کہ وہ جہت تضاد والی ہو جیسے **زید یعطی ویمنعنی** یا تضاد والی جہت نہ ہو جیسے **زید یکتب ویشعر** ۔اگر جملہ ثانیہ کو جملہ اولیٰ کے ساتھ حکم اعرابی میں شریک کرنا مقصود نہ ہو تو پھر فصل کیا جائے گا یعنی عطف نہیں کیا جائیگا جیسے **واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن الله یستھزئ بھم۔**

اگر جملہ اولیٰ محل اعراب نہ ہو تو جملہ ثانیہ دو حال سے خالی نہیں اس کا جملہ اولیٰ کے ساتھ حروف عاطفہ میں سے واؤ کے علاوہ کسی حرف عطف کے ذریعے ارتباط مقصود ہوگا یا نہیں، اگر ارتباط مقصود ہو تو جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ پر عطف کیا جائے گا جیسے **دخل زید فخرج عمرو، دخل زید ثم خرج عمرو۔**

اگر جملہ اولیٰ محل اعراب نہ ہو اور واؤ کے علاوہ دیگر حروف عطف کے ذریعے جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ کے ساتھ ارتباط مقصود نہ ہو تو

پھر جملہ اولیٰ دو حال سے خالی نہیں، جملہ اولیٰ کے لئے ایسا حکم ہوگا جو جملہ ثانیہ کو دینا مقصود نہیں ہوگا یا ایسا نہیں ہوگا اگر جملہ اولیٰ کے لئے ایسا حکم ہو جو جملہ ثانیہ کو دینا مقصود نہ ہو تو جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ سے فصل کیا جائے گا جیسے **واذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزؤن** ۔ اگر ایسا نہ ہو بایں طور کہ جملہ اولیٰ کے لئے حکم نہ ہو یا حکم ہو اور جملہ ثانیہ کو دینا بھی مقصود ہو تو اب اس تقدیر پر دونوں جملے چھ حال سے خالی نہیں ۔ ① دونوں جملوں میں کمال انقطاع بلا ایہام ہوگا ② کمال اتصال ہوگا ③ شبہ کمال انقطاع ہوگا ④ شبہ کمال اتصال ہوگا ⑤ کمال انقطاع مع الایہام ہوگا ⑥ توسط بین الکمالین ہوگا۔ ان میں سے پہلی چار صورتوں میں فصل یعنی ترک عطف ہوگا اور آخری دو صورتوں میں عطف ہوگا ۔ (توضیح المعانی ص ۴۸۳)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... **وَالْاَقْرَبُ اِلَی الصَّوَابِ اَنْ یُّقَالَ الْمَقْبُوْلُ مِنْ طُرُقِ التَّعْبِیْرِ عَنِ الْمُرَادِ تَادِیَةُ اَصْلِهٖ بِلَفْظٍ مُسَاوٍ لَهٗ اَیْ لِاَصْلِ الْمُرَادِ اَوْ بِلَفْظٍ نَاقِصٍ عَنْهُ وَافٍ اَوْ بِلَفْظٍ زَائِدٍ عَلَیْهِ لِفَائِدَةٍ فَالْمُسَاوَاةُ اَنْ یَّکُوْنَ اللَّفْظُ بِمِقْدَارِ اَصْلِ الْمُرَادِ وَالْاِیْجَازُ اَنْ یَّکُوْنَ نَاقِصًا عَنْهُ وَافِیًا بِهٖ وَالْاِطْنَابُ اَنْ یَّکُوْنَ زَائِدًا عَلَیْهِ لِفَائِدَةٍ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ایجاز، اطناب و مساوات کی تعریف مع امثلہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ایجاز، اطناب و مساوات کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ کہا جائے کہ تعبیر مراد کے طریقوں میں سے مقبول طریقہ سے ادا کرنا ہے اصل مراد کو ایسے لفظ سے جو مساوی ہو اصل مراد کے یا ایسے لفظ سے جو ناقص ہو مگر وافی مراد ہو یا ایسے لفظ سے جو مراد پر زائد ہو کسی فائدہ کیلئے ،پس مساوات یہ ہے کہ لفظ اصل مراد کے برابر ہو اور ایجاز یہ ہے کہ اس سے کم ہو اور وافی ہو اور اطناب یہ ہے کہ زائد ہو کسی فائدہ کیلئے۔

❸ ایجاز، اطناب و مساوات کی تعریف مع امثلہ:۔

ایجاز: **الایجاز هو تادیة المعنی المراد بعبارة ناقصة عنه مع وفائها بالغرض** (ایجاز اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی زیادہ ہو اور ادائیگی اور ترجمانی کرنیوالی عبارت کم ہو البتہ اس ناقص عبارت میں بھی غرض متکلم پورے طور پر ادا ہو رہی ہو) جیسے **قفانبك من ذکری حبیب و منزل** (اے میرے دونوں دوست تم میری محبوبہ اور اس کے ٹھکانہ کو یاد کر کے روتے ہوئے ٹھہر جاؤ) اس مثال میں متکلم نے یا صاحبی کا لفظ حذف کر دیا ہے مگر "**قفا**" تثنیہ حاضر کے صیغہ سے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔

اطناب: **الاطناب هو تادیة المعنی المراد بعبارة زائدة عنه مع فائدة زائدة** (اطناب اپنے مافی الضمیر کو

ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی کو زائد عبارت سے ادا کیا جائے البتہ اس زائد عبارت میں کوئی فائدہ بھی ہو) اطناب میں معنی مرادی کو ضرورت سے زائد الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے اور ان زائد الفاظ کا فائدہ بھی ہوتا ہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا **رب انّی وهن العظم منّی واشتعل الرأس شیبا** اس میں حضرت زکریا علیہ السلام اگر صرف **رب انی کبرت** کے مختصر الفاظ ذکر کرتے تو طلب اولاد والا مقصد ادا ہو جاتا مگر اسکی جگہ **وهن العظم منی واشتعل الرأس شیبا** کے طویل الفاظ ذکر کیے اور یہ طویل کلام بے فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ مقام طلب ولد کا تھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ظاہری اسباب موجود نہیں تھے، اس لئے مقصد کے حصول کے لئے ایسی مؤثر اور دردانگیز دعا کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے مخاطب کو ضرور رحم آجائے اور اس کا دل نرم ہو جائے، لہٰذا اس دعا کے زائد الفاظ خاص فائدہ کی وجہ سے ہیں۔

مساوات: **المساواة هی تادیة المعنی المراد بعبارة مساویة له** (مساوات اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی اور اس کو ادا کرنے والے الفاظ دونوں مساوی اور برابر ہوں یعنی الفاظ بقدر معانی اور معانی بقدر الفاظ ہوں جیسے **و اذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم** (اے مخاطب جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات و احکام میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو انکے پاس بیٹھنے سے کنارہ کش ہو جا)۔ اس مثال میں کفار کے آیات قرآنی سے استہزاء و عیب جوئی کے وقت کنارہ کش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس مقصد کیلئے الفاظ بقدر ضرورت ہی لائے گئے ہیں، نہ زیادہ الفاظ ہیں اور نہ کم ہیں۔

الشق الثانی ...... **وَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْمَعْنَوِیْ تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ کَمَا سَمَّاهُ السَّکَّاکِیْ سَوْقُ الْمَعْلُوْمِ مَسَاقَ غَیْرِهٖ لِنُکْتَةٍ وَقَالَ لَا اُحِبُّ تَسْمِیَتَهٗ بِالتَّجَاهُلِ لِوُرُوْدِهٖ فِیْ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تجاہل عارفانہ کے متعلق علامہ سکاکی کی رائے واضح کریں نیز تجاہل عارفانہ کے اسباب کی وضاحت بھی کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تجاہل عارفانہ کے متعلق علامہ سکاکیؒ کی رائے (۴) تجاہل عارفانہ کے اسباب کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب: ۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ: ۔ اور محسنات معنویہ میں سے تجاہل عارفانہ ہے اور وہ جیسا کہ اس کو سکاکی نے موسوم کیا ہے۔ معلوم بات کو غیر معلوم کی جگہ لے آنا ہے کسی نکتہ کی بناء پر اور کہا ہے کہ میں اس کو تجاہل کے ساتھ موسوم کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ کلام اللہ میں واقع ہے۔

❸ تجاہل عارفانہ کے متعلق علامہ سکاکیؒ کی رائے: ۔ علامہ سکاکیؒ فرماتے ہیں کہ معلوم بات کو غیر معلوم بات کی جگہ رکھنا یا ذکر کرنا بالفاظ دیگر اپنے آپ کو جان بوجھ کر جاہل ظاہر کرنے کا نام تجاہل عارفانہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ کلام الٰہی (**وما تلك بیمینك یاموسیٰ**) میں یہ واقع ہے اور ظاہر ہے کہ تجاہل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔

❹ تجاہل عارفانہ کے اسباب کی وضاحت: ۔ تجاہل عارفانہ کے مختلف اسباب اور وجوہ ہو سکتے ہیں۔

① توبیخ کے لئے جیسے شاعرہ خارجیہ لیلیٰ بنت طریف نے اپنے بھائی ولید بن طریف کے مرثیہ میں یہ شعر کہا **ایا شجر الخابور مالك مورقا الخ** (اے ''۔۔'' رودرخت! تجھے کیا ہوا کہ تو ہرا ابھرا ہے) یہ شاعرہ جانتی ہے کہ درخت کسی پر جزع فزع نہیں کرتے کیونکہ جزع فزع کرنا ذوی العقول کا شیوہ ہے، نباتات کا شیوہ نہیں ہے مگر شاعرہ نے تجاہلِ عارفانہ کے طور پر اُس درخت کو ذوی العقول مان کر یہ فرض کرلیا کہ درخت بھی جزع فزع کرتے ہیں جس کا نتیجہ لاغری وخشکی ہے مگر وہ درخت ہرا ابھرا نظر آ رہا تھا اس پر اُس نے توبیخ کے طور پر یہ شعر کہا۔

② مدح میں مبالغہ کرنے کے لئے جیسے بحتری کا شعر ہے **المع برق سری ام ضوء مصباح الخ** (کیا بجلی کی چمک ظاہری ہوتی ہے یا چراغ کی روشنی یا محبوبہ کی ظاہری مسکراہٹ)۔ شاعر جانتا ہے کہ یہ روشنی وچمک سب کچھ محبوبہ کے تبسم کا کرشمہ ہے مگر اُس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو جاہل ظاہر کرتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کیا گویا امر مشتبہ ہوگیا کہ رات کی تاریک فضاء میں جو چمک ظاہر ہوئی اس کا سبب کیا ہے، آیا وہ کوئی بجلی تھی یا چراغ کی روشنی تھی یا محبوبہ کی مسکراہٹ تھی۔

③ ذم اور برائی میں مبالغہ کرنے کے لئے جیسے زہیر بن ابی سلمیٰ کا شعر ہے **وما ادری وسوف اخال الخ** (میں نہیں جانتا اور میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب میں جان لوں گا کہ آلِ حصن مرد ہیں یا عورتیں)۔ شاعر جانتا ہے کہ آلِ حصن مرد ہیں عورتیں نہیں ہیں مگر بطورِ تجاہل برائی میں مبالغہ کرنے کے لئے اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ مرد ہیں یا عورتیں ہیں۔

④ کسی کی محبت میں سرگشتگی کو بتلانے کے لئے جیسے حسین بن عبداللہ کا یہ شعر **بالله یاظبیات القاع الخ** (خدا کی قسم اے ہموار زمین کی ہرنیوں تم مجھے بتلاؤ کہ میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے)۔ شاعر کو یقین ہے کہ لیلیٰ بشر ہے، ہرنی نہیں ہے لیکن استغراقِ محبت کی وجہ سے تجاہلِ عارفانہ کے طور پر اپنے علم کی نفی کرتے ہوئے ہرنیوں سے پوچھ رہا ہے کہ مجھے بتلاؤ کہ میری محبوبہ تم میں سے ہے یا نہیں۔ گویا وہ یہ بتلانا چاہتا ہے کہ میں اس کی محبت میں بالکل دیوانہ ہوگیا ہوں۔

الورقة الخامسة
فلسفه وعقائد
الانتباهات المفیده اردو
آثار السنن از ابتداء تا کتاب الوتر۔ معین الفلسفہ

﴿الورقة الخامسة: فی الفلسفه والعقائد﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل......کیاکسی چیز کے موجود ہونے کیلئے محسوس ومشاہد ہونا لازم وضروری ہے؟شرح کی روشنی میں اصول کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط کسی چیز کے موجود ہونے کے لئے محسوس ومشاہد نہ ہونے کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب...... کسی چیز کے موجود ہونے کے لئے محسوس ومشاہد نہ ہونے کی وضاحت:۔ واقعات پر وقوع کا حکم تین طرح سے لگایا جاتا ہے۔ ① مشاہدہ کے ذریعے: جیسے ہم نے زید کو آتے ہوئے دیکھا۔ ② مخبر صادق کی خبر کے ذریعے: جیسے ہمیں کسی معتبر آدمی نے خبر دی کہ فلاں کام ایسے ہوا ہے، اس کی صحت کیلئے شرط یہ ہے کہ اس سے زیادہ صحیح دلیل اسکی تکذیب کرنے والی نہ ہو۔ ③ استدلالِ عقلی کے ذریعے: جیسے دھوپ کو دیکھ کر آفتاب کا علم ہونا حالانکہ نہ ہم نے اُسے دیکھا ہو اور نہ ہمیں اس کے طلوع کی کسی نے خبر دی ہو، مگر چونکہ معلوم ہے کہ دھوپ کا وجود طلوعِ آفتاب پر موقوف ہے اسلئے دھوپ کو دیکھ کر عقل نے پہچان لیا کہ آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔

ان تینوں مثالوں میں وجود کا حکم تو مشترک ہے لیکن محسوس صرف تیسرا ذریعہ ہے پہلے دونوں ذریعے غیر محسوس ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ جو چیز واقع میں موجود ہے اس کا محسوس ہونا کوئی ضروری نہیں ہے مثلاً نصوص نے ہمیں خبر دی کہ ہمارے اوپر سات اجسام عظام ہیں جن کو آسمان کہتے ہیں۔ اب اگر اس نظر آنے والے نیلے خیمہ کے سبب ہمیں وہ سات آسمان نظر نہ آئیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ صرف محسوس نہ ہونے سے اُن کے وقوع کی ہی نفی کر دی جائے بلکہ ممکن ہے کہ وہ موجود ہوں اور چونکہ مخبرِ صادق نے اس کی خبر دی ہے اس لئے اس کے وجود کا قائل ہونا ضروری ہے۔

الشق الثانی......معاشی امور میں احکامِ نبوت کا کیا حکم ہے؟ اس کو مثال کے ساتھ واضح کریں۔ نیز منکرِ نبوت کی نجات وعدمِ نجات کو دلیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) معاشی امور میں احکامِ نبوت کا حکم (۲) منکرِ نبوت کی نجات و عدمِ نجات کا حکم مع دلیل۔

جواب...... ❶ معاشی امور میں احکامِ نبوت کا حکم:۔ آج کل عموماً لوگ احکامِ نبوت کو دینی امور میں معتبر سمجھتے ہیں اور دنیاوی ومعاشی امور میں خود کو آزاد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

نصوص سے واضح طور پر ان کی تکذیب ہوتی ہے اور آیت کریمہ **وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرًا ان يكون لهم الخيرة من امرهم الخ** کا شانِ نزول دنیاوی معاملہ ہی تھا۔

باقی وہ حدیث (تابیرِ نخل) جس سے دنیاوی امور میں ارشادِ نبوی کے واجب الاتباع نہ ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے اس کی

وضاحت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ قید ہے کہ جو ارشادِ نبوی بطور رائے ومشورہ کے ہو وہ واجب الاتباع نہیں اور جو ارشاد بطورِ حکم ہو وہ معتبر، واجب العمل اور واجب الاتباع ہے۔

اسکی نظیر ومثال یہ ہے کہ دنیاوی بادشاہ قوانین کے معاملہ میں ہمارے ذاتی و باہمی معاملات میں بھی دست اندازی ومداخلت کرتے ہیں تو کیا حاکم ومالکِ حقیقی کو ہمارے معاملات میں مداخلت واحکامات دینے کا حق واختیار نہیں ہے؟ (بالکل حق ہے)

❷ منکرِ نبوت کی نجات وعدمِ نجات کا حکم مع دلیل:۔ بعض لوگ منکرِ نبوت کی نجات کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد وبعثت کا حقیقی مقصد دعوتِ توحید تھا تو جس شخص کو بھی یہ مقصود حاصل ہوجائے اس کو غیر مقصود (نبوت) کا انکار مضر ونقصان دہ نہیں ہے لہٰذا ایسے لوگ نجات پاجائیں گے۔

یہ قول بالکل غلط ہے، بطلان کی نقلی دلیل وہ نصوص ہیں جو مکذبینِ نبوت کے دائمی طور پر جہنم میں داخل کئے جانے پر دال ہیں۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ نبوت کی تکذیب کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بھی تکذیب کرتا ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت اس تکذیب کے ضمن میں آیات کریمہ "**محمد رسول الله**" وغیرہ کی تکذیب کرتا ہے جو کہ باعثِ کفر ہے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی ملک کے صدر وزیراعظم کو مانے مگر اس کے مقرر کردہ کسی گورنر یا دوسرے عہدیدار کو نہ مانے تو اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ جو صدر کے مقرر کردہ عہدیدار کو نہیں مانتا وہ گویا خود صدر اور وزیراعظم کو بھی نہیں مانتا اور ایسا شخص معافی کے لائق وقابل بھی نہیں ہوتا لہٰذا منکرِ نبوت مسلمان وقابلِ معافی نہیں ہے وہ قابلِ نجات نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ......حکمت کی تعریف تحریر کریں نیز حکمت کی اقسام کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) حکمت کی تعریف (۲) حکمت کی اقسام۔

جواب ...... ❶ حکمت کی تعریف:۔ حکمت کی تعریف علامہ میبذی نے یہ کی ہے۔ **علمٌ باحوال اعیان الموجودات علی ماھی علیه فی نفس الامر بقدر الطاقة البشرية** یعنی موجوداتِ واقعیہ کے احوالِ واقعیہ کو حسبِ طاقت بشری جاننا۔

متقدمین فلاسفہ نے حکمت کی تعریف یہ کی ہے۔ **خروج النفس الی کمالها الممکن فی جانبی العلم والعمل** یعنی انسان کا ہر ممکن علمی اور عملی کمال حاصل کرنا۔

مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی نے "ہدیہ سعدیہ" میں حکمت کی تعریف یہ کی ہے۔ **الحکمة علم باحوال الموجودات اعیانًا کانت او معقولات علی ماھی علیه فی نفس الامر بقدر الطاقة البشرية** یعنی اعیان کی قید اٹھادی ہے اور موجودات کو عام کردیا ہے خواہ وہ خارجی ہوں یا ذہنی، باقی تعریف وہی ہے جو میبذی نے کی ہے۔

❷ حکمت کی اقسام:۔ حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ ① حکمتِ عملیہ ② حکمتِ نظریہ۔

① حکمتِ عملیہ: جن موجوداتِ حقیقیہ کو وجود پذیر کرنا ہماری قدرت اور اختیار میں ہے ان کے واقعی احوال کو اس حیثیت سے جاننا کہ ان پر عمل کرنے سے ہماری دنیا وآخرت سنور جائے، حکمتِ عملیہ ہے جیسے اعمالِ شرعیہ نماز، روزہ وغیرہ اور افعالِ حسنہ اور سیئہ کو پہچاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا اور وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ اس حکمت کا مقصد عمل ہے، علم برائے علم مقصود نہیں ہے۔

پھر اس کی مزید تین اقسام ہیں۔تہذیب اخلاق، تدبیر منزل۔سیاست مدنیہ۔

۱...... تہذیب اخلاق: وہ حکمتِ عملی ہے جس سے ذاتی مصلحتوں کو جانا جاتا ہے تاکہ برائیوں سے پاک ہوکر خوبیوں کے ساتھ مزین ہوا جاسکے اور یہ نام اس حکمت کا اسلئے رکھا گیا ہے کہ اسکا مقصد بذریعہ عمل مزاج اور طبیعت کو سنوارنا اور خوبیوں کو حاصل کرنا ہے۔

۲...... تدبیر منزل: وہ حکمتِ عملی ہے جس سے ان مصلحتوں کو جانا جاتا ہے جن کا تعلق ایک گھر میں بسنے والے افراد کی اجتماعی زندگی سے ہوتا ہے جیسے ماں باپ اور اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق وفرائض اور آقا ونوکر کے معاملات۔وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ اس علم سے گھر کا نظام سنورتا ہے اور تدبیر کے معنی انتظام کرنے کے ہیں۔

۳...... سیاست مدنیہ: وہ حکمتِ عملی ہے جس سے ان مصلحتوں کو جانا جاتا ہے جن کا تعلق ایک شہر یا ایک ملک کے باشندوں کی اجتماعی زندگی کو سنوارنے سے ہوتا ہے جیسے بادشاہ (گورنمنٹ) اور رعیت کے باہمی حقوق ومعاملات کا علم، تاکہ دونوں فریق مل جل کر شہری مصالح کی تکمیل کریں۔

② حکمتِ نظریہ: جن موجوداتِ حقیقیہ کو وجود پذیر کرنا ہماری قدرت اور اختیار سے باہر ہے ان کے واقعی احوال کو جاننا تاکہ ہماری قوتِ نظریہ کی تکمیل ہوسکے یہ حکمتِ نظریہ ہے جیسے آسمان، زمین، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ موجوداتِ خارجیہ کے احوال کو جاننا۔وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس حکمت کا مقصد قوتِ نظریہ یعنی عقلیہ کی تکمیل ہے یعنی یہ حکمت اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ انسان کی معلومات بڑھیں۔پھر اس کی مزید تین قسمیں ہیں۔علم طبیعی، علم ریاضی، علم الٰہی (الٰہیات)۔

۱...... علم طبیعی: وہ حکمتِ نظری ہے جس میں ایسے موجوداتِ واقعیہ کے احوالِ واقعیہ جانے جاتے ہیں جن کو وجود پذیر کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے اور وہ چیزیں دونوں وجودوں میں یعنی وجودِ خارجی اور وجودِ ذہنی میں مخصوص مادہ کی محتاج ہوتی ہیں جیسے انسان کہ اگر خارج میں پایا جائے تو گوشت پوست اور ہڈیوں کی مخصوص شکل میں ہوگا اور اگر اس کا ذہن میں تصور کیا جائے تو بھی اسی شکل میں ہوگا۔مادہ سے الگ کرکے ہم انسان کا تصور نہیں کرسکتے۔یہی حال تمام اشیائے کونیہ اور مرکبات عنصریہ کا ہے۔علم طبیعی کو حکمتِ طبیعیہ اور صرف طبیعیات بھی کہتے ہیں۔

۲...... علم ریاضی: وہ حکمتِ نظری ہے جس سے ایسے موجوداتِ واقعیہ کے احوالِ واقعیہ جانے جاتے ہیں جن کو موجود کرنا ہماری قدرت واختیار میں نہیں ہے اور وہ چیزیں وجودِ ذہنی میں تو کسی مخصوص مادہ کی محتاج نہیں ہیں مگر وجودِ خارجی میں مخصوص مادہ کی محتاج ہیں جیسے کرہ کہ اس کا تصور تو مخصوص مادہ کے بغیر کیا جاسکتا ہے مگر خارج میں جب بھی وہ پایا جائے گا تو لکڑی، لوہے، تانبے وغیرہ کسی نہ کسی مادہ کی شکل میں ہوگا۔یہی حال علم ہندسہ کی اشکال کا اور تمام اعداد کا ہے کہ ان کا تصور تو مخصوص مادہ کے بغیر کیا جاسکتا

ہے مگر وہ خارج میں مادہ کے بغیر موجود نہیں ہوسکتے۔

۳...... علم الٰہی (الٰہیات): وہ حکمت نظری ہے جس سے ایسے موجودات واقعیہ کے احوال جانے جاتے ہیں جن کو وجود میں لانا ہمارے بس کی بات نہیں اور وہ دونوں وجودوں میں مادہ کے محتاج نہیں ہوتے جیسے اللہ تعالیٰ کہ وہ خارج میں بھی بلا مادہ موجود ہیں اور جب انکا تصور کیا جاتا ہے تو بھی بلا مادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح عقول عشرہ فلاسفہ کے خیال میں دونوں وجودوں میں مادہ کی محتاج نہیں ہیں۔

الشق الثانی ......تقابل کی تعریف کریں نیز تقابل کی اقسام اربعہ کے نام وتعریف مع امثلہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) تقابل کی تعریف (۲) تقابل کی اقسام اربعہ کے نام وتعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ تقابل کی تعریف:۔ دو چیزوں کا ایسا ہونا کہ ایک وقت میں، ایک محل میں، ایک جہت سے دونوں کا اجتماع محال ہو جیسے سیاہی اور سفیدی البتہ مختلف جہتوں سے اجتماع ہوسکتا ہو جیسے زید میں ایک اعتبار سے ابوت ہو اور دوسرے اعتبار سے بنوت ہو تو یہ درست ہے۔

❷ تقابل کی اقسام اربعہ کے نام وتعریف مع امثلہ:۔

① تقابلِ تضاد: یہ ہے کہ متقابلین وجودی ہوں اور ان میں سے ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف نہ ہو جیسے سیاہی اور سفیدی، گرمی اور سردی اور وجودی کا مطلب یہاں یہ ہے کہ نفی اس کے مفہوم کا جز نہ ہو خواہ وہ خارج میں موجود ہو یا نہ ہو پس وجودی اور موجود میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ موجود خاص ہے اور وجودی عام ہے جیسے خلاء، عنقاء پرندہ اور شریک الباری وجودی چیزیں ہیں کیونکہ حرف نفی ان کے مفہوم کا جز نہیں ہے مگر یہ چیزیں موجود نہیں ہیں۔

جمع نہ ہوسکنے کا مطلب یہ ہے کہ عقل ان کے اجتماع کو درست قرار نہ دے۔ نفس الامر میں اجتماع کا محال ہونا مراد نہیں ہے کیونکہ دو باتیں کبھی ایسی ہوتی ہیں کہ نفس الامر میں وہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں جیسے علم اور موت، مگر ان دونوں میں کوئی تقابل نہیں ہوتا کیونکہ عقل ان کے اجتماع کو نادرست قرار نہیں دیتی۔

② تقابلِ تضایف: یہ ہے کہ متقابلین وجودی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو جیسے ابوت و بنوت (باپ بیٹا ہونا ایک دوسرے پر موقوف ہے)۔

③ تقابل عدم وملکہ: یہ ہے کہ متقابلین میں سے ایک وجودی ہو اور دوسرا عدمی اور عدمی میں وجودی کی صلاحیت ہو جیسے بینا اور نابینا۔ اوّل وجودی ہے اور دوم عدمی کیونکہ اسکے مفہوم میں ''نا'' داخل ہے، مگر نابینا وہی کہلاتا ہے جو بینا ہوسکتا ہو، دیوار کو نابینا کوئی نہیں کہتا۔

④ تقابل ایجاب وسلب: یہ ہے کہ متقابلین میں سے ایک وجودی ہو اور دوسرا عدمی، اور عدمی میں وجودی کی صلاحیت نہ ہو جیسے انسان اور لا انسان، اول وجودی ہے دوم عدمی، کیونکہ اس کے مفہوم میں ''لا'' داخل ہے اور لا انسان جیسے فرس، بقر، غنم وغیرہ ہمیشہ لا انسان ہی رہیں گے وہ کبھی بھی انسان نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح **زید انسان** اور **زید لیس بانسان** پہلا قضیہ موجبہ ہے اس لئے وجودی ہے اور دوسرا سالبہ ہے اس لئے عدمی ہے اور سالبہ ہمیشہ سالبہ ہی رہے گا وہ موجبہ نہیں ہوسکتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ لَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْطِنِيْهِ اَوِ ادْفَعْهُ اِلَيَّ فَلِاُكَفِّلَهٗ اَوْ اُرْضِعَهٗ بِلَبَنِيْ فَفَعَلَ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ فَوَضَعَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ فَبَالَ عَلَيْهِ فَاَصَابَ اِزَارَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ اِزَارَكَ اَغْسِلْهُ قَالَ اِنَّمَا يُصَبُّ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ ۔

حدیث مبارکہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے غسل میں فرق دلائل کے ساتھ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے غسل میں فرق مع الدلائل۔

جواب...... ❶ حدیث پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ام فضل ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت حسین ؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے دیدو یا کہا کہ یہ میرے حوالہ کر دو تا کہ میں ان کی کفالت کروں یا کہا کہ میں ان کو اپنا دودھ پلاؤں تو آپ ﷺ نے ایسا کر دیا (ایک بار) میں اس کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آئی آپ ﷺ نے اس کو اپنے سینہ پر بٹھا دیا اور انہوں نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا وہ آپ ﷺ کی چادر کو لگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی چادر مجھے دیدیں کہ میں اس کو دھو دوں۔آپ ﷺ نے فرمایا لڑکے کے پیشاب پر پانی ڈالا جاتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے۔

❸ بولِ غلام اور بولِ جاریہ کے غسل میں فرق مع الدلائل:۔ بولِ غلام و بولِ جاریہ سے طہارت کی کیا صورت ہے ؟امام مالک ،امام شافعی ؒ کا ایک قول امام احمد بن حنبل ،اسحٰق بن راہویہ ،امام زہری اور ابن وہب ؒ کا مذہب یہ ہے کہ بولِ غلام سے طہارت صرف چھینٹا مارنے سے حاصل ہو جاتی ہے اور بولِ جاریہ سے اہتمام کے ساتھ دھونا واجب ہے۔

امام مالک و امام شافعی ؒ کا قول غیر مشہور اور امام اوزاعی ؒ کے نزدیک بولِ غلام اور بولِ جاریہ دونوں میں چھینٹا مارنا کافی ہے۔اس مذہب کو سابقہ مذہب کے ساتھ لاحق کر کے فریق اوّل قرار دیا جائے گا تا کہ آئندہ بحث کرنے میں آسانی ہو۔

امام ابوحنیفہ ،سفیان ثوری ،ابراہیم نخعی ،حسن بن حی اور جمہور فقہاء ؒ کے نزدیک بولِ غلام اور بولِ جاریہ دونوں سے طہارت کیلئے غسل واجب ہے۔اب ہم ان کو فریق ثانی قرار دیں گے۔

فریقِ اوّل کی دلیل: وہ حدیث شریف ہے جس کے اندر بولِ غلام کے لئے نضح کا لفظ اور بولِ جاریہ کے لئے غسل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ بولِ غلام میں حضور ﷺ نے چھینٹا مارنے کا حکم فرمایا ہے اور بولِ جاریہ میں غسل کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

فریق ثانی کی طرف سے اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ نضح کا معنی یہاں پر چھینٹے مارنا نہیں ہے بلکہ الصب یعنی پانی بہانا ہے۔

فریق ثانی یعنی جو حضرات بولِ غلام اور جاریہ دونوں سے طہارت کے لئے وجوبِ غسل کے قائل ہیں ان کی پہلی دلیل اجلہ تابعین حضرت سعید بن مسیب ؓ کا قول ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ جو پیشاب ایک لائن کے ساتھ گرتا ہے اسکے اوپر سے اسی طرح

پانی گزارنے سے پاک ہوجاتا ہے اور جو پیشاب وسیع اور کئی لائنوں سے گرتا ہے، پیشاب چاہے کسی کا بھی ہو، اسکے اوپر پانی بھی اسی طرح گرانا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے نزدیک ہر پیشاب ناپاک ہے چاہے غلام کا ہو یا جاریہ کا۔ لیکن ان دونوں کی طہارت میں مخرج کے تنگ ہونے اور وسیع ہونے کے اعتبار سے کچھ فرق کیا ہے نیز حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا فتوٰی یہ ہے کہ بول جاریہ کو اہتمام کے ساتھ دھویا جائے اور بول غلام کو جہاں لگا ہے وہ تلاش کر کے دھویا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بول جاریہ اور بول غلام دونوں ناپاک ہیں اور دونوں سے پاکی حاصل کرنے سے غسل لازم ہے۔ (ایضاح الطحاوی ج۱ص۲۶۵)

سوال: جب غلام اور جاریہ کے درمیان کوئی فرق نہیں تو انکے بول کی تطہیر کے حکم میں کیوں فرق کیا گیا ہے؟

جواب: بولِ جاریہ بولِ غلام کی بنسبت غلیظ اور بدبودار ہوتا ہے اسی وجہ سے انکے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ (درسِ ترمذی ص۲۸۶)

الشق الثانی ...... **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی امْرَاَۃٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْھُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوۃَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِکِ عِرْقٌ وَلَیْسَتْ بِالْحَیْضَۃِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَۃُ فَدَعِی الصَّلٰوۃَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْکِ الدَّمَ وَصَلِّیْ۔ رَوَاہُ الشَّیْخَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیِّ دَعِی الصَّلٰوۃَ قَدْرَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ کُنْتِ تَحِیْضِیْنَ فِیْھَا ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ۔**

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مستحاضہ کی اقسام مع مختصر احکام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مستحاضہ کی اقسام مع الاحکام۔

جواب ...... ① **حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی اس نے کہا یارسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جس کو استحاضہ رہتا ہے تو میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بیشک یہ رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دیا کر اور جب وہ ختم ہوجائے تو اپنے آپ سے خون دھولے اور نماز پڑھ۔ اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت ہے کہ لیکن تو ان دنوں کی مقدار میں نماز چھوڑ دے جن میں تجھے حیض آتا ہے پھر غسل کر اور نماز پڑھ۔

③ مستحاضہ کی اقسام مع الاحکام:۔ مستحاضہ کی تین اقسام ہیں مبتدأہ، معتادہ، متحیرہ۔

مبتدأہ: وہ عورت جس کو بالغ ہوتے ہی خون شروع ہوا اور اکثر مدت حیض گزرنے کے بعد بھی بند نہیں ہو رہا یہ عورت ابتداءِ خون سے دس دن حیض شمار کرے نماز وغیرہ نہ پڑھے اور بقیہ بیس ایام استحاضہ شمار کرے اور ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے۔

معتادہ: وہ عورت جس کو عادت کے مطابق کچھ دن حیض آتا رہا ہو پھر اس کے بعد بھی خون آیا اور اکثر مدت حیض گزرنے کے باوجود بھی بند نہیں ہو رہا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ عادت کے مطابق جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن حیض شمار کرے اور بقیہ ایام ہر مہینہ میں استحاضہ شمار کرے اور وضو کر کے نماز پڑھتی رہے۔

متحیرہ: وہ عورت جس کی حیض کی کوئی عادت نہ ہو کبھی پانچ دن، کبھی سات دن اور کبھی دس دن حیض آتا ہو اور اب مسلسل خون آنا شروع ہو گیا، یا پھر اس کی عادت تو مقرر تھی مگر اس کو عادت بالکل یاد نہیں ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ عورت تحری کرتے ہوئے ظن غالب پر عمل کرے اور اگر تحری سے کوئی جہت غالب اور راجح نہ ہو تو پھر اس پر تین طرح کے وقت آئیں گے۔

① وہ وقت جس میں اس کو طہر ہونے کا یقین ہو اس میں وہ نماز وغیرہ پڑھتی رہے۔

② وہ وقت جس میں اس کو حیض ہونے کا یقین ہو اس میں وہ نماز وغیرہ ترک کردے۔

③ وہ وقت جس میں اس کو حیض یا طہر ہونے میں تردد ہو، اس تردد کی دو قسمیں ہیں۔

دخول فی الحیض میں تردد ہو، خروج من الحیض میں تردد ہو اگر دخول فی الحیض میں تردد ہو تو جب تک حیض کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک بدستور نماز وغیرہ پڑھتی رہے اور اگر خروج من الحیض میں تردد ہو تو پھر ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھے یہاں تک کہ طہر کا یقین ہو جائے۔

﴿الورقة الخامسة: فی الفلسفه والعقائد﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ...... جو امور عقلاً ممکن ہوں اور دلیل نقلی ان کے وقوع یا عدم وقوع کو بیان کرے تو ان امور کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ذکر کردہ اصول کو واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں فقط دلائلِ نقلیہ کے بیان کردہ امورِ عقلیہ کو تسلیم کرنے کے متعلق ضابطہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب ...... دلائلِ نقلیہ کے بیان کردہ امورِ عقلیہ کو تسلیم کرنے کے متعلق ضابطہ:۔ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا اُس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ باطل ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ دلیل سے اُس کا نہ ہونا سمجھ میں آجائے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا اور کسی چیز کا نہ ہونا، ان دونوں میں واضح فرق ہے۔

کسی چیز کے وجود کا سمجھ میں نہ آنے کا حاصل یہ ہے کہ بوجہ عدمِ مشاہدہ اُس چیز کے اسباب یا کیفیات کا ذہن کو احاطہ نہیں اس لئے اُن اسباب یا کیفیات کی تعیین میں تحیر و تردد ہے مگر سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ یہ کیوں ہوا؟ وہ اس پر قادر نہیں کہ اُس کی نفی پر کوئی صحیح عقلی یا نقلی دلیل قائم کر سکے۔ مثلاً کوئی دیہاتی جسے ریل دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو اُس نے سنا کہ ریل بغیر جانور کے گھسیٹنے کے خود بخود چلتی ہے اُسے تعجب ہوگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اُس کی نفی پر کوئی دلیل قائم کر سکے کیونکہ خود اس کے پاس بھی کوئی اس چیز کا ثبوت نہیں کہ جانور کے گھسیٹنے کے علاوہ گاڑی کو حرکت دینے کا کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ اس کو سمجھ میں نہ آنا کہتے ہیں لہٰذا اگر وہ محض اسی بنیاد پر جانور کے بغیر گاڑی کے چلنے کا انکار کرے اور راوی کی تکذیب کرے تو عقلاً اُس کو بیوقوف سمجھا جائے گا اور بیوقوفی کی بنیاد صرف یہی بات ہوگی کہ اُس کی سمجھ میں نہ آنے سے ریل کی نفی کیسے لازم آگئی۔

اگر کوئی شخص کلکتہ سے ریل کے ذریعے دہلی آیا اور اس کے سامنے کسی نے آکر کہا کہ گاڑی ایک گھنٹے میں کلکتہ سے دہلی پہنچی

ہے تو وہ مسافر اس کی تکذیب کرے گا اور اسکے پاس اُس کی نفی کی دلیل موجود ہے کہ وہ خود اس ریل کے ذریعے سفر کر کے آیا ہے۔ یہ اُس چیز کی مثال ہے جس کا نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے سنا کہ قیامت کے روز ایسے پل صراط پر چلا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا تو چونکہ کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا گیا اسلئے اس واقعہ پر تعجب ہونا قابل تعجب نہیں ہے مگر اس کی نفی کیلئے بھی چونکہ عقل کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اسلئے اس کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ سرسری نظر میں یہی دلیل ہوسکتی ہے کہ قدم اتنا چوڑا ہے اور قدم رکھنے کی جگہ اتنی باریک ہے تو اُس پر پاؤں رکھنا اور اُس پر چلنا ممکن نہیں مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مسافت کی وسعت قدم سے زیادہ ہونا عقلاً ضروری ہے، یہ الگ بات ہے کہ عادتاً اس کے خلاف نہیں دیکھا گیا۔ یا عادتاً دیکھا ہو مگر اتنا تفاوت نہ دیکھا ہو جیسے بعض لوگوں کو رسی پر چلتے دیکھا گیا ہے مگر کیا بعید ہے کہ وہاں عادت ہی بدل دی جائے لہٰذا اگر کوئی پل صراط پر چلنے کی تکذیب کرے گا تو اُس کی مثال اُسی شخص کی مثل ہوگی جس نے ریل کے از خود چلنے کی تکذیب کی تھی۔

البتہ اگر کسی نے یہ سنا کہ قیامت کے دن فلاں بزرگ کی کافر اولاد کو بزرگ کے قرب کی وجہ سے بخش دیا جائے گا چونکہ اس کے خلاف نصوص کی صورت میں دلائل قائم ہیں کہ کافر کی بخشش نہیں ہوگی اس لئے اس بات کی نفی کی جائے گی اور اس کو باطل کہا جائے گا۔ سمجھ میں نہ آنے اور باطل ہونے میں یہی فرق ہے۔

الشق الثانی ...... بعض لوگ ملائکہ وجنات کے منکر ہیں ان کے انکار کا مبنیٰ کیا ہے نیز منکرین ملائکہ وجنات کے دلائل کا شافی وافی جواب تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو اور مطلوب ہیں۔ (۱) منکرین ملائکہ وجنات کے دلائل (۲) منکرین کے دلائل کے جوابات۔

جواب ...... ❶ منکرین ملائکہ وجنات کے دلائل:۔ ملائکہ اور جنات کا وجود نصوص واجماع سے ثابت ہے، بعض لوگ ان کے محسوس نہ ہونے کی وجہ سے منکر ہیں۔

دلائل: ① اگر یہ جواہر موجود ہوتے تو محسوس ہوتے۔

② کوئی چیز سامنے سے گزرے اور محسوس نہ ہو تو یہ سمجھ سے بالا ہے لہٰذا اگر فرشتے اور جنات ہمارے پاس سے گزرتے ہیں تو ہمیں اُن کا وجود محسوس ہونا چاہیے۔

چونکہ آیات قرآنیہ میں انکا وجود ثابت کیا گیا ہے اور قرآن کے ثبوت میں کلام نہیں کیا جاسکتا اس لئے ان کے وجود پر دال آیات میں ایسی بعید بعید تاویلیں کی جاتی ہیں کہ حدِ تحریف میں داخل ہو جاتی ہیں۔

❷ منکرین کے دلائل کے جوابات:۔ ان کے دلائل کا تحقیقی جواب شق اوّل سوال اوّل ۱۴۳۵ھ میں گزر چکا ہے کہ موجود ہونے کے لئے محسوس ہونا ضروری نہیں ہے۔

الزامی جواب یہ ہے کہ مادہ کے لئے موجودہ صورت کے تلبس سے پہلے جس قوام لطیف کو تم مانتے ہو جس کو مادہ سدیمیہ اور

اثیریہ کہتے ہو وہ جوہر ہے اور کبھی تم نے اس کا مشاہدہ نہیں کیا اور اس کی کیفیت سوائے تخیل مبہم کے کچھ سمجھ نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ یونانیین اس کے منکر ہیں مگر اپنے خیال وگمان میں دلیل کے ذریعے اُس کو مانتے ہیں حالانکہ اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ پس جب ایسے جواہر کے محال ہونے پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں تو یہ جواہر عقلاً ممکن الوجود ہوئے اور جس ممکن عقلی کے وجود پر دلیلِ نقلی صحیح قائم ہو اُس کے وجود کا قائل ہونا ضروری ہے اور نصوص میں ان جواہر کا وجود وارد ہے اس لئے ان جواہر کا قائل ہونا ضروری ہوگا اور چونکہ اصل نصوص میں حمل علی الظاہر ہے اس لئے اس کی تاویلات بعیدہ کرنا باطل ہے اگر چہ دلیل عقلی بھی ظنیت کے مرتبہ میں ہوتی ہے چہ جائیکہ محض وہم غیر معتبر ہی ہو۔ لہٰذا ملائکہ وجنات کا وجود ثابت ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......عنصر کی تعریف کریں، عناصرِ اربعہ کی تعیین کریں، عناصرِ اربعہ کی تبدیلی اور کون وفساد کی چھ صورتیں مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عنصر کی تعریف (۲) عناصرِ اربعہ کی تعیین (۳) عناصرِ اربعہ کی تبدیلی اور کون وفساد کی چھ صورتیں مع امثلہ۔

جواب ...... ❶ عنصر کی تعریف:۔ ''عنصر'' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا لغوی معنیٰ ''اصل'' ہے۔ یونانی زبان کا لفظ ''اُسطقس'' اس کا مترادف ہے اور اصطلاح میں ''عنصر'' اس بسیط (غیر مرکب) اصل کو کہتے ہیں جس سے تمام مرکبات ترکیب پاتے ہیں۔

❷ عناصرِ اربعہ کی تعیین:۔ آگ، ہوا، پانی، مٹی عناصرِ اربعہ ہیں، ان کو ارکان اور اصولِ کون وفساد بھی کہتے ہیں۔ قدیم حکماء نے استقراء سے صرف یہی چار عناصر (اصول مرکبات) دریافت کئے تھے۔

❸ عناصرِ اربعہ کی تبدیلی اور کون وفساد کی چھ صورتیں مع امثلہ:۔ عناصر اربعہ اتحاد ہیولیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے کی صورت نوعیہ میں بدلتے رہتے ہیں اس تبدیلی کو کون وفساد اور انقلاب کہا جاتا ہے اور کیفیات کے بدل جانے کو استحالہ کہتے ہیں اور استحالہ کے لئے انقلاب لازم نہیں ہے، دیکھئے پانی گرم کرتے ہیں تو اس کی برودت جاتی رہتی ہے مگر پانی کی صورت باقی رہتی ہے، کون وفساد کی چھ صورتیں درج ذیل ہیں۔

① پانی کا زمین ہونا: آذربائیجان کے قریب سایہ کوہ میں ایک چشمے کے پانی کا سیاہ پتھر بننا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

② زمین کا پانی ہونا: تیزاب کے ذریعہ اجزائے ارضیہ کو پانی کرنا روز کارخانوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

③ ہوا کا پانی ہونا: گلاس میں برف بھر کر میز پر رکھ دیجئے، تھوڑی دیر بعد گلاس کی بیرونی سطح پر ہوا پانی بن کر قطروں کی شکل میں نمودار ہو جائے گا۔

④ پانی کا ہوا ہونا: تیز آگ پر پانی کا برتن رکھ دیجئے، تھوڑی دیر میں پانی بھاپ بن کر اُڑنے لگے گا۔

⑤ ہوا کا آگ ہونا: لوہار کی بھٹی اور تنور میں نگاہ ڈالئے ساری فضاء آگ ہی آگ نظر آئے گی۔

⑥ آگ کا ہوا ہونا: موم بتی کی لَو، اسی طرح آگ کا شعلہ کچھ بلند ہو کر ہوا ہو جاتا ہے، اگر لَو بڑھتی رہے تو مکان خاکستر ہو جائے۔

الشق الثانی...... عقل کی تعریفات ذکر کریں نیز حواسِ خمسہ باطنہ کی تشریح کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں۔(۱) عقل کی تعریف (۲) حواسِ خمسہ باطنہ کی تشریح۔

جواب...... ❶ عقل کی تعریف:۔ عقل ایک جوہر (قائم بالذات چیز) ہے جو اپنی ذات میں تو مادہ سے مجرد ہے مگر افعال میں مادہ کے ساتھ مقارن ہے (غور کیا جائے تو نفس ناطقہ کی بھی یہی تعریف ہے)۔

عقل نفسِ ناطقہ کی ایک قوت ہے، نفس میں اس قوت کے ذریعہ علوم وادراکات کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

عقل ایک فطری قوت ہے، بدیہیات کا علم اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے بشرطیکہ ادواتِ علم صحیح ہوں۔

عقل ایک قوت ہے جس کے ذریعہ انسان مفید اور غیر مفید چیزوں میں امتیاز کرتا ہے۔

عقل جسمِ انسانی میں ایک نور ہے جس سے وہ راستہ روشن ہوتا ہے جہاں پہنچ کر حواس کے ادراکات کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

اور مبادئ الفلسفہ میں یہ تعریف کی گئی ہے۔**قوة غريزية للنفس بها تتمكن من ادراك الحقائق** (عقل نفسِ ناطقہ کی وہ فطری قوت ہے جس کے ذریعہ نفسِ ناطقہ میں حقائق کے ادراک کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے۔)

❷ حواسِ خمسہ باطنہ کی تشریح:۔ حواسِ باطنہ پانچ ہیں۔① حسِ مشترک ② خیال ③ وہم ④ حافظہ ⑤ متصرفہ۔

① حسِ مشترک: یہ قوت دماغ کے بطون سہ گانہ میں سے بطن اوّل کے ابتدائی حصہ میں ودیعت کی گئی ہے جس کا کام حواسِ ظاہرہ کی حاصل کی ہوئی صورتوں کو قبول کرنا ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام حسِ مشترک رکھا گیا ہے، گویا یہ حواس پنجگانہ ظاہرہ کا مشترک حاسہ ہے اور حواسِ خمسہ ظاہرہ اس کے جاسوس ہیں جو مادیات کی صورتوں کو لا کر اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور یہ ان کو فوراً اپنے خزانہ خیال میں جمع کر لیتا ہے۔

② خیال: یہ قوت دماغ کے بطن اوّل کے پچھلے حصہ میں ودیعت کی گئی ہے جس کا کام حسِ مشترک کی صورتوں کو محفوظ رکھنا ہے گویا یہ حسِ مشترک کا خزانہ ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حسِ مشترک کا ادراک حواسِ ظاہرہ کے محسوسات تک محدود رہتا ہے اور جب محسوسات حواسِ ظاہرہ کے سامنے غائب ہو جاتے ہیں تو ان کی صورتیں حسِ مشترک اپنے خزانہ میں جمع کر لیتا ہے تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔

③ وہم: یہ قوت اگرچہ سارے دماغ سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کا زیادہ تر تعلق دماغ کے درمیانی بطن کے حصۂ آخر سے ہے اس قوت کا کام محسوس چیزوں کی ان معنوی باتوں کا ادراک کرنا ہے جو حواسِ ظاہرہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں جیسے بچہ معطوف علیہ یعنی قابلِ رغبت ومحبت ہے اور شیر، بھیڑیا قابلِ نفرت وخوف ہیں۔

④ حافظہ: یہ قوت دماغ کے بطنِ اخیر کے اگلے حصے میں ودیعت کی گئی ہے اس کا کام یہ ہے کہ قوتِ واہمہ جن معانی کا ادراک کر لیتی ہے یہ قوت ان مدرکات کی حفاظت کرتی ہے گویا کہ یہ قوت واہمہ کے مدرکات کا خزانہ ہے۔

نوٹ: عرفِ عام میں حافظہ مطلق قوت یادداشت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

⑤ متصرفہ: یہ قوت دماغ کے درمیانی بطن کے ابتدائی حصہ میں ودیعت کی گئی ہے اس کا کام یہ ہے کہ حواسِ ظاہرہ اور باطنہ کے دونوں خزانوں (خیال وحافظہ) میں جو صورتیں جمع ہیں یہ قوت ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ جوڑتی ہے اور بعض کو بعض سے توڑتی ہے اور اس طرح تصرف کر کے نئے نئے فارمولے بناتی رہتی ہے۔

فائدہ: قوتِ متصرفہ کو جب عقل اپنی معلومات میں استعمال کرتی ہے تو اس کو قوتِ واہمہ استعمال کرتی ہے، اس کو قوتِ متخیلہ کہتے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......**عن عبدالله بن عمر ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلٰوة واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذالك ایضًا وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد وکان لا یفعل ذٰلك فی السجود۔**

حدیث شریف کا ترجمہ کریں نیز رفع یدین عندالرکوع میں اختلاف کو دلائل کے ساتھ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں۔(۱) حدیث کا ترجمہ (۲) رفع یدین عندالرکوع میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ حدیث کا ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے جب رجوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو بھی اسی طرح ان کو اٹھاتے اور **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ** فرماتے اور یہ عمل سجدہ میں نہیں کرتے تھے۔

❷ رفع یدین عندالرکوع میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہ وصاحبین رحمہم اللہ کے ہاں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ مالکیہ حضرات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ وامام احمد رحمہ اللہ رفع یدین کے قائل ہیں۔

حنفیہ ومالکیہ کی دلیل: ① **قوله قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلٰوتهم خاشعون** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاشعون کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں **مخبتون متواضعون لایلتفتون یمینا ولا شمالا ولایرفعون ایدیهم** ② **قال ابن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی ولم یرفع الافی اول مرة** ③ **عن جابر قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلٰوة،** یہ قولی صحیح مرفوع حدیث ہے جس میں رفع یدین سے روکا گیا ہے اور سکون کا حکم دیا گیا ہے، گویا یہ **فی صلٰوتهم خاشعون** کی تفسیر ہے ④ **عن البراء بن عازب قال کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه...... ثم لایعود** ⑤ **عن ابن مسعود قال صلیت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند استفتاح الصلٰوة۔**

شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ کی دلیل: **عن ابن عمر قال رایت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع**۔اس مضمون کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے۔

جواب: اختلاف ثبوت میں نہیں بلکہ دوام وبقاء میں ہے جوان احادیث سے ثابت نہیں۔ مذکورہ ترک رفع کے دلائل کے قرینہ سے یہ احادیث ابتداء پرمحمول ہیں بعد میں رفع یدین متروک ہوگئی اوراس کی سنیت منسوخ ہوگئی۔خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترک رفع کا ثبوت تین روایات سے اوربعض خلفاء راشدین حضرت عمروعلی رضی اللہ عنہما سے ترک رفع اس پر بہت قوی قرینہ ہے۔

نیز جیسے دیگرمختلف مقامات کی رفع یدین باتفاق ائمہ وجمہورعلماء دوسری صحیح احادیث کی وجہ سے متروک ومنسوخ ہے اسی طرح مختلف فیہ رفع یدین بھی صحیح احادیث کی وجہ سے حنفیہ ومالکیہ کے ہاں متروک ومنسوخ ہے۔واضح رہے سنیت منسوخ ہے جوازباقی ہے۔

نیزحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کی حدیث اگرچہ صحیحین میں مروی ہے مگرمضطرب ہےاور چھ وجوہ سے مروی ہے۔

① صرف تحریمہ کی رفع یدین کاذکر ہے ② تحریمہ اور بعدالرکوع رفع یدین کاذکر ہے عندالرکوع رفع کاذکرنہیں ہے ③ مواضع ثلاثہ کی رفع کاذکر ہے ④ مواضع ثلاثہ کیساتھ بعدالرکعتین کی رفع کاذکر بھی ہے ⑤ مواضع اربعہ کے ساتھ رفع السجود کا ذکر بھی ہے ⑥ **فی کل خفض ورفع و رکوع و سجود و قیام وقعود و بین السجدتین** کی رفع کاذکر ہے۔

لہٰذاایسی مضطرب حدیث کومدارِحکم بنانامشکل ہے۔

ترکِ رفع کی وجوہِ ترجیح: ① اوفق بالقرآن ہے ② اسکنوا فی الصلوٰۃ قولی حدیث ہے جوفعلی سے راجح ہے ③ فعلی احادیث متعارض ہیں جبکہ قولی احادیث تعارض سے سالم ہیں ④ ترک رفع کے راوی اکابرصحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو **لیلینی منکم اولو الاحلام والنھی** کے تحت صف اول میں تھے جیسے حضرت عمر،علی،ابن مسعود رضی اللہ عنہم،بخلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وہ صغار صحابہ میں سے ہیں ⑤ ترک کے راوی افقہ ہیں۔

امام ابوحنیفہ وامام اوزاعی رحمہما اللہ محدثِ شام کا اسی مسئلہ پر مذاکرہ ہوا۔امام اوزاعی نے علو اسناد کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کی۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ رواۃ کی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی **فسکت الاوزاعی**۔

امام وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں **حدیث یتد اولہ الفقھاء خیر من حدیث یتداولہ الشیوخ**۔

علی ابن المدینی اورابن معین کاایک مسئلہ میں مذاکرہ ہواتوابن المدینی نے فرمایا **اذا اجتمع ابن عمر وابن مسعود واختلفا فابن مسعود اولی**۔امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ابن المدینی کی موافقت کی۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **وکذلک قال الفقھاء وھم اعلم بمعانی الاحادیث**۔(المسائل والدلائل ص۲۶۶)

الشق الثانی ...... **وعن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع**۔

قنوت کی اقسام ثلاثہ کی مکمل تفصیل دلائل کی روشنی میں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں فقط قنوت کی اقسام ثلاثہ کی مکمل تفصیل مع الدلائل مطلوب ہیں۔

جواب ...... قنوت کی اقسام ثلاثہ کی مکمل تفصیل مع الدلائل:۔ قنوت کی تین قسمیں ہیں۔قنوت فی الوتر،قنوت فی صلوٰۃ

الفجر، قنوتِ نازلہ۔

قنوت فی الوتر: اس قنوت کے متعلق تین مسائل ہیں۔ ① حنفیہ کے نزدیک قنوتِ وتر پورا سال مشروع ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف رمضان میں واجب ہے۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک صرف رمضان کے نصفِ اخیر میں مشروع ہے باقی دنوں میں نہیں۔

شوافع وحنابلہ کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے جو باب ماجاء فی القنوت فی الوتر میں تعلیقاً مذکور ہے **انہ کان لایقنت الا فی النصف الاٰخر من رمضان۔**

حنفیہ کی دلیل حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **علّمنی رسول اللہ ﷺ کلمات اقولھنّ فی الوتر الخ**، اس میں رمضان اور غیرِ رمضان کی کوئی تخصیص نہیں۔ نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پورا سال قنوتِ وتر ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر کا جواب یہ ہے کہ وہ اُن کا اپنا اجتہاد ہوسکتا ہے نیز ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے مراد قیام طویل ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان کے نصفِ اخیر میں جس قدر طویل قیام فرماتے تھے عام دنوں میں اتنا طویل قیام نہ فرماتے تھے۔

② حنفیہ کے نزدیک قنوتِ وتر رکوع سے پہلے مشروع ہے، امام مالکؒ، سفیان ثوری، عبداللہ ابن مبارک اور امام اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شوافع وحنابلہ قنوت کو رکوع کے بعد مسنون مانتے ہیں جبکہ ایک قول کے مطابق امام احمدؒ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تخییر کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے ہے **انہ کان لا یقنت الا فی النصف الاٰخر من رمضان وکان یقنت بعد الرکوع۔**

حنفیہ کا استدلال ابن ماجہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے **ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع** ۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علقمہ سے مروی ہے **ان ابن مسعود واصحاب النبی ﷺ کانوایقنتون فی الوتر قبل الرکوع**، پس معلوم ہوا کہ حنفیہ کے پاس اس مسئلہ میں مرفوع حدیث بھی ہے اور تعاملِ صحابہ بھی ہے۔ جبکہ مخالفین کے پاس صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے اُس کا بھی یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ اُن کا اپنا اجتہاد ہے جس کا منشاء یہ ہوسکتا ہے انہوں نے آپ ﷺ کو قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھتے دیکھا ہوگا اور اسی پر قنوتِ وتر کو قیاس کرلیا اور قنوتِ نازلہ میں ہم بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کے قائل ہیں۔

③ قنوتِ وتر کی دعا شوافع کے نزدیک **اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ** ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک **اللھم انا نستعینک الخ** ہے۔ حنفیہ نے اس دعا کو اس لئے ترجیح دی کہ یہ **اشبہ بالقراٰن** ہے بلکہ علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں نقل کیا ہے کہ یہ **سورۃ الخلع والحفد** کے نام سے قرآن کریم کی دو مستقل سورتیں تھیں جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔

یہ اختلاف افضلیت میں ہے ورنہ فریقین کے نزدیک دونوں دعائیں جائز ہیں۔

امام محمدؒ کے نزدیک قنوت میں کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو دعا بھی چاہے وہ پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ کلام الناس کی حد تک نہ پہنچے۔ (درس ترمذی ج۲ ص ۲۳۵)

<u>قنوت فی صلوٰۃ الفجر</u>: امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں رکوع ثانی کے بعد پورا سال قنوت مشروع ہے پھر امام مالکؒ کے نزدیک یہ فقط مستحب ہے جبکہ امام شافعیؒ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں۔

حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک عام حالات میں قنوت فجر مسنون نہیں البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی عام مصیبت نازل ہوگئی ہو تو اس زمانہ میں فجر میں قنوت پڑھنا مسنون ہے جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے۔

شوافع ومالکیہ کی دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح والمغرب** ۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر حتیٰ فارق الدنیا**۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع رأسہ من الرکوع من صلوٰۃ الصبح فی الرکعۃ الثانیۃ رفع یدیہ فیدعو بھٰذا الدعا اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ**۔

حنفیہ وحنابلہ کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **لم یقنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا شھرًا لم یقنت قبلہ ولا بعدہ** ۔ نیز اسکی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے **انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ شھرًا یدعو علی رعل و ذکوان**۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقنت الّا اذا دعیٰ لقوم او دعیٰ علی قوم**۔

شوافع ومالکیہ کے دلائل کا جواب یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ پر محمول ہیں اور لفظ کـــان استمرار ودوامی پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ علامہ نوویؒ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔

الغرض شوافع کے دلائل یا تو سندًا صحیح نہیں ہیں یا وہ قنوت نازلہ پر محمول ہیں یا ان میں قنوت سے مراد دعائے قنوت پڑھنا نہیں بلکہ طول قیام مراد ہے۔

<u>قنوت نازلہ</u>: ہمارے نزدیک قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں مسنون ہے جبکہ شوافع کے نزدیک پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا مسنون ہے۔ شوافع کا استدلال حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح والمغرب**، اسی طرح دیگر روایات میں بقیہ نمازوں کا بھی ذکر ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ اکثر روایات صلوٰۃ الفجر میں قنوت نازلہ پڑھنے سے متعلق ہیں۔ لہٰذا سنیت انہی سے ثابت ہوگی البتہ شوافع وغیرہ کی روایات سے صرف جواز ثابت ہوسکتا ہے اور اس کے ہم بھی منکر نہیں ہیں۔ (درس ترمذی ج۲ ص۱۶۶)

الورقة السادسة
الادب العربى
دیوان متنبی تا قافیۃ الدال
سبع المعلقات (پہلے تین معلقات)

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......

اِنْ كَانَ قَدْمَلَكَ الْقُلُوْبَ فَاِنَّهٗ	مَلَكَ الزَّمَانَ بِاَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ
اَلشَّمْسُ مِنْ حُسَّادِهٖ وَالنَّصْرُمِنْ	قُرَنَائِهٖ وَالسَّيْفُ مِنْ اَسْمَائِهٖ
اَيْنَ الثَّلَاثَةُ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالِهٖ	مِنْ حُسْنِهٖ وَاِبَائِهٖ وَمَضَائِهٖ
مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتَيْنَ بِمِثْلِهٖ	وَلَقَدْ اَتٰى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ (ص۲۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اشعار کا مفہوم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا مفہوم۔

جواب...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اگر وہ دلوں کا مالک ہوگیا ہے تو زمانے کا اُس کے آسمان اور زمین کے ساتھ مالک ہو چکا ہے۔سورج اُس کے حاسدوں میں سے ہے اور مدد اُس کے ساتھیوں میں سے ہے اور تلوار اُس کے ناموں میں سے ہے۔کہاں ہیں یہ تین چیزیں اُس کی تین خصلتوں کے مقابلہ میں یعنی اُس کے حُسن اور اُس کے انکار اور اُس کی تیز کارگزاری کے مقابلہ میں۔زمانے گزر گئے اور اُس کی نظیر نہ لا سکے اور البتہ تحقیق وہ آیا تو زمانے اُس کی نظیر لانے سے عاجز ہوگئے۔

❸ **اشعار کا مفہوم:۔** ان ابیات میں متنبی اپنے ممدوح سیف الدولہ کی مدح پر ملامت کرنے والوں کی ملامت کا جواب دے رہا ہے کہ اے ملامت کرنے والے! اگر میرا ممدوح لوگوں کے دلوں پر حکومت و بادشاہت کر رہا ہے تو اس میں تعجب وحیرت کی کوئی بات نہیں، اس لئے کہ وہ آسمان وزمین سمیت زمانہ کی ہر چیز کا مالک ہو چکا ہے اور اس کے چہرے کی خوبصورتی اور آب وتاب کا یہ عالم ہے کہ سورج بھی اس پر حسد کرتا ہے اور مدد وفتح ونصرت اس کے ساتھیوں میں سے ہے اور اس کی بہادری وشمشیر زنی کا یہ حال ہے کہ اس کا نام ہی تلوار (سیف الدولہ) پڑ گیا ہے اور میرے ممدوح کی تین خوبیوں وخصلتوں کے مقابلہ میں ان تین چیزوں کی کیا وقعت ہے کہ اس کے حُسن وخوبصورتی کے مقابلہ میں سورج کی، اس کی خوداری وذلت سے بچنے کی فطرت کے سامنے مدد ونصرت اور اس کی تیز کارگزاری کے مقابلہ میں تلوار کی کیا حیثیت ووقعت ہے کہ اس کا مقابلہ کرے۔بہت سے زمانے آئے اور گزر گئے مگر کسی دور میں بھی کوئی اس کی نظیر ومثال نہ لا سکا گویا وہ ہر زمانہ میں بے نظیر وبے مثال رہا ہے۔

الشق الثانی......وقال يمدح الحسين بن اسحٰق التنوخی وكان قوم قد هجوه و نحلوا الهجاء الى ابی الطيب فكتب اليه يعاتبه فكتب ابوالطيب اليه۔

أَتُنْكِرُ يَا ابْنَ إِسْحَاقٍ إِخَائِيْ وَتَحْسِبُ مَاءَ غَيْرِيْ مِنْ إِنَائِيْ
أَأَنْطِقُ فِيْكَ هُجْرًا بَعْدَ عِلْمِيْ بِأَنَّكَ خَيْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ
وَأَكْرَهُ مِنْ ذُبَابِ السَّيْفِ طَعْمًا وَأَمْضَى فِي الْأُمُوْرِ مِنَ الْقَضَاءِ
وَمَا أَرَبَتْ عَلَى الْعِشْرِيْنَ سِنِّيْ فَكَيْفَ مَلِلْتُ مِنْ طُوْلِ الْبَقَاءِ
وَمَا اَسْتَغْرَقْتُ وَصْفَكَ فِيْ مَدِيْحِيْ فَأَنْقُصَ مِنْهُ شَيْئًا بِالْهِجَاءِ (ص۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اشعار کا شانِ ورود و مفہوم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا شانِ ورود و مفہوم۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اے ابن اسحاق! کیا تم میری بھائی بندی (بھائی چارہ) سے انکار کرتے ہو اور میرے غیر کے پانی کو میرے برتن سے سمجھتے ہو۔کیا میں تمہارے متعلق کوئی بیہودہ بات کہہ سکتا ہوں اس علم کے باوجود کہ تم اُن تمام لوگوں سے بہتر ہو جو اس آسمان کے نیچے ہیں اور تم ذائقہ میں تلوار کی دھار سے زیادہ ناپسندیدہ ہو اور معاملات میں تقدیر سے زیادہ کارگزاری والے ہو اور میری عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ہوئی پس میں زندگی کی درازی سے کیسے اُکتا جاؤں گا۔میں نے تمہارے اوصاف کو اپنے مدحیہ قصیدہ میں پورا پورا بیان نہیں کیا کہ اُس میں سے ہجو کے ذریعے کچھ کم کروں۔

❸ اشعار کا شانِ ورود و مفہوم:۔ کسی قوم نے حسین بن اسحٰق تنوخی کی ہجو میں کوئی اشعار وغیرہ کہے اور اُن اشعار کی نسبت ابوالطیب (متنبّی) کی طرف کردی کہ یہ ہجویہ اشعار اُس نے کہے ہیں تو ان ابیات میں متنبّی اس نسبتِ اشعار کی تردید کرتے ہوئے حسین بن اسحٰق تنوخی کی مدح کر رہا ہے۔

متنبّی کہتا ہے کہ اے حسین بن اسحٰق تمہاری ہجو میں کسی اور نے قصیدہ لکھا اور اس کی نسبت بعض لوگوں نے میری طرف کی تو تم نے ان کی بات تسلیم کرلی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میری دوستی واخوت کا انکار کرتے ہو اور تم کسی اور کے غلیظ پانی کو میرے برتن کا پانی شمار کرتے ہو۔کیا یہ تسلیم کرنے کی بات ہے کہ یہ بیہودہ گوئی میں نے کی ہے حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آسمان کے نیچے بسنے والے لوگوں میں سے سب سے بہتر وافضل تم ہی ہو۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے لئے تلوار کی دھار سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو کہ تم اُن کے ساتھ جو سلوک کرتے ہو اس کے مقابلہ میں تلوار کے ساتھ قتل ہونا ان کو زیادہ پسندیدہ ہے اور تم جس کام کا ارادہ کرتے ہو تقدیر سے پہلے اس کو اس کے انجام تک پہنچاتے ہو،ان تمام حقائق کا علم ہونے کے باوجود میں کیسے تمہاری ہجو کرسکتا ہوں اور میں نے تو تمہاری خوبیوں کو ابھی پوری طرح بیان بھی نہیں کیا تو خوبیوں کی تکمیل سے پہلے ہی میرا تمہاری ہجو کرنا یہ درحقیقت میری توہین ہے کہ مدحیہ مضمون کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی اس سے پہلے ہی ہجویہ مضمون کو شروع کردیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ......

فَالْفَخْرُ عَنْ تَقْصِيْرِهٖ بِكَ نَاكِبٌ وَالْمَجْدُ مِنْ اَنْ يُسْتَزَادَ بَرَاءٌ

فَاِذَا سُئِلْتَ فَلَا لِاَنَّكَ مُحْوِجٌ وَاِذَا كُتِمْتَ وَشَتْ بِكَ الْآلَاءُ

وَاِذَا مُدِحْتَ فَلَا لِتَكْسِبَ رِفْعَةً لِلشَّاكِرِيْنَ عَلَى الْاِلٰهِ ثَنَاءٌ

وَاِذَا مُطِرْتَ فَلَا لِاَنَّكَ مُجْدِبٌ يُسْقَى الْخَصِيْبُ وَتُمْطَرُ الدَّامَاءُ

لَمْ تَحْكِ نَائِلَكَ السَّحَابُ وَاِنَّمَا حُمَّتْ بِهٖ فَصَبِيْبُهَا الرُّحَضَاءُ (ص ۱۱۱۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ پس فخر اپنی کوتاہی کی وجہ سے تجھ سے کنارہ کش ہے اور بزرگی وشرافت زیادہ طلب کئے جانے سے بَری ہے۔پس جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ تو حاجتمند بنانے والا ہے اور جب تو پوشیدہ ہوتا ہے تو نعمتیں تجھ سے چغلی کھاتی ہیں۔اور جب تیری مدح کی جاتی ہے تو اسلئے نہیں کہ تُو بلندی حاصل کرے،شکرادا کرنے والوں پر معبود کی تعریف لازم ہے اور جب تجھ پر بارش کی جاتی ہے تو اس لئے نہیں کہ تو قحط زدہ ہے،شاداب زمین بھی سیراب کی جاتی ہے اور سمندروں پر بھی بارش ہوتی ہے،بادل نے تیری بخشش کی نقالی نہیں کی بلکہ اُسے بخار ہو گیا تھا اور اُس کی بارش اُس کا پسینہ ہے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "آلَاءٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد اِلًی ہے بمعنی نعمت۔

"نَاكِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلنَّكْبُ والنُّكُوْبُ (نصر وسمع) بمعنی ہٹنا و کنارہ کش ہونا۔

"سُئِلْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی مجہول از مصدر اَلسُّؤَالُ (فتح، مہموز) بمعنی سوال کرنا و پوچھنا۔

"مُحْوِجٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر الاحواجُ (افعال، اجوف) بمعنی ضرورت مند بنانا۔

"وَشَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اَلْوَشْيُ (ضرب، لفیف) بمعنی چغلی کرنا۔

"رِفْعَةٌ" بمعنی بلندی۔مصدر (فتح، صحیح) بمعنی بلند کرنا و اونچا کرنا۔

"مُجْدِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِجْدَابٌ (افعال) بمعنی قحط زدہ ہونا۔

"لَمْ تَحْكِ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر حِكَايَةٌ (ضرب، ناقص) نقل کرنا و بیان کرنا۔

الشق الثانی ......

وَيَوْمَ دَخَلْتُ الْخِدْرَ خِدْرَ عُنَيْزَةٍ	فَقَالَتْ لَكَ الْوَيْلَاتُ إِنَّكَ مُرْجِلِي
تَقُوْلُ وَقَدْ مَالَ الْغَبِيْطُ بِنَا مَعًا	عَقَرْتَ بَعِيْرِيْ يَا امْرَءَ الْقَيْسِ فَانْزِلِ
فَقُلْتُ لَهَا سِيْرِيْ وَأَرْخِيْ زِمَامَهٗ	وَلَا تُبْعِدِيْنِيْ مِنْ جَنَاكِ الْمُعَلَّلِ
فَمِثْلِكِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَمُرْضِعٍ	فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِيْ تَمَائِمَ مُحْوِلِ (ص۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں۔ یہ اشعار کس معلقہ سے ماخوذ ہیں، مذکورہ معلقہ کے شاعر کا مختصر تعارف سپردِ قلم کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) معلقہ کی تعیین وشاعر کا تعارف۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اور خصوصاً وہ دن جبکہ میں عنیزہ کے ہودج میں گھس گیا (داخل ہوا) پس اس نے مجھ سے تنگ آ کر یہ کہا کہ تیرا بُرا ہو کیا تو مجھے پیادہ کرنے والا ہے۔ جب ہودج ہم دونوں سمیت جھکتا تھا تو وہ عنیزہ یوں کہتی تھی کہ اے امرء القیس! تو نے تو میرے اونٹ کی پیٹھ کو چھیل ڈالا (زخمی کر دیا) تو اس کی پیٹھ سے اُتر جا۔ (جب عنیزہ نے مجھ سے اترنے کو کہا) تو میں نے اس سے کہا کہ تو چلی چل اور اس کی ڈور یا نکیل کو ڈھیلی کر دے اور اپنے دوبارہ پانی پیئے ہوئے تازہ میوے سے مجھے دور مت رکھ (تو مجھے اپنے پیار سے محروم نہ کر)۔ پس تیرے جیسی بہت سی خوبصورت حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں تھیں کہ میں ان کے پاس رات کو پہنچا (یا آیا) اور ان سے میں نے (اپنا) کام کیا اور تعویز والے ایک سالہ بچے سے میں نے اُن کو پھیر کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ (حالانکہ حاملہ عورتیں اس کام کو برا سمجھتی ہیں، ایسا دودھ پلانے والی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر حمل قرار پا گیا تو اس بچہ کی مصیبت آ جائے گی اور دودھ خراب ہو جائے گا اور مجھے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں دونوں پسند کرتی ہیں تو اے عنیزہ تو مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے؟)۔

❸ معلقہ کی تعیین وشاعر کا تعارف:۔ یہ اشعار پہلے معلقہ وقصیدۂ لامیہ سے ماخوذ ہیں۔ اس معلقہ وقصیدہ کا شاعر امرء القیس سے مشہور ہے، اصل نام جندح بن حجر بن مقصور ہے۔ والدہ کا نام فاطمہ یا تملّل یا تملّک ہے، اس کی کنیت ابو وہب اور ابو الحارث ہے۔ اس شاعر کا زمانہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے تقریباً چالیس سال پہلے کا زمانہ ہے۔ امرء القیس بڑا سخت مزاج، جنگجو و بہادر شخص تھا، اسی لئے اس کو امرء القیس کہتے ہیں۔

اس قصیدہ میں امرء القیس نے اپنی چچا زادی عنیزہ کا حال بیان کیا ہے اور اپنے گھوڑے کی تعریف، سختیوں ومصائب اور اندھیری رات میں اپنے سفر اور دوستوں کی خدمت کا حال بیان کیا ہے۔ (التوضیحات ص١٦)

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل ......

أَغَرَّكِ مِنِّيْ أَنَّ حُبَّكِ قَاتِلِيْ	وَأَنَّكِ مَهْمَا تَأْمُرِي الْقَلْبَ يَفْعَلِ

وَاِنْ تَكُ قَدْ سَاءَتْكِ مِنِّیْ خَلِیْقَةٌ فَسُلِّیْ ثِیَابِیْ مِنْ ثِیَابِكِ تَنْسُلِ
وَمَا ذَرَفَتْ عَیْنَاكِ اِلَّا لِتَضْرِبِیْ بِسَهْمَیْكِ فِیْ اَعْشَارِ قَلْبٍ مُقَتَّلِ
وَبَیْضَةِ خِدْرٍ لَا یُرَامُ خِبَاءُ هَا تَمَتَّعْتُ مِنْ لَهْوٍ بِهَا غَیْرَ مُعْجَلِ (ص۶۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ کیا تجھے میری حالت سے اس امر نے دھوکا دیا ہے کہ تیری محبت مجھے مار ڈالنے والی ہے اور جب تو میرے دل کو کسی چیز کا حکم کرے گی تو وہ ضرور کرے گا (ایسا ہرگز نہ ہوگا) بلکہ میں اپنے دل کا خود مالک ہوں۔ اور اگر تجھ کو میری عادت بُری معلوم ہو یا بُری لگے تو تُو اپنے کپڑے مجھ سے علیحدہ کرلے تو وہ الگ ہو جائیں گے (یعنی تو مجھ سے جدائی اختیار کرلے اور قطع تعلق کرلے یہ مجھے منظور ہے اگرچہ میں برباد اور ہلاک ہی ہو جاؤں)۔ تیرے آنسو نہیں بہے مگر اس لئے کہ تو میرے زخمی دل میں اپنے دونوں تیر (رقیب اور معلّی) مار کر مجھے بے دل کردے اور تو سارے دل کی مالک ہو جائے۔ (جیسے کہ خوش قسمت کے قبضہ میں اونٹنی کے سارے حصے آجاتے ہیں)۔ اور بہت سی پردہ والی عورتیں جو خوبصورت تھیں جن کے خیمہ کا بھی قصد نہیں کیا جا سکتا (اور کوئی شخص اُن تک پہنچ بھی نہیں سکتا تھا) میں اُن کے ساتھ بہت دیر تک کھیلا (مجھے گھبراہٹ اور کسی قسم کا خوف نہ تھا)۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَعْشَارٌ" یہ عُشْرٌ کی جمع ہے بمعنی دسواں حصہ۔

"اَغَرَّكَ" (غَرَّ) صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر غُرُوْرًا (نصر، مضاعف) بمعنی دھوکہ دینا۔

"تَأْمُرِیْ" (تأمرین) صیغہ واحد مؤنث حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر اَلْاَمْرُ (نصر، مہموز) حکم کرنا۔

"خَلِیْقَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع خَلَائِقُ ہے بمعنی پیدائشی خصلت وعادت۔

"ذَرَفَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر ذَرْفًا (ضرب) بمعنی بہنا۔

"سَهْمَیْكَ" (سَهْمَانِ) یہ سَهْمٌ کا تثنیہ ہے اس کی جمع سِهَامٌ ہے بمعنی تیر۔

"تَمَتَّعْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَمَتُّعًا (تفعل) بمعنی نفع حاصل کرنا۔

الشق الثانی ......

غَدَائِرُهَا مُسْتَشْزِرَاتٌ اِلَی الْعُلٰی تَضِلُّ الْعِقَاصُ فِیْ مُثَنًّی وَّمُرْسَلٖ
وَكَشْحٍ لَطِیْفٍ كَالْجَدِیْلِ مُخَصَّرٍ وَسَاقٍ كَاُنْبُوْبِ السَّقِیِّ الْمُذَلَّلٖ
وَتَعْطُوْ بِرَخْصٍ غَیْرَ شَثْنٍ كَاَنَّهٗ اَسَارِیْعُ ظَبْیٍ اَوْ مَسَاوِیْكُ اِسْحَلٖ
وَتُضْحِیْ فَتِیْتُ الْمِسْكِ فَوْقَ فِرَاشِهَا نَؤُمُ الضُّحٰی لَمْ تَنْتَطِقْ عَنْ تَفَضُّلٖ (ص۹۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز پہلے شعر کی ترکیب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) پہلے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② اشعار کا ترجمہ:۔ اُس کے گُوندھے ہوئے بال (چوٹیاں) اوپر کی طرف اونچی (اُبھری ہوئی) تھیں اور اس کے بالوں کا جوڑا دُوہرے گوندھے اور لٹکتے بالوں میں چھپا ہوا ہے (اس کے بال بہت ہیں)۔ اور وہ اپنی نازک کمر کو جو مہار (نکیل) سے پتلی ہے (اس کو ظاہر کرتی ہے) اور وہ اپنی پنڈلی (ظاہر کرتی ہے) جو نرم نرکل کے پورے کی طرح ہے (جو نہایت ہی عمدہ ہے)۔ اور وہ اپنی نرم انگلیوں سے جو سخت نہیں ہیں پکڑتی ہے جو نازگی میں گویا وادی ظبی کے کیڑے ہیں اور اسحل درخت کی مسواکیں ہیں۔ وہ دن چڑھے تک سوتی رہتی ہے اس حال میں کہ مشک کے ریزے اُس کے بچھونے پر بکھرے ہوتے ہیں اور وہ چاشت تک پڑی سونے والی ہے اور وہ تفضّل کو چھوڑ کر نطاق نہیں پہنتی (یعنی وہ ایک کپڑے میں رہتی ہے اور اس کی لونڈیاں بہت سی ہیں کہ اُسے کسی کام کے خود سر انجام دینے کے لئے گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی اور نطاق یہ خاص کر باندیاں پہنا کرتی ہیں)۔

③ پہلے شعر کی ترکیب:۔ **غدائرها** مضاف و مضاف الیہ ملکر مبتدا **مستشزرات** اسم فاعل اس میں ضمیر ذوالحال **الی العلیٰ** جار و مجرور ملکر متعلق ہوا اسم فاعل کے **تضل** فعل **العقاص** فاعل **فی** جار **مثنی و مرسل** معطوف علیہ و معطوف ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال و حال ملکر فاعل، اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا و خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ......عاب علیه قوم علو الخیام فقال

لَقَدْ نَسَبُوْا الْخِيَامَ إِلٰى عَلَاءٍ ۔۔۔ أَبَيْتُ قَبُوْلَهٗ كُلَّ الْإِبَاءِ

وَمَا سَلَّمْتُ فَوْقَكَ لِلثُّرَيَّا ۔۔۔ وَلَا سَلَّمْتُ فَوْقَكَ لِلسَّمَاءِ

وَقَدْ أَوْحَشْتُ أَرْضَ الشَّامِ حَتّٰى ۔۔۔ سَلَبْتُ رُبُوْعَهَا ثَوْبَ الْبَهَاءِ

تَنَفَّسُ وَالْعَوَاصِمُ مِنْكَ عَشْرٌ ۔۔۔ فَيُعْرَفُ طِيْبُ ذٰلِكَ فِي الْهَوَاءِ (ص۱۸۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ البتہ تحقیق لوگوں نے خیموں کے بلند کرنے کی نسبت کہا ہے میں اس کو قبول کرنے سے مکمل انکار کرتا ہوں اور میں نے تجھ سے اوپر ثریا ستارے کو قبول نہیں کیا اور نہ میں نے تیرے اُوپر آسمان کو تسلیم کیا ہے۔ تو نے وحشت زدہ بنا دیا ہے شام کی زمین کو یہاں تک کہ تو نے اُس کے سرسبز مقامات سے خوبصورتی کا لباس چھین لیا ہے۔ تو سانس لیتا ہے حالانکہ عواصم تجھ سے دس دن کی مسافت پر ہے۔ پس اُس کی خوشبو ہوا میں محسوس ہوتی ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْخِيَامُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد خيمة ہے بمعنی خیمہ۔

"نَسَبُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اَلنَّسَبُ (ضرب، صحیح) بمعنی نسبت کرنا و منسوب کرنا۔

"اَلْاِبَاءُ" یہ باب فتح وضرب کا مصدر ہے بمعنی انکار کرنا، نہ ماننا۔

"مَاسَلَّمْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل منفی ماضی معلوم از مصدر التسليم (تفعیل، صحیح) بمعنی ماننا و تسلیم کرنا۔

"سَمَاءٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع سَمٰوٰتٌ ہے بمعنی آسمان، ہر وہ چیز جو اوپر ہے۔

"رُبُوْعٌ" یہ جمع ہے اسکا مفرد رَبْعٌ ہے بمعنی موسم بہار گزارنے کی جگہ، سرسبز و شاداب زمین۔ مصدر (فتح) بمعنی موسم بہار کا آنا۔

"تَنَفَّسُ" (تَتَنَفَّسُ) صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر اَلتَّنَفُّسُ (تفعل) بمعنی سانس لینا۔

الشق الثانی ...... وقال يعزيه بعبده يماك وقد توفى فى شهر رمضان سنة اربعين و ثلاث مأة.

لَايُحْزِنِ اللّٰهُ الْاَمِيْرَ فَاِنَّنِيْ — لَاٰخُذُ مِنْ حَالَاتِهٖ بِنَصِيْبٖ

وَمَنْ سَرَّ اَهْلَ الْاَرْضِ ثُمَّ بَكٰى اَسًى — بَكٰى بِعُيُوْنٍ سَرَّهَا وَقُلُوْبٖ

وَاِنِّيْ وَاِنْ كَانَ الدَّفِيْنُ حَبِيْبَهٗ — حَبِيْبٌ اِلٰى قَلْبِيْ حَبِيْبُ حَبِيْبٖ

وَقَدْ فَارَقَ النَّاسُ الْاَحِبَّةَ قَبْلَنَا — وَاَعْيٰى دَوَاءُ الْمَوْتِ كُلَّ طَبِيْبٖ (ص۲۰۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اشعار کا شانِ ورود بیان کریں نیز آخری شعر کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا شانِ ورود (۴) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ كما مرّ فى السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ امیر کو غمگین نہ کرے کہ میں بھی اُس کے حالات سے حصہ لینے والا ہوں۔ جس نے ساری دنیا والوں کو خوشی بخشی پھر وہ غم کی وجہ سے روئے تو وہ ایسی تمام آنکھوں اور دلوں سے روئے گا جن کو اُس نے خوشی بخشی۔ اگرچہ مدفون اُس کا محبوب ہے اور بیشک میرا حال یہ ہے کہ میرے محبوب کا محبوب میرا دلی محبوب ہے اور تحقیق جدا ہوئے لوگ اپنے دوستوں سے ہم سے پہلے بھی اور عاجز کر دیا موت کی دوا نے ہر طبیب کو۔

❸ اشعار کا شانِ ورود:۔ جب رمضان ۳۴۰ھ میں امیر سیف الدولہ کے غلام یماک کا انتقال ہوا تو اس موقعہ پر متنبی سیف

الدولہ سے تعزیت کرتے ہوئے یہ اشعار کہہ رہا ہے جس میں اُس نے اپنی محبت وعقیدت اور غم کا اظہار کیا ہے۔

۴ آخری شعر کی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ قد تحقیقیہ فارق فعل الناس فاعل الاحبة مفعول بہ قبلنا مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اعییٰ فعل دواء الموت مضاف ومضاف الیہ ملکر فاعل کل طبیب مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ...... وقال یمدحه ویذکر بناء ه مر عش فی المحرّ سنة احدی واربعین و ثلاث مأة.

فَدَيْنَاكَ مِنْ رَبْعٍ وَإِنْ زِدتَّنَا كَرْبًا ۔۔۔ فَإِنَّكَ كُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالْغَرْبَا

وَكَيْفَ عَرَفْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا ۔۔۔ فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً ۔۔۔ لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رُكْبًا

نَذُمُّ السَّحَابَ الْغُرَّ فِيْ فِعْلِهَا بِهٖ ۔۔۔ وَنُعْرِضُ عَنْهَا كُلَّمَا طَلَعَتْ عَتْبًا

وَمَنْ صَحِبَ الدُّنْيَا طَوِيْلًا تَقَلَّبَتْ ۔۔۔ عَلٰى عَيْنِهٖ حَتّٰى يَرٰى صِدْقَهَا كِذْبًا (ص۲۳۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اشعار کا مفہوم بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا مفہوم۔

جواب ...... ۱ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ اشعار کا ترجمہ:۔ ہم قربان ہوجائیں تجھ پر اے محبوب کے گھر اگرچہ زیادہ کر دیا ہے تو نے ہمارے غم کو پس بے شک تو (کبھی) سورج کیلئے مشرق اور مغرب تھا۔ اور کیسے پہچان سکتے ہیں ہم اس کے نشانات کو جس نے نہیں چھوڑے ہمارے لئے علامتوں کو پہچاننے کے لئے دل اور نہ عقل۔ ہم پیدل چل رہے ہیں کجاوں سے اُتر کر اُس شخص کے احترام میں جو اس گھر سے دور ہوگیا، کیا ہم اُس کی سوار ہوکر زیارت کریں؟۔ ہم مذمت کرتے ہیں سفید بادل کے گھر کے ساتھ طرزِ عمل کی۔ اور اعراض کرتے ہیں ہم اس سے غصہ کی وجہ سے جب بھی وہ آسمان پر نظر آتا ہے۔ جو شخص دنیا کے ساتھ طویل عرصہ تک رہے وہ اس کی آنکھوں میں بدلی ہوئی معلوم ہوگی حتیٰ کہ اُس کا سچ جھوٹ نظر آنے لگے گا۔

۳ اشعار کا مفہوم:۔ متنبی ان اشعار میں اپنے محبوب اور اس کے گھر سے محبت وعقیدت کا اظہار کر رہا ہے کہ محبوب کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات کو دیکھ کر ہمارے پرانے غم تازہ ہوگئے ہیں۔ اے محبوب کے گھر ہم تجھ پر فدا و قربان ہیں اس لئے کہ کسی زمانہ میں تو میرے محبوب کا مشرق ومغرب تھا کہ جب میرا محبوب تجھ سے نکلتا تھا تو مشرق سے نکلتا ہوا سورج معلوم ہوتا تھا اور جب میرا محبوب

تجھ میں داخل ہوتا تھا تو مغرب میں غروب ہونے والا سورج معلوم ہوتا تھا جبکہ آج تو کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے اور ہم ان کھنڈرات سے اپنے محبوب کا گھر کیسے پہچان سکتے ہیں کہ پہچان کے دونوں اسباب عقل و دل بھی محبوب اپنے ساتھ ہی لے گیا ہے اور ہمیں ان سے محروم کر گیا ہے۔ہم اپنے محبوب کے علاقہ میں سواریوں سے اُتر کر پیدل چل رہے ہیں حالانکہ آج ہمارا محبوب اس علاقہ میں نہیں ہے مگر پھر بھی محبوب سے محبت وعقیدت اور احترام کا تقاضا یہی ہے اس لئے کہ یہ سرزمین محبوب کی قدم بوسی کی وجہ سے رفعت و بلندی کی انتہاؤں کو پہنچی ہوئی ہے۔ان پانی کے بھرے ہوئے سفید بادلوں نے برس کر دیارِ محبوب کے سارے نشانات مٹا دیئے ہیں اس لئے ہم ان سفید بادلوں کی مذمت کرتے ہیں اور یہ سفید بادل جب بھی ہمیں آسمان پر نظر آتے ہیں تو ہم غصہ کی وجہ سے ان سے اپنا چہرہ ہی پھیر لیتے ہیں۔جس شخص نے طویل عرصہ تک دنیا کو دیکھا بھالا ہو تو اس کی نگاہ میں بعد کی دنیا پہلے والی دنیا سے مختلف معلوم ہوگی کہ کل یہاں انسانی آبادی اور زندگی کی چہل پہل تھی اور آج سب کچھ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے اور ماضی کی صداقت وحقیقت پر مبنی سچی تصویر آج جھوٹ ہی جھوٹ معلوم ہو رہی ہے۔

الشق الثانی ......

مِسَحٌّ إِذَا مَا السَّابِحَاتُ عَلَى الْوَنٰى	أَثَرْنَ الْغُبَارَ بِالْكَدِيْدِ الْمُرَكَّلِ
يُزِلُّ الْغُلَامَ الْخِفَّ عَنْ صَهَوَاتِهٖ	وَيُلْوِيْ بِأَثْوَابِ الْعَنِيْفِ الْمُثَقَّلِ
دَرِيْرٍ كَخُذْرُوْفِ الْوَلِيْدِ أَمَرَّهٗ	تَتَابُعُ كَفَّيْهِ بِخَيْطٍ مُوَصَّلِ
لَهٗ أَيْطَلَا ظَبْيٍ وَّسَاقَا نَعَامَةٍ	وَإِرْخَاءُ سِرْحَانٍ وَّتَقْرِيْبُ تَتْفُلِ
ضَلِيْعٍ إِذَا اسْتَدْبَرْتَهٗ سَدَّ فَرْجَهٗ	بِضَافٍ فُوَيْقَ الْأَرْضِ لَيْسَ بِأَعْزَلِ

(ص۱۱۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں،ترجمہ کریں۔اشعار کا مفہوم بھی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)اشعار کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** جبکہ عمدہ تیز چلنے والے گھوڑے زیادہ سفر کی وجہ سے تھک کر دھول (غبار) کو سخت زمین میں اُڑانے لگیں اور وہ زمین (گھوڑوں کے) سموں سے روندی گئی ہو تو یہ گھوڑا اس وقت بھی تیز رفتار چلنے والا ہے۔(وہ گھوڑا) ہلکے پھلکے اناڑی نوجوان کو اپنی پیٹھ سے پھسلا دیتا (گرا دیتا) ہے اور ماہر چابک سوار بھاری کپڑے سمیت کو وہ (گھوڑا) گرا دیتا ہے (اس کو کپڑے سنبھالنے کی بھی مہلت نہیں دیتا ہے)۔(وہ تیز رفتار گھوڑا جو) بہت تیز جاتا ہے اور اس کے چلنے سے ایسی آواز آتی ہے جیسے کہ بچے کی پھرکی میں سے جسے اس کے دونوں ہاتھوں کے پے در پے آنے نے مضبوط دوہرے دھاگے سے بٹا ہو (اور اس کو پھرایا گھمایا ہو)۔اس کیلئے ہرن کی مثل کوکیں اور شتر مرغ کی مثل ٹانگیں ہیں اور اس میں بھیڑیے کی مثل تو دوڑ ہے اور اس کا سرپٹ چلنا لومڑی

کی مثل ہے(یا لومڑی کے بچہ کی مثل ہے)۔وہ(گھوڑا) خوب طاقتور اور مضبوط پسلیوں کا ہے جب تو اس کے پیچھے آئے تو وہ اپنی رانوں کے بیچ کو ایک بہت بالوں والی لمبی سی دُم سے بند کرے جو زمین سے کچھ تھوڑی ہی اٹھی رہتی ہے اور اس کی دُم ٹیڑھی نہیں ہے(بلکہ وہ سیدھی رکھتا ہے اور جس گھوڑے کی دُم میں زیادہ بال ہوں اور وہ اپنی دُم کو سیدھی رکھے تو یہ عرب میں اس کا کمالِ وصف سمجھا جاتا ہے)۔

❸ اشعار کا مفہوم:۔ ان اشعار میں شاعر امرء القیس اپنے گھوڑے کی خوبصورتی وخوبیوں کا ذکر کر رہا ہے کہ میرا گھوڑا تیز رفتاری اور چلنے میں اپنی مثال آپ ہے کہ جب دوسرے تیز چلنے والے گھوڑے تھک ہار کر سست رفتار ہو جائیں اور اُن سے اپنے قدم بھی صحیح طرح نہ اٹھائے جائیں اور وہ تھکاوٹ کی وجہ سے سخت زمین پر پاؤں مارنے اور رگڑنے کی وجہ سے گرد وغبار اٹھا رہے ہوں تو اس وقت بھی میرا گھوڑا تازہ دم گھوڑوں کی طرح تیز رفتاری سے چل رہا ہوتا ہے اور ہلکے پھلکے اناڑی یا بھاری بھرکم ماہر وتجربہ کار گھڑ سوار کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا، ان کو تیز رفتاری وشوخی کی وجہ سے گرا دیتا ہے اور اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے کہ جب وہ چلتا ہے تو اس کے چلنے سے بچہ کی پھرکی (جس کو دونوں ہاتھوں کے درمیان دوہرے دھاگے کے ذریعہ باندھا جاتا ہے، جب دھاگوں کو بل دیکر کھینچا جاتا ہے اور ڈھیلا کیا جاتا ہے تو اس سے آواز پیدا ہوتی ہے) کی مثل زاں زاں کی آوازیں آتی ہیں، اس کی کوکیں ہرن کی طرح خالی، ٹانگیں شتر مرغ کی طرح لمبی اور اس کی دوڑ سرپٹ بھاگنا بھیڑیے ولومڑی کی طرح ہے۔وہ گھوڑا خوب طاقتور اور مضبوط پسلیوں کا مالک ہے اور اس کی دُم لمبی، سیدھی اور بالوں سے بھرپور ہے جو کہ عرب میں گھوڑوں کا کمال وصف ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل......

فَظَلَّ طُهَاةُ الْقَوْمِ مِنْ بَيْنِ مُنْضِجٍ صَفِيْفَ شِوَاءٍ اَوْ قَدِيْرٍ مُعَجَّلِ

وَرُحْنَا يَكَادُ الطَّرْفُ يَقْصُرُ دُوْنَهٗ مَتٰى مَا تَرَقَّ الْعَيْنُ فِيْهِ تَسَهَّلِ

فَبَاتَ عَلَيْهِ سَرْجُهٗ وَلِجَامُهٗ وَبَاتَ بِعَيْنِيْ قَائِمًا غَيْرَ مُرْسَلِ

اَصَاحِ تَرٰى بَرْقًا اُرِيْكَ وَمِيْضَهٗ كَلَمْعِ الْيَدَيْنِ فِيْ حَبِيٍّ مُكَلَّلِ (ص۱۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اور قوم کے پکانے والے دو فریق ہو گئے ایک تو صف بستہ کباب کے پکانے والے اور دوسرے جلدی کی وجہ سے ہانڈی میں گوشت پکانے والے اور ہم شام کو (شکار سے فراغت پا کر) واپس لوٹے اس حال میں کہ نظر اس سے عاجز ہوتی

تھی اور اس پر نگاہ ٹھہرتی نہ تھی جبکہ اسکی طرف اوپر کو نگاہ جاتی تھی اور نیچے کو جاتی تھی (یعنی وہ گھوڑا جوں کا توں تھا اور اس کی چمک دمک میں اسکے دور ہونے کے باوجود بھی اس پر نگاہ نہ جمتی تھی)۔ اس پر رات بھر اسکی زین اور لگام رہے اور وہ رات بھر ہمارے سامنے کھڑا رہا اور وہ (چراگاہ کی طرف چرنے کیلئے بھی) نہیں چھوڑا گیا تھا (کیونکہ عزیز جانور کو گلہ کے ساتھ نہیں چھوڑا کرتے بلکہ ان کی علیحدہ خدمت کرتے ہیں) اے میرے دوست تو دیکھ یا تو اس چمکتی بجلی کو دیکھتا ہے جس کی چمک میں میں نے تجھے سخت گہرے بادل دکھاتا ہوں جو معشوقہ کے دو چمکتے ہاتھوں کے مشابہ ہے (یا گھوڑے کے دونوں چمکتے ہاتھوں کے مشابہ ہے)۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "سَرْجٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع سُرُوْجٌ ہے بمعنی زین۔

"طُهَاةٌ" یہ طَاهٍ کی جمع ہے، صیغہ اسم فاعل از مصدر طَهْوًا (نصر، ناقص) بمعنی پکانا یا بھوننا۔

"مُنْضِجٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر انضاجٌ (افعال) بمعنی گوشت پکانا۔

"رُحْنَا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر رَوَاحًا (نصر، اجوف) شام کو لوٹنا۔

"تَرَقّٰی" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَرَقِّيًا (تفعل، ناقص) بمعنی اوپر چڑھنا۔

"تَسَهَّلَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَسَهُّلًا (تفعل، صحیح) بمعنی نیچے اترنا۔

الشق الثانی ......

فَاَضْحٰی یَسُحُّ الْمَاءَ فَوْقَ كُتَيْفَةٍ ... يَكُبُّ عَلَى الْاَذْقَانِ دَوْحَ الْكَنَهْبَلِ

وَمَرَّ عَلَى الْقَنَانِ مِنْ نَفَيَانِهٖ ... فَاَنْزَلَ مِنْهُ الْعُصْمَ مِنْ كُلِّ مَنْزِلِ

وَتَيْمَاءَ لَمْ يَتْرُكْ بِهَا جِذْعَ نَخْلَةٍ ... وَلَا اُطُمًا اِلَّا مَشِيْدًا بِجَنْدَلِ

كَاَنَّ ثَبِيْرًا فِیْ عَرَانِيْنِ وَبْلِهٖ ... كَبِيْرُ اُنَاسٍ فِیْ بِجَادٍ مُزَمَّلِ (ص۱۶-۱۷۔ رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز دوسرے شعر کی ترکیب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) دوسرے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② اشعار کا ترجمہ:۔ پس دن چڑھے اُس گھٹا نے ایسا پانی کتیفہ پر برسایا اور کنہبل جیسے بڑے بڑے درخت کو منہ کے بل (زمین پر) گرا دیا یا گرانے لگا اور قنان پہاڑ پر اس بارش کی پھوار پڑی جس نے اس پہاڑ سے پہاڑی بکروں کو ہر جگہ سے اُتار دیا (ہولنا کی کی کثرت کی وجہ سے) اور تیماء پر بھی اس کی بوند پڑی (یا تو تیماء کو دیکھ) بارش نے نہ تو کوئی کھجور کا پیڑ اور نہ کوئی قلعہ کو چھوڑا جو پتھروں اور چونے سے مضبوط بنایا گیا تھا۔ گویا ثبیر پہاڑ اس کی ابتدائی (شروع) بارش میں کسی گاؤں کا چودھری ہے (یا قوم کا سردار ہے) جو دھاری دار کمبل اوڑھے ہوئے ہے۔

③ دوسرے شعر کی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ مَرَّ فعل مع فاعل عَلَى الْقَنَانِ جار مجرور ملکر متعلق اوّل ہوا فعل کے مِنْ جارہ

نـفیـانـه مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلقِ ثانی فعل اپنے فاعل ودونوں متعلقون سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ فـا عاطفہ انزل فعل مع فاعل مـنـه جار ومجرور ملکر متعلق اوّل ہوا فعل کے الـعـصـم مفعول بہ من جارہ کـل مـنـزل مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ و دونوں متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... وَقال ایضًا فیما کان یجری بینهما من معاتبة مستعتبًا من القصیدة المیمیة۔

آلَا مَـا لِسَیْفِ الـدَّوْلَةِ الْیَوْمَ عَـاتِبَـا فِدَاهُ الْوَرٰی اَمْضَی السُّیُوْفِ مَضَارِبَا

وَمَابِیْ اِذَا مَا اشْتَقْتُ اَبْصَرْتُ دُوْنَهٗ تَـنَـائِفَ لَا اَشْتَـاقُهَـا وَسَبَاسِبَا

وَقَـدْ کَانَ یُدْنِیْ مَجْلِسِی مِنْ سَمَائِهٖ اُحَـادِثُ فِیهَـا بَدْرَهَـا وَالْکَوَاکِبَـا

حَـنَـانَیْکَ مَسْؤُلًا وَ لَبَّیْکَ دَاعِیًـا وَحَسْبِیَّ مَـوْهُوْبًـا وَحَسْبُکَ وَاهِبًـا

اَهٰذَا جَزَاءُ الصِّدْقِ اِنْ کُنْتُ صَادِقًا اَهٰذَا جَزَاءُ الْکِذْبِ اِنْ کُنْتُ کَاذِبًا (ص ۲۸۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مختصر مفہوم بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اے ہم نشین! سیف الدولہ آج کیوں خفاء ہے فدا ہو جائے اُس پر مخلوق وہ تلواروں میں سب سے تیز دھار والا ہے اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ جب میں اس سے ملنے کی خواہش کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ درمیان میں جنگل اور بیابان ہے جن کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ وہ میری نشست کو اپنے آسمان سے قریب کرتا تھا جس میں مَیں آسمان کے بدر کامل اور ستاروں سے گفتگو کرتا تھا، اے مسئول! ہدیۂ عجز و نیاز پیش ہے اور اے دعوت دینے والے میں حاضر ہوں، میں لینے والا کافی ہوں اور تو دینے والا کافی ہے۔ کیا یہی ہے سچائی کا بدلہ اگر میں سچا تھا اور کیا یہی ہے جھوٹ کا بدلہ اگر میں جھوٹا تھا اور اگر میرا جرم پورا پورا ہے تو بیشک مٹا دیتا ہے گناہوں کو مکمل طور پر جو شخص کہ توبہ کر کے آئے۔

❸ **اشعار کا مفہوم:** متنبی نے کوئی قصیدہ ؍ اشعار کہے تھے جس کی وجہ سے امیر سیف الدولہ اس سے ناراض وخفاء تھا تو ان ابیات میں متنبی اسی چیز کا تذکرہ کر رہا ہے کہ نا معلوم سیف الدولہ کی ناراضگی کی کیا وجہ ہے وہ تو ایسی ہستی وشخصیت ہے کہ اس پر پوری مخلوق قربان کی جا سکتی ہے۔ میں جب سیف الدولہ سے ملنا چاہتا ہوں تو درمیان میں جنگل وبیابان حائل نظر آتے ہیں حالانکہ ایک زمانہ وہ

تھا جب سیف اللہ مجھے اپنے انتہائی قرب میں جگہ دیتا تھا اور اس کا دربار آسمان کی مثل، سیف الدولہ چودھویں کے چاند کی مثل اور وزراء ومشیر وغیرہ ستاروں کی مثل تھے اور بلاتکلف سب سے بات چیت میں شریک ہوتا تھا اور میرا بھی سیف الدولہ کے دربار میں ایک مقام تھا۔ میں اپنی عاجزی وانکساری کا اعتراف واظہار کرتا ہوں تو ہر ایک کو دعوت دیتا ہے اس لئے میں حاضر ہوں اور تو ایسا سخی ہے کہ تیری سخاوت کے بعد کسی دوسرے کی محتاجی نہیں رہتی اور میں بھی ایسا انسان ہوں کہ تنہاء مجھے ہی عطیہ دینا کافی ہے کہ میں اکیلا آدمی ہی بے شمار لوگوں کے مقابلہ میں ایک قصیدہ کے ذریعہ ممدوح کو عزت وشہرت کی بلندیوں تک پہنچا سکتا ہوں اور میں نے قصیدہ میں جو تیری مدح کی ہے اگر وہ مبنی بر حقیقت وسچ ہے تو یہ ناراضگی وخفاء ہونے کی سزا مناسب نہیں ہے اور اگر تیری مدح وستائش غیر واقعی وجھوٹی تھی اور میں نے ایسی خوبیاں تیری طرف منسوب کردی ہیں جو تجھ میں موجود نہیں ہیں تو یہ تیری عظمت وفضیلت میں اضافہ کی کوشش بھی غیر مستحسن نہیں کہ اس پر سزادی جائے۔ بالفرض اگر واقعی میرا جرم ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اور توبہ کے ذریعہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں لہٰذا یہ سزا ختم ہونی چاہیے۔

الشق الثانی ......

تَـرَفَّـقْ اَيُّهَـا الْـمَـوْلٰى عَـلَيْهِمْ ... فَـاِنَّ الرِّفْـقَ بِـالْـجَـانِـىْ عِـتَـابٌ

وَاِنَّهُـمْ عَبِيْـدُكَ حَيْـثُ كَـانُـوْا ... اِذَا تَـدْعُـوْ لِـحَـادِثَةٍ اَجَـابُوْا

وَعَيْنُ الْـمُـخْـطِـئِيْنَ هُمْ وَلَيْسُوْا ... بِـاَوَّلِ مَـعْـشَـرٍ خَـطَـئُـوْا فَتَـابُـوْا

وَاَنْـتَ حَيٰـوتُهُمْ غَـضِـبْـتَ عَـلَيْهِمْ ... وَهَـجْـرُ حَيٰـوتِهِـمْ لَهُمْ عِـقَـابٌ

وَمَـا جَـهِـلَـتْ اَيَـادِيْكَ الْـبَـوَادِىْ ... وَلٰـكِـنْ رُبَّـمَـا خَـفِـىَ الـصَّـوَابُ

وَكَـمْ ذَنْـبٍ مُـوَلِّـدُهٗ دَلَالٌ ... وَكَـمْ بُـعْـدٍ مُـوَلِّـدُهٗ اقْـتِـرَابٌ (ص۳۲،رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اشعار کی لغوی وصرفی تحقیق تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اے آقا! تو اُن پر مہربانی کر اس لئے کہ مہربانی کرنا مجرم کی سزا ہے اور بیشک وہ تیرے غلام بن کر رہیں گے جہاں بھی ہوں گے جب تُو اُن کو کسی حادثے کے وقت پکارے گا تو وہ جواب دیں گے اور اگر وہ واقعی خطا کار ہیں تو یہ پہلی جماعت نہیں ہے کہ جس نے غلطی کی ہے اور توبہ کی ہے اور تو اُن کی زندگی ہے جو اُن سے خفا ہوگئی ہے اور اپنی زندگی کو چھوڑ دینا اُن کی سزا ہے اور یہ میدانی علاقوں والے تیرے احسانات سے جاہل نہیں ہیں اور لیکن بسا اوقات صحیح بات بھی چھپ جاتی ہے اور بہت سے گناہوں کو جنم دینے والا ناز ونخرہ ہوتا ہے اور بہت سی دوریوں کو پیدا کرنے والی قربت ہوتی ہے۔

❸ **اشعار کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "تَرَفَّقْ" صیغہ واحد مذکر امر حاضر معلوم از مصدر الترفق (تفعل) بمعنی مہربانی کرنا۔

"اَلْجَانِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلْجِنَایَۃُ (ضرب، ناقص) بمعنی گناہ و جرم کرنا۔

"اَجَابُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اَلْاِجَابَۃُ (افعال، اجوف) بمعنی جواب دینا و قبول کرنا۔

"اَلْمُخْطِئِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلْاِخْطَاءُ (افعال) اَلْخَطَأُ (سمع و فتح) بمعنی خطاء کرنا۔

"غَضِبَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اَلْغَضَبُ (سمع) بمعنی غصہ ہونا و خفاء ہونا۔

"اَلْبَوَادِیْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد بَادِیَۃٌ ہے بمعنی جنگلی و دیہاتی، خانہ بدوش عربی قبائل۔

"مُوَلِّدٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر التولید (تفعیل، مثال) بمعنی پیدا کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ...... وقال یرثی أُخت سیف الدولۃ توفیت بمیا فارقین سنۃ اثنین وخمسین و ثلاث مأۃ

یَا اُخْتَ خَیْرِ اَخٍ یَا بِنْتَ خَیْرِ اَبٍ ۔۔۔ کِنَایَۃٌ بِهِمَا عَنْ اَشْرَفِ النَّسَبِ

اُجِلُّ قَدْرَكِ اَنْ تُسَمّٰی مُؤَبَّنَۃً ۔۔۔ وَمَنْ کَنَاكِ فَقَدْ سَمَّاكِ لِلْعَرَبِ

لَا یَمْلِكُ الطَّرِبُ الْمَحْزُوْنُ مَنْطِقَهٗ ۔۔۔ وَ دَمْعَهٗ وَهُمَا فِیْ قَبْضَۃِ الطَّرَبِ

غَدَرْتَ یَا مَوْتُ كَمْ اَفْنَیْتَ مِنْ عَدَدٍ ۔۔۔ بِمَنْ اَصَبْتَ وَكَمْ اَسْکَتَّ مِنْ لَجَبٍ

کَمْ صَحِبَتْ اَخَاهَا فِیْ مُنَازَلَۃٍ ۔۔۔ وَکَمْ سَأَلْتَ فَلَمْ یَبْخَلْ وَلَمْ تَخِبِ (ص۳۴۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اشعار کا شانِ ورود اور تیسرے شعر کی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔ (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا شانِ ورود (۴) تیسرے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ اے بہترین بھائی کی بہن اور اے بہترین باپ کی بیٹی! یہ دونوں باتیں شریف النسب ہونے سے کنایہ ہیں، میں بلند سمجھتا ہوں تیرا مرتبہ اس بات سے کہ اوصاف بیان کرتے ہوئے تیرا نام لیا جائے اور جس شخص نے کنایۃً تیرے متعلق گفتگو کی پس تحقیق اُس نے عرب والوں کے سامنے تیرا نام لے لیا۔ نہیں مالک ہوتا غمگین بے چین شخص اپنی بات اور آنسوؤں کا اور یہ دونوں بے چینی کے قبضہ میں ہیں۔ اے موت! تو نے دھوکہ دیا اس کے ذریعے جس کو تو نے مصیبت پہنچائی ہے کتنی تعداد میں لوگوں کو تو نے فناء کیا ہے اور کتنے شوروں کو تو نے خاموش کیا ہے۔ اور کتنے ہی لڑائی کے میدانوں میں تو اس کے بھائی کے ساتھ رہی اور کتنا تو نے مانگا پس نہ اُس نے بُخل کیا اور نہ تو نا کام ہوئی۔

❸ اشعار کا شانِ ورود:۔ جب امیر سیف الدولہ کی بہن کا ۳۵۲ھ میں انتقال ہوا تو اس وقت متنبی کوفہ میں تھا، کوفہ میں جب اس کو خبر ملی تو اس نے متوفیہ کے مرثیہ میں یہ طویل قصیدہ کوفہ سے لکھ کر امیر سیف الدولہ کی طرف بھیجا۔

❹ تیسرے شعر کی ترکیب:۔ لایملك فعل الطرب المحزون موصوف وصفت ملکر فاعل منطقه مضاف ومضاف الیہ ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ دمعه مضاف ومضاف الیہ ملکر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ هما ضمیر مبتدا في جارہ قبضة الطرب مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جارو مجرور ملکر ثابتة یا کائنة کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی ......

عَدُوْلِيَّةٍ اَوْ مِنْ سَفِيْنِ ابْنِ يَامِنٍ ۔ يَجُوْرُبِهَا الْمَلَّاحُ طَوْرًا وَّ يَهْتَدِيْ
يَشُقُّ حَبَابَ الْمَاءِ حَيْزُوْمُهَا بِهَا ۔ كَمَا قَسَّمَ التُّرْبَ الْمُفَائِلُ بِالْيَدِ
وَفِي الْحَيِّ اَحْوٰى يَنْفُضُ الْمُرْدَشَادِنٌ ۔ مُظَاهِرُ سِمْطَيْ لُؤْلُؤٍ وَّزَ بَرْجَدِ
خَذُوْلٌ تُرَاعِيْ رَبْرَبًا بِخَمِيْلَةٍ ۔ تَنَاوَلُ اَطْرَافَ الْبَرِيْرِ وَ تَرْتَدِيْ (ص۱۹۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز شاعر کا تعارف اور قصیدہ کا خلاصہ بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) شاعر کا تعارف (۴) قصیدہ کا خلاصہ۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ وہ عدولی گاؤں کی یا ابن یامن کاریگر کی بنائی ہوئی کشتیاں ہیں جنہیں ملاح کبھی سیدھی چلاتا ہے اور کبھی وہ ٹیڑھی چلاتا ہے۔ اُن کشتیوں کے سینے (ان کا اگلا حصہ) پانی کی موجوں اور پانی کی دھاروں کو ایسے چیرتا ہے جیسے ڈھیری کاٹ کھیلنے والا ہاتھ سے مٹی کے دو حصے کر دیتا ہے اور اس قوم وقبیلہ میں ایک نوجوان ہرنی ہے جس کے ہونٹوں کی سُرخی میں سیاہی نمودار ہے جو پیلو کے پھل کو (گردن بڑھا کر) جھاڑتی ہے اور موتی وزمرد کی لڑیوں اور دو ہاروں کو ایک دوسرے پر پہننے والی ہے۔ (وہ ایک ایسی ہرنی ہے) جو اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگئی ہے (یعنی وہ ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے) اور جنگلی نیل گاؤں ریوڑ میں ریگستانی زمین میں جس میں بہت درخت ہیں وہ وہاں چرتی ہے اور پیلو کے درخت کے اطراف کو کھاتی ہے اور اس کے پتوں کو اپنی چادر بنالیتی ہے (یعنی اس میں وہ چھپ جاتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خولہ جدا ہوگئی ہے اور وہ اپنے دوستوں سے دور ہوگئی ہے اور وہ اپنی قوم کے ساتھ جارہی ہے اور وہ چلتے وقت اپنے دائیں بائیں گردن اُٹھا کر دیکھتی ہے جیسے کوئی فریفتہ اور کسی کے عشق میں مبتلا ہو)۔

❸ شاعر کا تعارف:۔ یہ اشعار معلقہ ثانیہ وقصیدہ دالیہ سے لئے گئے ہیں، ان کے شاعر کا نام طرفہ بن العبد سفیان بن سعد بن مالک ہے۔ قبیلۂ بکر سے تعلق تھا اور یہ شاعر مشہور شاعر وقصیدہ گو امرء القیس کا ہم عصر ہے۔ گویا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کا شاعر ہے۔ یہ شاعر قوم وشرافت کے لحاظ سے اپنے وقت اور زمانہ میں مشہور تھا، مکمل آزادی کے ساتھ مصلحت سے بے نیاز ہوکر کلام کرتا تھا۔

اس نے وقت کے بادشاہ عمرو بن ہند کی ہجو میں کچھ اشعار کہے تھے جو اس کے قتل کا سبب بنے اور بوقت قتل اس سے آخری خواہش قتل کی کیفیت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ مجھے شراب پلائی جائے، جب میں مست ومدہوش ہو جاؤں تو مجھے قتل کر دینا چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

مشہور شاعر لبید سے پوچھا گیا کہ عرب شعراء میں سے سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ اس نے کہا کہ امرءالقیس، پھر پوچھا گیا کہ اسکے بعد کونسا شاعر ہے؟ اس نے کہا کہ طرفہ بن عبد بکری۔ (توضیحات ص ۷۰)

④ قصیدہ کا خلاصہ:۔ اس قصیدہ میں طرفہ شاعر نے اپنی شراب نوشی، شجاعت اور اونٹنی کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے اور کئی جگہ پر خولہ، ہند اور سلمٰی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ گویا یہ قصیدہ عشق ومحبت کے تذکرہ، اونٹنی کی تعریف اور اپنی شجاعت کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳٤ھ

الشق الاول......

سَقَتْهُ اِيَاةُ الشَّمْسِ اِلَّا لِثَاتِهٖ ۔۔۔ اُسِفَّ وَلَمْ تَكْدِمْ عَلَيْهِ بِاِثْمَدِ

وَوَجْهٍ كَاَنَّ الشَّمْسَ اَلْقَتْ رِدَاءَهَا ۔۔۔ عَلَيْهِ نَقِيَّ اللَّوْنِ لَمْ يَتَخَدَّدِ

وَاِنِّىْ لَاُمْضِىْ الْهَمَّ عِنْدَ احْتِضَارِهٖ ۔۔۔ بِعَوْجَاءَ مِرْقَالٍ تَرُوْحُ وَ تَغْتَدِىْ

اَمُوْنٍ كَاَلْوَاحِ الْاِرَانِ نَصَاْتُهَا ۔۔۔ عَلٰى لَاحِبٍ كَاَنَّهٗ ظَهْرُ بُرْجُدِ (ص ۲۰۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز تیسرے شعر کی ترکیب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) تیسرے شعر کی ترکیب۔

جواب...... ① اشعار پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② اشعار کا ترجمہ:۔ آفتاب کی روشنی اور اس کی شعاع نے اُسکو سیراب کیا ہے سوائے اسکے کہ اُسکے مسوڑے پر اثمد سُرمہ چھڑکا گیا ہے اور کسی سخت چیز کو اُس نے اپنے دانتوں سے نہیں توڑا ہے (جس کی وجہ سے اُس کی چمک میں فرق ہے) اور وہ اپنے صاف رنگ چہرے سے ہنستی ہے گویا آفتاب نے اپنی (نورانی) چادر اس پر ڈال دی ہے (اُس کا رنگ صاف ہے) اور اسکے چہرے میں جھریوں کا نشان نہیں ہے۔ اور میں اپنے ارادہ کو جب مجھے کوئی مشکل کام پیش آتا ہے تو میں جفاکش لاغر اونٹنی پر پورا کرتا ہوں جو تیز رو ہے اور وہ صبح وشام کرتی ہے (یعنی وہ دن رات سفر میں رہتی ہے)۔ وہ ناقہ طاقتور ہے اور وہ تابوت کے تختوں جیسی مضبوط ہے اور میں نے اُس اونٹنی کو کشادہ اور صاف راستہ پر ہنکایا گویا وہ راستہ دھاری دار کمبل کی پشت ہے۔

③ تیسرے شعر کی ترکیب:۔ **واؤ** حالیہ **اِنّ** حرف مشبہ بالفعل **ی** ضمیر اس کا اسم **لام** تاکید **یہ امضی** فعل مع فاعل **الھمّ** مفعول بہ **عند** مضاف **احتضارہ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول فیہ **با** جارہ **عوجاء**

موصوف مرقال صفت اوّل تروح فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ تغتدی جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر صفت ثانی، موصوف صفت ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل، دونوں مفعول و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، إنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ......

أُمِرَتْ يَدَاهَا فَتْلَ شَزْرٍ وَّأُجْنِحَتْ	لَهَا عَضُدَاهَا فِيْ سَقِيْفٍ مُسَنَّدِ
جَنُوْحٌ دِفَاقٌ عَنْدَلٌ ثُمَّ أُفْرِعَتْ	لَهَا كَتِفَاهَا فِيْ مُعَالًى مُصَعَّدِ
كَأَنَّ عُلُوْبَ النِّسْعِ فِيْ دَأَيَاتِهَا	مَوَارِدُ مِنْ خَلْقَاءَ فِيْ ظَهْرِ قَرْدَدِ
تَلَاقَى وَأَحْيَانًا تَبِيْنُ كَأَنَّهَا	بَنَائِقُ غُرٌّ فِيْ قَمِيْصٍ مُقَدَّدِ (ص۳۳۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز اشعار کا مفہوم بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)اشعار کا مفہوم۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اس کے دونوں ہاتھ مضبوط دوہرے بٹے ہوئے ہیں اور وہ تہہ بہ تہہ (اینٹوں والی) چھت میں جھکا کر لگا دیئے گئے ہیں۔(نشاط سے) ٹیڑھی ہوکر چلتی ہے اچھلنے کودنے والی بڑے سر کی ہے پھر اس کے دونوں کندھے ایک بڑے اونچے محل (کمر) میں لگائے گئے ہیں (یعنی اس کا اگلا دھڑ (اگلا حصہ) اتنا اونچا ہے کہ گویا کوئی محل ہے)۔گویا تنگ کے نشانات اس ناقہ کی کمر کے جوڑوں (پیٹھ) میں اس چکنے (صاف) پتھر کی نالیاں (چھوٹی نہریں) ہیں جو سخت زمین میں ہوں۔تنگ کے نشانات اس ناقہ کے (چلنے میں) کبھی باہم مل جاتے ہیں اور کبھی کھل جاتے ہیں (اور چونکہ وہ سفید ہے اسلئے کہتا ہے جیسے) گویا وہ پرانے پھٹے کرتہ کی سفید کلیاں ہیں (جو ہوا کے جھونکے سے آپس میں ملتی ہیں اور پھر علیحدہ ہو جاتی ہیں)۔

❸ **اشعار کا مفہوم:۔** ان اشعار میں شاعر اپنی اونٹنی کی تعریف کر رہا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ و بازو دوہرے بٹے ہوئے دھاگے کی مثل مضبوط ہیں جن کو مضبوط چھت میں لگا دیا گیا ہو اور وہ اونٹنی خوشی ونشاط میں ٹیڑھا ہوکر چلتے ہوئے اِدھر اُدھر جھکتی ہے، تیز رفتار اچھل کود کر چلنے والی ہے، بڑے سر واعضاء دماغ واعصاب کی مالک ہے۔اس کے کندھے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بڑے عالیشان اونچے محل میں لگائے گئے ہوں، اس جملہ میں اونٹنی کے اگلے حصہ ودھڑ کو اونچا ہونے کی وجہ سے عالیشان محل سے تشبیہ دی گئی ہے اور اُس اونٹنی کی کمر وپیٹھ کی ہڈیوں اور جوڑوں میں جو تنگ کے نشانات ہیں وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سخت اونچی زمین میں پتھر کی چھوٹی چھوٹی نہریں ونالیاں ہوں اور جو ہڈیوں کے درمیان تنگ (فاصلہ) کے نشانات ہیں، وہ اونٹنی کے چلنے کے وقت کبھی آپس میں مل جاتے ہیں اور کبھی کھل جاتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے یہ ہڈیاں اور درمیانی فاصلہ پھٹے پرانے کرتہ کی سفید کلیاں ہیں جو ہوا کے جھونکے سے مل جاتی ہیں اور کبھی علیحدہ ہو جاتی ہیں۔

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ......

مُبَارَكُ الْاِسْمِ اَغَرُّ الْلَّقَبْ ۔۔۔ كَرِيْمُ الْجِرِشَّى شَرِيْفُ النَّسَبْ

اَخُوالْحَرْبِ يُخْدِمُ مِمَّا سَبٰى ۔۔۔ قَنَاهُ وَيَخْلَعُ مِمَّا سَلَبْ

اِذَا حَازَ مَالًا فَقَدْ حَازَهٗ ۔۔۔ فَتًى لَا يُسَرُّ بِمَا لَايَهَبْ

وَاِنِّیْ لَاُتْبِعُ تَذْكَارَهٗ ۔۔۔ صَلٰوةَ الْاِلٰهِ وَسَقْيَ السُّحُبْ

وَاُثْنِيْ عَلَيْهِ بِاٰلَائِهٖ ۔۔۔ وَ اَقْرُبُ مِنْهُ نَاٰیٔ اُوْقَرُبْ (ص۴۰۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ چوتھے شعر کی ترکیب بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) چوتھے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔** كما مرّ في السوال آنفا۔

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** مبارک نام والا ہے، روشن لقب والا ہے، عمدہ طبیعت والا ہے اور شریف النسب ہے۔ جنگجو ہے، اُس کا نیزہ خادم دیتا ہے اُن میں سے جن کو قید کرتا ہے اور خلعت دیتا ہے اُس میں سے جن کو وہ چھینتا ہے۔ جب وہ مال جمع کرتا ہے تو اُس کو جمع کرتا ہے ایسا جوان جو اُس مال پر خوش نہیں جو نہ دیا جائے۔ اور بیشک میں اُس کے تذکرہ کے بعد اللہ کی رحمت اور بادلوں کی سیرابی کا ذکر کرتا ہوں۔ میں اُسکی تعریف اس کی نعمتوں کی وجہ سے کرتا ہوں اور میں اُس سے قریب ہوں خواہ وہ دور ہو یا قریب ہو۔

❸ **چوتھے شعر کی ترکیب:۔** واؤ عاطفہ اِنّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر اس کا اسم اتبع فعل وفاعل تذکارہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ اوّل صلٰوۃ الالٰہ مضاف ومضاف الیہ ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ سقی السحب مضاف ومضاف الیہ ملکر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، اِنّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... وقال يرثى محمد بن اسحٰق التنوخى وينفى الشماتة من بنى عمه

لِاَيِّ صُرُوْفِ الدَّهْرِ فِيْهِ نُعَاتِبُ ۔۔۔ وَاَيَّ رَزَايَاهُ بِوِتْرٍ نُطَالِبُ

مَضٰى مَنْ فَقَدْنَا صَبْرَنَا عِنْدَفَقْدِهٖ ۔۔۔ وَقَدْ كَانَ يُعْطِى الصَّبْرَ وَالصَّبْرُ عَازِبُ

يَزُوْرُ الْاَعَادِيْ فِيْ سَمَاءِ عَجَاجَةٍ ۔۔۔ اَسِنَّتُهٗ فِيْ جَانِبَيْهَا الْكَوَاكِبُ

فَتَسْفِرُ عَنْهُ وَالسُّيُوْفُ كَاَنَّمَا ۔۔۔ مَضَارِبُهَا مِمَّا انْفَلَلْنَ ضَرَائِبُ

طَلَعْنَ شُمُوْسًا وَالْغُمُوْدُ مَشَارِقٌ لَهُنَّ وَهَامَاتُ الرِّجَالِ مَغَارِبُ (ص۴۴۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ ہم زمانہ میں اُس کی کن کن گردشوں پر غصہ کریں اور اُس کی کس کس مصیبت کے بدلے کا ہم مطالبہ کریں۔ وہ شخص گزر گیا کہ جس کے کھو جانے کے وقت ہم نے اپنا صبر کھو دیا حالانکہ جب صبر دور ہوتا تھا تو وہی صبر دیا کرتا تھا۔ وہ غبار کہ جو آسمان میں دشمنوں سے ملتا ہے اُس کے دونوں جانب اُس کے نیزے ستارے ہوتے ہیں پھر غبار اُس سے چھٹتا ہے تو تلوار کی دھاریں کُند ہو جانے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر وار کیا گیا ہے۔ وہ سورج بن کر نکلیں اور میانیں اُن کا مشرق تھیں اور انسانوں کی کھوپڑیاں اُن کا مغرب تھیں۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلدَّهْرُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع دُهُوْرٌ ہے بمعنی زمانہ۔

"نُعَاتِبُ" صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر معاتبة (مفاعلہ) بمعنی عتاب کرنا۔

"فَقَدْنَا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اَلْفَقْدُ وَالْفُقْدَانُ (نصر وضرب) بمعنی کھو دینا و گم کرنا۔

"عَجَاجَةٌ" بمعنی غبار۔ مصدر اَلْعَجُّ (نصر وضرب) بمعنی غبار اُڑانا۔

"اَسِنَّةٌ" یہ جمع ہے اسکا مفرد سِنَانٌ ہے بمعنی نیزہ۔

"اِنْفَلَلْنَ" صیغہ جمع مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِنْفِلَالٌ (انفعال، مضاعف) بمعنی دھار کا دندانہ دار ہونا۔

"هَامَاتٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد هَامَةٌ ہے بمعنی کھوپڑی۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٥ھ

الشق الاوّل ......

سَلْ عَنْ شُجَاعَتِهٖ وَزُرْهُ مُسَالِمًا وَحَذَارِ ثُمَّ حَذَارِ مِنْهُ مُحَارِبًا

فَالْمَوْتُ تُعْرَفُ بِالصِّفَاتِ طِبَاعُهٗ لَمْ تَلْقَ خَلْقًا ذَاقَ مَوْتًا اٰئِبًا

اِنْ تَلْقَهٗ لَا تَلْقَ اِلَّا قَسْطَلًا اَوْ جَحْفَلًا اَوْ طَاعِنًا اَوْ ضَارِبًا

اَوْ هَارِبًا اَوْ طَالِبًا اَوْ رَاغِبًا اَوْ رَاهِبًا اَوْ هَالِكًا اَوْ نَادِبًا

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلَى الْجِبَالِ رَاَيْتَهَا فَوْقَ السُّهُوْلِ عَوَاسِلًا وَقَوَاضِبًا

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلَى السُّهُوْلِ رَاَيْتَهَا تَحْتَ الْجِبَالِ فَوَارِسًا وَ جَنَائِبًا (ص۴۹۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ آخری شعر کی ترکیب بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① **اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **اشعار کا ترجمہ:۔** اس کی بہادری کے متعلق معلوم کرو اور اس سے صلح کے ارادے سے ملو اور اُس سے جنگجو ہو کر ملنے سے بچو اور پوری طرح بچو اس لئے کہ موت کی طبیعت صفات سے پہچانی جاتی ہے تم کسی ایسے آدمی سے نہیں مل سکتے جس نے موت کا ذائقہ چکھا ہو اور لوٹ کر واپس آیا ہو۔ اگر تم اُس سے ملنا ہی چاہو تو تم نہیں ملو گے اُسے مگر غبار میں یا بڑے لشکر میں یا نیزہ مارتے ہوئے یا تلوار چلاتے ہوئے یا بھاگتے ہوئے یا ڈھونڈتے ہوئے یا خواہش کرتے ہوئے یا ڈرتے ہوئے یا ہلاک ہوتے ہوئے یا نوحہ و ماتم کرتے ہوئے اور جب تم پہاڑوں پر نظر ڈالو گے تو تم اُن کو زمین کے اوپر حرکت کرتے ہوئے نیزے اور تلواریں سمجھو گے اور جب تم زمین کی طرف نظر ڈالو گے تو پہاڑوں کے نیچے شہسواروں اور فوجیوں کی زمین سمجھو گے۔

③ **آخری شعر کی ترکیب:۔** واؤ عاطفہ اذا شرطیہ **نظرت** فعل و فاعل **الی السهول** جار و مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط **رأیت** فعل و فاعل **ها** ضمیر مفعول اوّل **تحت الجبال** مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول **فوارسا و جنائبا** معطوف علیہ و معطوف ملکر مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل اور تینوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا، شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی ......

وَاَعْلَمُ مَخْرُوْتٌ مِنَ الْاَنْفِ مَارِنٌ	عَتِيْقٌ مَّتٰى تَرْجُمْ بِهِ الْاَرْضَ تَزْدَدْ
وَاِنْ شِئْتُ لَمْ تُرْقِلْ وَاِنْ شِئْتُ اَرْقَلَتْ	مَخَافَةَ مَلْوِيٍّ مِنَ الْقَدِّ مُحْصَدْ
وَاِنْ شِئْتُ سَامٰى وَاسِطَ الْكُوْرِ رَاْسُهَا	وَ عَامَتْ بِضَبْعَيْهَا نَجَاءَ الْخَفَيْدَدْ
عَلٰى مِثْلِهَا اَمْضِيْ اِذَا قَالَ صَاحِبِيْ	اَلَا لَيْتَنِيْ اَفْدِيْكَ مِنْهَا وَاَفْتَدِيْ (ص ۲۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔

جواب ...... ① **اشعار پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **اشعار کا ترجمہ:۔** اور اس ناقہ کا اوپر کا ہونٹ کٹا ہوا ہے ناک کا بانسہ چھیدا ہوا ہے ایسی اصیل ہے جب ناک زمین پر مارتی ہے (سونگھتی ہے) تو زیادہ تیز ہو جاتی ہے اور اگر تو چاہے تو وہ تیز نہ چلے اور اگر تو چاہے تو وہ تیز چلے ایک چابک کے ڈر سے جو تسموں سے بنا اور بٹا ہوا مضبوط ہے اور اگر تو چاہے تو اس کا سر پالان کی اگلی لکڑی سے بلند ہو جائے گا (یعنی تو پالان کی لکڑی سے بھی اونچا رکھے) اور وہ دونوں بازوؤں سے (اسی سر کو اٹھائے) شتر مرغ نر کی تیز روی کی طرح تیز چلے گی، میں ایسی اونٹنی پر ایسے وقت میں

سفر کرتا ہوں اور اپنے مقصد کو پورا کرتا ہوں جب میرا ساتھی (گھبرا کر) یہ کہنے لگے کہ اے کاش اس مصیبت سے فدیہ دیکر میں تجھے چھڑا لیتا اور میں بھی چھوٹ جاتا۔

۴ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔

"مَخْرُوْتٌ" صیغہ واحد بحث اسم مفعول بمعنی پھٹا ہوا کان یا ناک یا ہونٹ والا۔

"تَرْجُمُ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معروف از مصدر رَجْمًا (نصر) بمعنی مارنا، سنگسار کرنا، پتھراؤ کرنا (سونگھنا)۔

"لَمْ تُرْقِلْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر اِرْقَالًا (افعال) بمعنی تیز دوڑنا و چلنا۔

"مَلْوِیٌّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر لَیًّا، لُوِیًّا (ضرب، لفیف) بمعنی بٹنا، موڑنا۔

"سَامٰی" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر مُسَامَاۃٌ (مفاعلہ، ناقص) بمعنی بلندی میں مقابلہ کرنا۔

"عَامَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر عَوْمًا (نصر، اجوف) بمعنی تیرنا و تیز چلنا۔

"اَمْضِیْ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر مَضَاءٌ مُضِیًّا (ضرب، ناقص) بمعنی پورا کرنا، جانا، گزرنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ......

وَاِنْ تَلْتَقِ الْحَیُّ الْجَمِیْعُ تُلَاقِنِیْ — اِلٰی ذُرْوَۃِ الْبَیْتِ الْکَرِیْمِ الْمُصَمَّدِ

نَدَامَایَ بِیْضٌ کَالنُّجُوْمِ وَقَیْنَۃٌ — تَرُوْحُ اِلَیْنَا بَیْنَ بُرْدٍ وَّمُجَسَّدِ

رَحِیْبٌ قِطَابُ الْجَیْبِ مِنْهَا رَقِیْقَۃٌ — بِجَسِّ النَّدَامٰی بَضَّۃُ الْمُتَجَرَّدِ

اِذَا نَحْنُ قُلْنَا اَسْمِعِیْنَا انْبَرَتْ لَنَا — عَلٰی رِسْلِهَا مَطْرُوْقَۃٌ لَمْ تَشَدَّدِ (ص ۷۱۔ رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز پہلے شعر کی ترکیب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) پہلے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ۱ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ اشعار کا ترجمہ:۔ اور اگر تمام قبیلہ (فخر نسبی کے اظہار کے واسطے) مجتمع ہو تو مجھ کو تو ایسے حال میں پائے گا کہ میں شریف اور مقصود (نظر) خاندان کی بلندی سے نسبت رکھتا ہوں (یعنی تمام قبیلہ وقوم موجود ہو اور وہ سب اپنے حسب ونسب کا ذکر کریں تو میں اُن سب میں اعلیٰ خاندان میں شمار ہوں گا)۔ میرے یارانِ جلسہ ستاروں کی طرح سفید ہیں (یعنی روشن چہرے کی طرح ہیں) اور ایک مغنیہ (گانے والی لونڈی) ہے جو دھاری دار چادر اور زعفرانی جوڑا پہن کر وہ شام کو ہمارے پاس آتی ہے اس (رقاصہ) کے گریبان کا چاک کشادہ ہے دوستوں کے چھیڑ چھاڑ کے وقت (چھونے میں) نرم و نازک بدن ہے اس کے بدن کا کپڑوں سے عریاں رہنے والا حصہ نرم و نازک ہے (وہ ایسی تابع دار ہے) جب ہم اس سے کہتے ہیں کہ کچھ سناؤ وہ نہایت نرم رفتار سے نیچی

نگاہیں کیئے ہوئے بغیر سختی کے ہمارے سامنے آتی ہے (یعنی وہ گانے والی نزاکت کے ساتھ آگے ظاہر ہوتی ہے اور وہ کسی کام میں سختی نہیں کرتی۔ یا وہ گانے میں بُخل و کنجوسی نہیں کرتی)۔

۳ پہلے شعر کی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ تلتق فعل الحی الجمیع موصوف صفت ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط تلاقی فعل مع فاعل ن وقایہ ی ضمیر ذوالحال الٰی جارہ ذروۃ مضاف البیت موصوف الکریم المصمد دونوں صفت، موصوف اپنی صفات سے ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر منسوب اسم مفعول یا انتھٰی فعل محذوف کے متعلق ہوکر حال، ذوالحال وحال ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزا، شرط اپنی جزا سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی ......

كَانَّ الْبُرِيْنَ وَالدَّمَالِيْجَ عُلِّقَتْ عَلٰى عُشَرٍ اَوْ خِرْوَعٍ لَمْ يُخَضَّدِ
كَرِيْمٌ يُرَوِّيْ نَفْسَهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ سَتَعْلَمُ اِنْ مُتْنَا غَدًا اَيُّنَا الصَّدِيْ
اَرٰى قَبْرَ نَحَّامٍ بَخِيْلٍ بِمَالِهٖ كَقَبْرِ غَوِيٍّ فِى الْبَطَالَةِ مُفْسِدِ
تَرٰى جُثْوَتَيْنِ مِنْ تُرَابٍ عَلَيْهِمَا صَفَائِحُ صُمٌّ مِنْ صَفِيْحٍ مُنَضَّدِ (ص۲۹۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ۱ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

۲ اشعار کا ترجمہ:۔ (محبوبہ اس قدر نازک اندام ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں زیورات دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ) گویا پازیب (یعنی حلقہ دار زیور جیسے جھانجن کنگن وبالیاں وغیرہ) اور بازوبند مدار یا ارنڈ کے درخت پر لٹکائے گئے ہیں جو ابھی کاٹے اور چھانٹے نہیں گئے ہیں (اور درخت کاٹنے کے بعد ویسا نرم اور نازک نہیں رہتا ہے)۔ میں وہ کریم ہوں جو جیتے جی اپنی جان کو (شراب سے) سیراب کرتا ہے اور عنقریب (اے ملامت کرنے والے) تو جان لے گا کہ اگر ہم کل مر گئے تو ہم میں سے کون پیاسا مرتا ہے۔ بڑے کنجوس کی قبر کو جو اپنے مال (کے خرچ کرنے) میں بخل کرنے والا ہے اس کو میں ایسے دیکھتا ہوں جیسے گمراہ شخص کی قبر جو اپنے کھیل وکود میں مال کو بگاڑنے والا ہے (مجھے دونوں کی قبر برابر معلوم ہوتی ہے تو میں بخل کیوں کروں اور میں اپنے مال کو شراب نوشی اور مہمانداری میں کیوں نہ خرچ کروں)۔ تو ان دونوں قبروں کو مٹی کے دو ایسے ڈھیر دیکھتا ہے جن پر سخت چوڑے چکلے پتھروں کی سلیں تہ بتہ اُن پر رکھی ہوئی ہیں (یعنی سخی اور بخیل دونوں کا حال برابر ہے)۔

۳ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "دَمَالِيْجَ" یہ جمع ہے اس کا مفرد دِمْلَجٌ ہے بمعنی بازوبند۔

"اَلْبُرِيْنَ" یہ جمع ہے اس کا مفرد بُرَةٌ ہے بمعنی حلقہ دار زیور مثلاً بالیاں، کنگن، پازیب۔

"لَمْ يُخَصَّصْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم مجہول از مصدر تَخْصِيصًا (تفعیل) بمعنی کاٹنا و چھانٹنا۔

"جُثْوَتَيْنِ" یہ جُثْوَةٌ کا تثنیہ ہے اس کی جمع جُثًى ہے بمعنی پتھر و مٹی کا ڈھیر۔

"صَفَائِحُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد صَفِيحَةٌ ہے بمعنی قبر پر رکھے جانے والے چوڑے پتھر۔

﴿الورقة السادسة: في الادب العربي﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳٦ھ

الشق الاوّل......

ضُرُوْبُ النَّاسِ عُشَّاقٌ ضُرُوْبَا ۔۔۔ فَاَعْذَرُهُمْ اَشْفَهُمْ حَبِيْبَا

وَمَا سَكَنِيْ سِوٰى قَتْلِ الْاَعَادِيْ ۔۔۔ فَهَلْ مِنْ زَوْرَةٍ تَشْفِيْ الْقُلُوْبَا

تَظَلُّ الطَّيْرُ مِنْهَا فِيْ حَدِيْثٍ ۔۔۔ يَرُدُّ بِهِ الصَّرَاصِرَ وَالنَّعِيْبَا

وَقَدْ لَبِسَتْ دِمَاءَ هُمْ عَلَيْهِمْ ۔۔۔ حِدَادًا لَمْ تَشُقَّ لَهَا جُيُوْبَا (ص۵۴۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز اشعار کا مفہوم بھی بیان کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں:۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا مفہوم۔

جواب...... ❶ اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ اشعار کا ترجمہ:۔ مختلف قسم کے لوگ مختلف چیزوں کے عاشق ہیں ان میں سب سے زیادہ معذور وہ عاشق ہے جس کا محبوب سب سے افضل ہے اور میرے دل کا سکون دشمنوں کے قتل کے علاوہ کسی چیز میں نہیں، پس کیا کوئی ملاقات ہے جو دلوں کو شفاء دے۔ کہ اُس کی وجہ سے پرندے و چڑیاں اس طرح بات میں لگ جائیں کہ گدھ اور کوؤں کی آوازوں کو رد کر دیں اور تحقیق اپنے اوپر اُن کے خونوں کا ماتمی لباس پہن لیا ہے جس کے گریبان چاک نہیں کیے گئے۔

❸ اشعار کا مفہوم:۔ یہ اشعار متنبی نے علی بن محمد بن سیار بن مکرم کی مدح میں کہے ہیں، متنبی کہتا ہے کہ مختلف قسم کے لوگ مختلف چیزوں کے عاشق ہیں ہر شخص کا ذوق و مزاج علیحدہ علیحدہ ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا دیوانہ ہے اور ان سب عاشقوں میں سب سے زیادہ معذور اور قابلِ رحم وہ شخص ہے جس کا محبوب اعلیٰ و افضل، نصب العین و مقصد عظیم و برتر ہے۔ میں بھی اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہیں ہوں اور میرا محبوب مشغلہ دشمنوں کو قتل کرنا ہے تو کیا میرے محبوب سے ملاقات کا کوئی حل اور راستہ ہے کہ میرے دل کی بیماری دور ہو سکے اور دشمنوں کو قتل کر کے انکی لاشیں بچھا دی جائیں اور اُن پر اتنی چڑیوں کا ہجوم ہو جائے اور اتنا شور شرابہ ہو کہ لاش کھانے والے گدھوں اور کوؤں کی آوازیں ہی دب جائیں اور مردہ خور چڑیوں کا شور اُن پر حاوی و غالب ہو جائے۔ وہ چڑیاں دشمن کی لاشوں میں گھس کر اِس طرح انکا گوشت نوچ رہی ہیں کہ انکے خون میں لت پت ہو گئی ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ رنگ کا ماتمی لباس پہنا

ہوا ہے مگر انکے گریبان چاک نہیں ہیں کیونکہ چڑیاں یکساں طور پر خون میں نہائی ہوئی ہیں، ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر ہی نہیں آرہا۔

الشق الثانی ......

اِذَا لَمْ تَكُنْ نَفْسُ النَّسِيْبِ كَاَصْلِهٖ — فَمَاذَا الَّذِیْ تُغْنِیْ كِرَامُ الْمَنَاصِبِ
وَمَا قَرُبَتْ اَشْبَاهُ قَوْمٍ اَبَاعِدٍ — وَلَا بَعُدَتْ اَشْبَاهُ قَوْمٍ اَقَارِبِ
اِذَا عَلَوِیٌّ لَمْ يَكُنْ مِثْلَ طَاهِرٍ — فَمَا هُوَ اِلَّا حُجَّةٌ لِلنَّوَاصِبِ
يَقُوْلُوْنَ تَاْثِيْرُ الْكَوَاكِبِ فِی الْوَرٰی — فَمَا بَالُهٗ تَاْثِيْرُهٗ فِی الْكَوَاكِبِ (ص ۶۳۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز دوسرے شعر کی ترکیب بھی لکھیں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)دوسرے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ❶ <u>اشعار پر اعراب:۔</u>کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ <u>اشعار کا ترجمہ:۔</u>جب نسب والے کا نفس اپنی اصل کی طرح نہ ہوتو اس کو اصول یعنی آباؤ اجداد کی شرافت کیا فائدہ دے گی اور دور کی قوم کی مشابہت رکھنے والے قریب نہیں ہیں اور قریبی قوم کی مشابہت رکھنے والے دور نہیں ہیں۔ جب کوئی علوی طاہر کی طرح نہ ہوتو وہ ناصبیوں کے لئے حجت کے علاوہ کچھ نہیں، لوگ مخلوقات میں ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں پس کیا حال ہوگا اس شخص کا جس کی تاثیر ستاروں میں ہے۔

❸ <u>دوسرے شعر کی ترکیب:۔</u>واؤ عاطفہ ما نافیہ قربت فعل اشباہ مضاف قوم اباعد موصوف صفت ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لا نافیہ بعدت فعل اشباہ مضاف قوم اقارب موصوف صفت ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......

اِذَا تَرَكَ الْاِنْسَانُ اَهْلًا وَرَاءَهٗ — وَيَمَّمَ كَافُوْرًا فَمَا يَتَغَرَّبُ
فَتًی يَمْلَأُ الْاَفْعَالَ رَاْيًا وَحِكْمَةً — وَنَادِرَةً اَحْيَانَ يَرْضٰی وَيَغْضَبُ
اِذَا ضَرَبْتَ بِالسَّيْفِ فِی الْحَرْبِ كَفَّهٗ — تَبَيَّنْتَ اَنَّ السَّيْفَ بِالْكَفِّ يَضْرِبُ
تَزِيْدُ عَطَايَاهُ عَلَی اللَّبْثِ كَثْرَةً — وَتَلْبَثُ اَمْوَاهُ السَّحَابِ فَتَنْضُبُ
اَبَا الْمِسْكِ هَلْ فِی الْكَاسِ فَضْلٌ اَنَالُهٗ — فَاِنِّیْ اُغَنِّیْ مُنْذُ حِيْنٍ وَتَشْرَبُ (ص ۷۱۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** جب کوئی انسان اپنے پیچھے اپنے اہل وعیال کو چھوڑے اور کافور کا ارادہ کرے تو پس وہ مسافر نہیں ہوتا۔ وہ ایسا جوان ہے جو کاموں کو رائے اور حکمت اور نادر باتوں سے بھر دیتا ہے خواہ وہ خوشی کی حالت میں ہو یا ناراضگی کی حالت میں ہو۔ جب اُس کا ہاتھ لڑائی میں تلوار سے وار کرتا ہے تو تم پر ظاہر ہوگی یہ بات کہ تلوار ہاتھ سے ہی وار کرتی ہے۔ اُس کی بخشش ٹھہر جانے پر اور زیادہ ہو جاتی ہے اور آسمان کا پانی ٹھہر جاتا ہے تو خشک ہو جاتا ہے۔ اے ابوالمسک! کیا پیالے میں کچھ بچا ہے کہ مَیں اُس کو لے لوں پس بے شک میں دیر سے گا رہا ہوں اور تو شراب پی رہا ہے۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔**

"يَمَّمَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر التامیم (تفعیل، مہموز ومضاعف) بمعنی قصد وارادہ کرنا۔

"يَتَغَرَّبُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر التغرب (تفعل) بمعنی پردیسی ومسافر ہونا۔

"يَمْلَأُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اَلْمَلْأُ (فتح، مہموز) بمعنی بھرنا۔

"تَبَيَّنْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر اَلتَّبَيُّنُ (تفعل، اجوف) بمعنی ظاہر ہونا۔

"تَزِيْدُ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر الزیادۃ (ضرب، اجوف) بمعنی زیادہ ہونا، بڑھنا۔

"تَلْبَثُ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اَللُّبْثُ (سمع) بمعنی ٹھہرنا۔

"تَنْضُبُ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اَلنَّضُبُ (نصر) بمعنی خشک ہونا۔

الشق الثانی ......

وَقَـدْ قُـلْتُـمَا اَنْ نُّدْرِكِ السِّلْمَ وَاسِعًا — بِمَـالٍ وَّ مَـعْـرُوْفٍ مِّنَ الْقَوْلِ نَسْلَمِ

فَـاَصْبَـحْتُمَا مِنْهَا عَلٰى خَيْرِ مَوْطِنٍ — بَعِيْـدَيْنِ فِيْهَـا مِنْ عُقُوْقٍ وَّمَـاْثَمِ

عَـظِيْـمَيْـنِ فِىْ عُـلْيَـا مَـعَدٍّ هُدِيْتُمَا — وَمَنْ يَّسْتَبِحْ كَنْزًا مِّنَ الْمَجْدِ يَعْظُمِ

تُـعَـفّٰـى الْـكُلُوْمُ بِالْمِئِيْنَ فَاَصْبَحَتْ — يُـنَـجِّـمُـهَـا مَنْ لَّيْسَ فِيْهَـا بِمُجْرِمِ (ص۳۹۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ یہ اشعار قصیدہ ثالثہ میمیہ سے ماخوذ ہیں انکے شاعر کا تعارف لکھیں نیز قصیدہ کا پس منظر بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱)اشعار پر اعراب (۲)اشعار کا ترجمہ (۳)شاعر کا تعارف (۴)قصیدہ کا پس منظر۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** اور تم دونوں نے (اپنے جی میں) یہ بات کہی تھی اگر ہم مال دیکر اور اچھی بات کہہ کر صلح کو کشادہ پائیں گے

تو ہم لوگ صحیح وسلامت رہیں گے (اور بچ جائیں گے)، پس تم صلح کرانے کی وجہ سے بہت اچھی جگہ پر ہو گئے ہو (یعنی تم اچھے مقام پر پہنچ گئے) اور تم اس صلح میں ایذاء رسانی اور گناہ سے بچے رہے (تم صلح کی وجہ سے خدا کی نافرمانی اور گناہ سے بچے رہے)، تم دونوں قبیلے معد بن عدنان کے معزز لوگوں میں ہو گئے (خدا) تم دونوں کو سیدھا راستہ دکھلائے اور جو شخص بزرگوں کے خزانہ کو مباح کرے (اس کو خرچ کرے) وہ سب کی آنکھوں میں بزرگ و بڑا ہوگا (جو شخص بزرگوں کا جمع کیا ہوا مال لوگوں کیلئے خرچ کرے گا وہ سب کی آنکھوں میں بزرگ ہوگا اور ایسے ہی تم دونوں بڑے مرتبہ کے انسان ہو)۔ سو اونٹ سے زخم بھر جاتے ہیں (یعنی سینکڑوں اونٹوں کے خون بہا مقرر ہونے سے دلوں کے زخم مٹ جاتے ہیں) وہ شخص اونٹوں کو قسط وار ادا کر رہا ہے جو (جنگ کے بارے میں) بے قصور ہے۔

❸ <u>شاعر کا تعارف:۔</u> اس قصیدہ کے شاعر کا نام زہیر بن ابی سلمی مُری ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک طویل واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اشعر الشعراء کہتے تھے، اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ شخص اپنے اشعار میں غیر مانوس الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ محمد بن سلام کہتے ہیں کہ زہیر کو دیگر شعراء پر اس لئے ترجیح حاصل ہے کہ اس کے اشعار میں فضول گوئی نہیں ہے اور یہ تھوڑے الفاظ میں بہت مطلب ادا کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دیکھا ہے، اس وقت اسکی عمر تقریباً سو سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اللھم اعذنی من شیطانہ** (اے اللہ مجھے اس شیطان سے اپنی پناہ میں رکھنا)۔ یہ خود تو مسلمان نہ ہوا مگر اسکے دو بیٹے کعب بن زہیر و بجیر بن زہیر مسلمان ہو گئے تھے۔

❹ <u>قصیدہ کا پس منظر:۔</u> ورد بن حابس جو قبیلہ عبس سے تھا اس نے ہرم بن ضمضم کو جو قبیلہ بنی مرہ سے تھا اس کو قتل کر دیا، دونوں قبیلوں میں لڑائی ہو گئی، قبیلہ کے سردار لڑائی سے ناخوش تھے لہٰذا حارث بن عوف یا حارثہ بن سنان نے دیت اپنے ذمہ لیکر صلح کرا دی، ہرم بن ضمضم کا بھائی حصین بن ضمضم بدلہ کے بغیر ناخوش تھا وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ اتفاقاً قبیلہ عبس کا مسافر اسکے پاس مہمان ہوا تو اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس کو قتل کر دیا۔ قبیلہ عبس کے لوگوں نے حارث بن عوف پر چڑھائی کر دی اور اسکے قتل کے درپے ہوئے تو اس نے سو اونٹ دیت کے طور پر پیش کئے اور قبیلہ عبس کے سردار ربیع بن زیاد نے قوم کے سامنے اونٹ پیش کئے اور صلح کر لی۔

تو ان اشعار میں زہیر حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کی تعریف کر رہا ہے کہ ان سرداروں نے لڑائی پر صلح کو ترجیح دی۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ......

رَأَيْتُ الْمَنَايَا خَبْطَ عَشْوَاءَ مَنْ تُصِبْ تُمِتْهُ وَمَنْ تُخْطِئْ يُعَمَّرْ فَيَهْرَمِ

وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهُ وَلٰكِنَّنِيْ عَنْ عِلْمِ مَافِيْ غَدٍ عَمِ

وَمَنْ لَّمْ يُصَانِعْ فِيْ اُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ يُضَرَّسْ بِاَنْيَابٍ وَّ يُوْطَأْ بِمَنْسِمِ

وَمَنْ يَّجْعَلِ الْمَعْرُوْفَ مِنْ دُوْنِ عِرْضِهٖ ... يَفِرْهُ وَمَنْ لَّا يَتَّقِ الشَّتْمَ يُشْتَمِ

وَمَنْ يَّكُ ذَافَضْلٍ فَيَبْخَلْ بِفَضْلِهٖ ... عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمِ (ص۴۴۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز پہلے شعر کی ترکیب بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) شعر کی ترکیب۔

جواب...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** میں نے موتوں کو اندھی اونٹنی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے دیکھا جس کو وہ پالیتی ہے اُسے مار ڈالتی ہے اور وہ جس کو نہیں مارتی وہ بہت جیتا ہے (یعنی اس کی عمر طویل ہو جاتی ہے اور وہ بوڑھا ہوتا ہے، غرضیکہ زمانہ کا کوئی کام بھی خوشی لئے ہوئے نہیں ہے) اور میں جانتا ہوں آج کا علم اور کل گزشتہ کا علم اور لیکن میں کل آئندہ کے علم سے نابینا (بے خبر) ہوں۔ اور جو شخص اکثر معاملات میں نرمی نہیں کرتا وہ دانتوں سے کاٹا جائیگا اور وہ اونٹ کے پاؤں سے روندا جائے گا (یعنی مجالس میں اس کو برا بھلا کہا جائے گا اور مجمعوں میں اس کو ذلیل کیا جائے گا) اور جو شخص احسان و نیکی اپنی آبرو کے واسطے لوگوں سے کرتا ہے تو وہ عزت کو بڑھائے گا اور جو شخص گالی سے نہیں بچتا ہے تو وہ گالی دیا جاتا ہے۔ (یعنی جو شخص اپنی عزت کی وجہ سے لوگوں پر احسان کرتا ہے تو اس کی عزت اور اس کے مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے اور جو اپنے مال میں بخل کرتا ہے لوگ اس کو گالی دیا کرتے ہیں) اور جو شخص مالدار ہو اور وہ اپنے مال میں اپنی قوم پر بخل کرے (یعنی وہ لوگوں پر خرچ نہ کرے) اُس سے بے پرواہی ہوتی جائے گی اور مجالس میں اس کی مذمت و برائی کی جائے گی۔

❸ **شعر کی ترکیب:۔** واؤ عاطفہ اعلم فعل مع فاعل ما موصولہ فی جارہ الیوم معطوف علیہ الامس معطوف قبلہ تاکیدیا زائدہ، معطوف علیہ و معطوف ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر ثابت یا کائن اسم فاعل کے متعلق ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عاطفہ لٰکنّ حرف مشبہ بالفعل ن وقایہ ی ضمیر اس کا اسم عن جارہ علم مضاف ما موصولہ فی غد جار مجرور ملکر کائن یا ثابت کے متعلق ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر عم کے متعلق ہو کر خبر، لٰکنّ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی......

وَكَائِنْ تَرٰى مِنْ صَامِتٍ لَّكَ مُعْجِبٍ ... زِيَادَتُهٗ اَوْ نَقْصُهٗ فِى التَّكَلُّمِ

لِسَانُ الْفَتٰى نِصْفٌ وَّ نِصْفٌ فُؤَادُهٗ ... فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا صُوْرَةَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ

وَاِنَّ سَفَاهَ الشَّيْخِ لَاحِلْمَ بَعْدَهٗ ... وَاِنَّ الْفَتٰى بَعْدَ السَّفَاهَةِ يَحْلُمِ

سَأَلْنَا فَاَعْطَيْتُمْ وَعُدْنَا فَعُدْتُمْ ... وَمَنْ اَكْثَرَ التَّسْاٰلَ يَوْمًا سَيُحْرَمِ (ص۴۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں نیز کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **اشعار کا ترجمہ:۔** تو بہت سے ایسے چپ رہنے والوں کو دیکھتا ہے کہ تجھے بھلے معلوم ہوتے ہیں (یا تجھ کو تعجب میں ڈالنے والے ہیں) مگر انکی زیادتی یا کمی بات کرنے کے وقت معلوم ہوتی ہے (یعنی ان کا عیب وہنر بات کرتے وقت ظاہر ہوتا ہے بمصداق اس شعر کے "**تامرد سخن نگفته باشد...... عیب و هنرش نهفته باشد**"۔ آدمی میں (دو ہی چیزیں کام کی ہیں) ایک تو آدھی زبان اور دوسرا آدھا دل، پھر باقی تو گوشت اور خون کے سوا کچھ نہیں ہے (مگر حقیقت میں کام کی چیزیں تو یہ دو ہیں یعنی نوجوان کی زبان اُس کا ایک نصف ہے اور دل اس کا دوسرا نصف ہے یعنی جوان حقیقت میں دو جزء کا نام ہے ایک دل کا اور دوسرے زبان کا) اور بوڑھے کی بیوقوفی کے بعد عقل نہیں ہے (کیونکہ جواب تک نہ سمجھا تو پھر وہ کب سمجھے گا) اور جوان آدمی بیوقوفی کے بعد عقلمند ہوسکتا ہے (کیونکہ بوڑھے آدمی کا سوائے موت کے اور کوئی مرتبہ باقی نہیں ہے ہاں جوان کے عاقل اور سمجھدار ہونے کی امید کی جاسکتی ہے کیونکہ اگر جوانی میں نادانی یعنی بیوقوفی ہوجائے تو بڑھاپے میں اس کی تلافی ممکن ہے)۔ جو ہم نے مانگا پس وہ تم نے دیا اور ہم نے پھر سوال کیا (یعنی پھر دوبارہ مانگا) تم نے پھر (دوبارہ) دیا اور جو بہت سوال کریگا ایک روز وہ عنقریب محروم و نا اُمید کیا جائے گا (روز روز کا سوال انسان کو بے وقعت اور رُسوا کردیتا ہے اسلئے سوال کرنے میں احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیے)۔

❸ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "تَسَاٰلُ" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی سوال کرنا۔

"مُعْجِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اعجاب (افعال) بمعنی تعجب میں ڈالنا۔

"فُوَادٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَفْئِدَةٌ ہے بمعنی قلب ودل۔

"لَمْ یَبْقَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر بَقَاءٌ (ضرب، ناقص) بمعنی باقی رہنا۔

"عُدْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر عَوْدًا (نصر، اجوف) بمعنی لوٹنا۔

"یُحْرَمُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول از مصدر حِرْمًا و حِرْمَانًا (ضرب ونصر) بمعنی محروم کرنا۔

﴿الورقة الاولٰی: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ۱۔ بقرہ: ۴۰ تا ۴۳)

آیات کا ترجمہ کریں، بے غبار تفسیر کرتے ہوئے اَوْفُوْا بِعَهْدِیٓ میں عہد کا مصداق اور وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ کا مطلب واضح کریں۔ تعلیم قرآن اور ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن پر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ دونوں مسئلوں کی وضاحت کریں بتائیں کہ آخری آیت میں نماز کے ارکان میں سے صرف رکوع کی تخصیص کیوں کی گئی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) تعلیم قرآن اور ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن پر اُجرت لینے کا حکم (۴) آیت میں رکوع کی تخصیص کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو تم میری ان نعمتوں کو جو میں نے تمہارے اوپر انعام کی اور پورا کرو تم میرے عہد کو میں پورا کروں گا تمہارے عہد کو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور ایمان لاؤ اُس چیز پر جو نازل کی میں نے جو تصدیق کرنے والی ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور نہ بنو تم اس کے پہلے انکار کرنے والے اور نہ وصول کرو تم میری آیات کے بدلے معمولی معاوضہ اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور نہ ملاؤ تم حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپاؤ تم حق کو اس حال میں کہ تم جانتے ہو (جان بوجھ کر) اور قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو تم زکوٰۃ کو اور رکوع کرو تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو خطاب کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم اپنے اوپر میری انعام کردہ نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے میرے عہد کو پورا کرو اور میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیٓ سے مراد قتادہؒ و مجاہدؒ کے قول کے مطابق وہ عہد ہے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۲ (ولقد اخذ الله میثاق بنی اسرائیل الخ) میں جس کا ذکر ہے، اس میں سب سے اہم معاہدہ تمام رسولوں پر ایمان لانا اور بالخصوص نبی آخر الزمان محمد ﷺ پر ایمان لانا شامل ہے نیز نماز، زکوٰۃ، صدقات کی ادائیگی بھی اُس عہد میں شامل ہے، گویا اُس عہد کا خلاصہ آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی مکمل اتباع ہے۔ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ سے مراد یہ وعدہ ہے کہ جو لوگ اُس عہد کو پورا کریں گے اُن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ خصوصیت کے ساتھ مجھ سے ڈرتے رہو اور جو کچھ بھی میں نے نازل کیا ہے قرآن کریم کی صورت میں وہ تمہارے پاس موجود سابقہ آسمانی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنیوالا ہے اور تم قرآن کریم کے سب سے پہلے انکار کرنے والے لوگ نہ بنو کیونکہ تمہیں دیکھ کر جو لوگ بھی انکار کریں گے اُن سب کا وبال تمہارے اوپر بھی ہوگا اور تم میرے احکام کے عوض معمولی دنیاوی مال ومتاع کو بھی حاصل نہ کرو یعنی میرے احکام چھوڑ کر یا اُن کو بدل کر یا اُن کو چھپا کر عوام الناس سے ذلیل اور قلیل دنیا کو ہرگز مت وصول کرو۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ خصوصیت کے ساتھ مجھ سے ہی ڈرتے رہو، تحریف کے حوالے سے فرمایا کہ حق کو باطل کے ساتھ بھی نہ ملاؤ اور حق کو چھپاؤ بھی نہ بالخصوص جب کہ تمہیں معلوم بھی ہو تو جان بوجھ کر حق کو خلط کرنا یا چھپانا بہت بڑا گناہ ہے۔

آگے اُسی سابقہ عہد میں سے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔

❸ تعلیم قرآن اور ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن پر اُجرت لینے کا حکم:۔ فقہاءِ امت کا اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ تعلیم قرآن پر معاوضہ یا اجرت لینے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ و دیگر بعض ائمہ اس سے منع فرماتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے قرآن کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنانے سے منع فرمایا لیکن متاخرین حنفیہ نے غور کیا کہ قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گزارہ کے لئے خرچہ ملا کرتا تھا، اب ہر جگہ اسلامی نظام میں فتور کی وجہ سے اُن معلمین کو کچھ نہیں ملتا، اگر یہ لوگ اپنے کسبِ معاش میں مصروف ہو جائیں تو بچوں کو تعلیم قرآن کا سلسلہ بند ہو جائے گا اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کو ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ آج کل اسی پر فتویٰ دینا چاہیے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔

ایصالِ ثواب کیلئے ختمِ قرآن پر اُجرت لینا یا کوئی دوسرا وظیفہ اُجرت کے ساتھ پڑھوانا یہ حرام ہے کیونکہ اس پر کسی دوسری عام دینی ضرورت کا مدار نہیں ہے اس لئے اُجرت لے کر پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گنہگار ہیں جب پڑھنے والے کو کوئی ثواب نہیں ملے گا تو وہ میت کو کیا ثواب پہنچائے گا۔ ایصالِ ثواب کیلئے قبر پر قرآن پڑھوانا یا اُجرت دے کر ختمِ قرآن کروانا، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور اسلافِ اُمت میں سے کسی سے منقول نہیں ہے، اس لئے یہ بدعت ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۲۰۷)

❹ آیت میں رکوع کی تخصیص کی وجہ:۔ رکوع کا لغوی معنیٰ جھکنا ہے اور اس معنیٰ کے اعتبار سے یہ لفظ سجدہ پر بھی بولا جا سکتا ہے مگر اصطلاحِ شرع میں رکوع اُس خاص جھکنے کو کہتے ہیں جو معروف ہے۔ اس صورت میں نماز کے تمام ارکان میں سے رکوع کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہاں نماز کا ایک جز بول کر کل نماز مراد لی گئی ہے اور اس خاص جز کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہود کی نماز میں سجدہ وغیرہ تو تھا مگر رکوع نہیں تھا، رکوع اسلامی نماز کی خصوصیات میں سے ہے اس لئے راکعین کے لفظ سے امت محمدیہ کے نمازی مراد ہیں جن کی نماز میں رکوع بھی ہے، اب آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ تم بھی امت محمدیہ کے نمازیوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرو یعنی پہلے ایمان قبول کرو پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو۔

الشق الثانی ...... وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (پ۲۔ بقرہ: ۲۲۸)

آیت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں، آیت کی تفسیر کر کے **مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ** کا مصداق اور **وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ** کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۳) آیت کی تفسیر (۴) **مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ** کا مصداق **وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ** کا مطلب۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۲ھ۔

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ قُرُوْٓءٍ یہ قَرْءٌ، قُرْءٌ کی جمع ہے اور یہ اضداد میں سے ہے اور مشترک ہے بمعنی حیض و طہر۔

"يَتَرَبَّصْنَ" صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف از مصدر تَرَبُّصٌ (تفعل، صحیح) بمعنی انتظار کرنا و ٹھہرنا۔

"یَکْتُمْنَ" صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف از مصدر کِتْمَانًا (نصر، صحیح) بمعنی چھپانا۔
"اَرْحَامٌ" یہ رَحِمٌ کی جمع ہے بمعنی بچہ دانی۔ مصدر رَحْمًا، رَحَمًا (سمع، کرم) بمعنی ولادت کے بعد رحم میں درد کا ہونا۔
"بُعُوْلَةٌ" یہ بَعْل کی جمع ہے آخر میں تاء جمع کے لحاظ سے ہے بمعنی مالک، سردار و خاوند۔

③ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے عدت کا مسئلہ بیان کیا ہے اور دوسرے حصہ میں طلاقِ رجعی کی صورت میں رجوع کا مسئلہ بیان کیا ہے، ان دونوں مسئلوں کی وضاحت کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۲ھ۔
اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ مَردوں کے ذمے بھی عورتوں کے اسی طرح حقوق ہیں جس طرح عورتوں کے ذمے مَردوں کے حقوق لازم وواجب ہیں۔ دونوں کے حقوق وجوب اور مستحق ہونے میں ایک دوسرے کی مثل ہیں اگرچہ جنسِ حقوق دونوں کے مختلف ہیں۔
عورت کے ذمے مَرد کے حقوق یہ ہیں ① بیوی شوہر کی فرمانبرداری واطاعت کرے۔ ② عورت شوہر کے مال اور اپنے نفس وآبرو کی حفاظت کرے۔ ③ شوہر ہمبستری کیلئے بلائے تو انکار نہ کرے۔
مَرد کے ذمے عورت کے حقوق یہ ہیں کہ اپنی استطاعت وحیثیت کے مطابق بیوی بچوں کو نان نفقہ ورہائش مہیا کرے۔

④ مَاخَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ کا مصداق وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ کا مطلب:۔ مطلقہ عورت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو کچھ اللہ رب العزت نے اُسکے رحم میں پیدا کیا ہے اُسکو وہ نہ چھپائے اِسکا مصداق حمل یا حیض ہے یعنی طلاق کے بعد پتہ چل جائے کہ مطلقہ عورت کے پیٹ میں سابقہ خاوند کا حمل ہے یا اُسکا پیٹ حیض کی صورت میں سابقہ شوہر کے نطفہ سے خالی ہے۔
مَردوں کا حق ومرتبہ عورتوں کے حقوق سے زیادہ ہے چنانچہ اِسی حق کی وجہ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو اُس حق کی وجہ سے سجدہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے مَردوں کا عورتوں پر لازم کیا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۞ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ (پ۴۔نساء:۱۷، ۱۸)

دونوں آیتوں کا ترجمہ کریں، بِجَهَالَةٍ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ قصدًا وعمدًا کئے ہوئے گناہ توبہ کے باوجود بھی معاف نہیں ہوں گے جو دیگر نصوص کے منافی ہے، رفعِ تعارض کی وضاحت کریں، مختصر تفسیر کر کے توبہ کی تعریف وقبولیت کی شرائط تحریر کریں۔
﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) نصوص سے رفعِ تعارض (۳) آیات کی تفسیر (۴) توبہ کی تعریف وقبولیت کی شرائط۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ ان لوگوں کی توبہ ہے جو نادانی وحماقت سے گناہ کرتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے اور حکمت والے ہیں اور اُن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو برے اعمال کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آجاتی ہے تو کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں، اور نہ اُن لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالتِ کفر میں مر

جائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

❷ نصوص سے رفعِ تعارض:۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جہالت کی وجہ سے گناہ کرنے والوں کی توبہ تو قبول کی جائے گی جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول نہیں ہے بلکہ جہالت کا تعلق انجام اور عذاب کے ساتھ ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر گناہ خواہ وہ قصداً ہو یا قصد کے بغیر ہو وہ جہالت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ کلبیؒ نے **بجھالۃٍ** کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ گناہ سے ناواقف ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اُسکے عذاب سے ناواقف ہونا مراد ہے اور بعض علماء نے جہالت کی تشریح میں کہا کہ دوامی عیش کو چھوڑ کر عارضی فناء ہونے والی لذت کو اختیار کرنا جہالت ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ نفسِ حیوانی کے جوش کے وقت اللہ کے عذاب سے غافل ہونا جہالت ہے۔ (مظہری)

❸ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں توبہ کی قبولیت کی تفصیل ذکر کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اور ان کو عذاب سے دور رکھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو گناہ کے انجام وعذاب سے ناواقف وجاہل ہونے کی بناء پر گناہ کرتے ہیں پھر موت کی علامات سے پہلے ہی اُن گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اخلاص سے توبہ کرنے والوں کو خوب جانتے ہیں چنانچہ توبہ کے بعد ان کو عذاب نہیں دیں گے، پھر فرمایا کہ جو موت کی علامات دیکھنے کے بعد توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہے اور اسی طرح اُن لوگوں کی بھی توبہ قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مَر جائیں اور جن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **(اعاذنا اللّٰه منه)**

❹ توبہ کی تعریف وقبولیت کی شرائط:۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں۔

① کسی گناہ کا کبھی ارتکاب نہ ہو، یہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

② گناہوں پر اقدام کرے اور پھر اُن پر اصرار بھی ہو، کبھی اُن پر ندامت اور اُنکے چھوڑنے کا خیال نہ آئے یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

③ گناہ سرزد ہو اور فوراً اُس پر ندامت ہو اور آئندہ اُس کے ترک کا پختہ عزم ہو یہ بنی آدم کا مقام ہے۔

اس سے معلوم ہوا ہے کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا شیاطین کا خاصہ ہے اس لئے باجماعِ اُمت توبہ فرض ہے۔

توبہ کے تین ارکان ہیں، انہی کو قبولیت کی شرائط بھی کہا جاسکتا ہے۔ ① گناہ پر ندامت وشرمندگی ہو ② جس گناہ کا ارتکاب کیا ہے اُس کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ اُس سے باز رہنے کا پختہ عزم وارادہ کرے ③ جو گناہ سرزد ہو گئے اُن کی تلافی کی فکر کرے یعنی جتنا تدارک اُسکے قبضے میں ہے اُسکو پورا کرے مثلاً نماز، روزہ فوت ہوا ہے تو اُس کو قضاء کرے، فوت شدہ نمازوں اور روزوں کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ لگا کر اُنکی قضاء کا پورا اہتمام کرے۔ زکوٰۃ ادا نہیں کی تو گزشتہ زمانے کی زکوٰۃ یکمشت یا آہستہ آہستہ ادا کرے، کسی انسان کا حق لیا ہے تو اسکو واپس کرے، کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اُس سے معافی طلب کرے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۳۵)

الشق الثانی ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (پ ۷۔ مائدہ: ۸۹)

آیت کا ترجمہ کریں، قسم کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر قسم کی صورت مع حکم تحریر کریں، بتائیں کہ اگر کسی نے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ

ادا کر دیا تو کیا وہ شرعاً معتبر ہوگا؟ کفارۂ یمین کی وضاحت کریں نیز وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) قسم کی اقسام مع حکم (۳) قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کا حکم (۴) کفارۂ یمین کی وضاحت (۵) وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ کا مطلب۔

جواب...... ۱ تا ۳ آیت کا ترجمہ، قسم کی اقسام مع حکم، قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کا حکم:۔

کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱٤۲۷ھ۔

۴ کفارۂ یمین کی وضاحت:۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی پر بھی قادر نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھنا، **کما قال اللّٰہ تعالٰی: فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم اوکسوتھم او تحریر رقبة، فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذٰلك کفارة ایمانکم۔**

۵ وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ کا مطلب:۔ اس جملہ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ① قسموں کو پورا کرو، قسموں کے خلاف کر کے قسموں کو نہ توڑو بلکہ قسموں کے مطابق عمل کرو ② بلا وجہ خوامخواہ قسمیں نہ کھاؤ، انتہائی مجبوری کی صورت میں قسم کھاؤ۔ (مظہری)

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل...... وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾ (پ۸۔انعام:۱۴۱،۱۴۲)

دونوں آیتوں کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، مختصر تفسیر کر کے بتائیں کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ میں حق سے کیا مراد ہے؟ نیز بتائیں کہ مذکورہ حق کھیتی کاٹنے یا پھل توڑنے کے دن ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر نہیں تو یَوْمَ حَصَادِهٖ کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ میں حق کی مراد (۴) مذکورہ حق کی ادائیگی کا وقت۔

جواب...... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ وہی ذات ہے جس نے وہ باغات پیدا کئے جو سہاروں کے ذریعے اوپر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ باغات بھی جو سہاروں کے ذریعے اوپر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون و انار پیدا کئے جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور کبھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے، کھاؤ تم اِن کے پھلوں میں سے جس وقت وہ پھل لائیں اور ادا کرو تم اُن کا حق جس دن تم ان کو کاٹو اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور پیدا کئے اُس نے مویشی میں سے وہ جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور وہ جو زمین سے لگے ہوئے ہیں، کھاؤ تم اُس سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے رزق دیا اور نہ چلو تم شیطان کے نشانات قدم پر بے شک وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

۲ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "مَعْرُوْشَاتٌ" صیغہ جمع مؤنث بحث اسم مفعول از مصدر عَرْشًا، عُرُوْشًا (نصر وضرب) بمعنی مکان و چھت بنانا، بیل کو سہاروں کے ذریعے اوپر چڑھانا۔

"حَصَادٌ" یہ حاء کے فتحہ وکسرہ کے ساتھ ہے بمعنی کھیت کاٹنے کا وقت۔

"حَمُوْلَةً" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَمُوْلَاتٌ ہے بمعنی بوجھ اٹھانے والا جانور جیسے اونٹ، بیل وغیرہ۔

"فَرْشًا" وہ جانور جو سواری و بوجھ اٹھانے کے کام نہیں آتے جیسے بھیڑ، بکری، اونٹ و گائے کے بچے وغیرہ۔

❸ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ میں حق کی مراد:۔ اس حق سے مراد غرباء و مساکین پر صدقہ کرنا ہے۔ پھر اس صدقہ سے عام صدقہ خیرات مراد ہے یا وہ صدقہ مراد ہے جو زمین کی زکوٰۃ یا عشر کہلاتا ہے؟ اس میں مفسرین کے دو اقوال ہیں، بعض حضرات نے کہا کہ عام صدقہ خیرات مراد ہے اسلئے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کا فریضہ ہجرتِ مدینہ کے دو سال بعد عائد ہوا اسلئے یہاں زکوٰۃ مراد نہیں ہوسکتی۔ اور بعض حضرات نے اس آیت کو مدنی آیت شمار کیا اور کہا کہ حق سے مراد زمین کی زکوٰۃ اور عشر ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر میں اس کا فیصلہ اس طرح کیا گیا ہے کہ آیت خواہ مکی ہو یا مدنی دونوں صورتوں میں اس آیت سے زمین کی زکوٰۃ یعنی عشر مراد ہوسکتا ہے کیونکہ اُن کے نزدیک وجوبِ زکوٰۃ کا اصل حکم مکہ میں نازل ہو چکا تھا کیونکہ سورۂ مزمل کی آیت زکوٰۃ کے حکم پر مشتمل ہے جو باتفاق مکی ہے البتہ زکوٰۃ کی مقدار اور نصاب کا تعین وغیرہ ہجرت کے بعد ہوا۔

❹ مذکورہ حق کی ادائیگی کا وقت:۔ مذکورہ حق کٹائی والے دن ادا کرنا افضل و اولیٰ ہے، کٹائی والے دن ہی ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ باقی آیت میں اِس قید کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کٹائی والے دن اِس حق کو ادا کرنے کا پختہ ارادہ کرو اور ادائیگی کا اہتمام کرو پھر جس وقت ادائیگی ممکن ہو فی الفور اُس کی ادائیگی کردی جائے اُس میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔ (کشاف)

الشق الثانی ...... قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (پ۱۰۔توبہ:۲۴)

آیت کا ترجمہ کریں، آیت کا شانِ نزول تحریر کریں، مختصر تفسیر کر کے بتائیں کہ حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ میں امر سے کیا مراد ہے نیز اَحَبَّ کے منصوب ہونے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا شانِ نزول (۳) آیت کی تفسیر و امر کی مراد (۴) اَحَبَّ کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری و کنبہ اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، یہ سب چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کے راستے میں لڑنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ نافرمان و فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔

❷ آیت کا شانِ نزول:۔ سورت توبہ کی یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے مکہ سے ہجرت فرض ہونے کے وقت ہجرت نہیں کی، ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے اور مال و جائیداد کی محبت نے انہیں فریضۂ ہجرت ادا کرنے سے روک دیا۔

❸ آیت کی تفسیر و امر کی مراد:۔ ترجمہ سے تفسیر واضح ہے کہ اگر تم لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں

ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے اور مال وجائیداد سے زیادہ محبت ہے تو پھر تم اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ امر سے مراد جہاد وقتال اور فتح مکہ کا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس وقت دنیاوی تعلقات پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلق کو قربان کرنے والے ہیں اُن کا برا انجام عنقریب فتح مکہ کے وقت سامنے آنے والا ہے کہ اُس وقت یہ سب لوگ ذلیل وخوار ہوں گے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حکم سے مراد عذاب خداوندی ہے۔ (معارف القرآن ج ۴)

❹ اَحَبَّ کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ لفظ کان ناقصہ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **والنوم مضطجعا او متكئا او مستندا الى شيئ لو ازيل لسقط والغلبة على العقل بالاغماء والجنون والقهقهة فی صلوٰة ذات ركوع و سجود والقياس انها لا تنقض وهو قول الشافعیؒ۔**

اضطجاع، اتکاء اور استناد کے معانی لکھ کر تینوں کے ناقضِ وضو ہونے کی وجہ تحریر کریں، اغماء اور جنون میں کیا فرق ہے؟ ازروئے قیاس قہقہہ کیوں ناقضِ وضو نہیں ہے؟ وضاحت کریں نیز مسئلہ مذکورہ میں حنفیہ کی دلیل، امام شافعیؒ کے قیاس کا جواب اور نماز میں ضحک کا حکم تحریر کریں، نیز بتائیں کہ والجنون مرفوع ہے یا منصوب؟۔ (اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۱۲۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) اضطجاع، اتکاء اور استناد کے معانی اور ناقض وضو ہونے کی وجہ (۲) اغماء اور جنون میں فرق (۳) قہقہہ کا حکم مع الدلائل (۴) نماز میں ضحک کا حکم (۵) والجنون کا اعراب۔

جواب ...... ❶ اضطجاع، اتکاء اور استناد کے معانی اور ناقض وضو ہونے کی وجہ:۔ "اضطجاع" کروٹ و پہلو کے بَل لیٹنا "اتکاء" سرین کے بَل سہارا لینا "استناد" کسی دیوار یا ستون وغیرہ کا سہارا لینا۔ (التکمیل الضروری)

ان تمام صورتوں میں وضو ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کروٹ پر سونا عادتاً کسی چیز کے نکلنے سے خالی نہیں ہوتا اور قاعدہ ہے کہ جو چیز عادتاً ثابت ہو وہ یقین کا درجہ رکھتی ہے پس ثابت ہوا کہ کروٹ پر سونے سے خروجِ ریح ہوا ہے اور خروجِ ریح سے بالیقین وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور تکیہ لگا کر سونا ایسی چیز ہے جو بیداری کا رکاوٗ دور کر دیتی ہے کیونکہ اس صورت میں سُرین زمین سے اُٹھ جاتی ہے پس سونے کی حالت میں اعضاء کا رکاوٗ بدرجہ اولیٰ دور ہو جائے گا اس لئے اِس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کسی چیز سے ٹیک لگا کر سونے میں استرخاءِ مفاصل اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے صرف اتنی بات ہے کہ ٹیک نے اُس کو گرنے سے روک رکھا ہے اگر ٹیک ہٹالی جائے تو وہ فوراً گر پڑے گا چونکہ نقضِ وضو کا مدار استرخاء پر ہے اور وہ یہاں پایا گیا ہے اس لئے اِس صورت میں بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔

❷ تا ❹ اغماء اور جنون میں فرق، قہقہہ اور نماز میں ضحک کا حکم:۔ کمامرّ فی السوال الاوّل ۱۴۲۷ھ و ۱۴۳۱ھ

❺ والجنون کا اعراب:۔ والجنون مرفوع ہے اور اس کا عطف كُلُّ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيلَين پر ہے یعنی وضوء کو توڑنے والی چیزوں میں سے جنون بھی ہے۔

الشق الثانی ...... **بَابُ الْاَذَانِ اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ لَاسِوَاهَا لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ وَصِفَةُ الْاَذَانِ مَعْرُوْفَةٌ وَهُوَ كَمَا اَذَّنَ الْمَلَكُ النَّازِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَلَا تَرْجِيْعَ فِيْهِ وَيَزِيْدُ فِي اَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ**

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌمِنَ النَّوْمِ مَرَّتَیْنِ ۔ (اشرف الہدایہ ج۱ص۳۳۵)

اذان کی لغوی واصطلاحی تعریف کر کے بتائیں کہ لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ کا تعلق سُنَّۃٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کے ساتھ ہے یالاسِوَاھَا کے ساتھ؟۔ مشروعیت اذان کا واقعہ تحریر کریں نیز اَلْمَلِكُ النَّازِلُ سے کون سا فرشتہ مراد ہے؟ ترجیع کا معنیٰ اور اس میں فقہاء کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں نیز اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌمِنَ النَّوْمِ کا اضافہ کس طرح عمل میں آیا اور اذانِ فجر کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) اذان کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ کا متعلق (۳) مشروعیت اذان کا واقعہ والْمَلِكُ النَّازِلُ کی مراد (۴) ترجیع کا معنیٰ اور فقہاء کا اختلاف مع الدلائل (۵) اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌمِنَ النَّوْمِ کے اضافے کی صورت اور اذانِ فجر کے ساتھ تخصیص کی وجہ۔

جواب...... ① **اذان کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔** اذان کا لغوی معنی خبر دینا ہے اور اصطلاح شریعت میں اذان چند مخصوص الفاظ کے ساتھ مخصوص اوقات میں نماز کا وقت آنے کی خبر دینا ہے۔

② **لِلنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ کا متعلق:۔** اس جملے کا تعلق سُنَّۃٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کے ساتھ ہے یعنی پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے اذان کا مسنون ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ دیگر نمازوں مثلاً وتر، عیدین، کسوف، خسوف، استسقاء، جنازہ، سنن ونوافل کے لئے اذان مسنون نہیں ہے اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے متعدد بار آپ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی۔ معلوم ہوا کہ عیدین وغیرہ کیلئے اذان نہیں ہوتی تھی اور وِتر اگرچہ واجب ہیں مگر عشاء کی اذان اُس کے لئے واجب ہے کیونکہ وِتر کا وہی وقت ہے جو عشاء کا ہے۔

③ **مشروعیت اذان کا واقعہ والْمَلِكُ النَّازِلُ کی مراد:۔** اذان کی مشروعیت میں متعدد اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔

① لیلۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر اذان کی وحی کی اور آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کی تعلیم دی۔

② اذان کی مشروعیت ۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

③ اذان کی مشروعیت ہجرت کے بعد تحویل قبلہ کے وقت ۲ھ میں ہوئی، اکثر نے اسی قول ثالث کو اختیار کیا ہے۔

مشروعیت کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز اور جماعت کے اوقات کی اطلاع کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے مشورہ کیا، بعض نے رائے دی کہ یہود کی طرح ناقوس بجایا جائے، بعض نے آگ جلانے کی رائے دی مگر حضور ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے اس کو پسند نہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "الصلٰوۃ جامعۃ" کے الفاظ سے آواز لگانے کی رائے دی، اسی بات پر مجلس ختم ہوگئی، اس کے بعد دوسرے دن حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا کہ ایک فرشتہ نے اس طریقۂ اذان کی مجھے تعلیم دی ہے (جو کہ طریقۂ مشہور ہے) اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی خواب بیان کیا، روایات میں ہے کہ اس رات سولہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی خواب دیکھا تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ سچ ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسی طرح اذان دیا کرو۔

علامہ بدرالدین عینیؒ نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک یہ کوئی دوسرا فرشتہ تھا۔

④ **ترجیع کا معنیٰ اور فقہاء کا اختلاف مع الدلائل:۔** ترجیع کا معنیٰ یہ ہے کہ شہادتین (اشهد ان لا اله الله ، اشهد انّ

محمدا رسول اللّٰہ) کو چار مرتبہ کہا جائے، پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے اور دوسری دو مرتبہ بلند آواز سے۔

ہمارے نزدیک اذان میں ترجیع نہیں ہے جبکہ امام شافعیؒ اذان میں ترجیع کے قائل ہیں۔

ہماری دلیل وہ تمام مشہور احادیث ہیں جن میں اذان کا ذکر آیا ہے ان میں کہیں بھی ترجیع کا ذکر نہیں ہے مثلاً آسمانی فرشتہ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے، نیز حضرت عبداللہ بن زید نے فرشتہ سے اذان سنی تھی ان کی اذان میں ترجیع نہیں اور ان کی اذان والی حدیث ہی اذان کی اصل بنیاد ہے نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو عہد نبوی و عہد صدیقی میں مسجد نبوی کے مؤذن رہے اور حضور ﷺ کے سفر و حضر کے مؤذن تھے، ان کی اذان میں ترجیع نہیں، نیز حضرت عبداللہ بن ام مکتوم مسجدِ نبوی کے مؤذن تھے ان کی اذان میں ترجیع نہیں، نیز حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ مسجدِ قباء کے مؤذن تھے ان کی اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ترجیع کی تلقین کی۔

ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ وہ نو مسلم تھے انکے دل و دماغ میں توحید کو راسخ کرنے کیلئے ترجیع کا حکم دیا تھا، نیز انہوں نے شہادتین کے کلمات بلند آواز سے نہ کہے تھے تو آپ ﷺ نے ضرورت کے پیش نظر بلند آواز سے کہنے کیلئے تکرار کا حکم دیا تھا۔

❺ **الصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ کے اضافے کی صورت اور اذانِ فجر کے ساتھ تخصیص کی وجہ:۔** ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کیلئے اذان دی پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازے پر آکر کہا **الصلٰوۃ یا رسول اللّٰہ** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا **الرسول نائمٌ** پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا **الصلٰوۃ خیرمن النوم** پس جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے اس کلمہ کو پسند فرمایا اور کہا کہ اے بلال! اس کو اپنی اذان میں داخل کرلو۔ اس طرح اذانِ فجر میں **الصلٰوۃ خیرمن النوم** کا اضافہ کیا گیا۔

باقی یہ زیادتی و اضافہ فجر کی اذان کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے اور ان کلمات میں بھی نماز کو نیند سے بہتر قرار دیا جارہا ہے۔ (اشرف الہدایہ ج۱ص ۳۳۸)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **باب صفة الصلٰوة...... فرائض الصلٰوة ستة التحريمة والقيام والقراء ة والركوع والسجود والقعدة فى آخر الصلٰوة مقدار التشهد وما سوى ذلك فهو سنة واذا شرع فى الصلٰوة كبر وهو شرط عندنا خلافا للشافعیؒ .** (اشرف الہدایہ ج۲ص۱۳)

عبارت کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ یہاں صفت سے کیا مراد ہے؟ امام قدوریؒ کا تکبیر تحریمہ کو فرض اور صاحب ہدایہ کا شرط کہنے میں بظاہر تعارض ہے، تعارض کو رفع کر کے بتائیں کہ ماسوی الفرائض پر سنت کا اطلاق کیوں کیا گیا جبکہ اس میں واجبات بھی ہیں؟ ارکان مذکورہ میں سے ہر ایک کی فرضیت کی دلیل ذکر کر کے تکبیر تحریمہ میں امام شافعیؒ کا حنفیہ کے ساتھ اختلاف مع الدلائل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چھ امورِ مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صفت کی مراد (۳) تکبیر تحریمہ کے حکم سے رفع تعارض (۴) فرائض کے علاوہ پر سنت کے اطلاق کی وجہ (۵) ارکانِ مذکورہ کی فرضیت کے دلائل (۶) تکبیر تحریمہ میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** یہ باب نماز کی کیفیت کے بیان میں ہے۔ نماز کے فرائض چھ ہیں۔ تحریمہ، قیام، قراءت،

رکوع، سجود، نماز کے آخر میں تشہد کی مقدار قعدہ اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سنت ہے اور جب نماز میں شروع ہو تو تکبیر کہے اور یہ تکبیر ہمارے نزدیک شرط ہے، امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

② صفت کی مراد:۔ اہلِ لغت کے نزدیک وصف اور صفت دونوں مترادف ہیں، باقی یہاں صفت سے کیا مراد ہے صاحب عنایہ نے کہا کہ یہاں بظاہر صفت سے مراد نماز کی وہ ہیئت ہے جو اس کے ارکان اور عوارض سے حاصل ہو اور بعض کا خیال یہ ہے کہ صفت سے مراد واجبات، فرائض، سنن و مستحبات وغیرہ امور ہیں۔ اس صورت میں صفت کی اضافت صلوٰۃ کی طرف اضافت الجزء الیٰ الکل ہوگی کیونکہ مذکورہ صفات میں سے ہر صفت نماز کا جز ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل عبارت باب، صفۃ اجزاء الصلوٰۃ ہے، اس صورت میں صفت سے مراد کیفیت ہوگی یعنی یہ باب نماز کے اجزاء کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

③ تکبیر تحریمہ کے حکم سے رفعِ تعارض:۔ امام قدوریؒ کے تکبیرِ تحریمہ کو فرض اور صاحب ہدایہ کے شرط کہنے میں بظاہر تعارض ہے لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ فرض میں تعمیم ہے خواہ وہ شرط ہو یا رکن ہو گویا فرض کا لفظ شرط و رکن دونوں کو شامل ہونے کی وجہ سے عام ہے، جب فرض اور شرط میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوئی تو کوئی تعارض نہ رہا۔

④ فرائض کے علاوہ پر سنت کے اطلاق کی وجہ:۔ فرائض کے علاوہ بقیہ تمام امور کو سنت کہنے کے متعلق صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ سنت سے مراد ما ثبت بالسنۃ ہے اور چونکہ واجب بھی سنت سے ثابت ہے اس لئے واجبات پر بھی سنت کا اطلاق کر دیا گیا۔

⑤ ارکانِ مذکورہ کی فرضیت کے دلائل:۔ تکبیر تحریمہ: ① اس پر آپ ﷺ کا ہمیشگی فرمانا اس کی فرضیت کی دلیل ہے کیونکہ بغیر ترک کے کسی چیز پر آپ ﷺ کا ہمیشگی فرمانا وجوب کی علامت ہے ② اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے سے لیکر آج تک تکبیر تحریمہ کے وجوب میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ③ **وربك فكبر** اس آیت میں اللہ اکبر کہنا مراد ہے اور اَمر کا صیغہ ہے اور اَمر کا موجب وجوب ہے۔

قیام: ① **قوموا لله قانتين** اس آیت میں اَمر کے ذریعے قیام کو فرض کیا گیا ہے کیونکہ اَمر وجوب کے لئے آتا ہے۔

قراءت: اس کی فرضیت کی دلیل آیت کریمہ "**فاقرؤوا ما تيسر من القرآن**" ہے، اس میں بھی قراءت کا حکم امر کے ذریعے ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور نماز سے باہر بالاجماع قراءت فرض نہیں ہے۔

رکوع وسجدہ: ان کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول "**يا ايها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا**" ہے، یہاں بھی امر کے ذریعے رکوع وسجدہ کو لازم کیا گیا ہے۔

قعدہ اخیرہ: اس کی فرضیت کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد کی تعلیم دی اور آخر میں فرمایا کہ **اذا قلت هذا او قضيت هذا فقد قضيت صلوتك (اوقال فقدتمت صلوتك)**، اس حدیث میں آپ ﷺ نے نماز کے پورا ہونے کو **قعود مع قراءت التشهد** پر معلّق کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تشہد پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔ (اشرف الہدایہ ج۲ ص۱۴)

⑥ تکبیر تحریمہ میں اختلاف مع الدلائل:۔ تکبیر تحریمہ ہمارے نزدیک شرط ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک فرض کے تحریمہ سے نفل ادا کرنا جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تحریمہ چونکہ رکن ہے اس لئے فرض کے تحریمہ سے

نفل ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کیلئے ہر وہ چیز شرط ہے جو دیگر ارکانِ نماز کیلئے شرط ہے جیسے طہارت، ستر عورت، استقبالِ قبلہ، نیت اور وقت وغیرہ۔ یعنی یہ چیزیں جس طرح قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ کے لئے شرط ہیں اسی طرح تکبیر تحریمہ کے لئے شرط ہیں، جب ارکان والی تمام شرائط اس کیلئے شرط ہیں تو یہ اس کے رکن ہونے کی علامت ہے۔

ہماری دلیل ارشادِ باری تعالیٰ **وذکر اسم ربہ فصلّٰی** ہے، اس میں نماز کا عطف تکبیر تحریمہ پر کیا گیا ہے اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے، پس اگر تکبیر تحریمہ کو رکن مانا جائے تو کل کا عطف جز پر لازم آئے گا چونکہ کل اُس جز کو بھی شامل ہے اس لئے **عطف الشیئ علی نفسہٖ** لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔ ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح دوسرے ارکان نماز میں مکرر ہوتے ہیں تکبیر تحریمہ اس طرح مکرر نہیں ہوتی، پس یہ اس بات کی علامت ہے کہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ طہارت ستر عورت وغیرہ والی شرائط کی رعایت نفسِ تحریمہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس قیام کے لئے ہے جو تحریمہ سے متصل ہے اور وہ رکن ہے، پس ان شرائط کی وجہ سے تحریمہ کا رکن ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ (ص ۱۸)

الشق الثانی ...... **اَلزَّکٰوۃُ وَاجِبَۃٌ عَلَی الْحُرِّ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسْلِمِ اِذَا مَلَکَ نِصَابًا مِلْکًا تَامًّا وَحَالَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ وَلَابُدَّ مِنَ الْحَوْلِ، لِاَنَّہٗ لَابُدَّ مِنْ مُدَّۃٍ یَتَحَقَّقُ فِیْهَا النَّمَاءُ وَقَدَّرَهَا الشَّرْعُ بِالْحَوْلِ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَازَکٰوۃَ فِیْ مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ وَلِاَنَّہُ الْمُتَمَکِّنُ بِہٖ مِنَ الْاِسْتِنْمَاءِ لِاِشْتِمَالِہٖ عَلَی الْفُصُوْلِ الْمُخْتَلِفَۃِ وَالْغَالِبُ تَفَاوُتُ الْاَسْعَارِ فِیْهَا فَاُدِیْرَ الْحُکْمُ عَلَیْہِ ثُمَّ قِیْلَ هِیَ وَاجِبَۃٌ عَلَی الْفَوْرِ وَقِیْلَ عَلَی التَّرَاخِیْ۔** (اشرف الہدایہ ج۳ ص۲۱)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، زکوٰۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کرکے زکوٰۃ کے وجوب کے دلائل لکھیں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے زکوٰۃ کے واجب علی الفور یا واجب علی التراخی میں دلائل کے ساتھ فقہاء کے اقوال کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) زکوٰۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۴) زکوٰۃ کے وجوب کے دلائل (۵) عبارت کی تشریح اور وجوب کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ آزاد، عاقل، بالغ مسلمان پر زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ نصاب کا مالک ہو ملک تام کے طور پر اور اُس پر ایک سال گزر جائے اور سال گزرنا ضروری ہے اسلئے کہ اتنی مدت کا ہونا ضروری ہے جس میں اضافہ ہو سکے اور شریعت نے اُس کو ایک سال کے ساتھ مقید کیا ہے آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے کہ کسی مال میں زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ اُس پر سال نہ گزر جائے اور اسلئے کہ یہ بڑھاؤ اور اضافہ پر قدرت دینے والا ہے کیونکہ یہ مختلف موسموں پر مشتمل ہوتا ہے اور اُن موسموں میں بالعموم نرخوں کا تفاوت ہوتا ہے، پس اِسی کو حکم کا مدار قرار دیا گیا ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ وہ فی الفور واجب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاخیر کی گنجائش ہے۔

③ زکوٰۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت و پاکیزگی ہے جیسے **قد افلح من تزکی** اور دوسرا معنی بڑھنا ہے جیسے "**زکا الزرع**" بمعنی کھیتی بڑھ گئی۔

زکوٰۃ کا اصطلاحی وشرعی معنی یہ ہے کہ نصاب حولی کے ایک جزء کو فقیر، مسکین وغیرہما کی ملک میں دینا اور بعض نے کہا کہ زکوٰۃ

مال کی اس مقدار کا نام ہے جو فقیر وغیرہ کے لئے نکالی جاتی ہے۔

④ و ⑤ زکوٰۃ کے وجوب کے دلائل، تشریح اور وجوب کی وضاحت:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لایجوز الاصل فیه قوله تعالٰی انما الصدقات للفقراء، فهذه ثمانیة اصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم لان الله تعالٰی اعز الاسلام واغنی عنهم وعلی ذٰلك انعقد الاجماع۔** (اشرف الہدایہ ج۳ص۱۴۳)

عبارت کا ترجمہ کر کے واضح کریں کہ مؤلفۃ القلوب کے سقوط پر صاحب ہدایہ نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ بہت سارے فقہاء ومجتہدین اس کے خلاف ہیں؟ ثمانیۃ اصناف سے کون سی آٹھ قسمیں مراد ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں، مؤلفۃ القلوب کون لوگ تھے؟ ان کو زکوٰۃ کیوں دی جاتی تھی اور ان کا سقوط کب اور کس طرح عمل میں آیا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مؤلفۃ القلوب کے سقوط پر اجماع کی وضاحت (۳) ثمانیۃ اصناف کی مراد (۴) مؤلفۃ القلوب کی مراد، اُنکو زکوٰۃ دینے کی وجہ، سقوط کا وقت اور کیفیت۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ باب اُن لوگوں کے بیان میں جن کو صدقات وغیرہ دینا جائز ہے اور جن کو جائز نہیں ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اصل اللہ تعالیٰ کا قول "**انما الصدقات للفقراء**" ہے اور یہ آٹھ اصناف ہیں اور تحقیق ان میں سے مؤلفۃ القلوب ساقط ہو گئے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اُن لوگوں سے بے پرواہ کر دیا اور اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔

② مؤلفۃ القلوب کے سقوط پر اجماع کی وضاحت:۔ صاحبِ ہدایہ کی عبارت میں اجماع سے مراد فقہاء ومجتہدین کا اجماع نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ جب دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مؤلفۃ القلوب کا حق منقطع کیا اُس وقت صحابہ میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا بلکہ سب نے سکوت اختیار فرمایا تو گویا مؤلفۃ القلوب کے سقوط پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی منعقد ہے۔

③ ثمانیۃ اصناف کی مراد:۔ عبارت میں ثمانیۃ اصناف سے مراد زکوٰۃ کے درج ذیل آٹھ مصارف ہیں جن کو قرآن کریم کی اس آیت **انما الصدقٰت للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل الخ** میں بیان کیا گیا ہے۔ ① فقراء۔ جس کے پاس کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ ہو۔

② مساکین۔ لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے ان دونوں میں اگرچہ تفاوت واختلاف ہے مگر حکم زکوٰۃ میں دونوں برابر ہیں کہ جس کے پاس اس کی ضرورتِ اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال موجود نہ ہو۔ ③ عاملین۔ جو اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں۔ ④ مؤلفۃ القلوب (آگے تشریح ہوگی)۔ ⑤ الرقاب۔ غلام آزاد کرنا مراد اس سے مکاتب ہے کہ بدل کتابت کے طور پر مالِ زکوٰۃ دیکر اس کو آزاد کرانا ہے۔ ⑥ الغارمین۔ مقروض بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ اپنا قرض ادا کر سکے۔ ⑦ فی سبیل اللہ۔ اس سے مراد وہ غازی یا مجاہد ہے جس کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان

خریدنے کیلئے مال نہ ہو۔ ⑧ ابن السبیل۔ اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس سفر میں بقدر ضرورت مال نہ ہو اگر چہ وطن میں اس کے پاس بقدر نصاب ہی مال کیوں نہ ہو۔

② **مؤلفۃ القلوب کی مراد، انکو زکوٰۃ دینے کی وجہ، سقوط کا وقت اور کیفیت:۔** یہ وہ لوگ ہیں جن کی دلجوئی کے لئے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے پھر ان میں تین چار قسم کے لوگ شامل تھے کچھ مسلمان اور کچھ غیر مسلم، پھر مسلمانوں میں بعض تو وہ لوگ تھے جو غریب اور حاجت مند بھی تھے اور نو مسلم بھی تھے انکو اس لئے دیا جاتا تاکہ یہ اسلام میں پختہ ہو جائیں اور بعض وہ تھے جو مالدار بھی تھے اور مسلمان ہو گئے مگر ایمان کا رنگ انکے دلوں میں رچا نہیں تھا اور بعض وہ لوگ تھے جو خود تو پکے مسلمان تھے مگر انکی قوم کو انکے ذریعے ہدایت پر لانا مقصود تھا اور غیر مسلمانوں میں بھی وہ لوگ تھے جن کے شر سے بچنے کیلئے انکی دلجوئی کی جاتی تھی وغیرہ ذالك۔

اس میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قسم (مؤلفۃ القلوب) اب بھی باقی ہے یا نہیں امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ سے مروی ہے کہ یہ قسم منسوخ ہو چکی ہے امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ قسم اب بھی باقی ہے۔

لیکن محققین کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ مؤلفۃ القلوب میں کافر کبھی بھی داخل نہ تھے اور نہ ہی کبھی انکو اس مصرف کے تحت زکوٰۃ دی گئی یہ مصرف صرف مسلمانوں کیلئے تھا لہٰذا اب بھی ایسے فقراء مسلمین کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جنکی تالیف قلب مقصود ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس تمیمی یہ دونوں حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی زمین کے لئے معافی لینے آئے پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھ دیا، پھر یہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی کے لئے آئے تو آپ نے وہ فرمان چاک کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں اس لئے دیتے تھے تاکہ اسلام کی طرف تمہارے دلوں کی تالیف فرمائیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور تم سے بے پرواہ کر دیا ہے پس اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہو تو بہتر ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، وہ دونوں لوٹ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان شاء اللہ وہ خلیفہ ہیں، اُس وقت سے مؤلفۃ القلوب کا حق منقطع ہو گیا۔ (اشرف الہدایہ ج۳ ص۱۴۰)

الشق الثانی ...... **وَاِنْ اَمْكَنَهُ اَنْ يَمَسَّ الْحَجَرَ بِشَيْئٍ فِيْ يَدِهٖ كَالْعُرْجُوْنِ وَغَيْرِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ ذٰلِكَ فَعَلَهُ وَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ اِسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ اَخَذَ عَنْ يَمِيْنِهٖ مِمَّا يَلِي الْبَابَ وَقَدِ اضْطَبَعَ رِدَاءَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ وَيَجْعَلُ طَوَافَهُ مِنْ وَرَاءِ الْحَطِيْمِ وَيَرْمَلُ فِي الثَّلٰثَةِ الْاَوَّلِ مِنَ الْاَشْوَاطِ۔** (اشرف الہدایہ ج۳ ص۳۴۸)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اضطباع کی صورت لکھ کر بتائیں کہ حطیم سے کون سی جگہ مراد ہے؟ اور اس کو اس نام کے ساتھ کیوں موسوم کیا گیا؟ عبارت میں مذکورہ مسائل کی وضاحت کر کے رمل کے معنی اور ابتدائی تین اشواط میں اسکا سبب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اضطباع کی صورت (۴) حطیم کی مراد اور وجہ تسمیہ (۵) مذکورہ مسائل کی وضاحت (۶) رمل کا معنیٰ اور سبب۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② **عبارت کا ترجمہ:۔** اور اگر حجرِ اسود کو ایسی چیز سے چھونا ممکن ہو جو اس کے ہاتھ میں ہے جیسے شاخ وغیرہ پھر اس کا بوسہ لے لے تو

وہ ایسا کرے اور اگر وہ ان امور میں سے کسی پر قادر نہ ہو تو حجرِ اسود کا استقبال کرے اور اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر اپنے دائیں طرف سے شروع کرے جہاں سے دروازہ متصل ہے، اس حال میں کہ اپنی چادر کا اضطباع کر چکا ہو پھر بیت اللہ کا سات چکر طواف کرے اور اپنا طواف حطیم کے باہر کرے اور پہلے تین چکروں میں رَمل بھی کرے۔

❸ **اضطباع کی صورت:۔** اضطباع یہ ہے کہ آدمی اپنی چادر کی بائیں جانب اپنے بائیں کندھے کے اوپر ڈالے اور دائیں جانب بغل کے نیچے سے نکال کر اپنے بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے۔

❹ **حطیم کی مراد اور وجہ تسمیہ:۔** حطیم بیت اللہ سے متصل اُس گول چار دیواری کا نام ہے جس پر چھت نہیں ہے اور اس میں میزاب رحمت واقع ہے۔ اُس کو حطیم اس لئے کہتے ہیں کہ حطم کا معنیٰ توڑنا ہے اور مشرکینِ مکہ نے بیت اللہ کی تعمیرِ نو کے وقت اخراجات کی کمی کی وجہ سے اس حصہ کو توڑ کر بیت اللہ میں شامل نہیں کیا تھا اس لئے اس کو حطیم کہتے ہیں۔

❺ **مذکورہ مسائل کی وضاحت:۔** اس عبارت میں پہلا مسئلہ یہ بیان کیا گیا کہ اگر آدمی براہِ راست حجرِ اسود کا بوسہ لینے پر قادر نہ ہو تو پھر اگر کسی چھڑی وغیرہ کے ذریعے بوسہ ممکن ہو تو چھڑی کو حجرِ اسود کے ساتھ لگا کر اُس چھڑی کا بوسہ لے لے اور اگر کسی چھڑی وغیرہ کے ذریعے سے بھی بوسہ ممکن نہ ہو تو دور سے ہی حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ کی حمد اور درود شریف پڑھے۔ ان الفاظ کے کہنے کے بعد یا حجرِ اسود کے بوسہ کے بعد اضطباع کرے اور طواف شروع کر دے، سات چکر طواف کرے اور ان چکروں میں حجرِ اسود سے بیت اللہ کے دروازے کی طرف چلے نہ کہ رکنِ یمانی کی طرف۔ اور طواف حطیم کے باہر سے کرے کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ کا ہی حصہ ہے، اگر حطیم کے اندر سے گزر گیا تو طواف مکمل نہ ہوگا۔ اور طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمل بھی کرے گا۔

❻ **رَمل کا معنیٰ اور سبب:۔** رَمل کا معنیٰ اکڑ کر، سینہ تان کر دونوں بازو کھول کر مجاہدین کی طرح چلنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب صلح حدیبیہ کے بعد اگلے سال عمرہ کے لئے تشریف لائے اور صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ طواف کیا تو اس موقع پر بعض مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور اور لاغر کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ سنے تو اپنے دونوں بازو کھول کر رَمل کیا اور اپنے صحابہ کو بھی رَمل کا حکم دیا تا کہ مشرکین از خود مسلمانوں کی بہادری اور دلیری کا مشاہدہ کر لیں، اب اگر چہ یہ سبب زائل ہو گیا ہے مگر یہ رَمل کا حکم پھر بھی باقی ہے۔ کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ ﷺ سے رَمل ثابت ہے۔

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **فان اللفظ له حقيقة مستعملة ومجاز متعارف كما اذا حلف لايأكل من هذه الحنطة او لايشرب من هذه الفرات فعند ابی حنيفةؒ العمل بالحقيقة اولی وعندهما العمل بعموم المجاز اولی وهذا يرجع الی اصل.**

حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کسے کہتے ہیں؟ عبارت کی دونوں مثالوں میں حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی وضاحت کریں، **يرجع الی اصل** میں کون سے اصل کی طرف اشارہ ہے نیز اس اصل کی روشنی میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے درمیان

مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی مراد (۲) مذکورہ امثلہ میں حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی وضاحت (۳) اصل کی نشاندہی مع الاختلاف والدلائل۔

جواب ...... ❶ **حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی مراد:۔**

حقیقتِ مستعملہ: وہ حقیقت جس کی طرف بغیر مشقت کے رسائی ممکن ہو اور لوگوں نے اس پر عمل کو ترک بھی نہ کیا ہو۔

مجازِ متعارف: کہ لفظ کا مجازی معنی حقیقی معنی کے مقابلہ میں زیادہ استعمال ہو اور ذہن مجازی معنی کی طرف جلد منتقل ہوتا ہو جیسے اکلِ حطہ بولنے سے ذہن فوراً حطہ سے حاصل شدہ روٹی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

❷ **مذکورہ امثلہ میں حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی وضاحت:۔** پہلی مثال میں جب کسی نے قسم کھائی کہ گیہوں نہیں کھائے گا اس میں حقیقتِ مستعملہ گندم کو بھون کر یا اُبال کر کھانا ہے اور مجازِ متعارف اُس گندم کو پیس کر اُس کی روٹی کھانا ہے۔

دوسری مثال میں جب کسی نے قسم کھائی کہ میں نہرِ فرات سے نہیں پیوں گا اس میں حقیقتِ مستعملہ نہر سے منہ لگا کر پینا ہے جیسے دیہاتیوں کی عادت ہے اور مجازِ متعارف گلاس وغیرہ کے ذریعے پانی پینا ہے۔ (درسِ حسامی)

❸ **اصل کی نشاندہی مع الاختلاف والدلائل:۔** اصل یہ ہے کہ مجاز حقیقت کا خلیفہ کس چیز میں ہے، اس بارے میں ائمہ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجاز حقیقت کا تکلم میں خلیفہ ہے یعنی حقیقت کا تکلم اصل ہوتا ہے اور مجاز کا تکلم اُس کا خلیفہ اور فرع ہوتا ہے حتیٰ کہ کسی نے اپنے غلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ **هٰذَا اِبْنِی** اور اُس غلام کا نسب مولیٰ کے علاوہ دوسرے آدمی سے معروف اور غلام ایسی عمر کا ہے کہ اُس عمر کا بچہ مولیٰ کا ہوسکتا ہے مثلاً مولیٰ کی عمر چالیس اور غلام کی عمر پندرہ سال ہے، پس اس کلام سے بنوت اور بیٹا ہونا مراد لینا تو حقیقت ہے اور حریت و آزادی مراد لینا مجاز ہے مگر چونکہ غلام کا نسب مولیٰ کے علاوہ دوسرے آدمی سے معروف ہے اس لئے اس کلام کی حقیقت کا مراد لینا متعذر ہے لیکن مجاز یعنی غلام کا آزاد ہونا مراد لیا جاسکتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک مجاز چونکہ تکلم میں حقیقت کا خلیفہ ہے اور خلیفہ میں اصل کے وجود کا متصور ہونا ضروری ہے اس لئے امام صاحبؒ کے نزدیک عربیت یعنی ترکیب نحوی کے لحاظ سے حقیقت کے تکلم کا صحیح ہونا ضروری ہوگا یعنی اگر حقیقت کا تکلم ترکیب نحوی و صرفی لحاظ سے درست ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اُس کو مراد نہ لیا جاسکتا ہو تو کلام کو لغو ہونے سے بچانے کے لئے مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا یعنی مجاز پر عمل کیا جائے گا اور اگر عربیت کے لحاظ سے حقیقت کا تکلم صحیح نہ ہو تو کلام لغو ہوگا اور مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔ بہرحال مذکورہ کلام **هٰذَا اِبْنِی** چونکہ عربیت اور نحو و صرف کے اعتبار سے درست ہے اور غلام کے معروف النسب ہونے کی وجہ سے حقیقی معنیٰ مراد لینا متعذر ہے اس لئے امام صاحبؒ کے نزدیک اس کلام کے مجاز پر عمل ہوگا اور غلام آزاد ہوجائیگا۔

صاحبینؒ کے نزدیک مجاز حقیقت کا حکم میں خلیفہ ہے لہٰذا صاحبینؒ کے نزدیک مجاز کی طرف رجوع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حکمِ حقیقی ممکن ہو لیکن کسی عارض کی وجہ سے اُس پر عمل نہ کیا جاسکتا ہو پس اگر ایسی صورت ہو تو مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے سابقہ مثال میں حکمِ حقیقی یعنی بیٹا ہونا ممکن ہے کیونکہ پندرہ سال کا غلام چالیس سال کے مولیٰ سے پیدا ہوسکتا ہے مگر چونکہ مولیٰ کے علاوہ دوسرے آدمی سے غلام کا نسب مشہور ہے اس عارض کی وجہ سے حکمِ حقیقی یعنی مولیٰ کا بیٹا ہونا مراد نہیں ہوسکتا اور جب حکم

حقیقی پر عمل نہیں ہوسکتا تو کلام کو لغو ہونے سے بچانے کیلئے مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا اور غلام آزاد ہوجائے گا اور اگر حکم حقیقی پر عمل کرنا ممتنع ہو تو پھر مجاز کی طرف رجوع صحیح نہ ہوگا بلکہ کلام لغو ہوجائے گا۔

امام صاحبؒ کے نزدیک مجاز کا خلیفہ ہونا تکلم وتلفظ میں ثابت ہو چکا ہے اس لئے اُن کے نزدیک مجاز کی بنسبت حقیقت کا تلفظ ہی اولیٰ ہوگا کیونکہ لفظ معنیٰ حقیقی کیلئے موضوع ہے اور معنیٰ حقیقی عادۃً مستعمل بھی ہے متروک نہیں ہے پس جب لفظ معنیٰ حقیقی کے لئے موضوع ہے اور معنیٰ حقیقی عادۃً مستعمل بھی ہے تو کون سی ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ معنیٰ حقیقی کو چھوڑ کر معنیٰ مجازی کی طرف رجوع کیا جائے یعنی اس طرف کوئی ضرورت داعی نہیں ہے، پس حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا بلکہ حقیقت مستعملہ پر عمل کرنا ہی اولیٰ وبہتر ہوگا، پس سوال والی عبارت میں عینِ حنطہ کھانے سے وہ شخص حانث ہوجائے گا اور حنطہ کا آٹا کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مجاز چونکہ حکم میں حقیقت کا خلیفہ ہے اور مجاز کے حکم کو حقیقت کے حکم پر ترجیح حاصل ہے اس لئے مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ پس مذکورہ مثال میں حنطہ کا آٹا اور روٹی کھانے سے یہ حانث ہوجائے گا، عینِ حنطہ کھانے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ مجاز کا استعمال حقیقت کی بنسبت زیادہ ہے یہ مجاز ایسا عام معنیٰ ہے جو حقیقت کو بھی شامل ہے، پس اس ترجیح اور ضرورتِ داعیہ کی وجہ سے مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (قوت الاختیار ج١ص١٧٤)

الشق الثانی ...... **والنهی عن الافعال الحسية يقع على القسم الاوّل والنهی عن الافعال الشرعية يقع على القسم الأخير وقال الشافعیؒ فی البابين انه ينصرف الى القسم الاوّل الا بدليل۔**

نہی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، افعالِ شرعیہ وحسیہ کسے کہتے ہیں؟ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب ......مکمل جواب کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ١٤٣٦ھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ...... **وَالْمَسْتُوْرُ كَالْفَاسِقِ لَايَكُوْنُ خَبَرُهٗ حُجَّةً فِیْ بَابِ الْحَدِيْثِ مَالَمْ يَظْهَرْ عَدَالَتُهٗ اِلَّا فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ عَلٰى مَانُبَيِّنُ وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَؒ اَنَّهٗ مِثْلُ الْعَدْلِ فِيْمَا يُخْبِرُ عَنْ نَجَاسَةِ الْمَاءِ وَذُكِرَ فِیْ كِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهٗ مِثْلُ الْفَاسِقِ فِيْهِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ ۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کریں، خبرِ واحد پر عمل کرنے کی کیا کیا شرائط ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (١) عبارت پر اعراب (٢) عبارت کا ترجمہ (٣) عبارت کی تشریح (٤) خبرِ واحد پر عمل کی شرائط۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مستور الحال راوی فاسق کی مثل ہے اُس کی خبر وروایت حدیث کے باب میں حجت نہ ہوگی جب تک کہ اُس کی عدالت ظاہر نہ ہوجائے مگر صدرِ اوّل میں اُس بناء پر جو ہم بیان کریں گے اور حسن بن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ مستور الحال عادل آدمی کی مثل ہے اُس وقت جب کہ وہ پانی کی نجاست کی خبر دے اور کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ وہ اس میں بھی فاسق کی مثل ہے اور یہی صحیح ہے۔

❸ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں مصنفؒ نے حدیث کے راویوں میں سے مستور الحال کی روایت کا حکم ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے فاسق آدمی کی روایت قابلِ قبول نہیں ہے اسی طرح مستور الحال کی روایت بھی حجت نہیں ہے البتہ اگر اُس کی عدالت ظاہر ہو جائے تو پھر اُس کی خبر وروایت حجت ہوگی۔ مذکورہ تفصیل بعد والے زمانے کے اعتبار سے ہے، حدیث کے صدرِ اوّل یعنی خیر القرون کے میں مستور الحال کی روایت معتبر ہے۔

پانی کی نجاست کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے مستور الحال کی خبر کے متعلق دونوں باتیں منقول ہیں۔ حسن بن زیادؒ نے روایت کیا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک پانی کی نجاست کے متعلق مستور الحال کی روایت عادل کی مثل قبول ہوگی جبکہ مبسوط کی کتاب الاستحسان میں امام صاحبؒ سے مروی ہے کہ پانی کی نجاست کے متعلق بھی مستور الحال کی روایت فاسق کی مثل ہے یعنی وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ مصنفؒ محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کتاب الاستحسان والی روایت صحیح ہے کیونکہ صدق کے رجحان کیلئے عدالت ضروری ہے جب تک عدالت ثابت نہ ہوگی کسی بھی معاملہ میں روایت قبول نہ ہوگی۔

❹ **خبرِ واحد پر عمل کی شرائط:۔** خبر واحد کے قابلِ عمل وقابلِ اعتبار ہونے کے لئے آٹھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جن میں سے چار شرائط کا تعلق حدیث کے ساتھ ہے اور چار کا تعلق راوی کے ساتھ ہے۔

جن چار شرائط کا تعلق حدیث کے ساتھ ہے وہ یہ ہیں ① خبرِ واحد کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو جیسے **مَن مسّ ذکرہٗ فلیتوضأ** یہ حدیث آیت کریمہ **فیہ رجال یحبّون ان یتطھروا** کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہے۔ ② خبرِ واحد حدیثِ مشہور کے خلاف نہ ہو جیسے خبرِ واحد سے آپ ﷺ کا ایک گواہ اور یمین کے ساتھ فیصلہ کرنا ثابت ہے، یہ خبرِ واحد حدیثِ مشہور **البینۃ علی المدعی والیمین علٰی ما انکر** کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہے۔ ③ خبرِ واحد ایسے واقعہ اور حادثہ میں وارد نہ ہوئی ہو جس میں عمومِ بلویٰ ہو جیسے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کا پڑھنا، یہ خبرِ واحد سے ثابت ہے حالانکہ یہ نماز ایسی چیز ہے جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اشتغال تھا، اگر یہ ایسی ہی بات تھی تو کم از کم شہرت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہونی چاہیے تھی۔ ④ اُس خبر کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی حادثہ میں اختلاف اور اُس حدیث سے استدلال کا ترک ظاہر نہ ہوا ہو جیسے ایک حدیث ہے **الطلاق بالرجال** بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے کہ طلاق میں مرد کا اعتبار کیا جائے گا مگر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس میں اختلاف کیا اور کہا کہ جیسی عورت ہوگی ویسی طلاقیں ہوں گی یعنی آزاد کو تین اور باندی کو دو طلاقیں دی جائیں گی تو اگر یہ حدیث (**الطلاق بالرجال**) ثابت ہوتی تو اِس حدیث کو پیش کر کے فریقِ اوّل فریقِ ثانی کو جواب دے سکتا تھا مگر فریقِ اوّل کا اِس حدیث کا پیش نہ کرنا یہ اِس کے قبول نہ ہونے کی علامت ہے۔

راوی میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، وہ چار شرائط یہ ہیں۔ ① راوی عاقل ہو ② راوی کلام کو کما حقہ سنے سمجھے اور محفوظ کرے ③ راوی عادل ہو ④ راوی مسلمان ہو۔ (درسِ حسامی ص۱۲۰)

الشق الثانی ...... **وَاَمَّا اِذَا وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ الْقِيَاسَيْنِ لَمْ يَسْقُطَا بِالتَّعَارُضِ لِيَجِبَ الْعَمَلُ بِالْحَالِ بَلْ يَعْمَلُ الْمُجْتَهِدُ بِاَيِّهِمَا شَاءَ بِشَهَادَةِ قَلْبِهٖ لِاَنَّ الْقِيَاسَ حُجَّةٌ يُعْمَلُ بِهٖ اَصَابَ الْمُجْتَهِدُ الْحَقَّ بِهٖ اَوْ اَخْطَأَ فَكَانَ الْعَمَلُ بِاَحَدِهِمَا وَهُوَ حُجَّةٌ اِطْمَاَنَّ قَلْبُهٗ اِلَيْهَا بِنُوْرِ الْفَرَاسَةِ اَوْلٰى مِنَ الْعَمَلِ بِالْحَالِ۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، معارضہ بین الآیتین والسنتین کا حکم تحریر کریں، عبارت کی تشریح کرکے بتائیں کہ عمل بالحال سے کیا مراد ہے؟ نیز فراست کسے کہتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **معارضہ بین الآیتین والسنتین** کا حکم (۴) عبارت کی تشریح (۵) عمل بالحال وفراست کی مراد۔

جواب...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہوجائے تو وہ دونوں قیاس تعارض کی وجہ سے ساقط نہ ہوں گے تاکہ عمل بالحال لازم ہو بلکہ مجتہد اُن دونوں میں سے اپنے دل کی گواہی کے ساتھ جس پر چاہے عمل کرسکتا ہے اِسلئے کہ قیاس ایسی حجت ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے، مجتہد نے قیاس کی وجہ سے حق کو پالیا ہو یا خطاء کی ہو پس اُن دونوں میں سے کسی ایک پر عمل لازم ہوگا حالانکہ اُن میں سے ایک (عمل کے حق میں) ایسی حجت ہے جس کی جانب مجتہد کا قلب مطمئن ہوجائے تو وہ حال پر عمل کرنے سے اولیٰ ہے۔

❸ **معارضہ بین الآیتین والسنتین** کا حکم:۔ جب دو آیتوں میں بظاہر معارضہ واقع ہوجائے (مثلاً **فاقرؤوا ما تیسر من القرآن** اور **اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا**) تو اِس صورت میں حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر دو حدیثوں کے درمیان معارضہ واقع ہوجائے (مثلاً **کان النبی ﷺ اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه...... ثم لایعود** اور **رایت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع**) تو پھر قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

❹ عبارت کی تشریح:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہوجائے تو اِس صورت میں اِس تعارض کی وجہ سے دونوں قیاسوں کو ترک نہیں کیا جائے گا تاکہ حال (اصل) پر عمل کرنا واجب ہو اور دونوں قیاسوں کو ترک نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قیاس کے بعد کوئی دلیلِ شرعی ایسی نہیں ہے کہ عمل کیلئے اُس کی جانب رُخ کیا جاسکے بلکہ قیاس کے بعد صرف حال (اصل) باقی رہ جاتا ہے مگر وہ احناف کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ جب دونوں متعارض قیاسوں کو ترک نہیں کیا جائے گا تو پھر مجتہد اُن دونوں قیاسوں میں سے اپنے قلب کی شہادت یعنی تحری اور قلب کے اطمینان کے ذریعے جس قیاس پر بھی عمل کرنا چاہے اُس پر عمل کرلے۔

باقی سورِ حمار میں حال (اصل) پر جو عمل ہے وہ مجبوری کے درجے میں ہے۔ اگر مجبوری نہ ہوتی تو سورِ حمار میں بھی حال پر عمل نہ ہوتا۔

جب دو قیاسوں میں تعارض واقع ہوجائے تو ہمارے نزدیک مجتہد شہادتِ قلب وتحری کے ذریعے کسی ایک قیاس پر عمل کرے گا جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہادتِ قلب وتحری شرط نہیں ہے بلکہ شہادتِ قلب کے بغیر ہی دونوں قیاسوں پر عمل ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ متعدد مسائل میں امام شافعیؒ سے ایک سے زائد اقوال منقول ہیں۔ (قوت الاخیار ج۳ ص۴۷)

❺ عمل بالحال وفراست کی مراد:۔ ملاجیونؒ کہتے ہیں **تقریر کل شیئ علی اصله وایقاد ما کان علی ما کان** یعنی ہر چیز کو اس کی اصل پر باقی رکھنا اور جو چیز جس کیفیت پر پہلے تھی اُسی کیفیت پر اسے چھوڑنا تقریرِ اصول وعمل بالحال کہلاتا ہے مثلاً کسی چیز کے متعلق نصوص میں تعارض ہو تو مابعد والے نصوص ودلائل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اگر مابعد والے دلائل بھی متعارض ہوں یا مابعد میں کوئی دلیل نہ ہو تو اسے عجز کہتے ہیں اور عجز کے وقت تقریر الاصول پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اُس چیز کو اپنی اصل حالت وکیفیت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

فراست وہ خصوصی فہم ودانائی اور ملکہ جو اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو عطاء کرتے ہیں جسکی وجہ سے وہ حق وباطل اور صحیح وغلط میں امتیاز کرتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... **والاستحسان یکون بالأثر والاجماع والضرورة والقیاس الخفی یعنی ان القیاس الجلی یقتضی شیئًا والأثر والاجماع والضرورة والقیاس الخفی یقتضی ما یضاده فیترک العمل بالقیاس ویصار الی الاستحسان۔**

عبارت کا ترجمہ کرکے استحسان کی تعریف کریں، عبارت میں استحسان کی چاروں صورتوں کی مع امثلہ وضاحت کریں، استحسان کی وجہ تسمیہ لکھ کر بتائیں کہ مطلق استحسان سے اہلِ اُصول کون سی قسم مراد لیتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) استحسان کی تعریف (۳) استحسان کی مذکورہ صورتوں کی وضاحت مع امثلہ (۴) استحسان کی وجہ تسمیہ اور مطلق استحسان کی مراد۔

جواب ...... ① تا ③ عبارت کا ترجمہ، استحسان کی تعریف اور استحسان کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ:۔

کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۵ھ۔

④ استحسان کی وجہ تسمیہ اور مطلق استحسان کی مراد:۔ استحسان کا معنی اچھا ہونا ہے چونکہ علماء قیاسِ جلی کے مقابلہ میں موجود دیگر دلائل کی وجہ سے قیاسِ جلی کے چھوڑنے کو اچھا سمجھتے ہیں اس لئے اس کو استحسان کہتے ہیں۔ اور جب اہلِ اصول مطلق استحسان کا لفظ استعمال کریں تو ان کے نزدیک اس سے قیاسِ خفی مراد ہوتا ہے۔

الشق الثانی ...... **ثم جملة ما ثبت بالحجج التی سبق ذکرها الشیئان الأحکام وما یتعلق بالاحکام اما الاحکام فاربعة الاوّل حقوق الله خالصة والثانی حقوق العباد خالصة والثالث ما اجتمعا فیه و حق الله غالب کحد القذف والرابع ما اجتمعا فیه وحق العبد غالب کالقصاص۔**

احکام اور **مایتعلق بالاحکام** سے کیا مراد ہے؟ نیز بتائیں کہ کیا حجج میں قیاس بھی داخل ہے؟ عبارت میں مذکورہ اقسام اربعہ کی تعریفات اور مثالیں ذکر کریں، حدِ قذف اور قصاص میں دونوں حقوق کس طرح جمع ہیں؟ نیز پہلے میں حق اللہ اور دوسرے میں حق العبد کے غالب ہونے کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) **احکام ومایتعلق بالاحکام** کی مراد (۲) حجج میں قیاس کے داخل ہونے کی وضاحت (۳) احکام کی اقسام اربعہ کی تعریف مع امثلہ (۴) حدِ قذف اور قصاص میں حق اللہ وحق العبد جمع ہونے کی وضاحت (۵) حدِ قذف میں حق اللہ اور قصاص میں حق العبد غالب ہونے کی وضاحت۔

جواب ...... ① **احکام ومایتعلق بالاحکام** کی مراد:۔ احکام سے مراد مکلف کے وہ افعال ہیں شریعت نے جن پر بندے کو عمل کرنے کا پابند بنایا ہے اور وہ فرض، واجب، سنن، مستحبات وغیرہ ہیں۔

مایتعلق بالاحکام سے مراد احکام کی علت، شرائط اور اسباب وغیرہ ہیں۔

② حجج میں قیاس کے داخل ہونے کی وضاحت:۔ مذکورہ حجتوں میں قیاس شامل نہیں ہے اس لئے کہ قیاس سے مستقل طور پر کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ قیاس تعدیہ کے لئے ہوتا ہے یعنی ایک معلوم حکم پر دوسرے نامعلوم حکم کو قیاس کیا جاتا ہے گویا پہلے حجج

والا حکم دوسرے حکم کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔

③ احکام کی اقسام اربعہ کی تعریف مع امثلہ:۔ مذکورہ عبارت سے احکام یعنی محکوم بہ کی درجہ ذیل چار اقسام معلوم ہوتی ہیں۔

① خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق یعنی وہ اُمور جن میں عام نفع ہو، نفس کا تزکیہ، قلب میں تقویٰ وغیرہ جو کہ اُخروی زندگی کو کامل بنا دیتے ہیں جیسے بیت اللہ کی حرمت اور عزت کرنا اس میں عمومی نفع ہے تاکہ کامل درجہ کی توجہ الیٰ اللہ ہو۔ یا زناء کا حرام ہونا، اس میں عمومی نفع ہے تاکہ لوگوں کے نسب محفوظ رہیں۔

② خالص بندوں کے حقوق یعنی وہ اُمور جن سے بندوں کی دنیاوی مصالح متعلق ہوں جیسے غیر کے مال کا حرام ہونا۔

③ مشترکہ احکام یعنی جن میں حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں موجود ہوں مگر حقوق اللہ کا غلبہ ہو جیسے حدِ قذف یعنی کسی پاکدامن مَرد یا عورت پر زناء کی تہمت لگانا۔

④ مشترکہ احکام یعنی جن میں حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں موجود ہوں مگر حقوق العباد کا غلبہ ہو جیسے قصاص۔

④ حدقذف اور قصاص میں حق اللہ وحق العبد جمع ہونے کی وضاحت:۔ قصاص اس اعتبار سے کہ جہان کو فساد سے پاک وصاف کرنا ہے یہ حق اللہ ہے اور اِس اعتبار سے کہ یہ مقتول کی ذات پر قصور یا جرم واقع ہوا ہے یہ حق العبد ہے۔

حدِقذف اس اعتبار سے کہ یہ پاکدامن مَرد یا عورت کی حرمت کو برباد وضائع کرنا ہے یہ حق اللہ ہے اور اس اعتبار سے کہ جس مَرد یا عورت پر تہمت لگی ہے اُس سے الزام وعار کو دور کرنا ہے یہ حق العبد ہے۔

⑤ حدقذف میں حق اللہ اور قصاص میں حق العبد غالب ہونے کی وضاحت:۔ حدِقذف میں حق اللہ کو غلبہ حاصل ہے اسلئے کہ اِس حد کے وجوب کا سبب عزت وآبرو پر حملہ ہے مگر اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت بندوں کے حقوق میں سے ہے اور اس میں بندے کا حق مغلوب ہے یہی وجہ ہے کہ جس شخص پر تہمت لگی ہے اگر وہ مرجائے تو اُس کے ورثاء حدِقذف کا مطالبہ نہیں کر سکتے نیز حدِقذف کسی کے معاف کرنے سے معاف بھی نہیں ہوسکتی۔ پس معلوم ہوا کہ اس میں حق اللہ کا غلبہ ہے۔

قصاص میں حق العبد کو غلبہ حاصل ہے اس لئے کہ اس میں وراثت بھی جاری ہوتی ہے یعنی مقتول کے ورثاء اس حق کو وصول کرتے ہیں جو کہ حق العبد ہونے کی علامت ہے نیز اس حق کے عوض مال لیکر صلح کرنا یا بالکل معاف کردینا بھی جائز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس میں حق العبد غالب ہے۔ (قوت الاخیار ج۲ ص۱۹۱)

﴿الورقة الرابعة: فی البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ...... **ثم الاسناد مطلقا سواء کان انشائیا او اخباریًا، منه حقیقة عقلیة ولم یقل اما حقیقة واما مجازٌ...... وجعل الحقیقة والمجاز صفة الاسناد دون الکلام...... و اوردهما فی المعانی لانهما ...... الخ۔**

عبارت کا ترجمہ کریں، حقیقت عقلیہ اور مجاز عقلی کی تعریفیں کر کے حقیقت عقلیہ کی اقسام اربعہ مع امثلہ تحریر کریں، اسناد کی دونوں قسموں کو

حصر کے ساتھ ذکر نہ کرنے، حقیقت اور مجاز کو کلام کی بجائے اسناد کی اوصاف بنانے اور دونوں کو علم معانی میں ذکر کرنے کی وجوہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) حقیقت عقلیہ ومجاز عقلی کی تعریف (۳) حقیقت عقلیہ کی اقسام مع امثلہ (۴) اسناد کی اقسام کو حصر کے ساتھ ذکر نہ کرنے کی وجہ (۵) حقیقت ومجاز کو کلام کی جگہ اسناد کی اوصاف بنانے اور علم معانی میں ذکر کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر اسناد مطلقاً خواہ انشائی ہو یا خبری ہو اس میں سے بعض حقیقت عقلیہ ہیں اور مصنفؒ نے **امّا حقیقةٌ و امّا مجازٌ** نہیں کہا......... اور حقیقت ومجاز کو اسناد کی صفت بنایا نہ کہ کلام کی......... اور ان دونوں قسموں کو علم معانی میں لائے اس لئے کہ.........

❷ و ❸ حقیقت عقلیہ ومجاز عقلی کی تعریف اور حقیقت عقلیہ کی اقسام مع امثلہ:۔ **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۵ھ و۱۴۳۶ھ۔**

❹ اسناد کی اقسام کو حصر کے ساتھ ذکر نہ کرنے کی وجہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ کسی چیز کی تقسیم اِمّــا کے ساتھ کی جاتی ہے یعنی اداۃِ حصر کو ذکر کیا جاتا ہے مگر یہاں پر مصنفؒ نے اداۃِ حصر کو ذکر نہیں کیا؟

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اداۃِ حصر (اِمّــا) کے ساتھ اسناد کی تقسیم کی جاتی تو لازم آتا کہ اسناد کی یہی دو قسمیں ہیں حالانکہ مصنفؒ کا مذہب یہ ہے کہ اسناد کی بعض صورتیں ایسی ہیں جو نہ حقیقت عقلیہ ہیں اور نہ مجاز عقلی ہیں۔ اس لئے مصنفؒ نے اسناد کی اقسام کو حصر کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔

❺ حقیقت ومجاز کو کلام کی جگہ اسناد کی اوصاف بنانے اور علم معانی میں ذکر کرنے کی وجہ:۔ حقیقت عقلیہ اور مجازِ عقلی یہ دونوں بلاواسطہ اسناد کی صفتیں ہیں اور یہ دونوں کلام کی بھی صفتیں ہیں مگر اسناد کے واسطہ سے۔ اور جو چیز کسی کی براہِ راست صفت ہو وہ اُس کی قسم بنائی جاتی ہے اور یہاں پر بھی چونکہ حقیقت عقلیہ ومجاز عقلی یہ دونوں اسناد کی بلاواسطہ قسمیں تھیں اس لئے ان دونوں کا مقسم اسناد کو بنایا گیا، کلام کو نہیں بنایا گیا۔

چونکہ حقیقت عقلیہ اور مجازِ عقلی اسناد کے واسطہ سے لفظ کے احوال ہیں اور اسناد کا تعلق جملہ سے ہوتا ہے اور جملہ الفاظ کے قبیل سے ہے اور علم معانی میں لفظ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے اور علم بیان میں لفظ کے احوال سے بحث نہیں کی جاتی اس لئے حقیقت عقلیہ اور مجازِ عقلی کو علم معانی میں بیان کیا گیا ہے۔

الشق الثانی ...... **واما تقديمه اى تقديم المسند اليه فلكون ذكره اهم ، اما لانه الاصل ولا مقتضى للعدول عنه اذ لو كان امر يقتضى العدول عنه فلا يقدم كما فى الفاعل فان مرتبة العامل التقدم على المعمول واما لتمكين الخبر فى ذهن السامع لان فى المبتداء تشويقًا اليه كقوله "والذى حارت البرية فيه...... حيوان مستحدث من جماد"۔**

عبارت کا ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کر کے مذکورہ شعر سے مصنفؒ کی مراد واضح کریں، عبارت میں مذکورہ مقامات کے علاوہ مسند الیہ کی تقدیم کی کم از کم تین صورتیں مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) مسند الیہ کی تقدیم

کی تین صورتیں مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور بہر حال مسند الیہ کو مقدم کرنا پس اسلئے کہ اُس کا ذکر اہم ہے یا اسلئے کہ اُس کی تقدیم اصل ہے اور اِس اصل سے عدول کا مقتضی نہیں ہے اسلئے کہ اگر کوئی امر اِس سے عدول کا تقاضا کرے گا تو مسند الیہ کو مقدم نہیں کیا جائیگا جیسا کہ فاعل میں اِسلئے کہ عامل کا مرتبہ معمول پر مقدم ہوتا ہے اور یا خبر کو سامع کے ذہن میں راسخ و پختہ کرنے کیلئے اسلئے کہ مبتداء میں خبر کی طرف شوق دلانا ہے جیسے شاعر کا قول (وہ چیز جس میں مخلوق حیران ہے وہ حیوان ہے جو مٹی سے پیدا ہونیوالا ہے)۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مسند الیہ کے احوال میں سے ایک حال مسند الیہ کو مسند سے مقدم کرنے کی وجوہ کا ذکر ہے کہ مسند الیہ کو مسند سے اِس لئے مقدم کیا جاتا ہے کہ مسند الیہ کا ذکر اہم ہوتا ہے اور جس چیز کا ذکر اہم ہو اُس کو مقدم کیا جاتا ہے۔ پھر اہم ہونے کی وجہ بیان کی کہ مسند الیہ کا ذکر اس لئے اہم ہے کہ مسند الیہ میں اصل یہ ہے کہ مسند الیہ کا ذکر مقدم ہو کیونکہ وہ محکوم علیہ ہے اور ضروری ہے کہ حکم لگانے سے پہلے محکوم علیہ واقع ہو اور نفس الامر میں موجود ہو پس جب وہ وجود کے لحاظ مقدم ہے تو علماء نے چاہا کہ ذکر کے لحاظ سے بھی اس کو مقدم کیا جائے تا کہ ذکر طبع کے موافق ہو جائے۔

مسند الیہ کے ذکر کے اہم ہونے کی دوسری وجہ متکلم کا مقصود خبر کو سامع اور مخاطب کے ذہن میں راسخ کرنا ہے تو یہ مقصود کو راسخ و پختہ کرنا اُس کی اہمیت کا تقاضا کرتا ہے اور اہمیت تقدیم کا تقاضا کرتی ہے، باقی مسند الیہ کو مقدم کرنے سے تمکین کا فائدہ اس طرح حاصل ہوگا کہ مسند الیہ کو مقدم کرنے سے مسند یعنی خبر کی طلب پیدا ہوتی ہے اور شوق پیدا ہوتا ہے اور عادت یہ ہے کہ جو خبر طلب کے بعد حاصل ہو وہ ذہن میں راسخ و پختہ ہو جاتی ہے جیسا کہ شعر میں جب شاعر نے یہ کہا کہ وہ چیز جس میں ساری مخلوق پریشان و متحیر ہے..... فوری طور پر فطرتِ سلیمہ اس بات کو طلب کرے گی کہ وہ کیا چیز ہے جب اُس کی طلب پیدا ہوئی تو شاعر نے کہا کہ وہ ایک جاندار ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

③ مسند الیہ کی تقدیم کی تین صورتیں مع امثلہ:۔ مسند الیہ کو مقدم کرنے کی ایک وجہ تعجیلِ مسرت ہے یعنی متکلم کا مقصود اوّل وہلہ میں سامع کو خوش کرنا ہو کہ وہ نیک فالی لے تو ایسے مقام میں بھی مسند الیہ کا ذکر اہم ہوتا ہے اور اہمیت تقدیم کا تقاضا کرتی ہے جیسے **سعدٌ فی دارك** (تیرے گھر میں نیک بختی ہے)، اس میں سامع کو خوش کرنے کے لئے سعد کو مقدم کیا گیا ہے کہ نیک بختی تیرے گھر میں ہے حالانکہ اس کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے مگر اس صورت میں اوّل وہلہ میں خوشی حاصل نہ ہوتی۔

مسند الیہ کو مقدم کرنے کی دوسری وجہ تعجیلِ مساءت ہے یعنی متکلم کا مقصود اوّل وہلہ میں سامع کو پریشان کرنا ہو تو یہ پریشان کرنا مسند الیہ کے اہم ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اہمیت مسند الیہ کی تقدیم کا تقاضا کرتی ہے جیسے **السفاح فی دار صدیقك** (خونریز تیرے دوست کے گھر میں آئے ہیں)، اس میں سامع کو پریشان کرنے کے لئے **السفاح** کو مقدم کیا تا کہ اوّل وہلہ میں وہ پریشان ہو جائے اگر اس کو مؤخر کیا جاتا تو اوّل وہلہ میں پریشان کرنے والا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

مسند الیہ کو مقدم کرنے کی تیسری وجہ ایہام ہے یعنی متکلم کا مقصود یہ بتلانا ہو کہ مسند الیہ ایسا ہے جو میرے دل سے جدا نہیں ہوتا مَیں ہر وقت اُس کی تسبیح پڑھتا ہوں تو متکلم کا یہ مقصود مسند الیہ کے اہم ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اہمیت مسند الیہ کی تقدیم کا تقاضا کرتی ہے۔ (توضیح المعانی ص ۲۳۷)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ...... القصر وهو حقیقی وغیر حقیقی...... وانقسامه الی الحقیقی والاضافی

(غیر الحقیقی) بھذا المعنی لاینافی کون التخصیص مطلقًا من قبیل الاضافات وکل منھما نوعان قصر الموصوف علی الصفة وقصر الصفة علی الموصوف۔

قصر کالغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھ کر قصرِ حقیقی اور غیر حقیقی کے درمیان وجہِ حصر تحریر کریں، شارحؒ کا قول **وانقسامه الی الحقیقی والاضافی** ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال اور جواب کی وضاحت کریں، **قصر الموصوف علی الصفة** اور **قصر الصفة علی الموصوف** کی تعریفیں مع امثلہ تحریر کریں نیز دلیل کے ساتھ بتائیں کہ صفت اور نعت میں کیا نسبت ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) قصر کالغوی و اصطلاحی معنیٰ (۲) قصرِ حقیقی اور غیر حقیقی کی وجہِ حصر (۳) **وانقسامه الخ** سوال وجواب کی وضاحت (۴) **قصر الموصوف علی الصفة** اور **قصر الصفة علی الموصوف** کی تعریف مع امثلہ (۵) صفت اور نعت میں نسبت کی وضاحت۔

جواب...... ❶ و ❹ قصر کالغوی واصطلاحی معنیٰ اور **قصر الموصوف علی الصفة وقصر الصفة علی الموصوف** کی تعریف مع امثلہ:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۳۵ھ۔

❷ قصرِ حقیقی اور غیر حقیقی کی وجہِ حصر:۔ ایک شیٔ کو دوسری شیٔ کے ساتھ خاص کرنا جمیع ماعداہ کے اعتبار سے ہوگا یا بعض ماعداہ کے اعتبار سے ہوگا، اگر جمیع ماعداہ کے اعتبار سے ہو تو اِسے قصرِ حقیقی کہتے ہیں اور اگر بعض ماعداہ کے اعتبار سے ہو تو اُسے قصرِ غیر حقیقی کہتے ہیں۔

❸ **وانقسامه الخ** سوال وجواب کی وضاحت:۔ سوال ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے کہا کہ مطلق قصر جو مقسم ہے وہ اضافی ہے اس لئے کہ اضافی وہ ہوتا ہے جس میں دوسری شیٔ کی نسبت کالحاظ ہو پس مطلق قصر اضافی ہے بایں معنیٰ کہ اس میں شیٔ آخر کی طرف نسبت کالحاظ ہے لہٰذا اس کی دو قسمیں ہوئیں یعنی قصرِ حقیقی و قصرِ اضافی اور یہاں پر قصرِ اضافی کا بھی یہی معنیٰ ہے پس اس سے انقسام الشیٔ الی نفسہٖ کی خرابی لازم آئی جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ قصر کے دو معنیٰ ہیں۔ ① اس قصر کا تعلق شیٔ آخر کے اعتبار سے ہو ② اُس قصر کا تعلق تمام ماعداہ کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ بعض ماعداہ کے اعتبار سے ہو، اب یہاں پر جو اضافی مقسم ہے اُس کا معنیٰ یہ ہے کہ اُس کا تعلق شیٔ آخر کے اعتبار سے ہو اور جو مقسم ہے اُس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو قصر ہو رہا ہے یہ تمام ماعداہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ بعض ماعداہ کے اعتبار سے ہے لہٰذا انقسام الشیٔ الی نفسہٖ والی خرابی لازم نہ آئی۔

❺ صفت اور نعت میں نسبت کی وضاحت:۔ (صفتِ معنویہ: ایسا معنیٰ جو کسی دوسری ذات کے ساتھ قائم ہو جیسے علم اور حسن۔

نعتِ نحوی: ایسا تابع جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اسکے متبوع میں پایا جائے مگر شمول کے طریقہ پر نہ ہو)۔

صفت اور نعت میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور جہاں یہ نسبت پائی جائے وہاں تین مادے ہوتے ہیں ایک اجتماعی اور دو افتراقی۔

مادہ اجتماعی: اگر صفتِ معنویہ بھی موجود ہو اور صفتِ نحویہ (نعت) بھی موجود ہو تو یہ مادہ اجتماعی ہے جیسے **اعجبنی ھذا العلم** اس میں نعتِ معنوی ونحوی دونوں ہیں۔

مادہ افتراقی: ① صفتِ معنوی تو ہو مگر نعتِ نحوی نہ ہو جیسے **العلم حسنٌ** اس میں **العلم** صفتِ معنوی ہے جو قائم بالغیر ہے لیکن صفتِ نحوی نہیں ہے اسلئے کہ اگر نعتِ نحوی ہوتی تو عبارت **العلم الحسن** ہوتی ② صفتِ معنوی نہ ہو لیکن نعتِ نحوی ہو جیسے **مررت بھذا الرجل** اس میں **الرجل ھذا** کی نعتِ نحوی تو ہے لیکن صفتِ معنوی نہیں ہے اسلئے کہ یہ صفت ذات پر دال ہے لیکن معنیٰ قائم بالغیر نہیں ہے (توضیح المعانی ص ۳۶۸)

الشق الثانی ...... الفصل والوصل ، الوصل عطف بعض الجمل علی بعض والفصل ترکه فاذا اتت جملة بعد جملة فالاولی اما ان یکون لها محل من الاعراب اولا وعلی الاوّل ان قصد تشریك الثانیة لها فی حکمه عطف الثانیة علیها کالمفرد فشرط کونه مقبولا بالواو ونحو ان یکون بینهما جهة جامعة نحو زید یکتب ویشعر او یعطی ویمنع۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت مذکورہ کی تشریح کر کے بتائیں کہ **زید یکتب ویمنع یازید یعطی ویشعر** میں عطف کیوں درست نہیں ہے؟ عنوان میں فصل اور تعریف میں وصل کو مقدم کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مذکورہ مثالوں میں عطف درست نہ ہونے کی وجہ (۵) عنوان میں فصل اور تعریف میں وصل کو مقدم کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ① تا ③ اعراب، ترجمہ، تشریح:۔ **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱٤۳٦ھ۔**

④ مذکورہ مثالوں میں عطف درست نہ ہونے کی وجہ:۔ **زید یکتب ویمنع اورزید یعطی ویشعر** میں عطف درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں مثالوں کے دونوں جملوں میں باہم کوئی تعلق ومناسبت نہیں ہے اس لئے لکھنے اور شعر کہنے میں اسی طرح دینے اور نہ دینے میں باہم مناسبت ہے۔ مگر دینے اور شعر کہنے میں اسی طرح نہ دینے اور لکھنے میں باہم مناسبت نہیں ہے۔

⑤ عنوان میں فصل اور تعریف میں وصل کو مقدم کرنے کی وجہ:۔ عنوان میں فصل کو وصل پر اس لئے مقدم کیا کہ فصل اصل ہے اور وصل عارض ہے اور جو چیز اصل ہو وہ تقدیم کی مستحق ہوتی ہے جبکہ تعریف میں وصل بمنزلِ ملکہ کے ہے اور فصل بمنزلِ عدم کے ہے اور قاعدہ ہے کہ اعدام کی پہچان ملکات کی پہچان پر موقوف ہوتی ہے، پس تعریف میں وصل کو موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے مقدم کیا گیا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل ...... ومنه ای من المعنوی الاستخدام وهو ان یراد بلفظ له معنیان احدهما ثم یراد بضمیره الآخر او یراد باحد ضمیریه احدهما ثم یراد بالآخر معناه الآخر ، فالاوّل کقوله شعر: اذا نزل السماء بارض قوم...... رعیناه وان کانوا غضابا ، والثانی کقوله شعر: فسقی الغضا والساکنیه وان هم...... شبوه بین جوانحی وضلوعی۔

عبارت کا ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کر کے اشعار میں استخدام کے دونوں معنوں کی نشاندہی کریں، پہلے شعر کے شاعر کا نام لکھیں اور شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) شاعر کا نام وشعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور محسنات معنویہ میں سے استخدام ہے اور استخدام یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور لفظ سے اُس کا ایک معنیٰ مراد ہو پھر اُس کی ضمیر سے اُس کا دوسرا معنیٰ مراد ہو یا اُس کی ایک ضمیر سے ایک معنیٰ مراد ہو اور اُس کی دوسری ضمیر سے دوسرا معنیٰ مراد ہو۔ پس اوّل جیسے شاعر کا قول (ترجمہ) جب بارش کسی قوم کی زمین پر نازل ہوتی ہے تو ہم اُس کو چراتے ہیں اگر چہ وہ لوگ ناراض ہوں اور دوسری قسم جیسے شاعر کا قول (ترجمہ) پس سیراب کرے اللہ تعالیٰ جھاؤ کو اور اس کے رہنے

والوں کو اگر چہ انہوں نے میری پسلیوں اور کمر کے درمیان آگ جلائی ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے محسنات معنویہ کی ایک قسم استخدام کی تعریف واقسام ذکر کی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ استخدام یہ ہے کہ ایک ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنیٰ ہوں اور اُس لفظ سے اُس کے دو معنیٰ میں سے ایک معنیٰ مراد لیا جائے اور پھر اُس لفظ کی طرف جب ضمیر لوٹائی جائے تو اُس سے لفظ کا دوسرا معنیٰ مراد لیا جائے یا ایک ایسا لفظ ذکر کیا جائے جسکے دو معنیٰ ہوں اور پھر اُس لفظ کیلئے دو ضمیریں ذکر کی جائیں اُن میں سے ایک ضمیر سے اُس لفظ کا ایک معنیٰ اور دوسری ضمیر سے اُس لفظ کا دوسرا معنیٰ مراد لیا جائے۔ پہلی قسم کی مثال معاویہ بن مالک کا شعر **اذا نزل السماء الخ** ہے، یہاں **سماء** کے دو معنیٰ ہیں بارش اور گھاس۔ شاعر نے صریح لفظ سے بارش کا معنیٰ مراد لیا ہے اور جب **رعیناہ** سے اُس کی طرف ضمیر لوٹائی تو اُس سے گھاس والا معنیٰ مراد لیا ہے۔ اور دوسری قسم کی مثال بحتری کا شعر **فسقی الغضا الخ** ہے، اس شعر میں شاعر نے **الساکنیہ** میں موجود ضمیر سے مکانِ شجر مراد لیا ہے اور **شبوہ** میں موجود ضمیر سے شجر کی آگ مراد لی ہے اور یہ دونوں اس لفظ کے مجازی معانی ہیں۔

❸ شاعر کا نام وشعر کی ترکیب:۔ پہلے شعر کے شاعر کا نام معاویہ بن مالک ہے۔

ترکیب: **اذا** شرطیہ **نزل** فعل **السماء** فاعل **با** جارہ **ارض قوم** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا کر شرط **رعینا** فعل مع فاعل **ہٗ** ضمیر مفعول بہ **واؤ** وصلیہ برائے مبالغہ **ان** شرطیہ **کانوا** فعل ناقصہ مع اسم **غضابا** خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط، شرط اپنی جزا محذوف (**رعیناہ**) سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی ...... **ومنه القلب کقوله شعر "مودته تدوم لکل هول......وهل کل مودته تدوم" وفی التنزیل کل فی فلك وربك فکبر وتغایر القلب بهذا المعنی لتجنیس القلب ظاهر فان المقلوب هنا یجب ان یکون عین اللفظ الذی ذکر بخلاف ثمه ویجب ثمه ذکر اللفظین جمیعًا بخلاف ههنا۔**

عبارت کا ترجمہ کریں،، **ومنه القلب** میں ضمیر مجرور کا مرجع ذکر کر کے قلب کی لغوی اور اصطلاحی تعریفیں تحریر کریں، **مودته** کی ضمیر کا مرجع بتا کر عبارت کی مکمل تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) قلب کی لغوی و اصطلاحی تعریف (۳) ضمیر مجرور کا مرجع (۴) عبارت کی تشریح۔

جواب ...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور محسنات لفظیہ میں سے قلب ہے جیسے شاعر کا قول (ترجمہ) اُس کی دوستی ہر ڈر کے باوجود ہمیشہ رہتی ہے اور کیا ہر شخص کی دوستی ہمیشہ رہا کرتی ہے اور قرآن کریم میں ہے "**کل فی فلك وربك فکبر**" اور معنیٰ کے اعتبار سے قلب کا تجنیس قلب کے مغایر ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ مقلوب یہاں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بعینہ وہ لفظ ہو جو پہلے مذکور ہو بخلاف تجنیس کے اور تجنیس میں دونوں لفظوں کا مذکور ہونا ضروری ہے بخلاف یہاں (قلب) کے۔

❷ قلب کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ اس عبارت میں **منه** کی **ہٗ** ضمیر کا مرجع محسنات لفظیہ ہے یعنی محسنات لفظیہ کی ایک قسم قلب ہے۔

قلب کا لغوی معنیٰ پھیرنا اور پلٹنا ہے اور اصطلاح میں قلب یہ ہے کہ ایسا کلام ذکر کیا جائے کہ اگر کلام کے آخری حرف سے

اُس کلام کو شروع کر کے بالترتیب شروع تک کلام کا عکس کر دیا جائے تو بعینہ پہلا کلام حاصل ہو جائے۔

③ ضمیر مجرور کا مرجع:۔ مودتہ کی ۂ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں۔

④ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں محسنات لفظیہ میں سے قلب کا ذکر کیا گیا ہے۔اور قلب کلام کے الفاظ کی ترتیب کو پھیرنے و پلٹنے کا نام ہے جیسے "مودته تدوم لكل هول...... وهل كل مودته تدوم" اس شعر کے پہلے مصرعہ کے حروف کو آخر کی طرف سے پڑھنا شروع کریں تو دوسرا مصرعہ بن جاتا ہے، اِسی طرح قرآن کریم میں "كل فی فلك وربك فكبّر" ان دونوں جملوں کو آخر کی جانب سے پڑھنے سے بھی بعینہ پہلے والا جملہ بنتا ہے اور یہی قلب ہے۔

کبھی قلب مفرد میں بھی ہوتا ہے جیسے سَلِسْ کہ اس کی دونوں جانبوں سے عکس لینے سے وہی لفظ بنتا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس معنٰی کے اعتبار سے قلب کا محسناتِ لفظیہ میں سے تجنیس القلب کے مغایر ہونا بالکل ظاہر ہے۔

① اس لئے کہ یہاں مقلوب کیلئے ضروری ہے کہ وہ لفظ بعینہ پہلے ذکر ہو چکا ہو جبکہ تجنیس میں یہ ضروری نہیں ہے۔

② تجنیس میں ہر دو لفظوں کا پہلے مذکور ہونا ضروری ہے جبکہ قلب میں یہ ضروری نہیں ہے۔

﴿الورقة الخامسة: فی الحدیث والفلسفه والعقائد﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ...... **عَنْ دَاؤُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارِ التَّمَّارِ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَائِشَةَ "فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّیْ فَاَشَارَتْ اِلٰى اَنْ ضَعِيْهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَاَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِیَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا۔**

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، سور الھرۃ کے مسئلے میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں، ان کے دلائل بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) بلی کے جوٹھے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ① حدیث پر اعراب:۔ كمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت داؤد بن صالحؒ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کی مالکن نے انہیں حریسہ دے کر حضرت عائشہ ؓ کی طرف بھیجا، پس میں نے اُن کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، پس انہوں نے اشارہ کیا کہ اس کو رکھ دو، پس بلی آئی اور اُس نے اُس میں سے کھایا، پس جب حضرت عائشہ ؓ نماز سے لوٹیں تو انہوں نے وہیں سے کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلی نجس نہیں ہے اس لئے کہ یہ تمہارے اوپر چکر لگانے والے حیوانات میں سے ہے اور تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے ہوئے دیکھا۔

③ بلی کے جوٹھے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ عند الاحناف درندوں کا جوٹھا ناپاک ہے۔ جبکہ بلی کا جوٹھا عند الطرفین پاک ہے مگر مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بلی کا جوٹھا بلا کراہت پاک ہے۔

جس طرح سورِ سباع وبہائم ناپاک ہے اسی طرح سورِ ھرہ بھی نجس ہونا چاہیے تھا کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "**الھرۃ سبع**" کہ بلی ایک درندہ ہے لہٰذا اس کا جوٹھا بھی دوسرے درندوں کی طرف ناپاک ہونا چاہیے تھا۔مگر چند عقلی ونقلی دلائل کی وجہ سے ہم نے اس کے پاک ہونے کا حکم لگادیا۔

پہلی دلیل یہ ہے "**ان النبی ﷺ کان یصغی لھا الاناء فتشرب منه ثم یتوضأ منه**" کہ آپ ﷺ بلی کیلئے برتن کو جھکا دیتے تھے، پس وہ اس میں پانی پی لیتی پھر آپ ﷺ اس سے وضو کر لیتے۔اسی حدیث کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ "**کیف اکرہ مع ھذا الحدیث**" کہ اس حدیث کے ہوتے ہوئے میں کیسے بلی کے جوٹھے کو مکروہ قرار دوں۔

دوسری دلیل یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "**سمعت رسول الله یقول الھرۃ لیست بنجسة انما ھی من الطوافین والطوافات علیکم فما لکن لاتأ کلن**" کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بلی نجس نہیں ہے۔وہ تمہارے پاس چکر لگاتی رہتی ہے۔تمہیں کیا ہوگیا تم کیوں نہیں کھاتی۔

تیسری دلیل بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے "**قالت کنت اتوضأ انا ورسول الله ﷺ فی اناء واحد قد اصابت منه الھرۃ قبل ذلك**" کہ میں اور آپ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کرتے، حالانکہ اس سے پہلے بلی اس پانی میں سے استعمال کر چکی ہوتی تھی۔

عقلی دلیل یہ ہے کہ بلی بکثرت گھروں میں آتی جاتی ہے۔اگر اس کے جوٹھے کو ناپاک قرار دیدیا جائے تو اس میں حرج عظیم ہے اور تکلیف مالایطاق ہوگی۔

ان مذکورہ دلائل کی وجہ سے ہم نے کہا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے۔البتہ حدیث "**الھرۃ سبع**" کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اس میں کراہت باقی ہے۔(اشرف الہدایہ)

الشق الثانی ...... **عن عبداللهؓ قال مارأیت النبی ﷺ صلی صلٰوۃ لغیر میقاتھا الا صلٰوتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا۔**

وعن رافع بن خدیجؓ ان رسول الله ﷺ قال اسفروا الصلٰوۃ الفجر فان ذلك اعظم للاجر اوقال لاجورکم۔

دونوں حدیثوں کا ترجمہ کریں، کیا وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست ہے؟ اگر نہیں تو پہلی حدیث میں **وصلی الفجر قبل میقاتھا** کا کیا مطلب ہے؟ نمازِ فجر کا مستحب وقت ذکر کر کے دونوں حدیثوں کی بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) احادیث کا ترجمہ (۲) وقت سے پہلے نماز ادا کرنے کا حکم اور جملے مطلب (۳) نمازِ فجر کا مستحب وقت (۴) احادیث کی تشریح۔

جواب ...... (۱) احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کبھی اپنے مقررہ وقت کے بغیر نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے دو نمازوں کے، آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز اُس کے مقررہ وقت سے پہلے ادا کی۔حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوب روشن کر و تم فجر کی نماز کو اس لئے کہ یہ اجر میں زیادتی کا باعث ہے یا فرمایا کہ تمہارے اجروں میں زیادتی کا باعث ہے۔

(۲) وقت سے پہلے نماز ادا کرنے کا حکم اور جملے کا مطلب:۔ وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اور اس جملے

کا یہ مطلب نہیں کہ وقت شروع ہونے سے پہلے نماز پڑھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ وقت معتاد سے پہلے پڑھی تو اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ ایام کے اندر آپ ﷺ کی عادت مبارکہ اسفار میں صبح کی نماز پڑھنے کی تھی یعنی وقت معتاد اسفار میں نماز پڑھنے کا تھا صرف مزدلفہ میں غلس میں نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی جو عادتِ مبارکہ اور معمول تھا وہی وقت افضل ہوگا اور وہ وقت اسفار ہے۔

③ نمازِ فجر کا مستحب وقت:۔ حنفیہ کے نزدیک صلوٰۃ الفجر میں ابتداءً وانتہاءً اسفار (روشنی) افضل ہے بایں طور کہ اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد فساد معلوم ہو تو سورج نکلنے سے پہلے پہلے اعادہ ممکن ہو جبکہ امام طحاوی کے نزدیک ابتداءً غلس (تاریکی و اندھیرا) اور انتہاءً اسفار افضل ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک فجر میں بدایۃً ونہایۃً غلس افضل ہے۔

④ احادیث کی تشریح:۔ پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اپنے مخصوص ومقررہ وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا البتہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز کو اکٹھے ادا کیا، اس سے مراد مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کرنا ہے اور فجر کی نماز کو اپنے وقت سے پہلے ادا کرنے کا مفہوم اوپر گزر چکا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ یہ تمہارے اجر وثواب میں زیادتی اور اضافے کا باعث ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل ...... ادلہ شرعیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ کتاب اللہ سے متعلق سائنسی طبقہ کن دو غلط فہمیوں کا شکار ہے؟ وضاحت کریں، اہلِ حق مذکورہ غلط فہمیوں کے ازالہ سے متعلق کیا کہتے ہیں؟ نیز انکے درست ماننے کی صورت میں کن نقصانات کا اندیشہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (١) ادلہ شرعیہ کی تعداد ونشاندہی (٢) کتاب اللہ سے متعلق سائنسی طبقہ کی غلط فہمیوں کی وضاحت (٣) مذکورہ غلط فہمیوں کے ازالے سے متعلق اہلِ حق کی رائے اور درست ماننے کے نقصانات۔ (ص ٣٦)

جواب ...... ① ادلہ شرعیہ کی تعداد ونشاندہی:۔ ادلہ شرعیہ چار ہیں ① کتاب اللہ ② سنت رسول اللہ ﷺ ③ اجماع امت ④ قیاسِ مجتہد۔

② کتاب اللہ سے متعلق سائنسی طبقہ کی غلط فہمیوں کی وضاحت:۔ کتاب اللہ کے متعلق دو طرح کی غلط فہمیاں و غلطیاں کی جارہی ہیں ① احکام کو قرآنِ پاک میں ہی منحصر سمجھا جاتا ہے اس غلطی کا حاصل دیگر اصولِ شریعت کا انکار ہے ② قرآن کریم کے سائنس پر مشتمل ہونے اور قرآن کریم کے مسائل کو سائنس پر منطبق کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

③ مذکورہ غلط فہمیوں کے ازالے سے متعلق اہلِ حق کی رائے اور درست ماننے کے نقصانات:۔ پہلی غلط فہمی کا جواب وہ نصوص ہیں جن سے دیگر اصولِ شریعت کی حجیت ثابت ہوتی ہے اور اس غلطی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ جس گناہ کے کرنے کو جی چاہتا ہے اُس سے منع کئے جانے کے وقت یہ سوال کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں ممانعت دکھلاؤ چنانچہ داڑھی کے متعلق ایسے سوالات اخباروں میں شائع ہوتے ہیں اور یہ امر فطرت میں ایسا داخل ہوگیا ہے کہ جب کوئی مخالف کسی بات کا قرآن کریم سے ثابت کرنے کا مطالبہ کرتے ہے تو لوگ اس مطالبہ کو صحیح مان کر اُس کو ثابت کرنا اپنے ذمے لازم سمجھ کر اُس کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اور جو لوگ خود اس پر قادر نہیں ہوتے وہ علماء کو مجبور کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے اس بات کو ثابت کرو، جب اس فرع کی بنیاد ہی

غلط ہے تو یہ فرع کا بنلء الفاسد علی الفاسد ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔ اس کو مستقل ردّ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا انجام خود ارکانِ اسلام کا غیر ثابت بالشرع ماننا ہوگا۔ کیا کوئی شخص نمازوں کی رکعات کی تعداد قرآن سے ثابت کرسکتا ہے؟ کیا کوئی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدارِ واجب قرآن کریم سے ثابت کرسکتا ہے؟

دوسری غلط فہمی میں ایک غلطی تو یہی ہے کہ قرآن کریم کے مسائلِ سائنس پر مشتمل ہونے کو قرآن کا کمال سمجھا اور اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن کے اصلی موضوع پر نظر ہی نہیں کی گئی۔ قرآن کریم اصل میں نہ سائنس کی کتاب ہے، نہ تاریخ اور جغرافیہ کی۔ وہ اصلاحِ ارواح کی ایک کتاب ہے۔ جس طرح طبی کتب میں اصلاحِ اجسام کے مسائل ہوتے ہیں جس طرح صنعت وحرفت کی تحقیق سے خالی ہونا اس طبی کتاب کیلئے موجبِ نقصان نہیں ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس تحقیق پر بلاضرورت مشتمل ہونا ایک درجہ میں خود غلطِ مبحث کے نقصان کا موجب ہے اور اس تحقیق سے خالی ہونا کمال کا باعث ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کا موضوع طبِ روحانی ہے ان جدید سائنسی مسائل سے قرآن کریم کا خالی ہونا اس کیلئے نقصان کا موجب نہیں بلکہ ایک طرح کمال کا باعث ہے۔ سائنس کے مسائل اسکے مقاصد سے نہیں ہیں البتہ بالضرورت مقصود کی تائید کیلئے جتنا کچھ اس میں بدلالتِ قطعیہ مذکور ہے وہ یقیناً اور قطعاً صحیح ہے کسی دوسری دلیل سے اُسکے خلاف کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسری دلیل اُسکے معارض ہوگی تو وہ دلیل ہی مخدوش ہوگی البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آیت کی دلالت قطعی نہ ہو تو اُسکے خلاف پر ممکن ہے کہ دلیلِ صحیح قائم ہو وہاں نصِ قرآن کو ظاہر سے پھیر لیں گے۔

دوسری غلط فہمی میں دوسری غلطی یہ ہے کہ جیسے ابھی معلوم ہوا کہ ایسے مسائل قرآن کے مقاصد میں سے نہیں بلکہ مقدمات مقصود سے ہیں اور ظاہر ہے کہ استدلال میں مقدمات ایسے ہونے چاہئیں جو پہلے سے مخاطب کے نزدیک مسلّم ہوں یا بدیہی ہوں یا دلیل کے ذریعے اُن کو مسلّم کرایا جاسکے ورنہ اُن مقدمات سے مدعا پر استدلال نہ ہو سکے گا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب سمجھیں کہ اگر یہ جدید تحقیقات اُن آیاتِ قرآنیہ کے مدلولات ومفہومات ہوں تو ظاہر ہے کہ عرب کے لوگ جو قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب ہیں وہ اِن تحقیقات سے بالکل نا آشنا تھے اس سے لازم آتا ہے کہ مقدمات غیر مسلمہ وغیر بدیہیہ وغیر مثبتہ سے قرآن کریم میں استدلال کیا گیا ہے، جن میں استدلال کی صلاحیت ہی نہیں ہے اس سے کلام اللہ کے طرزِ استدلال پر دھبہ لازم آئے گا۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ تحقیقات کبھی غلط بھی ثابت ہوتی رہتی ہیں تو اگر ان کو قرآنی آیات کا مدلول بنایا جائے تو کسی وقت کسی تحقیق کا غلط ہونا ثابت ہوگیا اور اہلِ اسلام کا اقرار ایسی تفسیر کے ضمن میں مدوّن ہوگا تو اُس وقت ایک ادنیٰ ملحد قرآنِ کریم کی تکذیب پر آسانی سے قادر ہوگا کہ قرآنِ کریم کا یہ مضمون غلط ہے اور جزو کا ارتفاع کُل کے ارتفاع کو مستلزم ہے۔ جب قرآن صادق نہ رہا تو اس وقت کیسی دشواری ہوگی؟

اگر کوئی شخص یہ احتمال نکالے جیسا کہ بعض نے دعویٰ بھی کیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ کمال ہے کہ جس زمانے میں جو بات ثابت ہو قرآن کریم کے الفاظ اُسی کے موافق ہو جاتے ہیں، اس بناء پر تو لازم آتا ہے کہ قرآن کریم کا کوئی مدلول بھی قابلِ اعتماد نہیں، ہر مدلول میں اُس کی نقیض کا احتمال بھی ہے۔

چوتھی خرابی جو بالکل غیرت کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت میں اگر یورپ کے محققین یہ کہیں کہ دیکھو قرآن نازل ہوئے اتنا زمانہ ہوا مگر آج تک کسی نے حتیٰ کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو نہ سمجھا، ہمارا احسان مانو کہ تفسیر ہماری بدولت تمہیں سمجھ میں آئی تو اس کا کیا جواب ہوگا؟

الشق الثانی ......قدر کا معنی اور اس کا مرجع ذکر کریں، کیا دعا اور دوا دافع قدر ہیں؟ وضاحت کریں، تقدیر سے متعلق بعض لوگوں کے اعتراضات مع جوابات تحریر کریں۔ (ص ۵۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قدر کا معنی اور مرجع (۲) دعا اور دوا کے دافعِ قدر ہونے کی وضاحت (۳) تقدیر سے متعلق بعض لوگوں کے اعتراضات مع جوابات۔

جواب ...... ① قدر کا معنی اور مرجع:۔ قدر کا لغوی معنی اندازہ کرنا اور قضاء کا لغوی معنی فیصلہ کرنا ہے اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے حکمِ کلی اجمالی ازلی کو قضاء کہتے ہیں اور اس حکم کی جزئیات وتفصیلات کو قدر کہتے ہیں اور بعض حضرات نے دونوں کو مترادف کہا ہے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ معاملہ اسکے برعکس ہے احکامِ اجمالیہ کا علم قدر ہے اور احکامِ تفصیلیہ کا علم قضاء ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ قضاء وقدر دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں اسلئے کہ قدر بمنزلِ بنیاد کے ہے اور قضاء بمنزلِ عمارت کے ہے اور امام راغب فرماتے ہیں کہ قضاء قدر سے خاص ہے اور قدر قضاء سے عام ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ قدر اس نقشے کا نام ہے جو مصور کے ذہن میں اولاً ہوتا ہے اور قضاء اس صورت خارجیہ کا نام ہے جو مصور خارج میں تیار کرتا ہے۔ (تکمیل الحاجہ ص ۱۹۰)

اس مسئلے کا مرجع علم وتصرف ارادۂ خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کا اور اسکی صفاتِ کمال کا قائل ہوگا اُسکو اس کا قائل ہونا واجب ہوگا۔

② دعا اور دوا کے دافعِ قدر ہونے کی وضاحت:۔ دعا ودواء کے دافعِ قدر ہونے کے متعلق ارشادِ نبوی ہے **ذٰلك من القدر كله** (یہ سب اشیاء بھی تقدیر کا ہی حصہ ہیں) یعنی یہ دعا ودواء وغیرہ کے ذریعہ تقدیر کو دفع نہیں کیا جاتا بلکہ تقدیر میں انہی اشیاء کے ذریعہ علاج وصحت کا لکھا گیا ہے لہٰذا یہ تقدیر کا حصہ ہیں اس سے خارج نہیں ہے۔

③ تقدیر سے متعلق بعض لوگوں کے اعتراضات مع جوابات:۔ ① بعض لوگ بالکل تقدیر کے منکر ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عقیدۂ قدر سے تدبیر کا ابطال تمام کم ہمتی وپستی کی اصل بنیاد ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے اگر کوئی شخص اپنے سوءِ فہم سے تدبیر کو باطل اور معطل سمجھے تو یہ اس کی اپنی غلطی ہے اس لئے کہ کسی نص نے تدبیر کا ابطال نہیں کیا بلکہ نصوص نے سعی وکوشش، جہد وکسبِ معیشت اور دافعِ مفاسد تدابیر کا حکم وذکر ہے۔ ② بعض لوگوں نے تقدیر کا انکار نہیں کیا مگر انہوں نے یہ سمجھ کر تفسیر ہی بدل دی کہ اس سے انسان کا مجبور وغیر مختار ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ بات خلافِ مشاہدہ ہے اور انہوں نے تقدیر کی تفسیر علمِ الٰہی سے کی ہے اور محض علم معلوم میں متصرف نہیں ہوتا اسلئے انکے نزدیک تقدیر کی اس تفسیر پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ یہ تفسیر ونظریہ بھی غلط ہے اس لئے کہ نصوص میں غور کرنے والا دریافت کرسکتا ہے کہ عقلی مسئلہ بھی ہے کہ جس طرح کوئی مسئلہ وواقعہ اللہ تعالیٰ کے تعلقِ علم سے خالی نہیں ہے اسی طرح کوئی بھی مسئلہ وواقعہ اللہ تعالیٰ کے تعلقِ ارادہ سے بھی خالی نہیں ہے اور تقدیر کی یہی حقیقت ہے خواہ اس کا کوئی بھی نام رکھ لیا جائے۔ ③ ارادۂ خداوندی کے خلاف محال ہونے سے اختیار کی نفی لازم آتی ہے؟ اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ اس سے اختیار کی نفی لازم آجائے تو ظاہر ہے کہ ارادۂ الٰہی خود افعالِ الٰہی سے بھی متعلق ہے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی اختیار اُن افعال پر باقی نہ رہے حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ارادہ کا تعلق افعالِ عباد کے محض وقوع کے ساتھ نہیں ہے بلکہ وقوع با اختیار ہم کے ساتھ ہے پس جب یہ تعلقِ ارادہ اُس متعلق کے وجوب کو مستلزم ہے تو اس سے بندوں کا اختیار اور وجود مؤکد ہوگیا، نہ کہ وہ منفی ہوگیا۔

④مسئلۂ تقدیر کے قائلین عموماً کام کاج سے فارغ ہو کر بے دست و پا ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی کاہلی وسستی کا اثر ہے، اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر یہ اس مسئلہ کا اثر و تعلق ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نصوص کے اولین مخاطب ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ کم ہمت ہوتے بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر یہ ہے کہ اگر تدبیر ضعیف بھی ہو تب بھی آدمی کام شروع کردے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے سروسامانی کے عالم میں محض توکل پر کیسے کیسے جان توڑ خطرات میں جا گھسے۔البتہ تدبیر کو مؤثرِ حقیقی نہیں سمجھنا چاہیے کہ جیسا کہ ریل کو روکنے کیلئے سرخ جھنڈی محض تدبیر ہے، نہ معطل ہے اور نہ مؤثرِ حقیق، بلکہ اصل چیز ڈرائیور و گارڈ کی بریک ہے۔

⑤تقدیر کا یہ مسئلہ اگر اس طرح عقل و نقل سے ثابت ہے تو اس کی کاوش سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض شبہات عقلی نہیں ہوتے بلکہ طبعی ہوتے ہیں جن کے ازالہ کے لئے دلیل کافی نہیں ہوتی بلکہ وجدان کے صحیح ہونے کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ صحیح وجدان والے لوگ کم ہیں ایسے شبہات آخرت وتمدن دونوں کیلئے مضر ہیں۔اس لئے مقتضاءِ شفقت وحکمتِ نبویہ اس سے روک دیا گیا جیسا کہ شفیق و تجربہ کار طبیب کمزور مریض کو قوی غذا سے روکتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل......حکمت کی کم از کم دو تعریفیں کریں۔حکمت عملیہ ونظریہ کسے کہتے ہیں؟ مثالوں سے وضاحت کر کے بتائیں کہ ان دونوں قسموں کی کیا اغراض ہیں؟ حکمتِ عملیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

جواب......مکمل جواب کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱٤۳۵ھ۔

الشق الثانی......**جزء لایتجزی** کی تعریف اور اس میں متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف ذکر کریں۔**جزء لایتجزی** کے بطلان پر فلاسفہ کی دونوں دلیلیں تحریر کریں۔ متکلمین کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات تحریر کریں۔(ص٥٠)

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) **جزء لایتجزی** کی تعریف اور متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف (۲) **جزء لایتجزی** کے بطلان پر فلاسفہ کے دلائل (۳) متکلمین کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات۔

جواب...... ① **جزء لایتجزی** کی تعریف اور متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف:۔**جزء لایتجزی** جسمِ طبیعی کا وہ جوہری جزو ہے جس کی طرف حسی طور پر اشارہ کیا جاسکتا ہے اور وہ تقسیمات اربعہ میں سے کسی طرح بھی قابل تقسیم نہیں ہے یعنی نہ کاٹ کر، نہ توڑ کر، نہ وہم کی مدد سے اور نہ عقل کے ذریعے سے اُس کو تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اس کو انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔

متکلمین کے نزدیک **جزء لایتجزی** ثابت ہے اور جسمِ طبیعی اجزائے غیر منقسمہ سے مرکب ہے جبکہ فلاسفہ کے نزدیک **جزء لایتجزی** باطل ہے اور اُن کے نزدیک جسمِ طبیعی ہیولیٰ وصورتِ جسمیہ سے مرکب ہے۔

② **جزء لایتجزی کے بطلان پر فلاسفہ کے دلائل**:۔**جزء لایتجزی** کے بطلان پر فلاسفہ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ ہم تین جزو اس طرح فرض کرتے ہیں کہ ایک جزو دو جزوں کے درمیان میں ہو، اب یہ درمیانی جز وطرفین کے ملنے سے مانع ہے یا نہیں؟ اگر مانع ہے تو درمیانی جزو بھی تقسیم ہوگیا اور طرفین بھی تقسیم ہوگئے، اس لئے کہ وسط والے جزو کے دو طرف ہوں گے، ایک طرف ایک جزو سے ملا ہوا ہوگا اور دوسرا طرف دوسرے جزو سے ملا ہوا ہوگا اس طرح درمیانی جزو کے دو حصے ہوگئے، اسی طرح وہ

دونوں جزو جو وسط کے طرفین میں واقع ہیں وہ بھی منقسم ہو گئے کیونکہ اُن کی بھی دو جہتیں ہوں گی، ایک جہت وسط سے ملی ہوئی ہوگی اور ایک فارغ ہوگی اور ان میں دو جہتوں کا نکلنا ہی اُن کا تقسیم ہونا ہے۔

اور اگر درمیانی جزو طرفین کے ملنے سے مانع نہیں ہے تو وہ درمیانی جزو یا طرفین میں سے کسی ایک میں ضم ہو جائے گا یا دونوں میں ضم ہو جائے گا اور یہ دونوں امر محال ہیں کیونکہ اجزاء جواہر ہیں اور جواہر میں تداخل باطل ہے۔ نیز تداخل کی صورت میں درمیانی جزو درمیانی نہیں رہے گا اور طرفین طرفین نہیں رہیں گے اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ ہم نے اُن کو طرفین اور وسط تسلیم کیا ہے لہٰذا پہلی صورت تسلیم کرنا ہوگی اور اُس صورت میں ہر جزو کا منقسم ہونا ثابت ہو چکا ہے، پس **جزء لایتجزی باطل** ہے۔

جزء لایتجزی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم تین جزو اس طرح فرض کرتے ہیں کہ دو جزو باہم ملے ہوئے ہیں اور تیسرا جزو اُن کے سنگم پر رکھا ہوا ہے، اب ہم پوچھتے ہیں کہ اوپر والا جزو نیچے والے دونوں جزوں پر ہے یا ایک پر؟ اگر ایک پر ہے تو یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ ہم نے اُسے دونوں کے سنگم پر رکھا ہے اور اگر وہ دونوں پر ہے تو وہ تقسیم ہو گیا خواہ دونوں پر پورا پورا تقسیم ہوا یا ایک پر پورا اور دوسرے پر کچھ تقسیم ہوا، یا دونوں پر کچھ کچھ تقسیم ہوا اور یہی عقلی تقسیم ہے، پس معلوم ہوا کہ **جزء لایتجزی باطل** ہے۔

۳ <u>**متکلمین کی طرف سے مذکورہ دلائل کے جوابات:**</u>۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ان دونوں دلیلوں کو ردّ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم پہلی دلیل میں پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ درمیانی جزو طرفین کی ملاقات سے مانع ہے اور دوسری دلیل میں بھی پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ اوپر والا جزو نیچے والے دونوں جزو سے ملاقات کرتا ہے مگر اس سے انقسام لازم نہیں آتا کیونکہ ملاقات ایک نسبت ہے اور ایک چیز کے ساتھ کئی نسبتیں لاحق ہو سکتی ہیں، دیکھیں جیسے ہم اور آپ پورے پورے زمین سے اوپر اور آسمان سے نیچے ہیں اور کسی کے دائیں اور کسی کے بائیں، کسی کے آگے اور کسی کے پیچھے ہیں پھر ان تمام نسبتوں میں یہ بات عیاں ہے کہ یہ نسبت موجب انقسام نہیں، کون نہیں جانتا کہ ہم پورے ہی پورے زمین کے اوپر ہیں اور پورے ہی آسمان کے نیچے ہیں، اسی طرح پورے ہی کسی کی دائیں جانب اور کسی کی بائیں جانب ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہمارا آدھا بدن زمین سے اوپر ہو اور آدھا آسمان سے نیچے ہو جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ نسبتوں کی کثرت موجب انقسام نہیں ہے تو پھر ملاقات نے کیا جرم کیا ہے یا اس میں کیا کوتاہی ہے کہ وہ اضافت کی وجہ سے انقسام کا تقاضا کرے۔

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جزو مکمل طور پر دونوں طرفوں سے ملا ہوا ہو، پورا جزو ایک طرف بھی ملا ہوا ہو اور دوسری طرف بھی ملا ہوا ہو اور اعداد کے مراتب کی طرح طرفین کی ملاقات سے مانع ہو اور خود غیر منقسم ہو کیونکہ عدد کا ہر مرتبہ سابقہ ولاحقہ مراتب کو ملنے بھی نہیں دیتا اور خود منقسم بھی نہیں ہوتا مثلاً پانچ کا عدد چار اور چھ کو ملنے بھی نہیں دیتا اور خود غیر منقسم بھی ہے کیونکہ اگر پانچ تقسیم ہوگا تو کم از کم دو ٹکڑے اس کے ضرور ہوں گے اور جس طرح پانی کے خواہ کتنے ہی ٹکڑے کئے جائیں وہ پانی ہی کہلاتا ہے اسی طرح پانچ کے دونوں ٹکڑوں کو پانچ پانچ ہی کہیں گے، پس سلسلۂ اعداد میں دو پانچ کا ہونا لازم آئے گا جو بداہۃً باطل ہے۔

الغرض فلاسفہ کی دونوں دلیلیں مغالطہ ہیں پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ اجسام طبعیہ اجزائے غیر منقسمہ سے مرکب ہیں اور وہ اجزاء تعداد میں متناہی ہیں اور اجزاء کی تعداد کے بقدر اجسام کا انقسام متصور ہے۔

✱۞✱۞✱

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل......

اَتُنْكِرُ يَابْنَ اِسْحَاقٍ اِخَائِيْ وَتَحْسِبُ مَاءَ غَيْرِيْ مِنْ اِنَائِيْ
اَاَنْطِقُ فِيْكَ هُجْرًا بَعْدَ عِلْمِيْ بِاَنَّكَ خَيْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ
وَاَكْرَهُ مِنْ ذُبَابِ السَّيْفِ طَعْمًا وَاَمْضٰى فِي الْاُمُوْرِ مِنَ الْقَضَاءِ
وَمَا اَرْبَتْ عَلَى الْعِشْرِيْنَ سِنِّيْ فَكَيْفَ مَلِلْتُ مِنْ طُوْلِ الْبَقَاءِ (ص۵۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مذکورہ اشعار کا پس منظر تحریر کریں، کلماتِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا پس منظر (۴) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ تا ❸ اشعار پر اعراب، ترجمہ وپس منظر:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ١٤٣٢ھ

❹ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "طَعْمًا" بمعنی ذائقہ، لذت ومزہ۔ مصدر (سمع) بمعنی چکھنا وکھانا۔

"تُنْكِرُ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل مضارع معروف از مصدر اِنْكَارٌ (افعال) بمعنی انکار کرنا۔

"اَنْطِقُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اَلنُّطْقُ (ضرب) بمعنی بولنا وگفتگو کرنا۔

"هُجْرًا" بمعنی قبیح وفحش گفتگو۔ مصدر (نصر) بمعنی بکواس کرنا، قبیح گفتگو کرنا۔

"اَرْبَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معروف از مصدر اَلْاِرْبَاءُ (افعال، ناقص) بمعنی بڑھنا وزیادہ ہونا۔

"مَلِلْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر مَلَلًا و مَلَالًا و مَلَالَةً (سمع، مضاعف) بمعنی تنگدل ہونا، رنج ہونا۔

الشق الثانی......

اَلَا مَا لِسَيْفِ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ عَاتِبَا فِدَاهُ الْوَرٰى اَمْضَى السُّيُوْفِ مَضَارِبَا
وَمَا بِيْ اِذَا مَا اشْتَقْتُ اَبْصَرْتُ دُوْنَهٗ تَنَائِفَ لَا اَشْتَاقُهَا وَسَبَاسِبَا
وَقَدْ كَانَ يُدْنِيْ مَجْلِسِيْ مِنْ سَمَائِهٖ اُحَادِثُ فِيْهَا بَدْرَهَا وَالْكَوَاكِبَا (ص۔رحمانیہ)

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، آخری شعر کی ترکیب کریں، مخطوطہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) آخری شعر کی ترکیب (۴) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ و ❷ اشعار پر اعراب وترجمہ:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ١٤٣٤ھ۔

❸ آخری شعر کی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ قد تحقیقیہ کان فعل ناقصہ مع اسم یدنی فعل مع فاعل مجلس مضاف یاء ضمیر ذوالحال منْ جارہ سمائہ مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل ہے احادث فعل مع فاعل فیھا جار مجرور ملکر

متعلق ہوا فعل کے بدرھا مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ الکواکبا معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، متعلق ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، ذوالحال حال ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، کانّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "سَبَاسِبًا" یہ جمع ہے اسکا مفرد سَبْسَبٌ ہے بمعنی بڑا جنگل، میدان، دور کی ہموار زمین۔

"عَاتِبًا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر عَتْبًا (نصر وضرب) بمعنی خفاء ہونا، غصے ہونا۔

"مَضَارِبًا" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَضْرَبٌ ہے بمعنی تلوار یا اُس کی دھار۔ مصدر ضَرْبًا (ضرب) بمعنی مارنا۔

"یُدْنِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اَلْاِدْنَاءُ (افعال) قریب کرنا۔ مجرد دُنُوًّا (نصر) قریب ہونا۔

"سَمَائِہٖ" یہ مفرد ہے اس کی جمع سَمٰوٰت ہے بمعنی آسمان۔ ہر چیز کی چھت۔ بارش، بادل، گھاس وغیرہ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل......

دمع جری فقضی فی الربع ما وجبا	لأهلہ وشفی انی ولا کربا
عجنا فاذهب ما ابقی الفراق لنا	من العقول وما ردّ الذی ذهبا
سقیتہ عبرات ظنها مطرا	سوائلا من جفون ظنها سحبا
دار الملم لها طیف تهددنی	لیلا فما صدقت عینی ولا کذبا (ص۔رحمانیہ)

ترجمہ کریں، مذکورہ ابیات سے شاعر کی کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں، مخطوطہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) ابیات کا ترجمہ (۲) شاعر کی مراد (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① ابیات کا ترجمہ:۔ آنسو جاری ہوئے اور انہوں نے اُس فرض کو ادا کیا جو اِس گھر والے کا حق تھا اور شفاء دی مگر کہاں؟ اور نہ ہی قریب ہوا۔ ہم لوٹ آئے پس فراق وہ عقلیں بھی لے گیا جو اُس نے باقی چھوڑی تھیں اور وہ جو کچھ بھی لے گیا اُسکو نہیں لوٹایا۔ مَیں نے اس قدر آنسوؤں سے اس گھر کو سیراب کیا کہ اُس نے اُن کو بارش سمجھ لیا اور پلکوں سے وہ آنسو بہے جن کو اُس نے بادل تصور کیا۔ یہ اُس شخص کا گھر ہے جس کا خیال آرہا ہے اُس نے رات مجھے چونکا دیا تھا جس کی تصدیق میری آنکھ نے نہیں کی اور نہ وہ جھوٹ تھا۔

② شاعر کی مراد:۔ ان اشعار میں متنبی مغیث بن علی کی مدح کر رہا ہے، کہتا ہے کہ دیارِ محبوب کے کھنڈرات اور ویرانوں کو دیکھ کر محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ فرض ہے کہ اُن کھنڈرات کی تباہی پر آنسو بہائیں، چنانچہ میرے آنسوؤں نے ایسا ہی کیا اور یہ وہی مقام ہے جہاں محبت پروان چڑھی مگر آج یہاں ہُو کا عالم ہے، آنسوؤں نے بہہ کر اپنا فرض تو ادا کیا اور احساس ہوا کہ تسلی ہوگئی اور دل کی بیماری کم ہوگئی مگر کہاں کم ہوئی بلکہ شفاء قریب بھی نہیں آئی اور جدائی کا غم بدستور باقی ہے۔ دوسرے شعر میں کہتا ہے کہ ہم جب دیارِ حبیب سے لوٹ کر واپس آئے تو جدائی وفراق نے جو تھوڑی بہت ہماری عقل وہوش چھوڑی تھی وہ بھی اس کھنڈر اور ویرانے کو دیکھ کر باقی نہ رہی اور اُس سے پہلے ہمارا جو صبر وسکون لُوٹ لیا گیا وہ بھی واپس نہیں کیا۔ تیسرے شعر میں کہتا ہے کہ دیارِ حبیب کے اُن کھنڈرات کو دیکھ کر میں اتنا رویا کہ اُس نے سمجھا کہ بارش ہو رہی ہے اور اُس نے میری آنسو برسانے والی پلکوں کو برسات کا بادل

سمجھ لیا۔ چوتھے شعر میں متنبی کہتا ہے کہ میرے سامنے اُس شخص کا گھر ہے جس کے تصور میں میں اس وقت ڈوبا ہوا ہوں اور اُس محبوب نے رات کو خواب میں مجھے چونکا دیا لیکن میری آنکھوں نے اُس خواب کو سچ نہیں مانا کہ وہ محبوب ہے لیکن وہ خواب بالکل جھوٹ بھی نہیں تھا کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور تھی۔

❸ **کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "جُفُوْنٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَفْنٌ ہے بمعنی پپوٹا۔

"اَلرَّبْعُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع رِبَاعٌ، رُبُوْعٌ، اَرْبَاعٌ ہے بمعنی گھر۔ موسم بہار گزارنے کی جگہ۔

"عُجْنَا" صیغہ جمع متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر عَوْجًا، مَعَاجًا (نصر) بمعنی لوٹنا و اقامت کرنا۔

"سَوَائِلًا" یہ جمع ہے اس کا مفرد سَائِلَةٌ ہے از مصدر سَيْلًا، سَيَلَانًا (ضرب) بمعنی بہنا۔

"اَلْمُلِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِلْمَامٌ (افعال، مضاعف) بمعنی فروکش ہونا، مہمان بننا۔

"طَيْفٌ" بمعنی خیال، جنون وغضب۔ مصدر (ضرب) بمعنی خواب میں خیال آنا۔

الشق الثانی ......

الا رب يوم لك منهن صالح	ولا سيما يوم بدارة جلجل
ويوم عقرت للعذارى مطيتي	فيا عجبا من كورها المتحمل
فظل العذارى يرتمين بلحمها	وشحم كهداب الدمقس المفتل
ويوم دخلت الخدر خدر عنيزة	فقالت: لك الويلات انك مرجل (ص۔رحمانیہ)

اشعار کا ترجمہ کریں، دارہ جلجل سے کون سے واقعے کی طرف اشارہ ہے؟ وضاحت کریں، مخطوطہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اشعار کا ترجمہ (۲) دارہ جلجل والے واقعے کی مراد (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ❶ **اشعار کا ترجمہ:۔** آگاہ رہو تمہیں خوب صورت عورتوں کے اچھے دن ہاتھ آئے ہیں بالخصوص وہ دن جو دارہ جلجل میں تھا۔ اور وہ دن کہ جب میں نے کنواریوں کیلئے اپنی اونٹنی کو ذبح کیا تھا، اپنی سواریوں پر کجاوا لادا رکھا تھا مجھے اُس پر بہت تعجب ہے۔ پھر وہ کنواریاں آپس میں اُس گوشت کے ٹکڑے اور چربی جو بٹے ہوئے سفید ریشم کے جھالر کی طرح تھی ایک دوسرے پر پھینک رہی تھیں۔ اور وہ دن جب میں عنیزہ کے ہودج میں گھس گیا پس اُس نے مجھے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو کیا تو مجھے پیادہ کرنے والا ہے۔

❷ **دارہ جلجل والے واقعے کی مراد:۔** شاعر امرء القیس اپنی چچازاد عنیزہ پر عاشق تھا، اور وہ ہمیشہ موقع کی تلاش اور جستجو میں رہتا تھا، ایک مرتبہ یوم غدیر پر عورتوں اور غلاموں کے علاوہ سب لوگ کوچ کر گئے، امرء القیس مَردوں سے علیحدہ ہو کر ایک گھاٹ میں چھپ گیا جب عنیزہ سمیت سب عورتیں اُس کے پاس سے گزریں اور نہانے کے لئے ایک تالاب میں اُتریں تو اُس نے بے خبری کی حالت میں اُن کے کپڑے اٹھا لئے اور کہا کہ خدا کی قسم تمہیں یہ کپڑے نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم سب باہر ننگی آتی جاؤ اور اپنے کپڑے لیتی جاؤ، کافی دیر تک اُن عورتوں سے اُس کا یہ جھگڑا ہوتا رہا حتیٰ کہ چاشت کا وقت ہو گیا اور اُس نے کہا کہ میں اپنی قسم کو ہرگز نہیں توڑوں گا، اُن عورتوں کو جب بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوئی تو مجبوراً ایک عورت مادرزاد ننگی ہو کر کپڑے لینے کے لئے امرء

القیس کی جانب آئی، اُس کے پیچھے سب عورتیں آنا شروع ہوگئیں حتیٰ کہ عنیزہ بھی مجبور ہو کر نکلی اور امرء القیس نے اچھی طرح سے اُسے دیکھا اور اُس کے کپڑے اُسے دے دیئے پھر سب عورتوں نے امرء القیس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ کم بخت تو نے ہمیں بھوکا مار دیا اور ہمیں پریشان کیا، تیرا ستیاناس ہو اُس نے کہا کہ تمہاری بھوک کا علاج میرے پاس ہے، اگر تمہاری رضا ہو تو میری اونٹنی حاضر ہے، سب نے کہا کہ اور کیا خوشی کی بات ہوگی اُس نے فوراً اپنی اونٹنی ذبح کی اور غلاموں نے جلدی سے لکڑیاں جمع کیں اُس نے اپنی اونٹنی کے گوشت کے کباب بنا کر سب عورتوں کو دیئے، انہوں نے خوشی سے کھائے، جب سب کا پیٹ بھر گیا تو مختلف عورتوں نے اُس کی اونٹنی کا سامان اٹھایا، اب صرف امرء القیس باقی رہ گیا اُس نے عنیزہ سے کہا تم مجھے اپنے ساتھ بٹھا لو اُس نے انکار کر دیا، سب نے عنیزہ کو برا بھلا کہا اور اُسے مجبور کیا کہ تُو ضرور اُسے اپنے ساتھ سوار کر۔ مجبوراً عنیزہ نے اُس کو کوہان پر سوار کرلیا تو راستہ میں امرء القیس موقع پا کر اپنا منہ ہودج میں لے جاتا اور اُس کا پیار لیتا تو وہ ناراض ہو کر جھنجھلاتی اور امرء القیس کو اونٹ سے اترنے کا حکم کرتی۔ تو ان اشعار میں امرء القیس نے اجمالاً اسی قصہ کو بیان کیا ہے۔

۴ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "عَذَارٰی" یہ جمع ہے اس کا مفرد عَذْرَاءُ ہے بمعنی کنواری لڑکیاں۔ "کُوْرٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَکْوَارٌ ہے بمعنی پالان جبکہ اُس پر ساز وسامان بھی موجود ہو۔ "اَلدِّمَقْسُ" بمعنی سفید ریشم۔ "یَرْتَمِیْنَ" صیغہ جمع مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِرْتِمَاءٌ (افتعال، ناقص) ایک دوسرے کو مارنا و پھینکنا۔ "اَلْمُفَتَّلُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر تَفْتِیْلٌ (تفعیل) بمعنی بٹنا۔ "جُلْجُلُ" یہ ایک جگہ کا نام ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل......

فَطَوْرًا بِهٖ خَلْفَ الزَّمِيْلِ وَتَارَةً ۔۔۔ عَلٰى حَشَفٍ كَالشَّنِّ ذَاوٍ مُجَدَّدِ

لَهَا فَخِذَانِ اُكْمِلَ النَّحْضُ فِيْهِمَا ۔۔۔ كَاَنَّهُمَا بَابَا مُنِيْفٍ مُمَرَّدِ

وَطَيُّ مَحَالٍ كَالْحَنِيِّ خُلُوْفُهٗ ۔۔۔ وَاَجْرِنَةٌ لُزَّتْ بِدَاْيٍ مُنَضَّدِ (ص۔رحمانیہ)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مذکورہ اشعار میں شاعر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ وضاحت کریں نیز طورًا اور تارۃً ترکیب میں کیا واقع ہیں، مخطوطہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) شاعر کی مراد (۴) طورًا اور تارۃً کی ترکیب (۵) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ۱ اشعار پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

۲ اشعار کا ترجمہ:۔ کبھی وہ اونٹنی اپنی دُم کو ردیف کے پیچھے (سُرین پر) مارتی ہے اور کبھی ایسے تھنوں پر جو پرانی مشک کی طرح سوکھے ہوئے ہیں۔ اُس کی دورانیں ایسی ہیں کہ جن میں گوشت پُر کر دیا گیا ہے وہ دونوں ایسی چکنی ہیں گویا کہ وہ دونوں چکنے بلند محل کے دروازے کے دو کواڑ ہیں۔ اور اُس کی کمر کے مہرے پیچیدہ ہیں جن کی پسلیاں کمانوں کی طرح ہیں اور اُس کی گردن کا اگلا حصہ تہہ بہ تہہ مہروں سے چمٹا دیا گیا ہے گویا کہ وہ دو ہرن کی خواب گاہیں ہیں جو جنگلی بیری کے نیچے ہیں جنہوں نے اُس اونٹنی کو گھیر لیا ہے اور اس کی پسلیاں موڑی ہوئی کمانیں ہیں جو مضبوط قوی پیٹھ کے نیچے رکھی گئی ہیں۔

③ شاعر کی مراد:۔ شاعر ان اشعار میں اپنی اونٹنی کی تعریف کر رہا ہے تو اونٹنی کے دُم ہلانے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کبھی وہ اونٹنی اپنی دُم کو اپنی سُرین پر مارتی ہے اور کبھی ایسے تھنوں پر جو کملائے ہوئے اور سوکھے ہوئے یعنی سمٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اُن کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اُس اونٹنی کی ایسی دورانیں ہیں جو گوشت سے بھری ہوئی ہیں اور وہ ایسی چکنی و چوڑی ہیں گویا کہ وہ بلند محل کے دروازے کے دو کواڑوں کی مثل ہیں اور اس کی کمر کے مہرے پیچیدہ اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھے ہوئے ہیں اور اُس کی گردن کا اگلا حصہ وہ مہروں کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹایا گیا ہے اور اُس اونٹنی کے دائیں بائیں پہلو اور پسلیوں میں اتنی وسعت ہے کہ دو ہرن اُس میں آرام سے اپنی خواب گاہ بنا سکتے ہیں۔

④ طورًا اور تارةً کی ترکیب:۔ یہ دونوں اسم فعل محذوف تَمُرُّ یا تَضْرِبُ کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

⑤ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلنَّحْضُ" یہ مفرد ہے اسکی جمع نِحَاضٌ، نُحُوْضٌ ہے بمعنی موٹا گوشت۔ مصدر نُحُوْضًا (فتح) بمعنی دُبلا ہونا، کم گوشت ہونا۔ "حَشْفٌ" اسم ہے بمعنی ردی کھجور، خشک پستان۔

"اَجْرِنَةٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَرَانٌ ہے بمعنی گردن کا اگلا حصہ۔

"لزت" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر لَزٌّ (نصر، مضاعف) بمعنی چمٹانا و مضبوط کرنا۔

الشق الثانی ......

اَمِنْ اُمِّ اَوْفٰی دِمْنَةٌ لَمْ تَكَلَّمِ ۔۔۔ بِحَوْمَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَثَلَّمِ

وَدَارٌ لَهَا بِالرَّقْمَتَيْنِ كَاَنَّهَا ۔۔۔ مَرَاجِيْعُ وَشْمٍ فِيْ نَوَاشِرِ مِعْصَمِ

بِهَا الْعِيْنُ وَالْاٰرَامُ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً ۔۔۔ وَاَطْلَاؤُهَا يَنْهَضْنَ مِنْ كُلِّ مَجْثَمِ (ص۔رحمانیہ)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، ودار لها میں ضمیر مجرور کا مرجع لکھ کر آخری شعر کی ترکیب کریں، کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) ودار لها میں ضمیر کا مرجع اور آخری شعر کی ترکیب (۴) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① اشعار پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② اشعار کا ترجمہ:۔ کیا یہ اُمّ اوفیٰ کے گھر کے نشانات ہیں جو بولتے نہیں ہیں جو مقام دراج کی سخت زمین اور متثلم میں واقع ہیں۔ اور دو باغوں کے درمیان اُمّ اوفیٰ کا ایک گھر ہے گویا کہ وہ گودنے کے دوبارہ تازہ کئے ہوئے نشان ہیں جو کلائی کی رگوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس گھر میں نیل گائے اور سفید ہرن ایک دوسرے کے پیچھے پھر رہے ہیں اور اُن کے بچے ہر جگہ سے دودھ پینے کیلئے اٹھتے اور کودتے ہیں۔

③ دار لها میں ضمیر کا مرجع اور آخری شعر کی ترکیب:۔ لها کی ضمیر کا مرجع اُمّ اوفیٰ ہے جو شاعر کی معشوقہ یا سابقہ منکوحہ کی کنیت ہے۔

ترکیب: بها جار مجرور ملکر متعلق مقدم ہوا فعل کے العین والآرام معطوف علیہ و معطوف ملکر مبتداء یمشین فعل اس میں ضمیر ذوالحال یا ممیّز خلفة حال یا تمیز، ذوالحال حال یا ممیّز تمیز ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اطلاؤها مضاف و مضاف الیہ ملکر مبتداء ینهضن فعل مع فاعل منْ جارہ کل مجثم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر

معطوف، معطوف علیہا اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "حَوْمَانَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَوَامِیْنُ ہے بمعنی سخت زمین۔

"اَلرَّقْمَتَیْنِ" یہ تثنیہ ہے اس کا مفرد رَقْمَةٌ ہے بمعنی وادی یا باغ کا کنارہ۔ اس سے مراد بصرہ اور مدینہ کے قریب دو باغ ہیں۔

"نَوَاشِرُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد نَاشِرٌ یا نَاشِرَةٌ ہے بمعنی وہ رگیں جو بازوؤں کی اندرونی جانب ہیں۔

"اَطْلَاؤُهَا" یہ جمع ہے اس کا مفرد طِلَاءٌ ہے بمعنی ہرن، گائے و بکری کا بچہ۔

الورقة الاولٰی: فی التفسیر

السوال الاوّل ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۚ وَمَا هُمْ بِضَاۤرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱۔ بقرہ:۱۰۲)

آیت کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں، شانِ نزول تحریر کریں، سحر کا حکم واضح کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب ......مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۱ھ۔

الشق الثانی ...... كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۲۔ بقرہ:۱۸۰تا۱۸۲)

آیات مذکورہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کرتے ہوئے بتایئے کہ موت کے وقت والدین اور اقربین کیلئے وصیت کرنا فرض ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور کیا وصیت میں تبدیلی کرنا ممنوع ہے؟ اس کا شریعت میں کیا اصول ہے؟ مخطوطہ حصہ کی مراد وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب ......مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۲۸ھ۔

السوال الثانی ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (پ۴۔ آل عمران:۱۰۶تا۱۰۹)

آیات کا ترجمہ کریں، مختصر تفسیر کرتے ہوئے سیاہ اور سفید چہرے والے لوگوں کی تعیین میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں، آخری آیت کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) سیاہ اور سفید چہرے والے لوگوں کی تعیین (۴) آخری آیت کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اس دن کچھ چہرے چمکتے ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے چنانچہ جن کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے (ان سے کہا جائیگا) کہ کیا تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا؟ پس اب تم عذاب کا مزہ چکھو اسلئے کہ تم کفر کیا کرتے تھے اور وہ لوگ جن کے چہرے چمکتے ہونگے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم تمہیں حق و سچ کے ساتھ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کے لوگوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور اللہ کیلئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اُسی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے کچھ مختصر احوال ذکر کر رہے ہیں تو فرمایا کہ مؤمنین کے چہرے نورِ ایمان کی وجہ سے روشن اور انتہائی خوشی کی وجہ سے خنداں و فرحاں ہونگے اور کافروں کے چہروں پر کفر کی تاریکی و ظلمت چھائی ہوئی ہوگی اور کفار سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر اور بُرے اعمال کی بدولت اب عذاب کا مزہ چکھو اور مؤمن لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی جنت میں ہونگے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے پھر فرمایا کہ اوپر جو مذکور ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر حق و سچ کے ساتھ پڑھ کر سنائی گئی ہیں اور یہ جو کچھ سزا و جزا کا عمل ہے وہ سب لوگوں کے اپنے اعمال کی بدولت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ از خود اپنی مخلوق پر کوئی ظلم نہیں کرتے۔ مزید یہ کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی مِلک ہے لہٰذا سب مخلوق کے ذمہ اس کی اطاعت لازم تھی مگر انہوں نے اطاعت نہ کی اور آخرت میں یہ سب مقدمات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔ اس دن کوئی دوسرا صاحبِ اختیار نہ ہوگا۔

❸ سیاہ اور سفید چہرے والے لوگوں کی تعیین:۔ مذکورہ دونوں گروہوں کی تعیین میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ سنت کے چہرے سفید ہونگے اور اہلِ بدعت کے چہرے سیاہ ہونگے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کے چہرے سفید ہونگے اور بنو قریظہ و بنو نضیر کے چہرے سیاہ ہونگے۔ حضرت ابو امامہؓ حدیث کی رُو سے فرماتے ہیں کہ سیاہ چہرے خوارج کے ہونگے اور سفید چہرے اُن لوگوں کے ہونگے جن کو وہ قتل کریں گے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ سیاہ چہرے اُن لوگوں کے ہونگے جو آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی تصدیق کرتے تھے مگر بعثت کے بعد تکذیب شروع کر دی۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ مؤمنین مخلصین کے چہرے سفید ہونگے۔ ان کے علاوہ سب کے چہرے سیاہ ہونگے خواہ وہ مرتد ہوں، کافر ہوں یا منافق ہوں، دین میں تغیر و تبدل والے سب لوگ اس میں شامل ہیں۔ (معارف القرآن)

❹ آخری آیت کی نحوی ترکیب:۔ **واؤ** عاطفہ **للہ** جار مجرور ملکر **ثابتٌ** اسم فاعل کے متعلق ہو کر خبرِ مقدم **ما** موصولہ **فی** جارہ **السمٰوٰت** مجرور، جار مجرور ملکر **کائنٌ** کے متعلق ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، **واؤ** عاطفہ **ما فی الارض** (سابقہ ترکیب سے) معطوف، معطوف علیہ و معطوف ملکر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، **واؤ** عاطفہ **الی اللہ** جار مجرور ملکر متعلق مقدم **ترجع** فعل مجہول **الامور** نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا۔

الشق الثانی ...... وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ (پ۴۔نساء:۵و۶)

آیات کا ترجمہ کریں، آیات میں مذکوراحکام کی وضاحت کریں، (بِدَارًا، وَابْتَلُوا، يَكْبَرُوا، فَلْيَسْتَعْفِفْ) کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات میں مذکوراحکام کی وضاحت (۳) مذکورہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور نا سمجھ (یتیموں) کو اپنے وہ مال سپرد نہ کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے، انکو اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور انکو مناسب انداز میں بات کہو اور یتیموں کو جانچتے رہو جب تک کہ وہ نکاح کے قابل نہ ہو جائیں۔ پس اگر تم محسوس کرو کہ ان میں سمجھداری آچکی ہے تو ان کے اموال ان کے سپرد کردو اور یہ مال فضول خرچی کے طور پر اور یہ سوچ کر جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ کہیں وہ بڑے نہ ہو جائیں اور جو شخص خود غنی و مالدار ہو تو وہ اپنے آپ کو یتیم کے مال سے بچائے و پاک رکھے اور جو فقیر ہو تو وہ معروف طریقہ کے مطابق کھا سکتا ہے اور جب تک ان کے اموال انکے سپرد کرو تو اس پر گواہ بنا لو اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

❷ آیات میں مذکور احکام کی وضاحت:۔ ان آیات میں یتیموں کے سرپرستوں کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔

① یتیموں کے مال کو امانت سمجھ کر انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے۔ ② یتیموں کا پیسہ اور مال ومتاع ایسے وقت ان کے سپرد کیا جائے جب اُن میں مال کو ٹھیک ٹھاک دیکھ بھال کی سمجھ اور صحیح مصرف پر خرچ کرنے کا سلیقہ آچکا ہو۔ جب تک وہ نا سمجھ ہیں اُن کا مال اُنکے سپرد نہ کیا جائے۔ ③ اگر وہ یتیم از خود مطالبہ کریں کہ اُنکا مال اُنکے سپرد کیا جائے تو انہیں مناسب انداز میں سمجھا دیا جائے۔ ④ عام حالات میں جب سرپرست خود کھاتا پیتا شخص ہو تو اس کیلئے ان خدمات کا کوئی معاوضہ لینا درست نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ ⑤ اگر سرپرست خود تنگدست ہے اور یتیم کی ملکیت میں اچھا خاصا مال ہے تو پھر وہ اپنا ضروری خرچ یتیم کے مال سے لے سکتا ہے مگر اس میں پوری احتیاط سے عرف اور رواج کے مطابق لینا جائز ہے اس سے زیادہ نہیں۔ (آسان ترجمہ)

❸ مذکورہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "بِدَارًا" بُدُوْرًا بِدَارًا ومُبَادَرۃ یہ باب نصر ومفاعلہ کے مصادر ہیں بمعنی جلدی کرنا۔

"وَابْتَلُوْا" صیغہ جمع مذکر امر حاضر معلوم از مصدر ابتلاء (افتعال، ناقص) بمعنی آزمائش کرنا۔

"يَكْبَرُوْا" صیغہ جمع مذکر غایب فعل مضارع معلوم از مصدر كَبْرًا وكِبَرًا (نصر، سمع وکرم) بمعنی بڑا ہونا و عمر رسیدہ ہونا۔

"فَلْيَسْتَعْفِفْ" صیغہ واحد مذکر بحث امر غائب معلوم از مصدر استعفاف (استفعال، مضاعف) بمعنی بچنا و بچتے رہنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل...... يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (پ۷۔مائدہ:۱۰۱تا۱۰۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں، مختصر تفسیر مع شانِ نزول تحریر کریں، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی تعریفات تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر وشانِ نزول (۳) بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اُن اشیاء کے متعلق مت پوچھو کہ اگر تم پر وہ ظاہر کردی جائیں تو وہ تمہاری ناگواری کا سبب بنیں اور اگر تم نزولِ قرآن کے زمانہ میں اُن باتوں کے متعلق پوچھو تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے سابقہ گناہ معاف کردیئے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے اور بڑے حلم والے ہیں، تحقیق ایسی باتیں تم سے پہلی قوم نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ اُن باتوں کا انکار کرنیوالے ہوگئے۔ نہیں مشروع کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ کو اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو اور لیکن کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور اُن میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

❷ آیات کی تفسیر وشانِ نزول:۔ مسلم شریف کی روایت کے مطابق جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہر سال ہمارے ذمے حج فرض ہے؟ انہوں نے تین مرتبہ سوال کیا، دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ اگر میں تمہارے جواب میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہوجاتا مگر تم اُسکو پورا نہ کرسکتے، اُسکے بعد ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کے متعلق میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں اُن کو اسی طرح رہنے دو اِن میں کھود کرید کرکے سوالات نہ کرو، تم سے پہلی بعض اُمتیں اسی کثرتِ سوال کے ذریعے ہلاک ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے جو چیزیں فرض نہیں کی تھیں انہوں نے سوال کرکے اُن کو فرض کرلیا پھر اُس کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوگئے لہٰذا میں تمہیں جن کاموں کا حکم دوں اُن کو پورا کرو اور جن چیزوں سے منع کروں اُن کو چھوڑ دو اور جن چیزوں سے سکوت کیا جائے اُن کے متعلق خواہ مخواہ سوال نہ کرو۔

❸ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا مطلب:۔ بحیرہ: وہ اونٹنی جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک دیا جاتا تھا۔

سائبہ: وہ اونٹنی جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس پر بوجھ نہ لادتے تھے۔

وصیلہ: وہ جوان اونٹنی جو پہلی اور دوسری مرتبہ مادہ ہی جنتی تھی چونکہ اونٹوں میں مذکر کے مقابلہ میں مؤنث کی بڑی قیمت ہوتی ہے اس لئے پے درپے دو مادہ اونٹنی جننے کی وجہ سے اسے بتوں کے نام پر آزاد کردیتے تھے۔

حام: وہ نر اونٹ جسے ایک مقررہ تعداد میں جفتی کے بعد بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

اور بھی تعریفات کی گئی ہیں مگر حاصل ان سب کا یہ ہے کہ یہ سب زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر آزاد چھوڑے جانے والے جانور ہیں۔

الشق الثانی ...... لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ قَدْ جَاۗءَكُمْ بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ۝

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں، ابصار اور بصائر کے معانی لکھ کر آیاتِ مذکورہ کی تفسیر تحریر کریں، اہلِ حق اور معتزلہ کا رؤیتِ باری کے مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔ (پ ۷۔ انعام: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) ابصار اور بصائر کے معانی (۳) آیات کی تفسیر (۴) اہلِ حق اور معتزلہ کا رؤیتِ باری کے مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ انتہائی لطیف وباخبر ہے۔ تحقیق تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نشانیاں وبصیرت کے سامان پہنچ چکے ہیں پس جو شخص (آنکھیں کھول کر) دیکھے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بن جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں اور ہم اسی طرح آیات کو بار بار مختلف

طریقوں سے بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ کہہ اٹھیں کہ تم نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ ہم اس کو سمجھدار لوگوں کیلئے واضح کر دیں۔

② **ابصار اور بصائر کے معانی:۔** ابصار بصر کی جمع ہے اس کا معنی آنکھوں کا نور ہے جس کے ذریعے انسان دیکھتا ہے۔

بصائر بصیرت کی جمع ہے اس کا معنی دل کا نور ہے جس کے ذریعے انسان غور وفکر کرتا ہے۔

③ **آیات کی تفسیر:۔** پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ ساری مخلوقات جن وانس وملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ اسکی ذات کا احاطہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو پوری طرح دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ان سب پر محیط ہے۔ وہ ذات انتہائی لطیف وباخبر ہے۔ آیت میں فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع یعنی توحید ورسالت کے حق ہونے کے عقلی ونقلی دلائل پہنچ چکے ہیں، انکو دیکھ کر جو شخص حق کو پالے گا وہ اپنا ہی فائدہ کریگا اور جو دلائل کے باوجود حق کو نہیں پائے گا اندھا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور اے نبی! ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال کا نگہبان نہیں ہوں میرے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم اپنے دلائل ونشانیوں کو عمدگی کے ساتھ مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچادیں اور یہ منکر لوگ تعصب کی وجہ سے یہ کہہ اٹھیں کہ تُو نے یہ مضامین کس سے پڑھے ہیں تاکہ ان پر اور زیادہ الزام ہو اور ہم اپنی نشانیوں خوب خوب کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ دانشمندوں پر واضح ہو۔ گویا قرآن کریم کے نزول کے تین فائدے ہیں ① آپ ﷺ کو اجرِ تبلیغ ملے ② منکرین پر زیادہ جرم قائم ہو ③ طالبانِ حق ودانشمندوں پر حق ظاہر ہوجائے۔

④ **اہلِ حق اور معتزلہ کا رؤیت باری کے مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل:۔** معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے منکر ہیں اور ان کی سب سے قوی نقلی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ** الخ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ **الْاَبْصَارُ** پر الف لام برائے استغراق ہے یعنی کوئی بھی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ علیٰ سبیل التنزل اس استدلال کے چار جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ جمع پر داخل لامِ تعریف اس وقت استغراق کیلئے ہوتا ہے جب عہد خارجی مراد ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو اور نصوص سے ابصارِ مؤمنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت حاصل ہونے کا ثبوت اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں **الْاَبْصَارُ** کا لامِ تعریف عہدِ خارجی کا ہے اور اس سے ابصارِ کفار مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکیں گی۔

دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ **الْاَبْصَارُ** میں لامِ تعریف استغراق کیلئے ہے تب بھی تمہارا مقصود یعنی آیت کا عمومِ سلب اور سلبِ کلی پر دلالت کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت سلبِ عموم پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ **تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ** لامِ تعریف برائے استغراق ہونے کی صورت میں **یدرکه کل بصر** کے معنی میں ہوگا جو موجبہ کلیہ ہے پھر اسکے بعد جب اس پر لا حرفِ نفی داخل ہوا تو ایجابِ کلی کا رفع ہوگیا اور آیت کا معنی **لَا تُدْرِكُهُ، جَمِيْعُ الْاَبْصَار** ہوا یعنی تمام نگاہیں اس کو نہ دیکھیں گی اور یہ عمومِ سلب نہیں بلکہ سلبِ عموم ہے جو بعض نگاہوں یعنی ابصارِ مؤمنین کے دیکھنے کے منافی نہیں ہے۔

تیسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آیت عمومِ سلب اور سلبِ کلی پر دلالت کرتی ہے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آیت میں ادراک سے مطلق رؤیت مراد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ادراک سے مراد مرئی کے تمام حدود واطراف کا احاطہ کرکے دیکھنا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کی کوئی جانب نگاہ سے پوشیدہ رہ جائے جیسا کہ کہتے ہیں **رأیت الهلال و ما ادرکته** (میں نے چاند کو دیکھا مگر اس کو نگاہ کے احاطہ میں نہ لا سکا)۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے کہ کوئی بھی نگاہ اس کا احاطہ نہ کرسکے گی۔ اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے مگر اس کا احاطہ نہ کرسکیں گے۔

چوتھے جواب کا حاصل یہ ہے کہ گزشتہ ساری باتیں تسلیم کر لینے کے بعد آیت مذکورہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ادراک بمعنی رؤیت کی نفی تمام اوقات واحوال سے متعلق ہے اس لئے ہم اس نفی کو بعض اوقات مثلاً دنیا کے ساتھ خاص کرتے ہیں اس صورت میں آیت کی مراد یہ ہوگی کہ دنیا میں کوئی نگاہ اللہ تعالیٰ شانہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ یا اس نفی کو آخرت کے بعض احوال کے ساتھ خاص کرتے ہیں، اس صورت میں آیت کی مراد یہ ہوگی کہ آخرت کے بعض احوال میں کوئی نگاہ اس کو نہ دیکھے گی۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جنت میں اہل ایمان کو تمام احوال میں رؤیت نہ ہوگی بلکہ بعض احوال میں ہی ہوگی۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک رؤیت باری تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے دیدار کا عقلاً ممکن ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ دونوں سے اور اس کا بالفعل اثبات دلائلِ نقلیہ سے ثابت ہے۔

متقدمین اہل السنۃ والجماعۃ نے باری تعالیٰ کی رؤیت کے ممکن ہونے پر عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل پیش کئے ہیں۔

عقلی دلیل: یہ ہے کہ اعیان اور اعراض دونوں کی رؤیت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہم دو جسموں کے درمیان دیکھ کر فرق کرتے ہیں کہ مثلاً یہ لکڑی ہے اور وہ لوہا ہے اسی طرح دو عرضوں کے درمیان دیکھ کر فرق کرتے ہیں کہ یہ سیاہی ہے وہ سفیدی ہے۔ بہر حال یہ رؤیت بمعنی دکھائی دینا اعراض اور اعیان دونوں کے لئے مشترک طور پر ثابت ہے اور جو حکم دو چیزوں کے درمیان مشترک ہو اس کی علت بھی ایسی ہونی چاہئے جو دونوں کے درمیان مشترک طور پر موجود ہو۔ اور تلاش وتتبع سے ہمیں معلوم ہوا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اعیان اور اعراض کے درمیان مشترک ہیں ایک تو یہ کہ دونوں ممکن ہیں۔ لہٰذا امکان دونوں کے درمیان مشترک ہوا۔ دوم یہ کہ اعیان واعراض دونوں حادث ہیں جیسا کہ حدوث عالم کی دلیل سے ثابت ہے لہٰذا حدوث بھی دونوں کے درمیان مشترک ہوا۔ سوم یہ کہ دونوں موجود ہیں لہٰذا وجود بھی دونوں کے درمیان مشترک ہوا۔ ان میں سے اول الذکر دونوں یعنی امکان اور حدوث علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ امکان کے معنی کسی چیز کے وجود اور عدم کا ضروری نہ ہونا ہے اور نہ ہونا امرِ عدمی ہے۔ اسی طرح حدوث کا معنی وجود بعد العدم ہے تو اس کے مفہوم میں عدم داخل ہے۔ لہٰذا حدوث بھی امرِ عدمی ہوا اور امرِ عدمی کسی چیز کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ علت اس کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے وجود میں مؤثر ہو اور جو چیز خود ہی عدمی ہو وہ دوسری چیز کے وجود میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتی۔ بہر حال جب امورِ ثلاثہ مشترکہ میں سے امکان اور حدوث بوجہ عدمی ہونے کے علت نہیں بن سکتے تو تیسرا احتمال متعین ہوگیا کہ اعیان اور اعراض کی رؤیت یعنی دکھائی دینے کی علت وجود ہے جو ذات باری میں بھی متحقق ہے کیونکہ وہ نہ صرف موجود ہے بلکہ واجب الوجود ہے تو اس کی رؤیت بھی ممکن ہوگی۔ کیونکہ جہاں کسی حکم کی علت پائی جائے تو حکم بھی وہاں پایا جاتا ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ کے ممکن ہونے کی نقلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ہے اس آیت سے شارح نے دو طرح استدلال کیا ہے۔ پہلے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو کلام سن کر متکلم کے دیدار کا اشتیاق ہوا اور دیدار کی درخواست کی رَبِّ اَرِنِیْ (اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرادیجئے) جواب ملا لَنْ تَرٰنِیْ (تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست باری تعالیٰ کے رؤیت کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اگر انہیں رؤیت کے ناممکن ہونے کا علم نہیں تھا تو ان کا درخواست کرنا اس بات سے جاہل ہونے کو مستلزم ہوگا کہ باری تعالیٰ میں کونسی بات جائز اور ممکن ہے اور کونسی بات ناجائز وناممکن ہے اور اگر علم تھا تو یہ درخواست عبث وبے فائدہ اور طلب محال کو مستلزم ہوگی اور انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے پاک ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے۔

دوسرے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں فرمایا کہ تم میرے جمال کی تاب نہ لاسکو گے البتہ تمہاری تسلی کے لئے ایک صورت تجویز کرتا ہوں کہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو میں اس پر اپنی جھلک ڈالوں گا اگر وہ پہاڑ اس کا متحمل ہو جائے اور اپنی جگہ ساکن و برقرار رہے تو پھر تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ یہ واقعہ بھی رویت کے ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت کو استقرار جبل پر معلق فرمایا ہے جو فی نفسہٖ ممکن ہے۔ اور جو چیز کسی ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتی ہے تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے۔

آخرت میں مؤمنین کو دیدار نصیب ہونا ممکن ہے اور دلائلِ نقلیہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

کتاب اللہ کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد **وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** ہے اس میں محلِ استشہاد **اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** ہے اس میں **نَاظِرَةٌ** کا صلہ الیٰ ہے اور جب نظر کا لفظ الی کے ذریعہ متعدی ہو تو وہ رویت کے معنی میں ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قیامت میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

سنتِ رسول اللہ ﷺ سے رویتِ باری کے آخرت میں وقوع کی دلیل: حدیثِ مشہور **انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدر** ہے جس کو اکیس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودہویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

اجماعِ امت سے رویتِ باری کے آخرت میں وقوع کی دلیل یہ ہے کہ مخالف فرقوں کے ظہور سے پہلے امت کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی اور اس پر بھی اتفاق رہا ہے کہ وقوعِ رویت کے سلسلہ میں وارد آیات اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں۔ اس میں اختلاف کرنیوالوں مثلاً معتزلہ وغیرہ کا ظہور بعد میں ہوا ہے۔ (بیان الفوائد ج۲ ص ۱۱ تا ۲۲)

﴿الورقة الثانية: فی الفقه (هدایه اوّل)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ اَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمِصْرِ مِيْلٌ اَوْ اَكْثَرُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ، وَلَوْ كَانَ يَجِدُ الْمَاءَ اِلَّا اَنَّهٗ مَرِيْضٌ فَخَافَ اِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اِشْتَدَّ مَرَضُهٗ يَتَيَمَّمُ، وَلَوْ خَافَ الْجُنُبُ اِنِ اغْتَسَلَ اَنْ يَقْتُلَهُ الْبَرْدُ اَوْ يُمْرِضُهٗ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ، وَهٰذَا اِذَا كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ، وَلَوْ كَانَ فِی الْمِصْرِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ خِلَافًا لَهُمَا۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسائل مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے آخری مسئلہ میں امام اعظمؒ اور صاحبین کا مدلل اختلاف تحریر کریں، تیمم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف، تیمم کا طریقہ اور قرآن وحدیث سے اس کی مشروعیت کی دلیل ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسائل کی تشریح وامام اعظمؒ اور صاحبین کا مدلل اختلاف (۴) تیمم کی لغوی واصطلاحی تعریف، طریقہ ومشروعیت کی دلیل۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جو شخص پانی نہ پائے اس حال میں کہ وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو کہ اُسکے اور شہر کے درمیان ایک میل

یا اُس سے زائد کی مسافت ہو تو وہ پاکیزہ مٹی کے ساتھ تیمم کرے۔ اور اگر وہ پانی پاتا ہے مگر وہ مریض ہے پس اُسے خوف ہے کہ اگر مَیں نے پانی استعمال کیا تو میرا مرض بڑھ جائے گا تو وہ بھی تیمم کرسکتا ہے اور اگر جنبی آدمی کو خوف ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو ٹھنڈک سے اُسکی موت واقع ہو جائیگی یا اُس کا مرض بڑھ جائیگا تو وہ بھی پاکیزہ مٹی سے تیمم کرسکتا ہے۔ اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ آدمی شہر سے باہر ہو اور اگر وہ شہر میں ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھر بھی اسی طرح حکم ہے۔ اور صاحبینؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

③ **مذکورہ مسائل کی تشریح وامام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف:۔** اگر آدمی حالتِ سفر میں ہو اور اُس کے پاس پانی موجود نہ ہو یا آدمی آبادی وشہر سے اتنی دور ہو کہ اُس کے اور آبادی کے درمیان ایک میل یا اُس سے زائد کی مسافت ہو یا آدمی کے پاس پانی تو موجود ہو مگر وہ ایسا مریض ہو کہ اُس کو یہ خوف لاحق ہو کہ اگر مَیں نے پانی استعمال کیا تو میرا مرض بڑھ جائے گا، اسی طرح جنبی آدمی کو یہ خوف لاحق ہو کہ اگر مَیں نے غسل کیا تو ٹھنڈک کے نتیجے میں میری موت واقع ہو جائے گی یا مجھے مرض لاحق ہو جائے گا تو ان تمام صورتوں میں مبتلیٰ بہ کو تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

اگر کوئی شخص شہر میں موجود ہے تو پھر اُس کے ساتھ یہ صورت پیش آجائے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شہر میں موجود شخص کو بھی تیمم کی اجازت ہے مگر صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ شہر میں موجود شخص کو تیمم کی اجازت نہیں ہے۔

دلائل: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شہر میں ایسی حالت کا تحقق نادر ہے کیونکہ شہر میں گرم پانی اور سردی سے حفاظت ممکن ہے اس لئے ہلاک ہونے یا مرض لاحق ہونے کا اعتبار غیر معتبر ہوگا۔ چنانچہ اگر شہر میں تیمم کی اجازت دے دی جائے تو لوگ معمولی سردی میں بھی حیلہ کرینگے۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایسے خائف جنبی کے حق میں درحقیقت غسل کرنے سے عاجزی ثابت ہے اس لئے اس عاجزی کا اعتبار کرنا ضروری ہے لہٰذا شہر میں موجود شخص کو بھی تیمم کی اجازت ہے۔

④ **تیمم کی لغوی واصطلاحی تعریف، طریقہ ومشروعیت کی دلیل:۔** تیمم لغت میں قصد کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی سے بہ نیتِ طہارت چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔

طریقہ: اوّل نیت کرو کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں پھر دونوں ہاتھ مٹی کی کسی چیز پر مار کر انہیں جھاڑ دو۔ زیادہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک دو۔ اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرو کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے، اگر ایک بال برابر جگہ چھوٹ گئی تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارو اور انہیں جھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتے ہوئے کہنی تک لے جاؤ اس طرح لے جانے میں سیدھے ہاتھ کے نیچے کی جانب ہاتھ پھر جائے گا۔ پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سیدھے ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک کھینچتے ہوئے لاؤ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی جانب کو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرو۔ پھر اسی طرح سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیرو۔ پھر انگلیوں کا خلال کرو اگر انگوٹھی پہنے ہوئے ہو تو اسے اتارنا یا ہلانا ضروری ہے۔ داڑھی کا خلال کرنا بھی سنت ہے۔

(**نوٹ:** حدثِ اصغر وحدثِ اکبر دونوں کے لئے تیمم کا یہی طریقہ ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے)

مشروعیت کی دلیل: تیمم کے جواز کی پہلی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ **فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدًا طیبًا** (اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو) ہے۔ دوسری دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **التراب طھور المسلم ولو الی عشر حجج مالم یجد الماء** (پاکیزہ مٹی مسلمان کی طہارت کا ذریعہ ہے اگرچہ دس سال تک اُسے پانی میسر نہ ہو)۔

تیسری دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **فضلنا علی الناس بثلث خصال...... تربتها لنا طهورا اذا لم نجد الماء** (ہمیں دیگر اُمتوں پر تین چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے...... زمین کی مٹی کو ہمارے لئے طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے جس وقت پانی دستیاب نہ ہو)۔

الشق الثانی ...... **وَالنَّجَاسَةُ اِذَا اَصَابَتِ الْمِرْاٰةَ اَوِ السَّيْفَ اُكْتُفِيَ بِمَسْحِهِمَا، وَاِنْ اَصَابَتِ الْاَرْضَ نَجَاسَةٌ فَجَفَّتْ بِالشَّمْسِ وَذَهَبَ اَثَرُهَا جَازَتِ الصَّلٰوةُ عَلٰى مَكَانِهَا، وَقَالَ زُفَرُ" وَالشَّافِعِيُّ" لَا تَجُوْزُ وَقَدْرُ الدِّرْهَمِ وَمَادُوْنَهٗ مِنَ النَّجَسِ الْمُغَلَّظِ كَالدَّمِ وَالْبَوْلِ وَالْخَمْرِ وَخِرْءِ الدَّجَاجِ وَبَوْلِ الْحِمَارِ جَازَتِ الصَّلٰوةُ مَعَهٗ، وَاِنْ زَادَ لَمْ تَجُزْ، وَقَالَ زُفَرُ" وَالشَّافِعِيُّ" قَلِيْلُ النَّجَاسَةِ وَكَثِيْرُهَا سَوَاءٌ۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسائل مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے دونوں جگہ ائمہ کا مدلل اختلاف تحریر کریں، "ذهب اثرها" میں اثر سے کیا مراد ہے؟ نیز نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تعریف اور مثالیں ذکر کر کے بتائیں کہ نجاست خفیفہ کی کتنی مقدار کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) اثر کی مراد (۵) نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تعریف مع امثلہ (۶) نجاست خفیفہ کی مقدارِ معاف۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نجاست جب کسی شیشے یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں چیزوں کو صاف کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا اور اگر نجاست زمین کو پہنچ جائے اور وہ سورج کی تپش کے نتیجہ میں خشک ہو جائے اور اس کا اثر زائل ہو جائے تو اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے اور امام زفرؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ اور درہم اور اس سے کم مقدار نجاست غلیظہ کی جیسے خون اور پیشاب اور شراب اور مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب، ان نجاسات کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر درہم سے زائد ہو جائے تو جائز نہیں ہے اور امام زفرؒ وامام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نجاست تھوڑی اور زیادہ برابر ہے (یعنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے)۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ شیشے اور تلوار وغیرہ پر ذی جرم (جسم دار) نجاست لگ جائے تو اُس کو صاف کر دینا کافی ہے گویا صاف کر دینے سے یہ شیشہ اور تلوار وغیرہ پاک ہو جائیں گے اسی طرح اگر زمین پر کسی نے نجاست کر دی ہے یا نجاست لگ گئی اور دھوپ سے خشک ہو گئی تو زمین بھی پاک ہو جائے گی گویا اس جگہ نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دلائل: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ پر نجاست کا لگنا یقینی ہے اور اُس کو زائل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اس لئے وہ زمین ناپاک ہی رہے گی اور اُس پر نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اُس سے تیمم کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

احناف کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے **ذکاة الأرض يبسها** (زمین کی پاکی اُس کا خشک ہو جانا ہے)۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ نجاست کو زائل کرنیوالی کوئی چیز نہیں پائی گئی، یہ غلط ہے بلکہ نجاست کو زائل کرنیوالی چیز موجود ہے اور وہ حرارت ہے۔ کیونکہ جس طرح آگ سے جلانا پاک کرتا ہے اِسی طرح حرارت بھی پاک کرتی ہے خواہ کم ہو زیادہ ہو۔

تیمم کے عدم جواز پر قیاس کرنے کا جواب یہ ہے کہ تیمم کے لئے مٹی کے پاک ہونے کی شرط نصِ قرآنی سے ثابت ہے اور جو حکم نصِ قرآنی سے ثابت ہو وہ قطعی ہوگا لہٰذا تیمم کے لئے مٹی کا قطعی اور یقینی طور پر طاہر ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں پر زمین کی

طہارت خبرِ واحد سے ثابت ہوئی ہے جو کہ غیر قطعی اور ظنی ہے، پس تیمم جس کے لئے مٹی کا پاک ہونا قطعی الثبوت ہے وہ اُس مٹی سے ادا نہ ہوگا جس کی طہارت ظنی الثبوت ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر نجاست غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم مقدار میں کپڑے وغیرہ کو لگ جائے جیسے خون، پیشاب، شراب وغیرہ تو اس نجاست کے کپڑے پر موجود ہونے کی حالت میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر ایک درہم سے زائد مقدار ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔ جبکہ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قلیل اور کثیر نجاست کا ایک ہی حکم ہے۔ گویا اُن کے نزدیک نجاست غلیظہ خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس کی موجودگی میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دلائل: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل آیت کریمہ **وثیابك فطهر** ہے، جس نے نجاست سے پاک کرنا واجب کیا ہے اور قلیل وکثیر کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی بلکہ مطلقاً نجاست سے پاکی کا حکم ہے لہٰذا قلیل وکثیر سب سے پاکی حاصل کرنا لازم ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل نجاست سے بچاؤ ممکن نہیں ہے کیونکہ کھیاں نجاست پر بیٹھنے کے بعد پھر انسان پر بیٹھ جاتی ہیں اسی طرح مچھروں کے خون سے بچنا ممکن نہیں، پس جب نجاست کی قلیل مقدار سے بچنا ممکن نہیں تو اُس کو معاف کر دیا گیا ہے۔ باقی مقدارِ قلیل وکثیر کا معیار ایک درہم کی مقدار ہے جسے موضع استنجاء پر قیاس کیا گیا ہے۔

❹ <u>اثر کی مراد:۔</u> نجاست کے اثر سے مراد رنگ و بو وغیرہ ہے۔

❺ <u>نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تعریف مع امثلہ:۔</u> نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں، غلیظہ اور خفیفہ۔

① سخت اور بڑی ناپاکی کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں جیسے آدمی کا پیشاب و پاخانہ، جانوروں کا پاخانہ، حرام جانوروں کا پیشاب، آدمی اور جانوروں کا بہتا ہوا خون، شراب، مرغی اور بطخ کی بیٹ وغیرہ۔

نجاست غلیظہ اگر گاڑھے جسم والی ہو جیسے پاخانہ وغیرہ تو ساڑھے تین ماشہ وزن تک معاف ہے اور اگر پتلی ہو جیسے شراب وغیرہ تو وہ انگریزی روپیہ کے پھیلاؤ کے برابر معاف ہے۔ (معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی ہو اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور جان بوجھ کر اتنی نجاست بھی کپڑے یا جسم پر چھوڑنا جائز نہیں ہے)

② ہلکی اور چھوٹی نجاست کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں جیسے حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ وغیرہ۔

❻ <u>نجاست خفیفہ کی مقدارِ معاف:۔</u> نجاست خفیفہ اگر چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو سے کم ہو تو معاف ہے اگر چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه السلام الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها الا منافق، واولى الناس بالامامة اعلمهم بالسنة، وعن ابى يوسفؒ اقرؤهم، فان تساووا فأقرؤهم فان تساووا فاورعهم فان تساووا فأسنهم.**

عبارت کا ترجمہ کریں، ہر مسئلہ کی دلیل کے ساتھ وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ "اعلمهم بالسنة" میں سنة سے کیا مراد ہے؟ نیز امام ابو یوسفؒ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کر کے بتائیں کہ حدیث مذکور میں منافق سے کیا مراد ہے؟ عبد، اعرابی، فاسق

اور ولد الزنا کی امامت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ دلیل کے ساتھ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسائل کی وضاحت مع الدلائل (۳) سنة کی مراد (۴) منافق کی مراد (۵) عبد، اعرابی، فاسق اور ولد الزنا کی امامت میں نماز پڑھنے کا حکم مع دلیل۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ جماعت سنت مؤکدہ ہے، دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے **الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها الا منافق** (جماعت سننِ ہدیٰ ہے منافق آدمی کیلئے علاوہ کوئی مسلمان اس سے پیچھے نہیں رہتا) اور لوگوں میں سے امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اُن میں سے سنت کو زیادہ جاننے والا ہو (اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ جو اُن میں سے اچھا قرآن پڑھنے والا ہو) پس اگر وہ عالم بالسنہ ہونے میں برابر ہوں تو پھر جو اُن میں سے اچھا قرآن پڑھنے والا ہو پس اگر وہ اس میں بھی برابر ہوں تو جو ان میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ پس اگر وہ پرہیز گاری میں بھی برابر ہوں تو پھر جو اُن میں سے زیادہ عمر رسیدہ ہو۔

❷ مسائل کی وضاحت مع الدلائل:۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، اس کی دلیل متن میں موجود آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جماعت سنن ہدیٰ میں سے ہے اس سے صرف منافق ہی پیچھے رہتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس درجے بہتر ہے۔

امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سنت یعنی اُن احکامِ شرعیہ کا جاننے والا ہو جو نماز کے متعلق ہیں مثلاً نماز کی شرائط، ارکان، سنتیں اور آداب وغیرہ بشرطیکہ اتنی مقدار قرأت پر بھی قادر ہو جس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امامت کا زیادہ مستحق وہ ہے جو قرآن اچھی طرح سے پڑھنا جانتا ہو بشرطیکہ بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ قرأت نماز کا ایسا رکن ہے جس کے بغیر چارہ نہیں اور علم کی ضرورت اُس وقت پیش آئے گی جب کوئی عارض یا خرابی پیش آئے اور عارض و خرابی کبھی کبھی پیش آتے ہیں۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ علم کی تمام ارکان میں احتیاجی ہے، جبکہ قرأت کی صرف ایک رکن میں احتیاجی ہے۔

پس اگر علم بالسنۃ میں سب برابر ہوں تو پھر جو اُن میں اچھا قرآن پڑھنے والا ہوگا وہ امامت کا مستحق ہوگا، اس کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے "**يؤم القوم اقرأهم لكتاب الله**"۔ پس اگر علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہوگا وہ امامت کا مستحق ہوگا، اس کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے **من صلى خلف عالم تقي فكانما صلى خلف نبي**۔ پس اگر تقویٰ میں بھی سب برابر ہوں تو پھر زیادہ عمر والا امامت کا حقدار ہوگا اس لئے کہ آپ ﷺ نے ابو ملیکہ کے صاحبزادوں سے فرمایا تھا کہ تم دونوں میں سے بڑا امامت کرے۔ نیز بزرگ کو مقدم کرنے میں نماز کی زیادتی ہوگی۔

❸ سنة کی مراد:۔ اس سے مراد وہ احکامِ شرعیہ ہیں جو نماز کے ساتھ متعلق ہوں مثلاً نماز کی شرائط، ارکان، سنن و آداب وغیرہ۔

❹ منافق کی مراد:۔ یہاں پر منافق سے مراد منافقِ عملی ہے یعنی جماعت سے نماز ترک کرنے والا شخص عملی طور پر منافقوں والا عمل کر رہا ہے کیونکہ منافقِ اعتقادی تو دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے۔

❺ عبد، اعرابی، فاسق اور ولد الزنا کی امامت میں نماز پڑھنے کا حکم مع دلیل:۔ غلام کی امامت مکروہ ہے اسی طرح دیہاتی کی امامت عدمِ علم و جہل کی وجہ سے، فاسق کی امامت شریعت کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے اور ولد الزنا کی امامت صحیح تعلیم و تربیت نہ پانے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی موقع پر ان حضرات کے علاوہ کوئی اور شخص نہ ہو تو ان کو امام بنانا جائز ہے البتہ فاسق کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہوگی۔

الشق الثانی ...... **ومن کان له وطن فانتقل منه واستوطن غیره ثم سافر فدخل وطنه الاول قصر، واذا نوی المسافر ان یقیم بمکة ومنی خمسة عشر یوما لم یتم الصلوٰة، والعاصی والمطیع فی سفره فی الرخصة سواء، وقال الشافعیؒ سفر المعصیة لا یفید الرخصة۔**

عبارت کا ترجمہ کریں، وطن اصلی اور وطن اقامت کی تعریف اور مکہ و منٰی میں پندرہ دن اقامت کی نیت کے باوجود قصر کرنے کی وجہ تحریر کریں۔ آخری مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل ذکر کریں۔ وطن اصلی اور وطن اقامت کے بطلان کے لیے صاحب ہدایہؒ کے ذکر کردہ اصل کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کی تعریف (۳) مکہ و منٰی میں پندرہ دن اقامت کی نیت کے باوجود قصر کی وجہ (۴) سفرِ معصیت کی رخصت میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل (۵) وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کے بطلان کیلئے صاحب ہدایہؒ کا ذکر کردہ ضابطہ۔

جواب ...... ❶ **عبارت کا ترجمہ:۔** اور جس شخص کا کوئی وطن ہو اور وہ اُس سے منتقل ہو گیا ہو اور اُس نے کسی دوسرے علاقہ کو وطن بنالیا ہو پھر اُس نے سفر کیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہو گیا تو وہ قصر نماز ہی پڑھے گا اور جب کسی مسافر نے مکہ اور منٰی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ بھی نماز کو مکمل نہیں پڑھے گا اور جو شخص اپنے سفر میں نافرمان ہے یا فرمانبردار ہے یہ دونوں رخصت میں برابر ہیں۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گناہ کا سفر رخصت کا فائدہ نہیں دیتا۔

❷ **وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کی تعریف:۔** وطنِ اصلی انسان کی جائے پیدائش یا وہ شہر ہے جس میں اُسکے اہل و عیال رہتے ہوں اور اُس سے منتقل ہونے کا ارادہ نہ ہو۔ اور وطنِ اقامت وہ شہر یا گاؤں ہے جس میں مسافر نے پندرہ دن قیام کا ارادہ کرلیا ہو۔

❸ **مکہ و منٰی میں پندرہ دن اقامت کی نیت کے باوجود قصر کرنے کی وجہ:۔** مکہ اور منٰی میں اقامت کی نیت کرنے والا شخص مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور قصر نماز پڑھے گا کیونکہ دو مقام میں اقامت کی نیت کا معتبر ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ دو سے زائد مقام میں بھی نیت معتبر ہو ورنہ بلاوجہ ترجیح لازم آئے گی اور مسافر کا بہت سے مقامات پر قیام کی نیت کرنا ممتنع ہے۔

❹ **سفرِ معصیت کی رخصت میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔** حنفیہ کے نزدیک سفر خواہ طاعت کا ہو یا معصیت کا بہرصورت مسافر کو نماز میں قصر والی رخصت حاصل ہوگی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک معصیت والے سفر میں رخصت حاصل نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ رخصت مکلف پر تخفیف کردیتی ہے اور جو چیز مکلف پر تخفیف کرتی ہے وہ ایسی چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی جو سختی کو واجب کرے جبکہ معصیت اور نافرمانی تو سختی اور عذاب کو واجب کرتی ہے اسلئے معصیت کے ساتھ رخصت اور تخفیف متعلق نہیں ہوسکتی۔ بالفاظِ دیگر رخصت ایک رحمت و انعام ہے جو عذاب کے مستحق کو نہیں ملے گا۔

ہماری دلیل نصوص کا مطلق ہونا ہے یعنی جن نصوص میں رخصت ہے وہ علی الاطلاق ہر مسافر کو شامل ہیں خواہ وہ مطیع ہو یا عاصی ہو۔ نیز سفر معصیت نہیں ہوتا کیونکہ سفر قطعِ مسافت کا نام ہے اور اس معنیٰ میں کوئی معصیت نہیں۔ معصیت تو وہ عمل ہے جو سفر کے بعد ہوگا پس جب ذاتِ سفر معصیت نہیں تو اس کے ساتھ رخصت متعلق ہو سکتی ہے۔

❺ **وطنِ اصلی اور وطنِ اقامت کے بطلان کیلئے صاحبِ ہدایہؒ کا ذکر کردہ ضابطہ:۔** ضابطہ یہ ہے کہ وطنِ اصلی وطنِ اصلی سے ہی باطل ہوتا ہے نہ کہ وطنِ اقامت سے جبکہ وطنِ اقامت وطنِ اصلی سے بھی باطل ہو جاتا ہے اور وطنِ اقامت سے بھی

باطل ہوجاتا ہے اس لئے کہ وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے اعلیٰ ہے اور چیز اپنے مافوق اور اعلیٰ سے بھی باطل ہوجاتی ہے اور مساوی درجہ کی چیز سے بھی باطل ہوجاتی ہے، لہٰذا وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے باطل نہ ہوگا بلکہ صرف وطنِ اصلی سے ہی باطل ہوگا جبکہ وطنِ اقامت اپنے مساوی (وطنِ اقامت) سے بھی اور اپنے سے اعلیٰ (وطنِ اصلی) سے بھی باطل ہوجائے گا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **فصل فی العروض الزکوٰۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کائنۃ ما کانت اذا بلغت قیمتھا نصابا من الورق او الذھب، یقومھا بما ھو انفع للمساکین۔**

ترجمہ کرکے زکوٰۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، سامان تجارت سے کیا مراد ہے اور عروض التجارۃ میں سونے کے نصاب کا اعتبار ہوگا یا چاندی کا؟ نیز "**انفع للمساکین**" کی تفسیر میں امام اعظمؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اقوال کی وضاحت کریں، زکوٰۃ کن لوگوں پر واجب ہوتی ہے اور اس کے وجوب کی شرائط کیا ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) زکوٰۃ کی لغوی و اصطلاحی تعریف (۳) سامانِ تجارت کی مراد (۴) عروض التجارۃ میں سونے و چاندی میں سے معتبر کی تعیین و "**انفع للمساکین**" کی تفسیر (۵) زکوٰۃ کا وجوب اور شرائط۔

جواب ...... ❶ <u>عبارت کا ترجمہ:</u> یہ فصل سامان کے بارے میں ہے، سامانِ تجارت میں زکوٰۃ لازم ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کا سامان ہو جبکہ اُس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے، اُس سامان کی قیمت اُس چیز کے ذریعے لگائی جائے گی جو مساکین کے لئے زیادہ نفع مند ہو۔

❷ <u>زکوٰۃ کی لغوی واصطلاحی تعریف:</u> **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ۔**

❸ <u>سامانِ تجارت کی مراد:</u> سامانِ تجارت سے مراد وہ مال ہے جو کاروبار کی نیت سے خریدا گیا ہو خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو اُس میں زکوٰۃ لازم ہے بشرطیکہ اُس کی قیمت سونا یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سامانِ تجارت کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ لازم ہے۔

❹ <u>عروض التجارۃ میں سونا و چاندی میں سے معتبر کی تعیین و "**انفع للمساکین**" کی تفسیر:</u> امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ سامان کی قیمت کا انداز ہ ان دونوں نقدوں میں سے اُسکے ساتھ کیا جائے گا جس میں فقراء و مساکین کا نفع ہو مثلاً سامانِ تجارت کی مالیت دو سو درہم ہو جائے مگر بیس مثقال نہ ہو تو پھر دراہم کے ساتھ اندازہ لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے یا اسکے برعکس سامان کی مالیت بیس مثقال سونے کو پہنچ جائے مگر دو سو درہم چاندی کی مالیت کو نہ پہنچے تو اُسکی قیمت سونے و مثقال کے ساتھ لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

امام ابو یوسفؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک اُس سامانِ تجارت کو سونا، چاندی میں سے جس عوض کے ساتھ خریدا ہے اُسی کے ساتھ مالیت کا اندازہ لگایا جائے گا اگر ان دونوں کے علاوہ کسی اور عوض سے وہ سامان خریدا گیا ہے تو پھر ان میں سے جس کا رواج زیادہ ہو اُس کے ساتھ اندازہ لگایا جائے گا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں غالب نقدِ بلد کے ساتھ یعنی شہر میں چلنے والی عام کرنسی کے ساتھ اندازہ لگایا جائے گا۔

❺ <u>زکوٰۃ کا وجوب اور شرائط:</u> **کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ۔**

الشق الثانی ...... قال الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما یتعلق بزمان بعینه کصوم رمضان والنذر المعین۔

عبارت کا ترجمہ کرکے صوم کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، صوم کی اقسام اور ہر قسم کی نیت کا وقت لکھ کر صوم رمضان اور صومِ نذر کا سبب اور صومِ رمضان کی مشروعیت کی دلیل تحریر کریں، رمضان کا روزہ تو فرض ہے پھر امام قدوریؒ نے اسکو واجب کیوں کہا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) صوم کی لغوی واصطلاحی تعریف (۳) صوم کی اقسام کی نشاندہی ونیت (۴) صومِ رمضان اور صومِ نذر کا سبب اور صومِ رمضان کی مشروعیت کی دلیل (۵) امام قدوریؒ کے رمضان کے روزہ کو واجب قرار دینے کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱۴۳۲ھ۔

② صوم کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ صوم کا لغوی معنی مطلق امساک ورکنا ہے اور اصطلاح میں طلوعِ فجر سے لیکر غروبِ شمس تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ سے رُکنا روزہ کہلاتا ہے۔

③ صوم کی اقسام کی نشاندہی ونیت:۔ صوم واجب کی دوقسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کا تعلق مخصوص زمانہ سے ہو جیسے رمضان المبارک اور نذر معین کے روزے، اگر ان روزوں کی نیت رات میں کرلی جائے تو یہ روزے ہوجائیں گے، اگر صبح تک نیت نہیں کی تو نصف النہار سے قبل تک نیت کرلی تو بھی جائز ہے۔ اور واجب کی دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ میں ثابت ہو جیسے رمضان کی قضاء، نذرِ مطلق، کفارات اور ظہار کے روزے۔ ان روزوں کی نیت اگر طلوع صبح صادق سے پہلے کرلی جائے تو یہ روزے جائز ہوجائیں گے اگر طلوعِ فجر کے بعد نیت کی تو یہ روزے جائز نہیں ہونگے کیونکہ ان روزوں کا کوئی وقت متعین نہیں۔ اور تمام نفلی روزوں میں اگر نصف النہار سے پہلے پہلے نیت کرلی جائے تو درست ہوجاتے ہیں۔

④ صومِ رمضان اور صومِ نذر کا سبب اور صومِ رمضان کی مشروعیت کی دلیل:۔ رمضان کا روزہ فرض ہے اور دلیل اللہ تعالیٰ کا قول **کتب علیکم الصیام** اور اجماعِ امت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صومِ رمضان کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

صومِ رمضان کا سبب شہرِ رمضان ہے، یہی وجہ ہے کہ صوم کی اضافت رمضان کی طرف کرکے صومِ رمضان کہا جاتا ہے اور یہ اضافت سبب ہونے کی علامت ہے۔ چونکہ سبب کا تکرار مسبب کے تکرار کو مستلزم ہے اِس لئے ماہِ رمضان کے تکرار سے صومِ رمضان میں بھی تکرار ہوتا ہے اور صومِ نذر کے روزے کا سبب نذر ہے اور نیت اُس کی شرط ہے۔

⑤ امام قدوریؒ کی رمضان کے روزہ کو واجب قرار دینے کی وجہ:۔ لازم روزہ کی دوقسمیں ہیں واجب اور فرض۔ اگر فرض کا لفظ استعمال کیا جاتا تو اُس میں واجب روزے شامل نہ ہوتے، تو مصنفؒ نے واجب کا لفظ استعمال کیا تاکہ لازم روزے کی دونوں قسمیں فرض وواجب ثابت ہوجائیں۔ کیونکہ فرض وہ ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہوا اور واجب وہ ہے جو دلیلِ ظنی سے ثابت ہو۔

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول ...... ومن حکم الحقیقة والمجاز استحالة اجتماعهما مرادین بلفظ واحد کما استحال

ان یکون الثوب الواحد علی اللابس ملکا وعاریة فی زمان واحد، ولهذا قال محمد فی الجامع لو ان عربیا لا ولاء علیه اوصی بثلث ماله لموالیه وله معتق واحد فاستحق النصف کان الباقی مردودا الیٰ الورثة ولا یکون لموالی مولاه۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، امام محمدؒ کے قول کی وضاحت کریں، حقیقت ومجاز میں جمع جائز نہیں، تو (**لا اضع قدمی فی دار فلان**) کہہ کر مملوکہ، عاریہ، کرایہ والے مکان اور سوار اور پیدل داخل ہونے سے کیوں حانث ہوگا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امام محمدؒ کے قول کی وضاحت (۴) **لا اضع قدمی فی دار فلان** کی وضاحت۔

جواب...... ❶ تا ❸ اعراب، ترجمہ، قول کی وضاحت:۔ **کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاول ۱۴۳۵ھ۔**

❹ **لا اضع قدمی فی دار فلان** کی وضاحت:۔ مذکورہ سوال کی تقریر یہ ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ جمع بین الحقیقت والمجاز بلفظِ واحد وبوقتِ واحد ناجائز ہے۔ حالانکہ تم جمع بین الحقیقت والمجاز کرتے ہو، بایں طور کہ کسی نے قسم کھائی **واللہ لا اضع قدمی فی دار خالد** (قسم بخدا میں خالد کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) پھر یہ شخص خالد کے گھر میں جوتا پہن کر داخل ہوا یا ننگے پاؤں داخل ہوا بہر صورت حانث ہو جائے گا تو یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس لئے کہ ننگے پاؤں داخل ہونا وضع قدم کا حقیقی معنی ہے اور جوتا پہن کر داخل ہونا وضع قدم کا مجازی معنی ہے۔

اسی طرح دارِ خالد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ خالد کی ملکیت میں ہو اور مجازی معنی یہ ہے کہ وہ کرایہ وعاریہ کا گھر ہو اب اگر حالف خالد کے مملوکہ گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا اور اگر خالد کے کرایہ وعاریہ والے گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائیگا۔ تو اے احناف تم نے وضعِ قدم اور دارِ خالد دونوں میں حقیقت ومجاز کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا عمومِ مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اسکے افراد میں سے ایک فرد ہو کر اسکے تحت داخل ہو وہ مجازی معنی یہ ہے کہ **لا اضع قدمی** سے مراد **لا ادخل** ہے اور **لا ادخل** کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ وہ جوتا پہن کر داخل ہو یا ننگے پاؤں داخل ہو بہر صورت وہ حانث ہو جائیگا۔ اسی طرح دارِ خالد سے مراد دارِ سکنیٰ ہے (خواہ سکنی بالفعل ہو یا بالقوہ ہو بایں طور کہ وہ فی الحال اس میں رہ رہا ہو یا اس میں فی الحال رہائش نہ ہو مگر ملک ہونے کی وجہ سے بالقوہ اس میں رہنے کی قدرت حاصل ہو) خواہ دارِ مملوکہ ہو یا مستاجرہ ہو یا مستعارہ ہو بہر صورت دارِ سکنی ہی ہوگا اور حالف اس میں داخل ہونے سے حانث ہو جائیگا۔

الحاصل دونوں صورتوں میں حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا۔

الشق الثانی...... **والامر بعد الحظر وقبله سواء ولا موجوب له فی التکرار ولا یحتمله لان لفظ الامر صیغة اختصرت لمعناها من طلب الفعل لکن لفظ الفعل فرد فلا یحتمل العدد.**

عبارت کی تشریح کیجیے، موجب اور محتمل کے درمیان فرق واضح کیجیے، اگر امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا تو نماز اور زکوٰۃ کے وجوب میں تکرار کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) موجب اور محتمل کے درمیان فرق (۳) نماز اور زکوٰۃ کے وجوب میں تکرار کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت کی تشریح:۔ جمہور کے نزدیک امر کا حقیقی معنی وجوب والزام ہے جب تک کوئی قرینہ نہ پایا جائے اس وقت تک اس حقیقی معنی پر ہی عمل کیا جائے گا۔شوافعؒ کہتے ہیں کہ امر اگر ممانعت کے بعد وارد ہو تو اباحت کیلئے ہوگا اور عام حالات میں وجوب کے لئے ہوگا تو مصنفؒ ان پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امر خواہ ممانعت سے پہلے ہو یا بعد میں ہو وہ برابر ہے یعنی قرینہ کے بغیر بہرصورت الزام و وجوب کے لئے ہے۔ نیز امر تکرار کا تقاضا بھی نہیں کرتا جیسا کہ اشاعرہ میں سے ابو اسحٰق اسفرائنی کا قول ہے اور نہ یہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ امر ایک صیغہ ہے جس کو طلب فعل سے مختصر کیا گیا ہے یعنی **اِضْرِبْ** کا لفظ **اُطْلُبْ منك الضرب** کا اختصار ہے اور وہ مصدر جس سے اسے مختصر کیا گیا ہے وہ اس فعل کی حقیقت کا ایک فرد ہے اور فرد عدد کا احتمال نہیں رکھتا لہٰذا امر نہ عموم و تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ یہ عموم و تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

② موجب اور محتمل کے درمیان فرق:۔ موجب جو بغیر نیت کے ساتھ ثابت ہو اور محتمل جو نیت کے ساتھ ثابت ہو۔

③ نماز اور زکوٰۃ کے وجوب میں تکرار کی وجہ:۔ سوال ہوتا ہے کہ جب امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر نماز روزہ وغیرہ ان عبادات میں تکرار کیوں ہے؟ جواب کا حاصل ہے کہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں امر کی وجہ سے تکرار پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے اسباب کی وجہ سے تکرار پیدا ہوا ہے کیونکہ سبب کا تکرار مسبَّب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے چنانچہ نماز کا سبب وقت ہے لہٰذا جب بھی وقت پایا جائے گا نماز واجب ہوگی اور روزہ کا سبب رمضان المبارک کا مہینہ ہے لہٰذا جب بھی رمضان کا مہینہ آئے گا روزہ از خود واجب ہو جائے گا اسی طرح زکوٰۃ کا سبب نصاب ہے لہٰذا جب بھی انسان بقدر نصاب مال کا مالک ہوگا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی لئے حج زندگی میں فقط ایک بار واجب ہوتا ہے کیونکہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ میں کوئی تکرار نہیں ہے۔ الحاصل عبادات کا تکرار اسباب کے تکرار کی وجہ سے ہے، نہ کہ امر کے مقتضی کی وجہ سے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **ثُمَّ الْاَدَاءُ الْمَحْضُ مَا يُؤَدِّيْهِ الْاِنْسَانُ بِوَصْفِهٖ عَلٰى مَا شُرِعَ، مِثْلُ اَدَاءِ الصَّلٰوةِ بِجَمَاعَةٍ وَاَمَّا فِعْلُ الْفَرْدِ فَاَدَاءٌ فِيْهِ قُصُوْرٌ، اَلَا تَرٰى اَنَّ الْجَهْرَ سَاقِطٌ عَنِ الْمُنْفَرِدِ وَفِعْلُ اللَّاحِقِ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ اَدَاءٌ يُشْبِهُ الْقَضَاءَ بِاعْتِبَارِ اَنَّهُ الْتَزَمَ الْاَدَاءَ مَعَ الْاِمَامِ حِيْنَ تَحَرَّمَ مَعَهٗ وَقَدْ فَاتَهٗ ذٰلِكَ حَقِيْقَةً وَلِهٰذَا لَا يَتَغَيَّرُ فَرْضُهٗ بِنِيَّةِ الْاِقَامَةِ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ كَمَا لَوْ صَارَ قَضَاءً مَحْضًا بِالْفَوَاتِ ثُمَّ وُجِدَ الْمُغَيِّرُ، بِخِلَافِ الْمَسْبُوْقِ لِاَنَّهٗ مُؤَدٍّ اِلٰى اِتْمَامِ صَلٰوتِهٖ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اداء اور قضاء کی تعریف کر کے عبارت کی بے مثال تشریح کریں، نیز بتائیں کہ اداء اور قضاء کا مقسم کیا ہے؟ قضاء کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ مثالیں دے کر وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) اداء اور قضاء کی تعریف و مقسم (۵) قضاء کی اقسام کی تعداد و نشاندہی مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

③ **عبارت کا ترجمہ:۔** پھر اداءِ محض وہ ہے جسے انسان اُس کے اُس وصف کے مطابق ادا کرے جس پر وہ مشروع ہوئی ہے جیسے نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور بہر حال منفرد کا فعل پس وہ ایسی اداء ہے جس میں کمی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جہر کرنا منفرد سے ساقط ہے اور لاحق کا فعل امام کے فارغ ہونے کے بعد ایسی اداء ہے جو قضاء کے مشابہ ہے، اس اعتبار سے کہ اس نے امام کے ساتھ اداء کا التزام کیا ہے جبکہ اُس نے امام کے ساتھ تحریمہ باندھی اور یہ اُس سے حقیقتاً فوت ہوگئی، اسی وجہ سے اُس کا فرض اس حالت میں اقامت کی نیت کرنے سے متغیر نہ ہوگا جیسا کہ فرض فوات کی وجہ سے قضاءِ محض ہو جائے پھر مغیر پایا جائے بخلاف مسبوق کے اس لئے کہ وہ اپنی نماز کے پورا کرنے تک ادا کرنے والا ہے۔

③ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں مصنفؒ نے اداء کی اقسام بیان کی ہیں۔ اوّلاً اداء کی دو قسمیں ہیں۔ کامل و قاصر۔

اداءِ کامل یہ ہے کہ حکم جیسے مشروع ہوا ہو اُس کو اُسی وصف کے ساتھ ادا کیا جائے جیسا کہ نماز جماعت کے ساتھ مشروع ہوئی ہے کہ حضرت جبرائیلؑ شروع میں دو دن تک تشریف لائے اور آپ ﷺ کو جماعت سے نماز پڑھائی، پس جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا یہ اداءِ کامل ہے اور تنہا نماز پڑھنا اداءِ قاصر ہے اور اسکے قاصر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سے جہر کے ساتھ قرأت کا وجوب ساقط ہے۔

لاحق شخص نے امام کے ساتھ اداء کرنے کی تحریمہ باندھی مگر اس طریقہ پر وہ نماز ادا نہ کر سکا تو امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا نماز ادا کرنا اداء شبیہ بالقضاء ہے۔ اداء اس لئے ہے کہ وقت موجود ہے اور مشابہ بالقضاء اس لئے ہے کہ التزام کے مطابق ادائیگی نہیں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مسافر آدمی کی فرض نماز اقامت کی نیت کے ساتھ اس حالت میں متغیر نہ ہوگی مثلاً کسی مسافر نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور وہ عصر کے وقت میں مقیم ہوگیا تو ظہر کی نماز قصر ہی پڑھے گا اس لئے کہ اقامت کی نیت وقت کے بعد ہوئی ہے تو مغیر وقت سے متصل نہیں ہے۔ اسی طرح کسی مسافر نے مسافر امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز شروع کی پھر اُس کو حدث لاحق ہوگیا جس کی وجہ سے یہ نماز کا کچھ حصہ امام کے بعد ادا کر رہا ہے تو یہ لاحق کا فعل ہے جو قضاء کے مشابہ ہے، اب اگر یہ مسافر اس وقت اقامت کی نیت کرتا ہے تو اس کا فریضہ متغیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ مغیر اداء سے متصل نہیں ہے بلکہ قضاء سے متصل ہے۔

البتہ اگر مسبوق مسافر ہو جو مسافر کی اقتداء میں ہے اور اُس نے اپنی نماز پوری کرنے کی حالت میں اقامت کی نیت کر لی تو اُس کا فریضہ متغیر ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں مغیر اداء سے متصل ہے اور جب مغیر اداء سے متصل ہو تو وہ فرض کو متغیر کر دیتا ہے۔

④ **اداء اور قضاء کی تعریف و مقسم:۔** اداء: **هو تسليم عين الثابت بالامر** یعنی امر سے ثابت شدہ چیز کو بعینہٖ سپرد کرنا اداء ہے۔ قضاء: **هو تسليم مثل الثابت بالامر** یعنی امر سے ثابت شدہ چیز کی مثل کو سپرد کرنا قضاء ہے۔

اداء و قضاء کا مقسم مامور بہ ہے یعنی وہ حکم جو امر کی وجہ سے لازم ہو۔

⑤ **قضاء کی اقسام کی تعداد و نشاندہی مع امثلہ:۔** قضاء کی دو قسمیں ہیں۔ ① قضاء بمثلِ معقول: کہ شرع کے بغیر محض عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک ہو سکے جیسے روزہ کی قضاء روزہ سے کرنا ② قضاء بمثلِ غیر معقول: کہ شرع کے بغیر عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک نہ ہو سکے اور عقل اس کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہو جیسے روزہ و نماز کے عوض فدیہ ادا کرنا۔

الشق الثانی ...... **وَحُكْمُ الْمُعَارَضَةِ بَيْنَ الْآيَتَيْنِ الْمَصِيْرُ إِلَى السُّنَّةِ وَبَيْنَ السُّنَّتَيْنِ الْمَصِيْرُ إِلَى الْقِيَاسِ وَأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ عَلَى التَّرْتِيْبِ فِي الْحُجَجِ إِنْ أَمْكَنَ لِأَنَّ التَّعَارُضَ لَمَّا ثَبَتَ بَيْنَ الْحُجَّتَيْنِ تَسَاقَطَتَا لِانْدِفَاعِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِالْأُخْرٰى، فَيَجِبُ الْمَصِيْرُ إِلٰى مَا بَعْدَهُمَا مِنَ الْحُجَّةِ وَعِنْدَ تَعَذُّرِ**

الْمَصِيرِ إِلَيْهِ يَجِبُ تَقْرِيرُ الْأُصُولِ كَمَا فِي سُؤْرِ الْحِمَارِ لَمَّا تَعَارَضَتِ الدَّلَائِلُ وَلَمْ يَصْلُحِ الْقِيَاسُ شَاهِدًا لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ لِنَصْبِ الْحُكْمِ اِبْتِدَاءً۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی بے مثال تشریح کرتے ہوئے دو آیتوں اور دو سنتوں کے درمیان تعارض کا حکم مثالیں دے کر واضح کریں، معارضہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں، نیز بتائیں کہ اگر دو قیاس باہم متعارض ہوں تو رفع تعارض کا کیا طریقہ ہوگا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دو آیتوں اور دو سنتوں کے درمیان تعارض کا حکم مع امثلہ (۵) معارضہ کی لغوی واصطلاحی تعریف (۶) دو قیاسوں میں رفع تعارض کا طریقہ۔

جواب...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ دو آیتوں کے درمیان معارضے کا حکم حدیث کی طرف رجوع ہے اور دو حدیثوں کے درمیان قیاس اور اقوالِ صحابہؓ کی طرف رجوع ہے۔ حجج کے درمیان ترتیب کے مطابق اگر رجوع ممکن ہو۔ اس لئے کہ جب دو حجتوں کے درمیان تعارض ثابت ہوگا تو وہ دونوں حجتیں ساقط ہوں گی، اُن دونوں میں سے ہر ایک کے دوسری کے ذریعے مندفع ہونے کی وجہ سے۔ تو اُس حجت کی جانب رجوع واجب ہے جو اُن دونوں کے بعد ہو اور اُس کی جانب رجوع کے متعذر ہونے کے وقت تقریرِ اصول واجب ہے جیسا کہ سورِ حمار میں۔ جب دلائل متعارض ہوگئے اور قیاس بھی شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ قیاس ابتداءً حکم کو مقرر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

③ و ⑤ عبارت کی تشریح، حجج کے درمیان تعارض کا حکم مع امثلہ ورفع تعارض کا طریقہ:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ و ۱۴۳۷ھ۔

④ معارضہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ لغوی معنی پھرنا ومقابلہ کرنا۔ اصطلاح میں مدعی کی پیش کردہ دلیل کے خلاف مدعیٰ علیہ کا دلیل پیش کرنا معارضہ ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاول...... وانه حجة نقلا وعقلا، وانما قال هذا لان بعض الناس ينكر كون القياس حجة.

قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف کریں، "بعض الناس" کا مصداق متعین کر کے حجیت قیاس کے منکرین کے کتاب میں مذکور تینوں دلائل اور اہلِ حق کی جانب سے ہر دلیل کا جواب تحریر کریں۔ اہلِ حق اپنے مسلک پر کون سی نقلی وعقلی دلائل سے استدلال کرتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قیاس کی لغوی اور شرعی تعریف واہلِ حق کے دلائل (۲) "بعض الناس" کا مصداق (۳) حجیت قیاس کے منکرین کے دلائل اور انکا جواب۔

جواب...... ① قیاس کی تعریف واہلِ حق کے دلائل:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ۔

② و ③ "بعض الناس" کا مصداق اور حجیت قیاس کے منکرین کے دلائل وجواب:۔ اس کا مصداق شیعہ، خوارج اور بعض معتزلہ ہیں۔ یہ لوگ حجیت قیاس کے منکر ہیں۔ مصنفؒ نے ان کے تین دلائل ذکر کئے ہیں۔ ① ارشادِ باری تعالیٰ

ہے**ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیئ** جب کتاب اللہ ہر چیز کو بیان کرتی ہے تو قیاس کی ضرورت نہ رہی۔ ② آپ ﷺ کا ارشاد ہے**لم یزل امر بنی اسرائیل مستقیما الخ** یعنی بنی اسرائیل کا معاملہ اس وقت تک درست رہا جب تک کہ انہوں نے قیاس نہ کیا۔ قیاس کے نتیجہ میں وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ③ قیاس اپنی اصل کے اعتبار سے ایک مشتبہ امر ہے، امرِ یقینی نہیں ہے کیونکہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ حکم کی یہی علت ہے۔

اہل حق کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قیاس کتاب اللہ میں مذکور حکم کو واضح کرنے والا ہے۔ یہ کتاب اللہ میں موجود حکم کے خلاف وضد نہیں ہے۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا قیاس درحقیقت تعنت وعناد کی بنیاد پر تھا، اخلاص پر مبنی نہ تھا جبکہ امت محمد یہ ﷺ کا قیاس حکم کو ظاہر کرنے اور بیان کرنے کیلئے ہے اور اخلاص پر مبنی ہے۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ علت میں شبہ کا ہونا اور یقین کا نہ ہونا علم یقینی کے منافی ہے عمل کے منافی نہیں ہے اور علم یقینی کے نہ پائے جانے کے باوجود کسی حکم پر عمل ہوسکتا ہے۔

الشق الثانی ...... **وحكمه الاصابة بغالب الرأی ان المجتهد یخطئ ویصیب، والحق فی موضع الخلاف واحد، وهذا مما علم بأثر ابن مسعودؓ فی المفوضة، وهذا الحكم فی النقلیات دون العقلیات۔**

اجتہاد کی شرائط تحریر کریں، "**الحق فی موضع الخلاف واحد**" کا مطلب لکھ کر اجتہاد کے حکم میں اہل حق اور معتزلہ کا اختلاف اور حضرت ابن مسعودؓ کے اثر مذکور کی وضاحت کریں، نقلیات اور عقلیات سے کیا مراد ہے؟ نیز عقلیات میں مخطی کا کیا حکم ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اجتہاد کی شرائط (۲) "**الحق فی موضع الخلاف واحد**" کا مطلب، اختلاف اور اثر کی وضاحت (۳) نقلیات اور عقلیات کی مراد وعقلیات میں مخطی کا حکم۔

جواب ...... ① <u>اجتہاد کی شرائط:</u>۔ ① مجتہد کتاب اللہ کے علم کا شرعی ولغوی معنی کے اعتبار سے بھی ماہر ہو اور جو خاص وعام وغیرہ کی ابحاث کتاب میں ذکر کی گئی ہیں ان سب پر عبور وکمال حاصل ہو اور مکمل کتاب اللہ پر ملکہ کی شرط نہیں ہے بلکہ احکام کے متعلق جو آیات ہیں (تقریباً پانچ سو) صرف اُن پر مکمل عبور حاصل ہو۔ ② علم سنت اور اس کی مکمل اقسام وانواع کا بھی ماہر ہو جن کی وضاحت سنت کی بحث میں ہوچکی ہے اس میں بھی احکام والی کم وبیش تین ہزار احادیث پر عبور ضروری ہے، نہ کہ پورے ذخیرۂ حدیث پر۔ ③ مجتہد قیاس کی تمام شکلوں اور ان کے مکمل طریقوں کو جانتا ہو۔

② <u>"**الحق فی موضع الخلاف واحد**" کا مطلب، اختلاف واثر کی وضاحت:</u>۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں حق صرف ایک ہی مذہب ہوتا ہے مگر وہ متعین نہیں ہوتا اور ہر مجتہد ظنِ غالب کی بنیاد پر جس کو حق قرار دیتا ہے اس میں صحت وخطاء دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اجتہاد میں مجتہد صحت پر ہی ہوتا ہے وہ خطاء نہیں کرتا اور محلِ اختلاف میں بہت سے حق ہوا کرتے ہیں۔ جس مجتہد نے جو اجتہاد کیا وہ حق ہی ہے۔ مگر معتزلہ کا یہ خیال باطل ہے اس لئے کہ ایک ہی چیز بعض مجتہدین کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام ہے تو ایک ہی چیز کیسے حلال وحرام دونوں ہوسکتی ہے۔ لامحالہ ان میں سے ایک حق وصحیح ہے اور دوسرا باطل وخطاء ہے۔ ایک مفوضہ عورت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ اس کا خاوند فوت ہوگیا ہے اور بوقتِ نکاح نہ اس کا مہر مقرر ہوا اور نہ اس سے وطی ہوئی تو اس عورت کا کیا حکم ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں اس

میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اگر اجتہاد صحیح ہوا تو وہ من جانب اللہ ہے اور اگر اجتہاد خطاء ہوا تو میری ذات کی وجہ سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عورت کے لئے مہرِ مثلی ہوگا۔ یہ فیصلہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں دیا گیا اور اس پر کسی صحابی نے ردّ نہیں کیا۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ① اجتہاد حجت ہے۔ ② اجتہاد میں خطاء کا بھی احتمال ہے۔

③ نقلیات اور عقلیات کی مراد و عقلیات میں مخطی کا حکم:۔ نقلیات سے مراد فقہی احکام و مسائل ہیں اور عقلیات سے مراد عقائد دینیہ ہیں۔

حکم: عقلیات یعنی عقائد دینیہ میں خطاء کرنیوالا یا کافر ہے جیسے یہود و نصاریٰ یا وہ گمراہ ہے جیسے روافض، خوارج و معتزلہ وغیرہ۔

﴿الورقة الرابعة: فی البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۸ھ

الشق الاوّل ...... **فالفصاحه فی المفرد خلوصه من تنافر الحروف والغرابة ومخالفة القياس اللغوی ای المستنبط من استقراء اللغة، وتفسير الفصاحة بالخلوص لا يخلو عن تسامح۔**

عبارت کا ترجمہ کرکے فصاحت اور بلاغت میں سے ہر ایک کی تعریف کریں، فصاحت فی المفرد کی تعریف کی وضاحت کرکے بتائیں کہ قیاس لغوی سے یہاں کیا مراد ہے؟ نیز خلوص کے ساتھ فصاحت کی تفسیر کرنے میں کیا تسامح ہے؟ فصاحت کی مذکورہ قسم کے علاوہ کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) فصاحت، بلاغت اور فصاحت فی المفرد کی تعریف (۳) قیاس لغوی کی مراد (۴) خلوص کے ساتھ فصاحت کی تفسیر میں تسامح (۵) فصاحت کی اقسام کی نشاندہی۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ فصاحت فی المفرد وہ مفرد کا تنافرِ حروف، غرابت اور مخالفتِ قیاس لغوی سے خالی ہونا ہے یعنی ایسے قیاس سے جو لغت کے تتبع سے نکالا گیا ہو اور فصاحت کی تفسیر و تشریح خلوص کے ساتھ کرنا تسامح و چشم پوشی سے خالی نہیں ہے۔

② فصاحت، بلاغت اور فصاحت فی المفرد کی تعریف:۔ فصاحت: فصاحت کا لغوی معنی ظاہر ہونا اور واضح ہونا ہے۔ اصطلاحی طور پر فصاحت کلام کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے کلمات بھی جمع نہ ہوں جن کا اجتماع زبان پر ادائیگی کو دشوار بنادے اور وہ کلام مشہور نحوی قانون کے خلاف بھی نہ ہو اور لفظی و معنوی پیچیدگی سے بھی وہ خالی ہو

بلاغت: بلاغت لغت میں پہنچنے اور رک جانے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ بَلَغَ فُلَانٌ مُرَادَهٗ جبکہ کوئی اپنی مراد کو پہنچ جائے اور مراد کو پالے اور کہا جاتا ہے۔ بَلَغَ الرَّكْبُ الْمَدِيْنَةَ جبکہ قافلہ شہر تک اپنے سفر کی انتہا کرے اور وہاں جا کر رک جائے۔ اور اصطلاحی طور پر بلاغت کی دو اقسام ہیں ① بلاغتِ کلام: کہ کلام فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ حال کے مقتضیٰ کے مطابق بھی ہو ② بلاغتِ متکلم: وہ ملکہ و صلاحیت و قابلیت ہے جس کے ذریعہ متکلم کسی بھی غرض کیلئے کلامِ بلیغ کے ذریعہ اپنی مرادو دل کی بات کہہ سکے۔ مستقل طور پر ان دو قسموں کے علاوہ بلاغت کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں ہے۔

فصاحت فی المفرد: وہ مفرد جو عیوب ثلاثہ (تنافرِ حروف، غرابت و مخالفت قیاس لغوی) سے محفوظ ہو، اسمیں یہ تین عیب نہ پائے جائیں۔

③ قیاسِ لغوی کی مراد:۔ قیاسِ لغوی سے یہاں پر قانونِ صرفی مراد ہے۔

④ خلوص کے ساتھ فصاحت کی تفسیر میں تسامح:۔ مصنفؒ پر اعتراض ہوتا ہے کہ فصاحت المفرد کی تعریف میں **خلوصہ** کے لفظ کو ذکر کرنا تسامح ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ فصاحت امرِ وجودی ہے اور خلوص امرِ عدمی ہے اور دونوں مبائن ہیں تو وجودی کی تعریف میں عدمی کو ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ معرِّف کا معرَّف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل درست نہیں کیونکہ عدمی چیز کا وجودی چیز پر حمل نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر خلوص کا فصاحت پر حمل ہو تو اس صورت میں خلوص عین فصاحت بن جائے گا حالانکہ خلوص عین فصاحت نہیں بلکہ فصاحت کے حصول کے لئے سبب ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ فصاحت المفرد مفرد کا عیوبِ ثلاثہ سے سالم ہونا ہے اور یہ سالم ہونا وجودی فعل ہے لہٰذا اب حمل درست ہے۔

⑤ فصاحت کی اقسام کی نشاندہی:۔ فصاحت کی تین اقسام ہیں اور ایسی کوئی جامع مانع تعریف نہیں ہے جو ان تمام اقسام کو شامل ہو۔ اسلئے اس کی تینوں قسموں کی تعریف ذکر کرتے ہیں تو فصاحت کی تین اقسام ہیں ① فصاحت الکلمہ: یہ ہے کہ کلمہ تنافرِ حروف مخالفتِ قیاسِ لغوی اور غرابت فی السمع سے محفوظ ہو، یعنی وہ کلمہ زبان پر ثقیل بھی نہ ہو۔ علم صرف ولغت کے قواعد کے خلاف بھی نہ ہو اور اسکے معنی حقیقی کی طرف ذہن آسانی سے منتقل ہو جائے۔

② فصاحت الکلام: یہ ہے کہ کلام کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ تنافرِ کلمات مجتمعہ اور ضعفِ تالیف اور تعقید سے خالی ہو۔ یعنی اس کلام کے تمام کلمات فصیح ہوں اور اس میں ایسے کلمات بھی جمع نہ ہوں جن کا اجتماع زبان پر ادائیگی کو دشوار بنادے اور وہ کلام مشہور نحوی قانون کے خلاف بھی نہ ہو اور لفظی ومعنوی پیچیدگی سے بھی وہ خالی ہو، جب یہ تمام باتیں پائی جائیں گی اس وقت وہ کلام فصیح ہوگی۔

③ فصاحت المتکلم: جس متکلم میں یہ ملکہ یعنی صلاحیت وقابلیت ہو کہ وہ کسی بھی قسم کی غرض کو فصیح کلام کے ذریعہ ادا کرسکے تو اسے متکلم فصیح کہیں گے اور اس صلاحیت کو **فصاحت المتکلم** کہیں گے۔

الشق الثانی ...... **واما تنكيره اى تنكير المسند اليه فللافراد اى للقصد الى فرد مما يصدق عليه اسم الجنس او النوعية اى للقصد الى نوع منه او التعظيم او التحقير كقوله شعر**

له حاجب عن كل امر يشينه...... وليس له عن طالب العرف حاجب" او التكثير او التقليل

عبارت کا ترجمہ کریں، مسند الیہ کی تنکیر کے مواضع مذکورہ کی مثالوں سمیت وضاحت کریں۔ نیز بتائیں کہ شعر میں کون سا مسند الیہ تعظیم اور کون سا تحقیر کے لیے ہے؟ تعظیم وتحقیر اور تقلیل وتکثیر کے مابین کیا فرق ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسند الیہ کی تنکیر کے مواضع کی وضاحت مع امثلہ (۳) شعر میں مذکور مسند الیہ تعظیم وتحقیر کی نشاندہی (۴) تعظیم وتحقیر اور تقلیل وتکثیر کے مابین فرق۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ بہر حال مسند الیہ کو نکرہ ذکر کرنا پس وہ افراد کی وجہ سے ہے یعنی جن افراد پر اسم جنس صادق آتا ہے اُن میں سے ایک فرد کا قصد کرنے کیلئے ہے یا نوعیت کیلئے یعنی اس لئے کہ اُسکی ایک نوع مقصود ہے یا تعظیم یا تحقیر کیلئے جیسے شاعر کا قول **له حاجب عن كل امر يشينه...... وليس له عن طالب العرف حاجب** (ممدوح کیلئے ایک بڑا مانع و پردہ ہے ہر اُس چیز سے جو اس پر عیب لگائے اور ممدوح کیلئے طالب احسان سے معمولی مانع و پردہ بھی نہیں ہے) یا تکثیر یا تقلیل کیلئے۔

② مسند الیہ کی تنکیر کے مواضع کی وضاحت مع امثلہ:۔ مسند الیہ کے احوال میں سے ایک حال اُس کو نکرہ ذکر کرنا ہے،

اُس کے متعدد اسباب ہیں۔ ① جہاں پر متکلم کا مقصود ماہیت کے افراد میں سے کسی ایک فرد کو مراد لینا ہو تو ایسے مقام پر مسندالیہ کو نکرہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے **وجاء رجل من اقصی المدینة یسعٰی**۔ اس میں **رجل** کو جنس لائے ہیں اور اِس سے رجل کے افراد میں سے ایک خاص فرد حبیب نجار مراد ہے۔ ② جہاں پر متکلم کا مقصود جنس کی انواع میں سے خاص نوع مراد لینا ہو جیسے **وعلٰی ابصارھم غشاوة**۔ اس میں **غشاوة** مبتداء کو نوعیت بتانے کے لئے نکرہ ذکر کیا گیا ہے کہ **غشاوة** سے مطلق پردہ مراد نہیں بلکہ خاص پردہ مراد ہے جو کہ اللہ کی آیات سے اندھاپن ہے یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر نہیں کرتے۔ ③ جہاں پر متکلم کا مقصود مسند الیہ کی شان کو بتلانا ہو جیسے اس شعر (**لہ حاجب عن کل امر یشینه...... ولیس له عن طالب العرف حاجب**) میں **حاجبٌ** مبتداء کو عظمتِ شان بتانے کے لئے نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔ ④ جہاں پر متکلم کا مقصود مسندالیہ کی حقارت بیان کرنا ہو جیسے اِسی شعر کے دوسرے مصرعہ میں **حاجبٌ** (جو کہ لیس کا اسم ہے) نکرہ ہے اور یہ مسندالیہ کی حقارت کو بیان کرنے کیلئے ہے کہ ممدوح اور طالب احسان کے درمیان معمولی پردہ بھی نہیں ہے، ہر ایک کے لئے اُس کے دروازے کھلے ہیں۔ ⑤ جہاں پر متکلم کا مقصود مسند الیہ کی کثرت کو بیان کرنا ہو جیسے عرب کا مقولہ ہے **ان له لابلًا وان له لغنمًا** (بیشک اُس کے لئے بہت سے اونٹ اور بکریاں ہیں) اس میں **غنمًا** (جو کہ اِنَّ کا اسم ہے) کو کثرت کو بیان کرنے کے لئے معرفہ کی بجائے نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔ ⑥ جہاں پر متکلم کا مقصود مسندالیہ کی قلت کو بیان کرنا ہے جیسے **ورضوان من اللہ اکبر** (اللہ تعالیٰ کی معمولی رضا بھی ساری کائنات سے بڑی ہے) اس میں **رضوانٌ** کو تقلیل کے لئے نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔

③ <u>شعر میں مذکورہ مسندالیہ تعظیم وتحقیر کی نشاندہی:۔</u> اس شعر میں پہلا **حاجبٌ** تعظیم کے لئے ہے ای **مانعٌ عظیمٌ** اور دوسرا **حاجبٌ** تحقیر کیلئے ہے ای **مانعٌ حقیرٌ**۔

④ <u>تعظیم وتحقیر اور تقلیل وتکثیر کے مابین فرق:۔</u> تعظیم وتحقیر کا تعلق کیفیت کے ساتھ ہے یعنی علوِ مرتبہ حاصل ہو تو عظیم ہے اگر علوِ مرتبہ حاصل نہ ہو بلکہ سفلِ مرتبہ ہو تو حقیر ہے اور تکثیر وتقلیل کا تعلق عدد کے ساتھ ہے اگر عدد ومقدار میں اضافہ ہو تو اس کو تکثیر سے اور اگر کمی ہو تو اس کو تقلیل سے تعبیر کرتے ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... اَلْقَصْرُ وَهُوَ حَقِيْقِيٌّ وَغَيْرُ حَقِيْقِيٍّ وَكُلٌّ مِنْهُمَا نَوْعَانِ قَصْرُ الْمَوْصُوْفِ عَلَى الصِّفَةِ وَهُوَ اَنْ يَتَجَاوَزَ الْمَوْصُوْفُ مِنْ تِلْكَ الصِّفَةِ اِلٰى صِفَةٍ اُخْرٰى وَلٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ تِلْكَ الصِّفَةُ لِمَوْصُوْفٍ اٰخَرَ وَقَصْرُ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوْفِ وَهُوَ اَنْ لَا يَتَجَاوَزَ تِلْكَ الصِّفَةُ عَنْ ذٰلِكَ الْمَوْصُوْفِ اِلٰى مَوْصُوْفٍ اٰخَرَ، لٰكِنْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ لِذٰلِكَ الْمَوْصُوْفِ صِفَاتٌ اُخَرُ وَالْمُرَادُ بِالصِّفَةِ هٰهُنَا الْمَعْنَوِيَّةُ لَا النَّعْتُ النَّحْوِيُّ۔

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، قصر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور قصر حقیقی وغیر حقیقی میں وجہ حصر لکھ کر عبارت مذکورہ کی مکمل تشریح تحریر کریں، صفت معنویہ اور نعت نحوی میں سے ہر ایک کا معنی اور دلیل کے ساتھ دونوں میں نسبت تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قصر کی لغوی واصطلاحی تعریف (۴) قصر حقیقی وغیر حقیقی میں وجہ حصر (۵) عبارت کی تشریح (۶) صفت معنویہ ونعت نحوی کا معنی اور نسبت مع الدلائل۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ قصر: اور وہ حقیقی وغیر حقیقی ہے اور ہر ایک کی ان دونوں میں سے دو قسمیں ہیں قصر الموصوف علی الصفت وہ یہ ہے کہ موصوف اُس صفت سے دوسری صفت کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ وہ صفت کسی دوسرے موصوف کے لئے ثابت ہو اور قصر الصفت علی الموصوف وہ یہ ہے کہ وہ صفت اُس موصوف سے دوسرے موصوف کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ اُس موصوف کے لئے دیگر صفات ثابت ہوں اور یہاں پر صفت سے مراد صفتِ معنوی ہے نہ کہ نعتِ نحوی۔

③ و ⑤ قصر کی لغوی واصطلاحی تعریف اور تشریح:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثالث ۱٤۳۵ھ۔

④ و ⑥ قصرِ حقیقی وغیر حقیقی میں وجہ حصر اور صفتِ معنویہ ونعتِ نحوی کا معنیٰ اور نسبت مع الدلائل:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الثانی ۱٤۳۷ھ۔

الشق الثانی ...... **وَهِيَ اَیْ وُجُوْهُ تَحْسِیْنِ الْکَلَامِ ضَرْبَانِ مَعْنَوِیٌّ وَلَفْظِیٌّ اَمَّا الْمَعْنَوِیُّ فَمِنْهُ الْمُطَابَقَةُ وَیُسَمّٰی الطِّبَاقُ وَالتَّضَادُ اَیْضًا وَهِيَ الْجَمْعُ بَیْنَ الْمُتَضَادَّیْنِ اَیْ مَعْنَیَیْنِ مُتَقَابِلَیْنِ فِی الْجُمْلَةِ اَیْ یَکُوْنُ بَیْنَهُمَا تَقَابُلٌ وَتَنَافٍ وَلَوْ فِیْ بَعْضِ الصُّوَرِ سَوَاءٌ کَانَ التَّقَابُلُ حَقِیْقِیًّا اَوْ اِعْتِبَارِیًّا وَسَوَاءٌ کَانَ تَقَابُلُ التَّضَادِ اَوْ تَقَابُلُ الْاِیْجَابِ وَالسَّلْبِ، اَوْ تَقَابُلُ الْعَدَمِ وَالْمَلَکَةِ اَوْ تَقَابُلُ التَّضَایُفِ اَوْ مَا یُشْبِهُ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ.**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت مذکورہ کی ایسی تشریح کریں جس سے تقابل کی تمام اقسام کی مثالوں سمیت وضاحت ہو جائے، علم بدیع کی تعریف کریں اور تحسین کلام کی وجوہ معنویہ کو لفظیہ پر مقدم کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (٤) علم بدیع کی تعریف (۵) تحسین کلام کی وجوہ معنویہ کو لفظیہ پر مقدم کرنے کی وجہ۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور وہ یعنی وجوہِ تحسینِ کلام دو قسم پر ہیں معنوی اور لفظی۔ بہر حال معنوی پس اُن میں سے ایک مطابقہ ہے اور اس کا نام طباق وتضاد بھی رکھا جاتا ہے اور وہ دو متضاد یعنی متقابل معنوں کو جمع کرنا ہے یعنی اُن دونوں معنوں میں فی الجملہ تقابل وتنافی ہو اگرچہ بعض صورتوں میں ہی ہو خواہ وہ تقابل حقیقی ہو یا اعتباری ہو اور خواہ وہ تقابلِ تضاد ہو یا تقابلِ ایجاب وسلب ہو یا تقابلِ عدم وملکہ ہو یا تقابلِ تضایف ہو یا ان میں سے کسی ایک کے مشابہ ہو۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف تحسینِ کلام کی وجوہ کو بیان کرتے ہیں کہ تحسینِ کلام کی وجوہ دو قسم پر ہیں معنوی ولفظی۔ لفظی وہ امور ہیں جن سے اوّلاً اور بالذات لفظ کی تحسین ہو اور معنوی وہ امور ہیں جن کا تعلق معنیٰ کلام کی تحسین کے ساتھ اوّلاً بالذات ہو گرچہ بعض اوقات لفظ کی تحسین بھی نکل آئے۔

وجوہِ معنویہ میں سے پہلی چیز مطابقہ ہے اس کو طباق، تضاد، تطبیق، مقاسمہ وتکافو بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی کلام میں ایسے دو معنوں کو جمع کیا جائے جن میں فی الجملہ تقابل ہو خواہ وہ تقابل حقیقی ہو جیسے قدیم وحادث میں ہے یا تقابل اعتباری ہو جیسے احیاء واماتت میں ہے۔ خواہ تقابل حقیقی تضاد ہو جیسے حرکت وسکون میں ہے یا تقابل ایجاب وسلب ہو جیسے مطلق وجود اور سلب وجود میں ہے یا تقابل عدم وملکہ ہو جیسے عمٰی وبصر، قدرت وعجز میں ہے یا تقابلِ تضایف ہو جیسے ابوۃ وبنوۃ میں ہے اس جمع بین المعنیین

کو مطابقت کہتے ہیں۔(نیل الامانی ج۲ص۳۵۲)

④ علم بدیع کی تعریف:۔ علم بدیع وہ علم ہے جس سے مطابقت مقتضی حال و وضوح دلالت کی رعایت کے بعد کلام کے محسنات لفظیہ و معنویہ معلوم ہوں۔ بالفاظِ دیگر وہ علم جس کے ذریعے ایک فصیح و بلیغ اور واضح المراد کلام کو مزین و خوبصورت بنانے کے طریقے معلوم ہوں۔

⑤ تحسین کلام کی وجوہ معنویہ کو لفظیہ پر مقدم کرنے کی وجہ:۔ تحسینِ کلام کی اقسام و وجوہ میں سے معنویہ کو لفظیہ پر اس لئے مقدم کیا کہ اس علم میں اصل مقصود اور غرضِ اولی معانی ہوتے ہیں۔ الفاظ محض ان معانی کے توابع اور قوالب ہیں تو اصل مقصود ہونے کی وجہ سے وجوہِ معنویہ کو مقدم کیا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... ومنه ای من المعنوی الرجوع هو ...... كقوله شعر: "قف بالديار التی لم يعفها القدم...... بلی وغيرها الارواح والديم" ومنه التورية ويسمی الايهام، وهی ضربان الاولیٰ: مجردة، الثانية مرشحة.

عبارت کا ترجمہ کریں، رجوع اور توریہ کی تعریف اور شعر کی وضاحت تحریر کریں، توریہ کی دونوں قسموں کی تعریف اور مثالیں تحریر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) رجوع اور توریہ کی تعریف (۳) شعر کی وضاحت (۴) توریہ کی اقسام کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور محسناتِ معنویہ میں سے رجوع ہے .... جیسے شاعر کا قول **قف بالديار التی لم يعفها القدم...... بلی وغيرها الارواح والديم** (تو ان گھروں پر ٹھہر جا جن کو امتدادِ وقت اور مرورِ زمانہ نے نہیں مٹایا) اور ان محسنات میں سے توریہ ہے اور اُس کا نام ایہام رکھا جاتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم مجردہ اور دوسری قسم مرشحہ ہے۔

② رجوع اور توریہ کی تعریف:۔ رجوع: کلامِ سابق کی طرف کسی نقطہ کی وجہ سے اُس کو باطل کرنے کے ساتھ لوٹنا ہے۔

توریہ: یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کہی جائے جو بظاہر واقعہ کے خلاف ہو اور کہنے والا اُس سے کوئی دور والا ایسا معنیٰ مراد لے رہا ہو جو واقعہ کے مطابق ہو۔

③ شعر کی وضاحت:۔ اس شعر میں شاعر نے اپنے تخیل کے مطابق پہلے گھروں کا تحقق مانا پھر صحیح حالات کے منکشف ہونے کی بناء پر اپنے سابقہ تخیل کو باطل کر دیا جس سے وہ اپنی سرگشتگی و دیوانگی کو ظاہر کرتا ہے۔

④ توریہ کی اقسام کی تعریف مع امثلہ:۔ توریہ کی دو قسمیں ہیں مجردہ و مرشحہ۔ توریہ مجردہ وہ ہے جس میں معنی قریبی کا ملایم مذکور نہ ہو جیسے **الرحمن علی العرش استوىٰ** ۔ یہاں پر استویٰ کا بعیدی معنی یعنی بلند ہونا مراد ہے اور یہ بعیدی معنی قریبی معنی یعنی استقرار کے کسی ملایم و مناسب امر کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور توریہ مرشحہ وہ ہے جس میں معنی قریبی کا ملایم مذکور ہو جیسے **والسمآء بنيناها بايد** ، یہاں پر ایدی کا معنی بعیدی یعنی قدرت مراد ہے اور وہ ایدی کے قریبی معنی یعنی ہاتھ کے مناسب امر **بنيناها** کے ساتھ ملا ہوا ہے کیونکہ بنا ہاتھ سے متعلق ہے۔(نیل الامانی ج۲ص۳۶۶)

الشق الثانی ...... ومنه ای من المعنوی، الهزل كقوله: "اذا ما تميمی اتاك مفاخرا...... فقل عد عن ذا

كيف اكلك للضب" ومنه تجاهل العارف..... وقال لا احب تسميته بالتجاهل لوروده فى كلام الله تعالٰى كما فى قول الخارجية: "ايا شجر الخابور ما لك مورقا.......كانك لم تجزع على ابن طريف".

عبارت کا ترجمہ کریں، ہزل اور تجاہل العارف کی تعریف پہلے شعر میں ہزل اور دوسرے میں تجاہل کی وضاحت اور صرف دوسرے شعر کی شاعرہ کا نام بتائیں، **وقال لا احب** سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟ نیز "**لوروده فى كلام الله**" سے کس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (١) عبارت کا ترجمہ (٢) ہزل اور تجاہل العارف کی تعریف، وضاحت اور شاعرہ کا نام (٣) **وقال لا احب** کی مراد اور آیت کی نشاندہی۔

جواب...... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور محسناتِ معنوی میں سے ہزل ہے جیسے شاعر کا قول **اذا ما تميمى اتاك مفاخرا ...... فقل عد عن ذا كيف اكلك للضب** (جب تیرے پاس تمیمی فخر کرتے ہوئے آئے تو تُو اُس سے کہہ دے کہ تُو اُس سے درگزر کر کیسے ہے تیرا کھانا گوہ کو) اور محسناتِ معنویہ میں سے تجاہلِ عارفانہ ہے۔ اور کہا ہے کہ مَیں اس کو تجاہل کے ساتھ موسوم کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں واقع ہے جیسا کہ خارجیہ کے قول میں "**ايا شجر الخابور ما لك مورقا ...... كانك لم تجزع على ابن طريف**" (اے خابور درخت کیا ہوا تجھے کہ تُو ہرا بھرا ہے گویا تُو نے ابنِ طریف کی موت پر جزع وفزع (غم کا اظہار) نہیں کیا)۔

❷ ہزل اور تجاہل العارف کی تعریف، وضاحت اور شاعرہ کا نام:۔ ہزل کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو بطورِ مزاح کیا جائے مگر حقیقت میں اس سے کوئی سنجیدہ بات مقصود ہو۔ جیسے ابونواس شاعر کا یہ شعر "**اذا ما تميمى اتاك مفاخرا......فقل عد عن ذا كيف اكلك للضب**" (جب تیرے پاس تمیمی فخر کرتے ہوئے آئے تو تُو اُس سے کہہ دے کہ تُو اُس سے درگزر کر کیسے ہے تیرا کھانا گوہ کو) اس شعر میں **اكلك للضب** کا لفظ بظاہر مزاح وٹھٹھا ہے مگر حقیقت میں یہ تمیمی کی مذمت ہے کہ وہ گوہ کھانے والا شخص ہے اور کوئی شریف انسان گوہ کھانے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ تمیمی شریف انسان نہیں ہے۔

تجاہل العارف: **كمامرّ فى الشق الثانى من السوال الثالث ١٤٣٦ھ۔**

❸ **وقال لا احب** کی مراد اور آیت کی نشاندہی:۔ **كمامرّ فى الشق الثانى من السوال الثالث ١٤٣٦ھ**

﴿الورقة الخامسة: فى الفلسفه والعقائد﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٨ھ

الشق الاوّل ...... **عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ" اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ" دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ فَسَكَبْتُ لَهٗ وَضُوْءًا، قَالَتْ فَجَاءَ تْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ، قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَاٰنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ، فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ. فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ.**

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، "**وكانت عند ابن ابى قتادة**" کا مطلب لکھ کر سور الهرة کے مسئلہ میں ائمہ

کا اختلاف تحریر کریں، مسئلہ مذکورہ میں فریقین کے دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) "**وکانت عند ابن ابی قتادۃ**" کا مطلب (۴) سور الھرۃ کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب...... ❶ **حدیث پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت کعب بن مالکؓ کی بیٹی حضرت کبشہؓ سے روایت ہے اور وہ ابوقتادہؓ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں بیشک ابوقتادہؓ اس پر داخل ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے وضو کے لئے پانی ڈالا فرماتی ہیں پس بلی آئی پینے لگ گئی انہوں نے اس کے لئے برتن کو جھکا دیا حتیٰ کہ اس نے پی لیا۔ حضرت کبشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہی تھی، فرمایا اے بھتیجی کیا تو تعجب کرتی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، انہوں نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ ناپاک نہیں ہے، وہ تم پر بار بار آنے والوں میں سے ہے یا بار بار آنے والیوں میں سے ہے۔

❸ **"وکانت عند ابن ابی قتادۃ" کا مطلب:۔** اس جملہ میں راویہ حدیث حضرت کبشہ کے حضرت ابوقتادہؓ کے ساتھ رشتہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ حضرت ابوقتادہؓ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں، گویا ان میں بہو سسر کا رشتہ تھا۔

❹ **سور الھرۃ کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ودلائل:۔کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۷ھ۔**

الشق الثانی...... **عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَاِنَّهٗ يَسْتُرُهٗ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ، فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهٗ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ۔ قُلْتُ يَا اَبَاذَرٍّ مَا بَالُ الْكَلْبِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَصْفَرِ، قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَقَالَ الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ۔**

حدیث مبارک پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، **آخرۃ الرحل** کا معنی، نماز میں سترہ کی اہمیت اور حکم لکھ کر حدیث میں مذکور تینوں چیزوں سے قطع صلوٰۃ کا مطلب واضح کریں، حدیث مذکور کا دوسری حدیث "**لا یقطع الصلوۃ شیئ**" کے ساتھ ظاہری تعارض ہے رفع تعارض کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) **آخرۃ الرحل** کا معنی (۴) سترہ کی اہمیت وحکم (۵) قطع صلوٰۃ کا مطلب ورفع تعارض۔

جواب...... ❶ **حدیث پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کا سترہ بن جاتا ہے جبکہ اس کے آگے کجاوہ کے پچھلے حصہ کی مثل کوئی چیز ہو اور جس وقت اس کے سامنے کجاوہ کے پچھلے حصہ کے برابر کوئی چیز نہ ہو تو بلاشبہ اس کی نماز کو گدھا اور عورت اور کالا کتا توڑ دیتا ہے، میں نے عرض کیا اے ابوذر! کالے کتے کا کیا حال ہے کہ وہ سرخ اور زرد کتے سے فرق رکھتا ہے؟ فرمایا اے بھتیجے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا جیسے کہ تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کالا کتا شیطان ہے۔

۳ **آخرة الرحل کا معنیٰ:۔** آخرة ومؤخرة بمعنیٰ پچھلا حصہ۔ الرحل بمعنیٰ کجاوہ، پالان۔ اس سے مراد کجاوے کے پچھلے حصہ کی لکڑی ہے۔

۴ **سترہ کی اہمیت وحکم:۔** نماز پڑھتے ہوئے آگے سترہ رکھنے کے متعدد فوائد ہیں ① آگے سے گزرنے والا گناہگار نہیں ہوتا ② نمازی کا دھیان نہیں بٹتا۔

نمازی کا اپنے آگے سترہ کھڑا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اسلئے کہ آپ ﷺ سے صحراء میں بغیر سترہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے۔

۵ **قطع صلوٰۃ کا مطلب ورفع تعارض:۔** نمازی کے سامنے سے کسی چیز کا گزرنا نماز کو توڑتا ہے یا نہیں۔ جمہور کے ہاں کسی چیز کا گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں اور اہل ظواہر کے نزدیک تین چیزوں کا گزرنا قاطعِ صلوٰۃ ہے ① کتے کا گزرنا ② گدھے کا گزرنا ③ عورت کا گزرنا۔ امام احمدؒ کے نزدیک صرف کلب اسود کا گزرنا قاطعِ صلوٰۃ ہے۔

اہل ظواہر حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کلب کے بارے میں تو قاطعِ صلوٰۃ ہونا یقینی ہے لیکن حمار وامرأۃ کے بارے میں حدیثِ عائشہ وحدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی وجہ سے مجھے تردد ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق احادیث میں تعارض ہے۔ بعض احادیث قطعِ صلوٰۃ پر دال ہیں اور بعض عدم قطعِ صلوٰۃ پر دال ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ جب آثارِ مرفوعہ میں تعارض ہو جائے تو پھر آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جاتا ہے اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر دال ہیں کہ یہ قاطعِ صلوٰۃ نہیں ہیں فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا احادیث قطع الصلوٰۃ پر کوئی عمل نہیں ہے ان کا فتویٰ یہی ہے کہ کسی چیز کا مرور قاطعِ صلوٰۃ نہیں ہے۔

جمہورؒ کا استدلال **باب ماجاء لایقطع الصلوٰۃ شیئ** میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منیٰ میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جبکہ **اتان** (گدھی) آپ ﷺ کے سامنے سے گزرتی رہی لیکن اسکے گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کی نماز نہیں ٹوٹی تو اگر مرور قاطعِ صلوٰۃ ہوتا تو آپ ﷺ دوبارہ نماز پڑھتے۔

نیز جمہورؒ کی دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے سامنے جنازے کی طرح لیٹی ہوئی تھی اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے، ان دونوں سے ثابت ہوا کہ حمار اور عورت کا مصلی کے سامنے موجود ہونا یا گزرنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں البتہ کلب اسود کے سلسلہ میں کوئی روایت جمہور کے پاس نہیں لیکن کلب اسود کو بھی انہی دونوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ حدیث الباب میں تینوں کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔

جمہورؒ کی طرف سے امام احمد بن حنبلؒ اور اہلِ ظواہرؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مؤول ہیں یعنی یہ اشیاء نفس صلوٰۃ کیلئے قاطع نہیں بلکہ خشوعِ صلوٰۃ کیلئے قاطع ہیں باقی ان تینوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان اشیاءِ ثلاثہ میں شیطانی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔

ہم نے کلب اسود غیر اسود کے بارے میں دیکھا کہ اسکی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور کلب اسود وغیر اسود سب یکساں طور پر حرام ہیں اور حرمت کی علت انکا لون ورنگ نہیں ہے بلکہ انکی ماہیت میں حرمت کی علت موجود ہے۔ اسی طرح تمام غیر ماکول اللحم کا حکم ہے کہ ان میں الوان کی وجہ سے حرمت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے نیز ان کی وجہ سے اہل گدھوں کے بارے میں حکم ہے کہ الوان کی وجہ سے کسی حکم میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو جس طرح کلب اسود وغیر اسود سب کا حکم بابِ حرمت میں یکساں ہے اسی طرح **مرور بین یدی المصلی** میں بھی یکساں حکم ہونا چاہیے کہ جس طرح کلب غیر اسود کے مرور سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اسی

طرح کلب اسود کے مرور سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی نیز جب مرورِ کلب کی وجہ سے فسادِ نماز نہیں ہے تو مرورِ حمار کی وجہ سے بھی فسادِ نماز نہ ہوگا۔

وہ احادیث جو قطعِ صلوٰۃ پر دال ہیں وہ منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ ہے اس میں **لایقطع الصلوٰۃ شیئ ای مرور شیئ** ہے۔ نیز قطع کے منسوخ ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ قطعِ صلوٰۃ کے راوی ہیں مگر ان کا فتویٰ عدمِ قطع کا ہے۔

نیز جن احادیث میں قطع کا ذکر ہے وہاں خشوعِ صلوٰۃ مراد ہے نماز کا فاسد ہونا مراد نہیں ہے۔

الحاصل عند الجمہور کسی بھی چیز کا نمازی کے آگے سے گزرنا قاطعِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ مذہب جمہور کے راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر احادیثِ فعلیہ مؤید باقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں تو ان کو بعض اوقات احادیثِ قولیہ پر بھی ترجیح حاصل ہوجاتی ہے اور یہاں بھی ایسے ہی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بکثرت اس بارے میں مروی ہیں کہ عورت کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(درسِ ترمذی ج ۲ ص ۱۱۶، المسائل والدلائل ص ۳۰۲)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ...... مدعیانِ اجتہاد کے نزدیک وحی اور معجزات کی حقیقت اور معجزات کو نبوت کی دلیل نہ سمجھنے کی وجہ تحریر کریں، نیز بتائیں کہ اہلِ حق ان کی تردید میں کیا فرماتے ہیں؟ منکرین نبوت کی نجات و عدمِ نجات کا حکم مع دلیل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) مدعیانِ اجتہاد کے نزدیک وحی و معجزات کی حقیقت اور ان کی تردید (۲) منکرین نبوت کی نجات و عدمِ نجات کا حکم مع دلیل۔

جواب ...... ❶ مدعیانِ اجتہاد کے نزدیک وحی اور معجزات کی حقیقت اور ان کی تردید:۔ بعض مدعیانِ اجتہاد کہتے ہیں کہ کسی شخص میں فطرۃً اپنی قوم کی فلاح و بہبود اور ہمدردی کا جوش ہوتا ہے اور اُس پر اسی جوش کی وجہ سے اِسی کے تخیلات غالب رہتے ہیں اس غلبۂ تخیلات سے وہ بعض مضامین کو اخذ کر لیتا ہے اور بعض اوقات اِسی غلبہ سے اُسے کوئی آواز بھی سنائی دیتی ہے اور بسا اوقات کوئی صورت بھی نظر آجاتی ہے وہ صورت بات کرتے ہوئے بھی معلوم ہوتی ہے جبکہ حقیقت و خارج میں اس آواز یا صورت یا کلام کا کوئی وجود نہیں ہوتا یہ سب چیزیں موجوداتِ خیالیہ ہیں اور یہی وحی کی حقیقت ہے۔

وحی کی یہ حقیقت نصوصِ صریحہ صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ وحی ایک غیبی فیض ہے جو فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے اور وہ فرشتہ کبھی القاء کرتا ہے، کبھی اُس کی آواز سنائی دیتی ہے اور کبھی وہ سامنے آکر بات کرتا ہے اور یہ چیز عقلاً ممکن ہے اور جب کسی ممکنِ عقلی کے وجود پر نقلِ صحیح دال ہو تو عقلی طور پر اُسے تسلیم کرنا لازم ہے۔

بعض مدعیانِ اجتہاد کے نزدیک معجزات کی حقیقت بھی کچھ اِسی طرح ہے۔ درحقیقت معجزات ایسے امور ہیں جن کا وقوع اسبابِ طبعیہ کے بغیر ہوتا ہے اور علومِ جدیدہ بلا دلیل محض اسبابِ طبعیہ کے بغیر وقوع کی وجہ سے ان کے بھی منکر ہیں اور جو نصوص ان معجزات پر دال ہیں یہ لوگ اُن میں تاویلِ بعید و تحریف کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قادرِ مطلق نے جس طرح خود اسبابِ طبعیہ کو بغیر اسبابِ طبعیہ کے پیدا کیا ہے (ورنہ تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال ہے) اسی طرح اُنکے مسببات کو بھی اسبابِ طبعیہ کے بغیر پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا یہ معجزات مستبعد ہو سکتے ہیں مگر محال نہیں۔

❷ منکرینِ نبوت کی نجات و عدمِ نجات کا حکم مع دلیل:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۵ھ

الشق الثانی ......جن اور ملائکہ کی تعریف کریں اور دونوں کے وجود پر دلالت کرنے والی نصوص تحریر کریں۔ جن اور ملائکہ کے وجود کا انکار کرنے والوں کے دلائل مع رد تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) جن اور ملائکہ کی تعریف (۲) جن اور ملائکہ پر دلالت کرنیوالی نصوص (۳) جن اور ملائکہ کے وجود کا انکار کرنے والوں کے دلائل مع رد۔

جواب ...... ❶ جن اور ملائکہ کی تعریف:۔ جن اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور انکے جسم ایسے لطیف ہیں کہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن جب وہ کسی آدمی یا جانور کی شکل اختیار کرلیں تو پھر وہ ہمیں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی شکل بدلنے، آدمیوں اور جانوروں کی شکل اختیار کرنے کی طاقت دی ہے۔ ان میں مذکر مؤنث بھی ہوتے ہیں اور انکی اولاد بھی ہوتی ہے۔

ملائکہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جو نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہیں، نہ مرد ہیں اور نہ عورت ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کوئی گناہ نہیں کرتے اور جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی ڈیوٹی لگائی ہے وہ اُسی کام میں لگے رہتے ہیں۔ فرشتوں کی گنتی و تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

❷ جن اور ملائکہ پر دلالت کرنیوالی نصوص:۔ **وماخلقت الجن والانس الّا لیعبدون - والملائکة بعد ذٰلك ظهیر** ۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو (**یأتیه الملکان**) اُسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ **فسجد الملائکة کلهم اجمعون**۔

❸ جن اور ملائکہ کے منکرین کے دلائل ورد:۔ **کما مرّ فی الشق الاوّل والثانی من السوال الاوّل ۱٤۳۵ھ، ۱٤۳٦ھ**۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۸ھ

الشق الاوّل ......طول، عرض، عمق اور نقطہ کی تعریفات اور نقطہ کے عرض یا جوہر ہونے میں متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف تحریر کریں، جسم کی تعریف کرکے بتائیں کہ اس کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ نیز ہر قسم کی تعریف کرنا نہ بھولیے۔ (ص۳۹)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) طول، عرض، عمق اور نقطہ کی تعریف (۲) نقطہ کے عرض یا جوہر ہونے میں متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف (۳) جسم کی تعریف و اقسام کی وضاحت۔

جواب ...... ❶ طول، عرض، عمق اور نقطہ کی تعریف:۔ طول: جس چیز کو امتدادِ جسم میں سب سے پہلے نمبر پر فرض کیا جائے اُسے طول ولمبائی کہا جاتا ہے۔

عرض: جس چیز کو دوسرے نمبر پر اس طرح فرض کیا جائے کہ وہ امتداد کو متقاطع (تقسیم کرنے والا) ہو اُسے عرض و چوڑائی کہتے ہیں۔

عمق: جس چیز کو تیسرے نمبر پر اس طرح فرض کیا جائے کہ وہ پہلے دونوں امتدادوں کو کاٹتے ہوئے گزرے تو اس کا نام عمق و گہرائی ہے اور یہ تینوں جہات جسم میں محض تصور کرنے کے لئے ہیں، ان کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔

نقطہ: خط کے کنارہ کو کہتے ہیں اور یہ ایسا عرض ہے جو کسی بھی طرح تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ اس کو نہ طول میں، نہ عرض میں، نہ عمق میں، نہ کاٹ کر، نہ توڑ کر، نہ وہم سے اور نہ عقل سے کسی بھی طرح تقسیم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

❷ نقطہ کے عرض یا جوہر ہونے میں متکلمین اور فلاسفہ کا اختلاف:۔ فلاسفہ کے نزدیک نقطہ عرض ہے یعنی قائم بالغیر ہے

بذاتہٖ اس کا مستقل کوئی وجود نہیں ہے۔

متکلمین کے نزدیک نقطہ جوہر ہے یعنی یہ قائم بالذات بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں یہ اشارہ حسیہ کے قابل ہوگا۔

③ جسم کی تعریف واقسام کی وضاحت:۔ جسم وہ چیز ہے جس میں ابعادِ ثلاثہ کو اس طرح فرض کیا جاسکے کہ ہر بُعد سیدھے زاویہ پر دوسرے بُعد کو کاٹنے والا ہو یعنی بُعدِ طولانی کو بعدِ عرضی نے کاٹا اور بُعدِ عرضی وطولانی دونوں کو بُعدِ عمقی نے کاٹا۔

جسم کی دو قسمیں ہیں جسم ① جسم اگر جوہر یعنی قائم بالذات ہو تو اس کو جسم طبیعی کہتے ہیں، یہ تینوں جہتوں کو قبول کرتا ہے یعنی اس میں حقیقتاً ابعادِ ثلاثہ پائے جاتے ہیں ② اگر وہ جسم عرض ہو یعنی قائم بالذات نہ ہو بلکہ خارج میں جسم طبیعی کے ساتھ قائم ہو تو اسے جسم تعلیمی کہتے ہیں۔

الشق الثانی ......مکان کے دونوں معانی ذکر کرکے اس کی ماہیت میں مشائیین، اشراقیین اور متکلمین کا اختلاف وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، مذکورہ تینوں مذاہب پر وارد ہونے والے اعتراضات کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مکان کے معانی واختلاف (۲) مذکورہ مذاہب پر وارد ہونے والے اعتراضات۔

جواب ...... ① مکان کے معانی واختلاف:۔ لغت میں مکان کے دو معانی ہیں ① وہ چیز جس میں کوئی دوسری چیز رکھی جائے جیسے جگ پانی کیلئے مکان ہے ② وہ چیز جس پر کوئی دوسری چیز ٹیکی و سہارا دی جائے جیسے زمین چارپائی کے لئے مکان ہے کیونکہ چارپائی زمین پر ٹیکی جاتی ہے۔

مکان کی ماہیت میں حکماء کا اختلاف ہے اور اس میں مشہور مذاہب تین ہیں۔ ① مشائیہ کے نزدیک مکان گھیرنے والے جسم کی اندرونی سطح کو کہتے ہیں جو گھیرے ہوئے جسم کی باہر والی سطح سے ملی ہوئی ہو جیسے پانی سے بھرا ہوا گلاس، اس میں پانی کا مکان گلاس کی اندرونی سطح کا صرف وہ حصہ ہے جو پانی سے ملا ہوا ہے، جو پانی سے اوپر ہے وہ پانی کا مکان نہیں ہے۔ ② اشراقیین کے نزدیک مکان بُعدِ مجرد کو کہتے ہیں یعنی مکان وہ امتداد ہے جو جوہر ہے اور غیر مادی ہے جسکے اندر جسم سماتا ہے اس طرح کہ جسم کا طول، عرض وعمق بُعدِ مجرد کے طول، عرض وعمق میں حلول وسرایت کرجاتے ہیں مثلاً جگ میں جو خلاء ہے جو کسی بھی مشغول کرنے والی چیز سے خالی ہے یہ بُعدِ مجرد ہے اور وجود بنفسہٖ ہے یعنی اپنے پائے جانے میں جگ کا محتاج نہیں، جب اس خلاء میں پانی بھردیا جائے تو پانی کے ابعادِ ثلاثہ اس بُعد کے ابعادِ ثلاثہ میں سرایت کرجائینگے۔ پس بُعد کا وہ حصہ جو پانی کے مساوی ہے یہ پانی کا مکان ہے۔

③ متکلمین کے نزدیک بھی مکان بُعدِ مجرد ہے مگر یہ بُعد موجود نہیں بلکہ امرِ موہوم ہے یعنی خیال میں آنیوالی ایک چیز ہے مثلاً جگ پانی وغیرہ سے خالی ہو تو اس میں ایک خلاء محسوس ہوتا ہے جب اس خلاء میں پانی وغیرہ کے ہونے کا لحاظ کیا جائے تو یہ مکان ہے۔

② مذکورہ مذاہب پر وارد ہونے والے اعتراضات:۔ مشائیہ کے مذہب پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ① جس دلیل سے نقطہ اور خط کا مکان ہونا باطل ہے اسی دلیل سے سطح کا مکان ہونا بھی باطل ہے یعنی جسم متمکن میں ابعادِ ثلاثہ ہیں، پس اس کا مکان بھی اسی قماش کا ہونا چاہیے۔ نقطہ جس میں کوئی بُعد نہیں، خط جس میں صرف ایک بُعد ہے اور سطح جس میں صرف دو بُعد ہیں جسم کے لئے جس میں ابعادِ ثلاثہ ہیں مکان نہیں ہوسکتے۔ ② فلک الافلاک کے لئے مکان کیا ہوگا؟ کیونکہ اس سے پرے کوئی جسم ہی نہیں جو اس کے لئے حاوی ہو اور وہ تعریف کس کام کی جس کی رو سے وہ عظیم مخلوق مکان سے محروم رہ جائے جو فلاسفہ کے خیال میں سارا جہاں گھمارہی ہے۔

اشراقیہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ بُعد مجرد کا وجود ہی محال ہے کیونکہ امتداد اپنی طبیعت اور فطرت سے مادہ کی طرف محتاج ہے۔ پھر یہ کب جائز ہے کہ اس کے افراد کہیں تو مادہ کے محتاج ہوں اور کہیں مادہ سے مجرد؟ اور اگر بالفرض بُعد مجرد کا وجود مان لیا جائے تو اس کو مکان قرار دینے کی صورت میں تداخلِ بُعدین لازم آئے گا اور وہ بُعدوں کا اس طرح مل جانا کہ جسم وغیرہ کچھ نہ بڑھے بداھۃً باطل ہے اور یہ خیال کہ بُعدِ مادی کا بُعدِ مجرد میں تداخل محال نہیں ہے اس وقت صحیح ہے جبکہ بُعدِ مجرد بالکلیہ ہیولیٰ سے مجرد ہو اور زیرِ بحث بُعد، مجردات اور مادیات کے درمیان مثل برزخ کے ہے، یعنی نہ تو من کل الوجود مادیات کی طرح ہے، اس لئے کہ وہ ہیولیٰ اولیٰ سے مجرد ہے اور نہ من کل الوجود مجردات کی طرح ہے، اس لئے کہ ہیولیٰ ثانویہ کو چاہتا ہے۔ غرض امتناع تداخل کا منشا عظیم امتداد ہے اور وہ اس بُعد مجرد میں بھی موجود ہے اس لئے یہاں بھی تداخل باطل ہے

متکلمین کے مذہب پر یہ سوال ہے کہ امرِ موہوم سے کیا مراد ہے؟ لاشیئے محض یا کچھ اور؟ اوّل اس لئے مراد نہیں ہوسکتا کہ مکان اوصافِ واقعیہ کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً کم وبیش ہونا، چھوٹا یا بڑا ہونا اور اگر امرِ موہوم واقع میں کوئی شیئ ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ خارج میں بنفسہٖ موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو خلافِ مفروض ہے اور اگر وہ بذاتِ خود موجود نہیں ہے بلکہ اس کا منشائے انتزاع خارج میں موجود ہے تو حقیقتاً مکان وہ منشاء ہوگا نہ کہ بُعد موہوم۔

﴿الورقة السادسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ......

اَلْقَلْبُ اَعْلَمُ يَا عَذُوْلَ بِدَآئِهٖ	وَاَحَقُّ مِنْكَ بِجَفْنِهٖ وَبِمَآئِهٖ
فَوَمَنْ اُحِبُّ لَاَعْصِيَنَّكَ فِي الْهَوٰى	قَسَمًا بِهٖ وَبِحُسْنِهٖ وَبَهَآئِهٖ
عَجِبَ الْوُشَاةُ مِنَ اللُّحَاةِ وَقَوْلِهِمْ	دَعْ مَا نَرَاكَ ضَعُفْتَ عَنْ اِخْفَآئِهٖ
مَا الْخِلُّ اِلَّا مَنْ اَوَدُّ بِقَلْبِهٖ	وَاَرٰى بِطَرْفٍ لَا يَرٰى بِسَوَائِهٖ

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اشعار کا مفہوم تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) اشعار کا مفہوم (۴) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① اشعار پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② اشعار کا ترجمہ:۔ اے ملامت کرنے والے! دل اپنی بیماری کو زیادہ جاننے والا ہے اور اپنی پلک اور اپنے پانی پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ جس سے میں محبت رکھتا ہوں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محبت کے معاملہ میں تمہاری بات نہیں مانوں گا، اس کی قسم ہے اس کے حسن کی قسم ہے اور اس کی خوبصورتی کی قسم ہے۔ چغلخوروں (رقیبوں) کو ملامت کرنے والوں پر خود اور ان کی اس بات پر بھی تعجب ہے کہ جس چیز کو ہم تم میں دیکھ رہے ہیں اس کو چھوڑ دو کہ تم اس کو چھپانے کی وجہ سے کمزور ہوگئے ہو۔ دوست وہی ہے جس سے میں اس کے دل سے محبت کروں اور اس کو ایسے آنکھ سے دیکھوں کہ دوست اس کے سوا سے نہ دیکھے۔

۳ اشعار کا مفہوم:۔ شاعر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم لوگ دل کو ملامت کرتے ہو حالانکہ تمہیں دل کی بیماری کا صحیح علم نہیں، دل خود اپنی بیماری کو زیادہ جانتا ہے اس لئے وہ اس کا علاج بھی بہتر طور پر کر سکتا ہے اور آنکھوں سے جو آنسو بہہ رہے ہیں وہ دل کی مرضی سے ہی ہیں اور یہی دل کا علاج ہے۔ محبت کے معاملہ میں مَیں نے کسی کی بات نہ ماننے کے لئے محبوب کی ذات، اس کے حسن وجمال اور خوبصورتی کی قسم کھائی ہے۔ رقیب کی محبت کے دعوے کا ہمیشہ انکار کرتا ہے اس لئے جب رقیب نے عاشق کو محبت ترک کرنے کا مشورہ دیا کہ تمہارے چہرے سے عشق کی بیماری ظاہر ہوتی ہے تم اس کو چھوڑ دو تو اُس نے حیرت اور تعجب کا اظہار کیا کہ ہم اس کی محبت کے دعویٰ کی ہمیشہ تردید کرتے رہے اور وہ خود اس کا اعتراف کر رہا ہے اور عاشقِ صادق کا محبت ترک کرنا ناممکن ہے، اس لئے ملامت کرنے والے رقیبوں کے مشورے پر حیرت ہے۔ کمالِ محبت یہ ہے کہ عاشق اپنے دل کی مرضی سے محبت نہ کرے بلکہ دوست کے دل کی مرضی سے محبت کرے اور دوست کی ہر خواہش ومرضی عاشق کی خواہش ومرضی بن جائے گویا محبت کی معراج یہی ہے کہ آدمی اپنے جذبات اور خواہشات کو محبوب کی رضا میں فنا کردے۔

۴ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "جَفْنٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَجْفَانٌ، جُفُوْنٌ ہے بمعنی پپوٹے وپلکیں۔

"بَهَاءٌ" یہ باب سمع، نصر وکرم کا مصدر ہے بمعنی خوبصورت ہونا۔

"عَجِبَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر عَجَبًا (سمع) بمعنی تعجب وحیرت کرنا۔

"اَلْوُشَاةُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد وَاشِیٌ ہے از مصدر اَلْوِشَايَةُ (ضرب، لفیف) بمعنی چغل خوری کرنا۔

"اَللُّحَاةُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد لَاحِیٌ ہے از مصدر اَللَّحْوُ (نصر وفتح، ناقص) بمعنی ملامت کرنا، عیب لگانا۔

الشق الثانی ......

لقد نسبوا الخیام الی علاء ... ابیت قبولہ کل الاباء

وما سلمت فوقك للثریا ... ولا سلمت فوقك للسماء

وقد اوحشت ارض الشام حتی ... سلبت ربوعها ثوب البهاء

تنفس والعواصم منك عشر ... فیعرف طیب ذلك فی الھواء

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، اشعار کا مفہوم تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) اشعار کا مفہوم۔

جواب ...... ۱ تا ۳ اشعار پر اعراب، ترجمہ وتحقیق:۔ کمامرّ فی الشق الاوّل من السوال الاوّل ۱۴۳۳ھ۔

۴ اشعار کا مفہوم:۔ شاعر پر یہ الزام لگا کہ اس نے اپنے قصیدہ میں ممدوح سے خیمہ کے بلند ہونے کا ذکر کیا ہے تو شاعر اس الزام کا رد کر رہا ہے کہ میں کلی طور پر اس الزام کا انکار کرتا ہوں یہ بات قطعاً غلط وجھوٹ ہے، اے ممدوح! میں تو ثریا ستارے کو حتیٰ کہ آسمان کو بھی تیرے اوپر تسلیم نہیں کرتا حالانکہ وہ ساری دنیا سے اوپر ہے۔ اے ممدوح! تو اتنا بہادر وجری ہے کہ شام جیسی زبردست ومضبوط حکومت کو تو نے شکست دیکر پورے شام کی زمین کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے وحشت ناک بنا دیا اور اس کا خوبصورتی

کا لباس تو نے اتار کر پھینک دیا ہے۔تو اپنے دارالسلطنت میں رہتے ہوئے وہاں سانس لیتا ہے تو تیری خوشبو عواصم میں بھی محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ دس دن کی مسافت پر واقع ہے۔گویا دور دراز کے علاقوں میں بھی تیری خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ......

لأی صروف الدهر فیه نعاتب	وأی رزایاه بوتر نطالب
مضی من فقدنا صبرنا عند فقده	وقد كان یعطی الصبر والصبر عازب
یزور الاعادی فی سماء عجاجة	اسنته فی جانبیها الكواكب
فتسفر عنه والسیوف كانما	مضاربها مما انفللن ضرائب

اشعار کا ترجمہ کریں، مذکورہ ابیات کا پس منظر تحریر کریں، دوسرے شعر کی نحوی ترکیب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اشعار کا ترجمہ (۲) ابیات کا پس منظر (۳) دوسرے شعر کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ① اشعار کا ترجمہ:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۳۵ھ۔

② ابیات کا پس منظر:۔ یہ اشعار متنبی نے محمد بن اسحٰق تنوخی کی وفات پر غم و افسوس کے اظہار کے لئے بطورِ مرثیہ کہے ہیں۔

③ دوسرے شعر کی نحوی ترکیب:۔ مضی فعل من موصولہ فقدنا فعل و فاعل صبرنا مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول بہ عند مضاف فقده مضاف و مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ و مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول صلہ ملکر ذوالحال، واؤ حالیہ قد تحقیقیہ کان فعل ناقصہ، ضمیر اس کا اسم یعطی فعل و فاعل الصبر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر ذوالحال، واؤ حالیہ الصبر عازب مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال حال ملکر خبر، کان اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ذوالحال و حال ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ......

فقلت لها سیری وأرخی زمامه	ولا تبعدینی من جناك المعلل
فمثلك حبلی قد طرقت ومرضع	فألهیتها عن ذی تمائم محول
اذا ما بكی من خلفها انصرفت له	بشق وتحتی شقها لم یحول
ویوما علی ظهر الكثیب تعذرت	علی وآلت حلفة لم تحلل

اشعار کا ترجمہ کریں، مذکورہ اشعار کا پس منظر تحریر کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اشعار کا ترجمہ (۲) اشعار کا پس منظر (۳) آخری شعر کی نحوی ترکیب۔

جواب ...... ① اشعار کا ترجمہ:۔ جب وہ بچہ اس کے پیچھے رونے لگتا ہے تو وہ اپنے بدن کے اوپر والے آدھے حصہ کو اس کی طرف پھیر دیتی ہے اور اس کا نیچے والا نصف دھڑ میرے نیچے رہتا ہے جس کو وہ نہیں پھیرتی اور ایک دن ریت کے ٹیلہ پر وہ مجھ سے سختی سے پیش آئی اور اس نے ایسی سخت قسم کھائی کہ جس میں ان شاء اللہ نہ کہا۔ (بقیہ ترجمہ کمامرّ فی الشق الثانی من

السوال الثانی ۱٤۳۲ھ)۔

۲ اشعار کا پس منظر:۔ کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱٤۳۲ھ

۳ آخری شعر کی نحوی ترکیب:۔ یومًا مفعول فیہ مقدم علی جارہ ظھر الکثیب مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر متعلق مقدم تعذرت فعل وفاعل عَلَیّ جار و مجرور ملکر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل، مفعول فیہ و دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اٰلت فعل وفاعل حلفۃ موصوف لم تحلل فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف وصفت ملکر مفعول مطلق من غیر لفظہ، فعل اپنے فاعل ومفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ ومعطوف ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۸ھ

الشق الاوّل ......

فعادی عداء بین ثور ونعجۃ	دراکا ولم ینضح بماء فیغسل
فظل طھاۃ اللحم من بین منضج	صفیف شواء او قدیر معجل
ورحنا یکاد الطرف یقصر دونہ	متی ما ترق العین فیہ تسفل
فبات علیہ سرجہ ولجامہ	وبات بعینی قائما غیر مرسل

ابیات کا ترجمہ کریں، مذکورہ ابیات کون سے معلقے کے ہیں اور شاعر کا نام کیا ہے؟ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) ابیات کا ترجمہ (۲) ابیات کے معلقے کی نشاندہی وشاعر کا نام (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ۱ ابیات کا ترجمہ:۔ پس ایک ہی جھپٹ میں اس گھوڑے نے نر و مادہ نیل گائے کا شکار کیا اور پے در پے انکا شکار کیا اور باوجود دوڑ کے اس نے اتنا پانی (پسینہ) نہ چھوڑا کہ وہ بھیگ جاتا اور گوشت کے پکانے والے دو فریق ہو گئے، ایک صف بستہ کباب کے پکانے والے اور دوسرے جلدی سے ہانڈی میں پکانے والے اور ہم شام کو واپس لوٹے کہ نظر اس سے عاجز ہوتی تھی جب اس کی طرف نگاہ اوپر کو جاتی تھی تو نیچے کو آجاتی تھی۔ پس رات بھر اس کی زین ولگام اس کے اوپر رہے اور وہ رات بھر ہمارے سامنے کھڑا رہا اور وہ چرنے کے لئے چھوڑا بھی نہیں گیا۔

۲ ابیات کے معلقے کی نشاندہی وشاعر کا نام:۔ مذکورہ ابیات پہلے معلقہ وقصیدۂ لامیہ سے ہیں، ان کے شاعر کا نام جندح بن حجر بن مقصور (امرأالقیس) ہے۔

۳ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "صَفِیْفٌ" یہ صفت کا صیغہ ہے از مصدر صَفًّا (نصر) بمعنی صف باندھنا۔

"لَمْ یَنْضَحْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معروف از مصدر نَضْحًا (فتح) بمعنی چھینٹے مارنا، پسینہ لانا۔

"طُھَاۃٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد طَاہٍ (اسم فاعل) ہے از مصدر طَھْوًا (نصر) بمعنی گوشت پکانا۔

"مُنْضِجٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر انضاج (افعال) بمعنی گوشت پکانا۔

"شِوَاءٌ" بمعنی بھنا ہوا گوشت، مصدر شَیًّا (ضرب، لفیف) بمعنی آگ میں گوشت بھوننا۔

"تَسَفَّلَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تسفلا (تفعل) بمعنی آہستہ آہستہ نیچے اترنا۔

الشق الثانی ......

ویوم حبست النفس عند عراکه	حفاظا علی عوراته والتهدد
علی موطن یخشی الفتی عنده الردی	متی تعترك فیه الفرائص ترعد
واصفر مضبوح نظرت حواره	علی النار واستودعته کف مجمد
ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا	ویأتیك بالاخبار من لم تزود

ابیات کا دلنشین ترجمہ کریں، مذکورہ ابیات کون سے معلقے کے ہیں اور شاعر کا نام کیا ہے؟ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) ابیات کا ترجمہ (۲) ابیات کے معلقے کی نشاندہی وشاعر کا نام (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① **ابیات کا ترجمہ:۔** اور بہت سے ایسے دن ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو ان میں معرکۂ قتال سے روکے رکھا برائی وخوف کی جگہ میں حفاظت کی وجہ سے اور دشمن کی دھمکی کی وجہ سے۔ ایسی لڑائی کی جگہ میں جہاں بہادر آدمی اپنی ہلاکت سے ڈریں اور جب لڑائی کا سخت ہنگامہ ہو تو اس میں گوشت کانپنے لگے اور جوئے کے بہت سے پیلے تیر جو آگ کی آنچ کھائے ہوئے تھے وہ میں نے ہارنے والے جواری کے ہاتھ میں رکھے۔ عنقریب زمانہ تجھ پر وہ باتیں ظاہر کرے گا جن کو تو نہیں جانتا اور تیرے پاس مختلف خبریں وہ شخص لائے گا جس کو تو نے سفر کا توشہ نہیں دیا۔

② **ابیات کے معلقے کی نشاندہی وشاعر کا نام:۔** مذکورہ ابیات کا تعلق دوسرے معلقہ وقصیدہ دالیہ سے ہے، ان کے شاعر کا نام عمر (المعروف طرفہ) بن العبد البکری ہے۔

③ **کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔** "اَلتَّھَدُّدُ" یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی ڈرانا ودھمکانا۔

"تَعْتَرِكُ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اعتراکًا (افتعال) بمعنی گھمسان کی لڑائی ہونا۔

"مَضْبُوْحٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر ضَبْحًا (فتح) بمعنی پکانا وسینکنا۔

"مُجْمِدٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِجْمَادٌ (افعال) بمعنی بخیل ہونا، بے فیض ہونا۔

"تُبْدِیْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِبْدَاءٌ (افعال، ناقص) بمعنی ظاہر کرنا۔

"لَمْ تَزَوَّدْ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر تزوید (تفعیل، اجوف) بمعنی زادِ راہ وخرچ دینا۔

۞۞*

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (پارہ ۱۔ بقرۃ: ۲۶، ۲۷)

دونوں آیتوں کا ترجمہ کریں، تفسیر کرتے ہوئے پہلی آیت میں مذکور مثال کی وضاحت کریں۔ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ کا مصداق کون لوگ ہیں؟ نیز عہد ومیثاق میں کیا فرق ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① دونوں آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر اور مثال کی وضاحت ③ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ کا مصداق ④ عہد ومیثاق میں فرق۔

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا کہ وہ کوئی مثال بیان کرے چاہے وہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی معمولی چیز کی ہو، جو مؤمن لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے جو اُن کے پروردگار کی طرف سے ہے اور جو کافر لوگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس مثال سے کیا مراد ومطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ اس مثال کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا کرتا ہے، اور اس کے ذریعے صرف فاسق ونافرمانوں کو ہی گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حق کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے وہ توڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ نقصان وخسارے والے ہیں۔

② آیات کی تفسیر اور مثال کی وضاحت:۔ بعض کفار نے قرآن کریم پر اعتراض کیا کہ قرآن کریم میں مکھی، مچھر، مکڑی وغیرہ کی مثالیں دی گئی ہیں، اگر یہ واقعی کلام اللہ ہوتا تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر نہ ہوتا، کیوں کہ بڑے لوگ ایسی چیزوں کے ذکر سے شرم محسوس کرتے ہیں۔ یہ بڑا بے تکا اعتراض تھا، کیوں کہ مثال ہمیشہ مضمون کی مناسبت سے دی جاتی ہے، حقیر وذلیل چیز کی مثال حقیر وذلیل چیز سے ہی دی جاتی ہے، یہ کسی کلام کا عیب نہیں بلکہ فصاحت وبلاغت کی دلیل ہے، مگر یہ بات انہی لوگوں کی سمجھ میں آتی ہے جو طالب حق ہوں اور حق پر ایمان لا چکے ہوں، اور یہ ایسے لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے مگر جنہوں نے کفر کی قسم کھا رکھی ہے انہوں نے ہر حالت میں اعتراض کرنا ہے، اس لیے وہ ان مثالوں کو بے تکی باتیں کہتے ہیں، یہ مثالیں ایسے لوگوں کے لیے مزید گمراہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ دوسری آیت میں سابقہ مضمون کی مزید تشریح ومنکرین کے انجام بد کا ذکر ہے کہ جن کفار ومشرکین نے قرآن کریم کی مثالوں پر اعتراض کیا ہے وہی لوگ گمراہ ہیں، جو حق تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری سے سرکشی کرتے ہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں: ① ایسا کرنے والے اس ازلی معاہدے (عہد الست) کو توڑتے ہیں جو تمام انسانوں نے اپنے رب سے کیا تھا۔ ② ان لوگوں نے ان تمام تعلقات کو قطع کر ڈالا ہے جن کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا تھا، ان میں وہ تمام تعلقات ومعاہدات شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ وانسانوں کے درمیان ہیں یا انسان کے اپنے والدین ورشتہ داروں سے ہیں، وہ تعلق بھی شامل ہے جو پڑوسی یا دیگر تمام مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ ان تمام تعلقات کو پورا کرنے کا نام اسلام ہے۔ انہی حقوق وتعلقات میں کوتاہی سے ساری زمین میں فساد آتا ہے اور یہی مفسد لوگ خسارے والے ہیں۔ (معارف القرآن)

③ اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ کا مصداق:۔ کما مر آنفا فی التفسیر۔

④ عہد ومیثاق میں فرق:۔ عہد وہ معاملہ ومعاہدہ ہے جو محض دو شخصوں کے درمیان طے ہو، اور میثاق وہ معاہدہ ہے جو قسم کے ساتھ

مضبوط و مستحکم کیا جائے۔

الشق الثانی ...... لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (پارہ۲۔بقرہ:۲۲۶ تا ۲۲۸)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ و تفسیر ② ایلاء کی تعریف و حکم ③ میاں بیوی کے باہمی حقوق۔

جواب ...... ① و ② ترجمہ، تفسیر، ایلاء کی تعریف و حکم:۔ كما مرّ فی السوال الاول ۳۲، ۳۶، ۱۴۳۷ھ۔

③ میاں بیوی کے باہمی حقوق:۔ انسانوں کے باہمی حقوق و تعلقات میں ازدواجی تعلق کی جو خاص اہمیت ہے اور اس سے جو عظیم مصالح و منافع وابستہ ہیں وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں نیز زندگی کا سکون و قلب کا اطمینان بڑی حد تک اسکی خوشگواری اور باہمی الفت و اعتماد پر موقوف ہے۔ آپ ﷺ نے اسکے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان کا خاص مقصد یہی ہے کہ یہ تعلق فریقین کیلئے زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور مسرت و راحت کا باعث ہو اور دل جڑے رہیں۔

عورت پر مرد کے حقوق کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت پر سب سے بڑا حق اسکے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اسکی والدہ کا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو اللہ کے علاوہ کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو خاوند کیلئے سجدہ کا حکم دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اسکی اجازت کے بغیر کسی کو اسکے گھر میں داخلہ کی اجازت دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اس حال میں دنیا سے رخصت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی و خوش ہو تو وہ عورت جنت میں جائے گی۔ مرد پر عورت کے حقوق کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایمان والا شوہر اپنی مؤمنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا، اگر اسکو بیوی کی کوئی عادت ناپسند ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسند بھی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کے متعلق میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نرمی و مدارات کا برتاؤ رکھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں زیادہ کامل الایمان وہ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں اور تم میں اچھے اور خیر کے زیادہ حامل وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔ نیز فرمایا کہ تم میں زیادہ اچھا اور بھلا وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو اور میں تم میں سے اپنی بیویوں کیلئے بہت اچھا ہوں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بتائیں کہ مذکورہ آیات میں کن لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے؟ ثواب دنیا اور ثواب آخرت سے کیا مراد ہے؟ (پارہ۴۔آل عمران:۱۴۶ تا ۱۴۸)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر و مفضلین کی تعیین ③ ثواب دنیا و ثواب آخرت کی مراد

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور کتنے نبی و پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، (نتیجتاً) انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے خود کو جھکایا، اور اللہ تعالیٰ ایسے صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور اسکے علاوہ ان کی کوئی بات نہ تھی کہ وہ کہتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما

اور جو ہم سے ہمارے کاموں میں کوتاہیاں ہوئیں ان کو بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب وبدلہ بھی دیا اور آخرت کا بہترین ثواب بھی، اور اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

② آیات کی تفسیر و مفصلین کی تعیین:۔ سابقہ آیات میں غزوۂ احد کی بعض کوتاہیوں پر تنبیہ وملامت کا ذکر تھا ان آیات میں بطور تکملہ سابقہ امتوں کے بعض حالات وواقعات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کیسے جنگ میں ثابت قدم رہے، نہ مصائب وشدائد سے گھبرائے، اور نہ ان کے ایمان متزلزل و کمزور ہوئے، وہ اپنی ان بے مثال قربانیوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چند دعائیں بھی کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سابقہ گناہ معاف فرما، عملِ جہاد میں سرزد ہماری کوتاہی کو بھی معاف فرما، ہمیں ثابت قدمی اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرما، ان کے ان اعمال و دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت کے ثواب وبدلہ سے نوازا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ مصائب وشدائد پر صبر کرنے والے نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔

③ ثوابِ دنیا و ثوابِ آخرت کی مراد:۔ دنیوی ثواب سے مراد فتح، مالِ غنیمت، ملک و نیک نامی وغیرہ ہے۔ ثوابِ آخرت سے مراد جنت، مرتبۂ قرب اور رب کی خوشنودی ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی ...... فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ <u>اَرْكَسَهُمْ</u> بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ <u>تَهْدُوْا</u> مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ <u>وَدُّوْا</u> لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ <u>تَوَلَّوْا</u> فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ آیات کا ترجمہ کیجیے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔ آیات کا پسِ منظر اور ان آیات میں مذکور احکام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ③ آیات کا پسِ منظر ④ آیات میں ذکر کردہ احکام۔ (پارہ ۵۔ نساء: ۸۸، ۸۹)

جواب ...... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس تمہیں کیا ہوگیا کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوندھا کر دیا انکے اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے، کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے شخص کو ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر چکا ہے؟ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کر دے اس کیلئے تم ہرگز کوئی بھلائی کا راستہ نہیں پا سکتے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن جاؤ جس طرح انہوں نے کفر کو اپنایا ہے اور پھر تم سب برابر ہو جاؤ پس تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کے راستے میں ہجرت نہ کر لیں، پس اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ انہیں قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

② کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اَرْكَسَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِرْكَاسًا (افعال) اوندھا کرنا۔ مجرد رَكْسًا (نصر) بمعنی الٹ دینا۔ تَهْدُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر هَدْيًا هُدًى هِدَايَةً (ضرب، ناقص) رہنمائی کرنا

وَدُّوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر وُدًّا وِدَادًا مَوَدَّةً (مثال ومضاعف) خواہش ومحبت کرنا۔

تَوَلَّوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَلِّيًا (تفعل۔ لفیف) بمعنی ذمہ داری لینا و اعراض کرنا۔

③ آیات کا پسِ منظر:۔ منافقین کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم وہ لوگ تھے جو ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے، مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر لی، کچھ عرصہ بعد تجارت کے بہانہ سے آپ ﷺ سے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت لے لی اور واپس چلے گئے۔ ان کے متعلق بعض مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ یہ سچے مسلمان ہیں اور بعض انہیں پکا منافق سمجھتے تھے، مگر جب وہ مکہ جا کر واپس نہ لوٹے تو ان کا کفر ظاہر ہو گیا کیوں کہ اس وقت ہجرتِ مدینہ ایمان کا لازمی حصہ تھی اور جو شخص قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرتا اسے مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا، چنانچہ اسی پسِ منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ (آسان ترجمہ)

④ آیات میں ذکر کردہ احکام:۔ ان آیات سے متعدد احکام معلوم ہوئے ① جو منافقین بظاہر ایمان لائے مگر ہجرت کے فرض ہونے کے باوجود مکہ واپس لوٹ گئے وہ یقینی کافر و مرتد ہیں ② ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنے سے منع کیا گیا ہے ③ ایسے لوگوں کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم ہے ④ آخری جملے سے معلوم ہوا کہ کفار سے نصرت طلب کرنا اور ان کو دوست بنانا حرام ہے

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

آیت کا ترجمہ کیجیے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجیے۔ آیت کا پسِ منظر اور تفسیر تحریر کیجیے۔ (پارہ۶۔ مائدہ:۶۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں ① آیت کا ترجمہ ② کلمات کی تحقیق ③ آیت کا پس منظر اور تفسیر

جواب ...... ① آیت مبارکہ کا ترجمہ:۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہاتھ تو انہی کے بندھے ہوئے ہیں اور ان پر لعنت کی گئی ہے انکے اس قول کی وجہ سے، باری تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے (اے پیغمبر! ﷺ) جو وحی آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرے گی، اور ہم نے انکے درمیان قیامت تک کیلئے عداوت اور بغض پیدا کر دیا ہے، جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتے ہیں اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

② خط کشیدہ کلمات کی تحقیق:۔ لَيَزِيْدَنَّ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ از مصدر زَيْدًا زِيَادَةً و مَزِيْدًا (ضرب، اجوف) بمعنی بڑھانا، زیادہ کرنا۔ اَوْقَدُوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِيْقَادًا (افعال۔ مثال) بمعنی جلانا، روشن کرنا۔ مجرد وَقْدًا وُقُوْدًا (ضرب) بمعنی روشن ہونا، جلنا، بھڑکنا۔

اَلْقَيْنَا: صیغہ تثنیہ و جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِلْقَاءً (افعال۔ ناقص) ڈالنا۔ مجرد لِقَاءً و لِقَايَةً (سمع۔ ناقص) ملاقات کرنا۔

اَطْفَاَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِطْفَاءً (افعال۔ مثال) بمعنی بجھانا۔ مجرد طُفُوْءً (سمع) بجھنا۔

③ آیت کا پس منظر و تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ نے یہود مدینہ کو مالدار و صاحب وسعت بنایا تھا مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنی چودھراہٹ و جاہلانہ رسوم کی وجہ سے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر کچھ عرصہ کے لیے معاشی تنگی میں مبتلا کر دیا، اس موقع پر ہوش میں آنے اور ایمان لانے کی بجائے ان کے بعض سرداروں نے یہ گستاخانہ جملہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (معاذ اللہ) مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ تنگ دستی کی وجہ سے ہم پر بخل سے کام لے رہا ہے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں یہ خود بخیل لوگ ہیں مزید یہ کہ ان پر اس قول کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے جس کا اثر آخرت میں عذاب کی صورت میں اور دنیا میں ذلت و رسوائی کی صورت میں نمودار ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں البتہ وہ اپنی حکمت کے تقاضا سے جس کو چاہتا ہے وسعت و فراخی سے نوازتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ سرکش لوگ آپ پر نازل شدہ آیات پر ایمان لانے کی بجائے اپنے کفر و انکار کی مزید سختی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کے لیے خود ان کے فرقوں میں شدید اختلاف ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے یہ مسلمانوں کے خلاف نہ کھلی جنگ کا حوصلہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی کوئی خفیہ سازش اللہ تعالیٰ کامیاب ہونے دیتے ہیں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے سازشی لوگ پسند نہیں۔

الشق الثانی ...... وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ (پ۹۔اعراف:۱۳۷تا۱۴۰)

آیات کا ترجمہ اور ایسی تفسیر کیجیے جس سے درج ذیل سوالات کے جوابات واضح ہو جائیں ① بنی اسرائیل کو کس زمین کا وارث بنایا گیا؟ ② اس زمین میں برکت کا کیا مفہوم ہے؟ ③ رب کا کون سا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا؟ ④ **فضلکم علی العلمین** کا کیا مطلب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر (مع جوابات)۔

جواب ...... ① __آیات کا ترجمہ:۔__ وہ لوگ جنہیں کمزور اور ضعیف سمجھا جاتا تھا ہم نے انہیں اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں، اور بنی اسرائیل پر تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا ان کے صبر کرنے کی وجہ سے، اور ملیامیٹ کر دیا ہم اس سب کو جو فرعون اور اس کی قوم کرتی تھی اور جو وہ اونچی عمارتیں بناتے تھے۔ اور پار کروا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو وہ ایسی قوم پر پہنچے جو اپنے بتوں کو پوجنے میں لگے ہوئے تھے، بنی اسرائیل نے کہا کہ اے موسیٰ! تو ہمیں بھی ایسا ہی دیوتا بت بنا دے جیسا کہ ان لوگوں کا دیوتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک تم لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ جس کام دھندے میں لگے ہوئے ہیں یہ سب تباہ و برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں یہ سب غلط و باطل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود ڈھونڈ کر لاؤں؟ حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت و بڑائی عطا کی ہے۔

② __آیات کی تفسیر:۔__ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتداءً قوم فرعون کے انجام بد اور بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کا ذکر کیا ہے کہ جس قوم بنی اسرائیل کو قوم فرعون نے کمزور سمجھا تھا اس قوم کو ہم نے اس سرزمین کے مشرق و مغرب (اس سے مراد تمام علاقہ ہے) کا وارث بنا دیا جس سرزمین کو ہم نے اپنی خصوصی برکات سے نوازا ہے، اس سے مراد ملک شام و مصر کی سرزمین ہے جہاں بنی اسرائیل کو قوم فرعون و عمالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد قبضہ و حکومت عطا ہوئی اور برکات سے مراد دریا، درخت، پھل، سرسبزی، راحت زندگی اور ارزانی ہے۔ (مظہری) اسکے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا وہ وعدہ بھی ان کے صبر کرنے کی وجہ سے پورا ہو گیا اور اس وعدہ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ وعدہ ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا تھا (**عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ**) یا پھر خود اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو وعدہ کیا تھا (**وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ**) پھر فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم جو عمارات و درخت پودے وغیرہ لگاتے اور بناتے تھے وہ سب ہم نے تباہ و برباد کر دیئے، اس میں محلات و مکانات، بلند درخت اور بیلیں وغیرہ سب شامل ہے۔ اگلی آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی، جہالت و کج روی کا ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل قوم فرعون سے نجات پا کر دریا عبور کر گئے تو آگے ایک قبیلہ (بعض کے نزدیک عمالقہ اور بعض کے نزدیک لخم و جذام کے قبائل تھے۔ مظہری) پر گزر ہوا جو بتوں کی پرستش میں مبتلا تھا، بنی اسرائیل کو ان کا طریقہ پسند آیا اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمیں بھی کوئی ایسا ہی معبود بنا دیں تاکہ ہم بھی کسی چیز کو سامنے رکھ کر اسکی عبادت کیا کریں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، جن لوگوں کے طریقے کو تم نے پسند کیا ہے ان کے سب اعمال ضائع و برباد ہیں، یہ سب باطل ہے، تم اسکی حرص نہ کرو، کیا میں تمہیں اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بنا دوں حالانکہ اس نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے؟، اس سے مراد صرف اس وقت کے تمام جہان والے لوگ

ہیں کہ ان سب سے تم افضل واعلیٰ ہو، ہر وقت کے لوگ مراد نہیں ہیں کہ امت محمدیہ پر فضیلت لازم آئے۔ (فضیلت یہ کہ بنی اسرائیل کو نبوت، کتاب، علم، ایمان، اعمال صالحہ، ملک وعدالت اور انبیاء علیہم السلام کی نصرت جیسی سب نعمتوں سے نوازا۔ مظہری)

﴿الورقة الثانية فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......فَصلٌ فِی البِئرِ: وَإِذَا وَقَعَتْ فِی البِئرِ نَجَاسَةٌ نُزِحَتْ وَكَانَ نَزْحُ مَا فِيهَا مِنَ الْمَاءِ طَهَارَةً لَهَا بِإِجْمَاعِ السَّلَفِ، فَإِنْ وَقَعَتْ فِيهَا بَعْرَةٌ أَوْ بَعْرَتَانِ مِنْ بَعْرِ الْإِبِلِ أَوِ الْغَنَمِ لَمْ تُفْسِدِ الْمَاءَ اِسْتِحْسَانًا، وَالْقِيَاسُ أَنْ تُفْسِدَهُ، فَإِنْ وَقَعَ فِيهَا خُرْءُ الْحَمَامِ أَوِ الْعُصْفُورِ لَا يُفْسِدُهُ، خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ۔ عبارت پر اعراب لگا کر مطلب خیز ترجمہ کریں۔ قیاس اور استحسان کی وجہ لکھ کر عبارت کی جامع تشریح کریں۔ آخری مسئلے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح اور قیاس واستحسان کی وجہ ④ آخری مسئلے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ یہ فصل کنویں کے بیان میں ہے: جب کنویں میں نجاست گر جائے تو کنویں کا پانی نکالا جائے گا اور اس پانی کا نکالنا کنویں کی طہارت ہوگا سلف کے اجماع کی وجہ سے، پس اگر کنویں میں اونٹ یا بکری کی ایک یا دو مینگنیاں گر جائیں تو استحسان کی وجہ سے پانی خراب نہیں ہوگا اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ پانی خراب ہو جائے، پس اگر کنویں میں کبوتر یا گوریے کی بیٹ گر جائے تو یہ بھی کنویں کو خراب نہیں کرے گی، امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

③ عبارت کی تشریح اور قیاس واستحسان کی وجہ:۔ اس عبارت میں کنویں میں نجاست گرنے کے مسائل کا ذکر ہے۔ نجاست گرنے کی صورت میں کنویں کو نجاست سے پاک کرنے کا طریقہ بیان کیا کہ اگر کنویں میں نجاست گر جائے تو کنویں میں موجود پانی نکالنے کی صورت میں کنواں پاک ہو جائے گا، دلیل سلف صالحین کا اجماع ہے۔

پس اگر دہ دردہ سے چھوٹے کنویں میں اونٹ یا بکری کی ایک یا دو مینگنیاں گر جائیں (مراد معمولی مقدار ہے) تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ پانی ناپاک ہو جائے کیونکہ ماءِ قلیل معمولی نجاست کے گرنے سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے، مگر استحسان کی وجہ سے پانی ناپاک نہیں ہوگا، استحسان کی پہلی وجہ یہ ہے کہ جنگل و بیابانوں کے کنووں پر کوئی رکاوٹ و منڈیر نہیں ہوتی اور جانور انکے گرد مینگنیاں کرتے ہیں اور پھر وہ مینگنیاں ہوا وغیرہ کے نتیجہ میں کنویں میں گر جاتی ہیں، اسلئے ضرورت کی وجہ سے قلیل مقدار معاف ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مینگنی سخت چیز ہے اور اس پر آنت کی رطوبت لگی ہوتی ہے، اسلئے اسمیں پانی داخل نہیں ہو سکتا، جب پانی داخل نہ ہوگا تو نجاست کا اثر بھی پانی میں نہ جائے گا، اسلئے اسکی قلیل مقدار معاف ہے۔

پس اگر کنویں میں کبوتر یا گوریے کی بیٹ گر جائے تو اس سے بھی کنواں ناپاک نہیں ہوگا، امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، تفصیل مابعد میں آرہی ہے۔

④ آخری مسئلے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ اگر کنویں میں کبوتر یا گوریے کی بیٹ گر جائے تو ہمارے نزدیک کنواں ناپاک نہ ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کنواں ناپاک ہو جائے گا اور قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ غذا کا اپنی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا دو طرح ہے: ① بدبو وفساد کی طرف انتقال جیسے پیشاب و پاخانہ، یہ بالاتفاق نجس ہے۔ ② صلاح وعمدگی کی طرف انتقال جیسے انڈہ، دودھ وشہد، یہ بالاتفاق پاک ہے، پس کبوتر وغیرہ کی بیٹ پہلی قسم میں داخل ہے اور مرغی کی بیٹ کے مشابہ ہے اور مرغی کی بیٹ بالاتفاق ناپاک ہے، لہٰذا کبوتر وغیرہ کی بیٹ بھی ناپاک ہے۔

ہماری دلیل اجماع ہے کہ صحابہ کرام وتابعین رحمہم اللہ نے مسجدوں میں کبوتر رکھنے پر اجماع کیا ہے حالانکہ مسجدوں کو پاک رکھنے کا حکم ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغیر نکیر کبوتروں کو مسجدوں میں رہنے دیتے تھے حتی کہ مسجد حرام میں کبوتروں کا اجتماع رہتا تھا، پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بالاجماع مساجد میں کبوتروں کو رکھنے کی اجازت دینا کبوتروں کی بیٹ کے پاک ہونے کی دلیل ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ناپاک ہونے کا سبب بدبو اور فساد ہے اور کبوتر کی بیٹ میں بدبو نہیں ہوتی اور جزو کا انتفاء کل کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ کبوتر کی بیٹ نجس نہیں ہے۔ نیز کھانے کی چیزیں زیادہ وقت گزرنے سے فاسد وخراب ہوجاتی ہیں مگر ناپاک نہیں ہوتیں۔ پس کبوتر کی بیٹ نجس نہیں ہے۔

الشق الثانی ...... **ومن لم یجد الماء وھو مسافر او خارج المصر بینه وبین المصر میل او اکثر یتیمم بالصعید**

تیمم کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں، تیمم کے جواز کی دلیل قرآن وحدیث سے ذکر کریں، نیز یہ بتائیں کہ پانی کے ہوتے ہوئے کن کن صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔ (اشرف الہدایہ ج ۱ ص ۲۰۴)

﴿خلاصہ سوال﴾ ...... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں ① تیمم کا معنی وجواز کی دلیل ② پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی صورتیں۔

جواب ...... ① <u>تیمم کا معنی وجواز کی دلیل:</u> **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۸ھ۔**

② <u>پانی کی موجودگی میں تیمم کے جواز کی صورتیں:</u> ① پانی موجود ہے مگر پانی کے استعمال سے مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہے یا پانی کے استعمال سے شفاء میں تاخیر کا امکان ہے تو اس صورت میں تیمم جائز ہے۔ ② پانی موجود ہے مگر فروخت کرنے والا زائد قیمت مانگ رہا ہے تو اس صورت میں زیادتی ثمن کے ضرر کو دور کرنے کے لئے تیمم جائز ہے۔ ③ جنبی آدمی کو سردی کی شدت کی وجہ سے یہ خوف ہو کہ غسل کرنے سے ہلاک ہوجاؤں گا یا بیمار ہوجاؤں گا تو اس صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ ④ قریب میں پانی موجود ہے مگر دشمن یا درندہ وغیرہ کی وجہ سے حصول مشکل ہے تو پھر بھی تیمم جائز ہے۔ ⑤ پانی موجود ہے مگر معمولی ہونے کی وجہ سے وضوء کے لئے استعمال کرنے کی صورت میں بعد میں پیاس سے تکلیف ہوگی۔ ⑥ کنواں موجود ہو مگر ڈول ورسّی نہ ہو یا پانی موجود ہو مگر اُٹھ کر اُسے لینے کی طاقت نہ ہو اور دوسری آدمی بھی موجود نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... **الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه السلام: الجماعة من سنن الهدى لايتخلف عنها إلا منافق. وأولى الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة وعن أبي يوسف أقرئهم : لأن القراءة لا بد منها والحاجة إلى العلم إذا نابت نائبة ونحن نقول: القراءة مفتقرة إليها لركن واحد والعلم لسائر الأركان.**

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی واضح تشریح کرکے بتائیں کہ "أعلمهم بالسنة" میں "سنت" سے اور حدیث میں مذکور "منافق" سے کیا مراد ہے؟۔ "عبد ، أعرابی، فاسق ، ولدالزنا" کی امامت کا حکم دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب ...... مکمل جواب **کمامرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۴، ۱۴۳۸ھ۔**

الشق الثانی ...... **من فاتته صلاة قضاها إذا ذكرها وقدمها على فرض الوقت والأصل فيه: أنّ الترتيب بين الفوائت وفرض الوقت عندنا مستحقّ، و عند الشافعي مستحبّ: لأن كلّ فرض أصل بنفسه فلايكون شرطاً لغيره، ولناقوله عليه السلام: من نام عن صلاة أونسيها فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصلّ التي هو فيها ثم ليصلّ التي ذكرها ثم ليعد التي صلّى مع الإمام.**

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی واضح تشریح کرکے بتائیں کہ ترتیب کے مستحق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر وقت کے اندر تنگی ہو تو

کیا وقتی نماز کو قضا پر مقدم کرنا جائز ہے؟ نیز بتائیں کہ ترتیب کب ساقط ہوتی ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح اور ترتیب مستحق ہونے کا مطلب ③ تنگ وقت میں وقتی نماز کو قضا پر مقدم کرنے کا حکم ④ ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں۔

جواب ...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ جس شخص کی کوئی نماز فوت ہو گئی تو وہ اس کو قضا کرے جب یاد آئے، اور اس کو وقتی فرض سے مقدم کرے، اور اس میں قاعدہ واصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ترتیب واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ترتیب مستحب ہے، اس لیے کہ ہر فرض بذاتہ اصل ہے پس وہ دوسرے فرض کے لیے شرط نہ ہوگا، اور ہماری دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے: (ترجمہ) جو شخص نماز سے سو گیا یا وہ نماز کو بھول گیا پھر وہ اس کو امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آئی تو وہ جس نماز میں ہے اس کو پڑھ لے پھر وہ نماز پڑھے جس کو یاد کیا ہے پھر اس نماز کا اعادہ کرے جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔

② عبارت کی تشریح اور ترتیب مستحق ہونے کا مطلب:۔ اگر کسی شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے تو وہ یاد آنے پر اس کی قضاء کرے اور اس فوت شدہ نماز کو وقتی نماز پر مقدم کرے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس اصل پر مبنی ہے کہ ہمارے نزدیک فوت شدہ نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے یعنی فوت شدہ نمازیں وقتی نمازوں پر مقدم ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے یعنی فوت شدہ نمازوں کو وقتی نمازوں پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ہر فرض بذات خود اصل و مستقل ہے لہٰذا وہ دوسرے فرض کے لیے شرط نہ ہوگا، کیوں کہ شرط تابع ہوتی ہے اور اصلیت وتبعیت میں منافات ہے، پس اگر وقتیہ کی ادائیگی کے لیے فوت شدہ کی ادائیگی لازم وشرط قرار دی جائے تو یہ منافات لازم آتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے، پس ثابت ہوا کہ فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں ترتیب لازم نہیں ہے۔ ہماری دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص نماز سے سو گیا یا وہ نماز کو بھول گیا پھر وہ اس کو امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آئی تو وہ جس نماز میں ہے اس کو پڑھ لے پھر وہ نماز پڑھے جس کو یاد کیا ہے پھر اس نماز کا اعادہ کرے جو امام کے ساتھ پڑھی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ پڑھی گئی نماز فوت شدہ نماز سے مقدم ہو گئی ہے اس لیے اسے لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ فوت شدہ ووقتی میں ترتیب محقق ہو جائے۔

③ و ④ تنگ وقت میں وقتی نماز کو قضاء پر مقدم کرنے کا حکم و ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں:۔ فوت شدہ نمازوں میں دو ترتیبیں ہیں: ۱.....پہلی ترتیب فوت شدہ اور وقتی نماز میں ہے مثلاً زید کسی بھی وجہ سے ظہر، عصر اور مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکا تو وہ عشاء کی نماز اگر عشاء کے وقت میں پڑھنا چاہے تو اسے پہلے ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء کرنا ہوگی پھر وہ عشاء پڑھ سکتا ہے۔ یہ ترتیب تین صورت میں ساقط ہو جاتی ہے۔ ① نمازی کو وقتی نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہو، یعنی گزشتہ مثال کے اعتبار سے عشاء کا وقت اس قدر کم باقی رہ جائے کہ زید کو یہ خوف ہو کہ اگر میں ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء میں مشغول ہوا تو عشاء کا وقت جاتا رہے گا، اس صورت میں زید کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ پہلے عشاء کی نماز وقت میں ادا کرے اور پھر فوت شدہ کی قضاء کر لے۔ ② نمازی کو نسیان لاحق ہو جائے یعنی زید کو یہ خیال نہ رہے کہ میرے ذمہ کوئی قضاء نماز بھی ہے اور وہ عشاء ادا کر لے بعد میں یاد آنے کی صورت میں عشاء اپنی جگہ درست ہے فقط فوت شدہ کی قضاء کرنا ہوگی۔ ③ نمازی کا صاحب ترتیب نہ ہونا ہے یعنی فوت شدہ نمازوں کی تعداد اس قدر ہو جائے کہ وہ تکرار میں داخل ہو جائیں مثلاً زید آج فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر آئندہ کل کی فجر نہ پڑھے تو فوت شدہ نمازیں اب تکرار میں داخل ہو چکی ہیں کیونکہ اس پر دو فجر کی قضاء لازم ہو گئی ہے اسلئے اب اگر زید ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ فوت شدہ اور وقتی نماز میں ترتیب احناف کے نزدیک ضروری ہے۔

۲.....دوسری ترتیب خود فوت شدہ نمازوں کی آپس میں ہے گزشتہ مثال کے تناظر میں زید کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ظہر کی قضاء کرے

پھر عصر کی اور پھر مغرب کی اس کیلئے درست نہیں کہ وہ جیسے مرضی قضاء نمازیں پڑھے۔ یہ ترتیب بھی احناف کے نزدیک پہلی کی طرح ضروری ہے اور پہلی ترتیب کی طرح یہ بھی چھ سے زائد نمازیں ہونے کی صورت میں ساقط ہو جاتی ہے۔ (تکمیل الضروری)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......**الزکٰوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابًا ملكًا تامًا وحال عليه الحول، وليس على الصبي والمجنون زكاة، خلافا للشافعي.** "زکوۃ" کی تعریف کریں۔ قرآن وحدیث سے "زکوۃ" کی فرضیت کے دلائل ذکر کر کے عبارت کی مکمل تشریح کریں۔ آخری مسئلے میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① زکوۃ کی تعریف ② زکوۃ کی فرضیت کے دلائل ③ عبارت کی تشریح ④ بچہ ومجنون کی زکوۃ میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ...... ① تا ③ تعریف، فرضیت کے دلائل وتشریح:۔ کمامرّ **فی الشق الثانی من السوال الثانی ۳۲ × ۱۴۳۷ھ**

④ بچہ ومجنون کی زکوۃ میں اختلاف مع الدلائل:۔ ہمارے نزدیک بچہ اور مجنون کے مال پر زکوۃ نہیں ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ اس بات کے قائل ہیں کہ نابالغ بچہ ومجنون کے مال میں زکوۃ واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے دلائل: ① **ان النبی ﷺ خطب الناس فقال الامن ولّی یتیما له مال فلیتجر فیه ولایترکه حتی تاکله الصدقة** ② زکوۃ خراج کی طرح غرامت مالی ہے یعنی زکوۃ صاحب مال پر ایک مالی حق ہے اور مالی حق واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص بھی مال بقدر نصاب کا مالک ہوگا اس پر یہ حق لازم ہوگا۔

ہماری دلیل نسائی اور ابوداؤد وغیرہ کی معروف روایت ہے **رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبیّ حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل او یفیق** اس میں نابالغ ومجنون کو صراحۃً غیر مکلف قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس میں نماز وغیرہ دوسرے واجبات کی طرح زکوۃ بھی واجب نہ ہوگی۔ نیز امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے **لیس فی مال الیتیم زکوة** ۔ نیز عقلی دلیل یہ ہے کہ زکوۃ ایک عبادت ہے اور عبادت اختیار کے بغیر ادا نہیں ہوتی کیونکہ عبادت ابتلاء و آزمائش کا نام ہے اور آزمائش کا معنی اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، پس جب ان کے پاس اختیار نہیں تو ان پر زکوۃ فرض بھی نہیں۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی پیش کردہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ صحیح حدیث نہیں ہے اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو تب جواب یہ ہے کہ حدیث میں صدقہ سے مراد نفقہ ہے یعنی یتیم کے متولی کو چاہئے کہ یتیم کے مال میں تجارت کرے، ورنہ یتیم کا نفقہ ہی بہت جلد اسکے مال کو ختم کر دے گا۔

خراج پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں، اسلئے کہ زکوۃ محض ایک عبادت ہے جبکہ خراج زمین کی مؤنت ہے۔

الشق الثانی ......**اذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسيا لم يفطر و القياس أن يفطر و هو قول مالك ولوکان مخطأ او مكرها فعليه القضاء خلافا للشافعي.**

بھول کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم مع دلائل تحریر کریں۔ مکرہ ومخطی پر روزہ کی قضاء میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں: ① بھول کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم مع دلائل ② مکرہ ومخطی پر روزہ کی قضاء میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل۔

جواب ...... ① بھول کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم مع دلائل:۔ کسی روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔

امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا روزہ کی ضد ہے اور چیز کی ضد چیز کو معدوم کر دیتی ہے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے

گا، نیز اسے نماز پر قیاس کیا گیا ہے کہ جیسے نماز میں بھول کر کلام کرنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اسی طرح بھول کر کھانا پینا روزہ کو فاسد کر دے گا۔

ہماری دلیل استحسان ہے اور استحسان کی وجہ یہ حدیث ہے کہ ایک صحابی نے بھول کر کھا پی لیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے روزے کو پورا کرا سلئے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے۔ نیز ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے رمضان میں بھول کر افطار کر لیا تو اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ ہے۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام مالکؒ کی جانب سے نماز پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، اسلئے کہ نماز کی حالت میں ہمہ وقت یاد رہتا ہے کہ میں نماز میں ہوں، کیوں کہ نماز کی حالت غیرِ نماز سے مختلف ہے، پس نماز میں نسیان و بھول کا غلبہ نہیں ہو سکتا، بخلاف روزہ دار کے کہ اسکی حالت اور غیر روزہ دار کی حالت برابر ہوتی ہے، کیوں کہ روزہ کا تعلق صرف باطن سے ہے اور روزہ کی حالت میں بھول و نسیان کا غلبہ ممکن بلکہ اکثر واقع ہے۔ لہٰذا بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہوگی لیکن بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

❷ مکرَہ و مخطی پر روزہ کی قضاء میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل:۔ کسی روزہ دار نے خطاً یا مجبوراً کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو ہمارے نزدیک اسپر قضاء لازم ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر قضاء لازم نہیں ہے۔ اور دلیل ناسی پر قیاس ہے کہ جیسے بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اسکی قضاء لازم نہیں اسی طرح کسی روزہ دار نے خطاً یا مجبوراً کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو اسپر بھی قضاء لازم نہیں ہے۔

ہماری دلیل اور امام شافعیؒ کی جانب سے ناسی پر قیاس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، اور اسکی دو وجہیں ہیں ① ناسی کا عذر بکثرت پیش آتا ہے جبکہ مکرَہ و خاطی کا وجود بہت کم ہے ② ناسی کا عذر صاحبِ حق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہے اور مکرَہ و خاطی کا وجود دوسرے کی طرف سے ہے، لہٰذا مقیس و مقیس علیہ میں فرق کی وجہ سے مکرَہ و خاطی کو ناسی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

﴿الورقة الثالثة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......ولهٰذه الأسامي أضداد تقابلها، فضدّ الظاهر الخفي وهو...... كآية السرقة فإنها خفية في الطرار و النباش: لاختصاصهما باسم آخر يعرفان به۔ ''اسامی'' کا مصداق اور ان کے اضداد کے صرف نام تحریر کریں۔ ''خفی'' کی تعریف اور حکم لکھ کر عبارت مذکورہ کی مکمل وضاحت کریں۔ ''مشکل'' کی تعریف اور حکم تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① اسامی کا مصداق و اضداد کے نام ② خفی کی تعریف و حکم اور عبارت کی تشریح ③ مشکل کی تعریف و حکم۔

جواب ...... ❶ اسامی کا مصداق و اضداد کے نام:۔ اسامی کا مصداق: ظاهر، نص، مفسَّر، مُحکَم۔

ان چار اقسام کے مقابل بھی چار اقسام ہیں۔ ظاہر کی ضد خفی، نص کی ضد مشکل، مفسر کی ضد مجمل اور محکم کی ضد متشابہ ہے۔

❷ خفی کی تعریف و حکم اور عبارت کی تشریح:۔ ماخفي المراد به بعارض لامن حيث الصيغة۔ یعنی خفی وہ کلام ہے جس کی مراد صیغہ کے علاوہ کسی دوسرے عارضہ کی وجہ سے مشکل ہو جیسے آیت السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما یہ آیت جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی ہے کیونکہ ان کو اہل لغت سارق نہیں کہتے، باقی صیغہ میں کوئی پوشیدگی و خفا نہیں ہے۔ خفی کا حکم وجوب طلب ہے یعنی لفظ کے معانی و محتملات کو تلاش کرنا ضروری ہے تاکہ خفا زائل ہو کر لفظ کی مراد واضح ہو جائے اور اس حکم پر عمل کرنا ممکن ہو سکے۔

❸ مشکل کی تعریف و حکم:۔ فهو ما ازداد خفاءً على الخفي كانّهٗ بعد ماخفي على السامع حقيقتهٗ دخل في اشكاله یعنی مشکل وہ کلام ہے جس میں خفی کی نسبت خفاء زیادہ ہو یہاں تک کہ اسکی مراد طلب اور تامل کے بغیر حاصل نہ ہو سکتی ہو جیسے "والله لا يأتدم" (بخدا وہ ادام نہیں کھائے گا) یہ کلام بھنے ہوئے گوشت انڈے اور پنیر کے حق میں مشکل ہے کیونکہ پہلے ادام کا معنی معلوم ہو پھر تامل ہو کہ

ان میں وہ معنی موجود ہے یا نہیں لہٰذا ادام کا معنی وہ چیز ہے جو روٹی کے تابع ہو اور روٹی اس سے رنگ جائے یہ معنی سرکہ میں موجود ہے مگر بھنے ہوئے گوشت انڈے وغیرہ میں نہیں ہے اسلئے ان میں یہ کلام مشکل ہوگئی۔ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اولاً اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اسکی جو کچھ مراد ہے وہ حق ہے، پھر الفاظ کے معانی کو طلب کرے اور اسکے محتملات کو تلاش کرے پھر تأمل کرے کہ یہاں کون سا احتمال مراد ہے۔

الشق الثانی...... **فصل في الامر: وهو من قبيل الوجه الاول من القسم الاول مماذكرنا من الاقسام: فإن صيغة الامر لفظ خاص من تصاريف الفعل وضع لمعنى خاص وهو طلب الفعل وموجبه عندالجمهور الالزام الّا بدليل، والامر بعد الحظر و قبله سواء۔**

عبارت کا ترجمہ کرکے بتائیں کہ "الوجه الأول" اور "القسم الأول" سے کیا مراد ہے؟" وموجبه الخ" کی مثالیں دے کر مکمل وضاحت کریں۔" ولاموجب له في التكرار ولا يحتمله" کا مطلب اور اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② **الوجه الاول والقسم الاول** کا مطلب و مراد ③ **موجبهٗ**.... الخ کی وضاحت ④ **لاموجب لهٗ في التكرار**..... مطلب واختلاف۔

جواب...... ① عبارت کا ترجمہ:۔ یہ فصل امر کے بیان میں ہے۔ اور یہ تقسیمِ اول کی قسمِ اول میں سے ہے، یعنی ان اقسام میں سے ہے جن کو ہم ذکر کر چکے ہیں، اسلئے کہ صیغۂ امر لفظِ خاص ہے جو فعل کی گردانوں میں سے خاص معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور وہ خاص معنی طلبِ فعل ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا موجَب الزام ہے مگر دلیل کی وجہ سے، اور امر ممانعت سے پہلے اور بعد میں برابر ہے۔

② الوجه الاول والقسم الاول کا مطلب ومراد:۔ ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ فصل امر کے بیان میں ہے جو کہ اصولِ شرع میں سے کتاب اللہ کی تقسیم اول (خاص، عام، مشترک، مؤول) کی قسمِ اول یعنی خاص کی اقسام میں سے ہے

③ موجبهٗ..... الخ کی وضاحت:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک امر کا موجَب الزام یعنی وجوب ہے، گویا امر عام حالت میں وجوب کو ثابت کرے گا۔ اور اسکے متعدد دلائل ہیں: ① نصِ قرآنی کے ذریعے مامور بالامر (مکلّف) سے اختیار منتفی ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرًا ان يكون لهم الخيرة من امرهم** (کسی مؤمن مرد اور عورت کیلئے اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کریں تو اُن کیلئے کوئی اختیار باقی رہے) ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کرنے کے بعد کسی مامور کو اُس کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اُس کام کا کرنا لازم ہو جاتا ہے گویا اس سے اختیار منتفی ہو جاتا ہے اور یہی وجوب ہے۔ ② امر کے تارک کا مستحقِ وعید ہونا نص سے ثابت ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم** (جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اُس کو ترک کرتے ہیں انہیں دنیا میں فتنہ یا آخرت میں دردناک عذاب کے آنے سے ڈرنا چاہیے) ہے۔ اور اس قسم کی وعید واجب کے ترک پر ہو سکتی ہے۔ ③ اہلِ لغت اور اہلِ عرف کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی سے کوئی فعل طلب کرے تو وہ صرف امر کے صیغہ سے طلب کرے اور کمالِ طلب وجوب ہی کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔ ④ عقلی دلیل یہ ہے کہ آقا جب اپنے غلام کو کسی کام کرنے کا حکم دے اور غلام وہ کام نہ کرے تو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے پس اگر امر وجوب کیلئے نہ ہوتا تو غلام سزا کا مستحق نہ ہوتا۔ ان تمام دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔ (قوت الاخیار) (بقیہ تشریح **كما مرّ في الشق الثاني من السوال الاول ۱۴۳۸ھ**)

④ **لاموجب لهٗ في التكرار**..... مطلب واختلاف:۔ **كما مرّ في الشق الثاني من السوال الاول ۱۴۳۸ھ**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول...... **وَخَبَرُ الْوَاحِدِ: وَهُوَ الَّذِيْ يَرْوِيْهِ وَاحِدٌ اَوْ اِثْنَانِ فَصَاعِدًا بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ دُوْنَ الْمَشْهُوْرِ**

وَالْمُتَوَاتِرِ۔ وَحُكْمُهُ اِذَا وَرَدَ غَيْرَ مُخَالِفٍ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ فِي حَادِثَةٍ لَا تَعُمُّ بِهَا الْبَلْوٰى وَلَمْ يَظْهَرْ مِنَ الصَّحَابَةِ اَلْاِخْتِلَافُ فِيْهَا وَ تَرْكُ الْمُحَاجَّةِ بِهٖ: اَنَّهٗ يُوْجِبُ الْعَمَلَ بِشُرُوْطٍ تُرَاعٰى فِي الْمُخْبِرِ، وَهِيَ اَرْبَعَةٌ: ــــ "الخ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ "خبر واحد، مشہور اور متواتر کی تعریفات وحکم لکھ کر عبارت کی ایسی تشریح کریں جس سے نفس خبر کی شروط کی وضاحت بھی ہو جائے۔ "وهي أربعة" سے کون سی شروط مراد ہیں؟ نیز "مستور الحال" کی خبر کا حکم تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خبر واحد، مشہور، متواتر کی تعریف وحکم ④ عبارت کی تشریح ⑤ وهي اربعة کی مراد ⑥ مستور الحال کی خبر کا حکم ۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک یا دو یا اس سے زیادہ افراد روایت کریں بعد اس کے کہ وہ خبر مشہور ومتواتر سے کم و نیچے ہو۔ اس کا حکم جبکہ وہ کتاب اللہ وسنت مشہورہ کے خلاف وارد نہ ہو، ایسے حادثہ میں جس میں عموم بلوی بھی نہ ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف بھی ظاہر نہ ہوا ہو اور اس حدیث سے احتجاج کا ترک بھی ظاہر نہ ہوا ہو تو یہ حدیث مخبر میں چند شرائط کی رعایت کے ساتھ عمل کو لازم وواجب کرتی ہے۔ اور یہ چار شرائط ہیں۔

❸ خبر واحد، مشہور، متواتر کی تعریف وحکم:۔ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام ہیں:

① خبر متواتر: "المتواتر مانقله جماعة عن جماعة لايتصور توافقهم على الكذب لكثرتهم واتصل بك هكذا" کہ خبر متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ہر زمانہ میں اتنی بڑی جماعت اتنی بڑی جماعت سے نقل کرے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا کثرت کی وجہ سے محال ہو اور پھر یہ حدیث اسی طریق سے اے مخاطب تجھ تک پہنچے۔ گویا حدیث متواتر کی دو شرطیں ہیں (۱) راوی اس قدر کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو (۲) اتنی بڑی جماعت ہر زمانہ میں نقل کرے۔ اس کی مثال قرآن مجید کا نقل کرنا، پانچوں فرض نمازوں کی تعداد رکعات کا نقل کرنا، مقادیر زکوٰۃ کا نقل کرنا۔

(**نوٹ**) یہ سب نفس متواتر کی مثالیں ہیں، خبر متواتر کے وجود میں اختلاف ہے بعض نے **انما الاعمال بالنيات** بعض نے **البينة على المدعي واليمين على من انكر** بعض نے **من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار** کو اس کی مثال قرار دیا ہے۔ (خیر الحواشی)

حدیث متواتر علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس سے ثابت شدہ حکم کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور اسکا انکار کفر ہے۔

② خبر مشہور: "المشهور ماكان اوله كالآحاد ثم اشتهر في العصر الثاني والثالث تلقته الامة بالقبول فصار كالمتواتر حتى اتصل بك" کہ خبر مشہور وہ حدیث ہے جو دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں تو خبر واحد کی طرح ہو یعنی اس کا راوی ایک ہو مگر تابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں وہ اتنی مشہور ہو گئی ہو کہ امت نے اسے قبول عام کے ساتھ حاصل کیا ہو اور دور ثانی وثالث میں وہ خبر متواتر کی طرح ہو گئی ہو یعنی اسکے راوی اس قدر کثیر ہو گئے ہوں کہ انکا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

حدیث مشہور کی مثال مسح علی الخفین والی حدیث ہے نیز وہ حدیث جس میں زانی محصن کو رجم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مشہور علم طمانیت (وہ علم جو یقین سے کم اور ظن غالب سے زائد ہو) کا فائدہ دیتی ہے۔ اس سے ثابت شدہ حکم کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں کیونکہ اس کے راوی دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کم ہوتے ہیں البتہ اس کا منکر بدعتی ہے کیونکہ دور تابعین وتبع تابعین میں اس حدیث کے مشہور ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کرنا گویا خیر القرون کے سب راویوں کو جھوٹا قرار دینا ہے جو کہ بدعت ہے۔

③ خبر واحد: "خبر الواحد مانقله واحد عن واحد او واحد عن جماعة او جماعة عن واحد ولا عبرة للعدد اذا لم تبلغ حد المشهور" کہ خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک راوی ایک سے یا ایک راوی جماعت سے، یا ایک جماعت ایک راوی سے نقل

کرے بشرطیکہ اس جماعت کی تعداد حدِ شہرت کو نہ پہنچی ہو اور اس میں کثرتِ عدد کا اعتبار نہیں ہوگا یعنی روایت کرنے والے کثیر ہوں مگر حدِ مشہور کو نہ پہنچے تو وہ خبرِ واحد ہی ہے۔ خبرِ واحد خبرِ متواتر کی طرح نہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور نہ خبرِ مشہور کی طرح علم طمانینت کا فائدہ دیتی ہے بلکہ یہ صرف لزوم عمل میں خبرِ متواتر کی طرح ہے، اور یہ صرف عقیدۂ ظنیہ کو ثابت کرتی ہے۔ (خیر الحواشی)

❹ تا ❻ تشریح، وهي اربعة کی مراد و مستور الحال کی خبر کا حکم:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۷

الشق الثانی ......بَابُ بَيَانِ التَّبْدِيلِ: وَهُوَ النَّسْخُ، اَلنَّسْخُ فِي حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ بَيَانٌ لِمُدَّةِ الْحُكْمِ الْمُطْلَقِ الَّذِيْ كَانَ مَعْلُوْمًا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، إِلَّا أَنَّهُ تَعَالٰى أَطْلَقَهُ فَصَارَ ظَاهِرُهُ الْبَقَاءَ فِي حَقِّ الْبَشَرِ فَكَانَ تَبْدِيْلًا فِيْ حَقِّنَا بَيَانًا مَحْضًا فِيْ حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ وَهُوَ كَالْقَتْلِ فَإِنَّهُ بَيَانٌ مَحْضٌ لِلْأَجَلِ فِيْ حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ وَتَغْيِيْرٌ وَتَبْدِيْلٌ فِيْ حَقِّ الْقَاتِلِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ نسخ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کر کے ''نسخ'' کی اقسام اربعہ کے صرف نام تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اقسام۔

جواب ...... ❶ عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفًا

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ یہ باب بیانِ تبدیل کے ذکر میں ہے اور تبدیل نسخ ہے، نسخ صاحبِ شرع کے حق میں اس مطلق حکم کی مدت کو بیان کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو مطلق رکھا تھا تو اس حکم کا ظاہر انسان کے حق میں بقاء ہو گیا تو نسخ ہمارے حق میں تبدیلی ہے اور صاحبِ شرع کے حق میں بیانِ محض ہے۔ اور نسخ قتل کی مثل ہے جو صاحبِ شرع کے حق میں اجلِ معلوم کا بیان ہے اور قاتل کے حق میں تغییر و تبدیل ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ بیانِ تبدیل کو ذکر فرما رہے ہیں کہ بیانِ تبدیل سے مراد نسخ ہے، اور نسخ صاحبِ شرع کے حق میں اس مطلق حکم کی مدت کو بیان کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مطلق رکھا تھا تو وہ حکم ظاہراً انسانوں کو دائمی محسوس ہونے لگا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ناقص علم کی وجہ سے اس حکم کی مدت معلوم نہ تھی اور ناقص فہم کی وجہ سے اس حکم کو دائم اور مستمر سمجھ بیٹھے جب حکم ناسخ نازل ہوا اس وقت اپنے ناقص علم و فہم کا علم ہوا، تو نسخ ہمارے حق میں تبدیلی ہے اور صاحبِ شرع کے حق میں بیانِ محض ہے کہ اس تغیر و تبدل سے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، پہلے ہی سے یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے البتہ اس تغیر اور تبدل سے ہمارے علم میں تغیر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے احکام میں تغیر و تبدیلی ہمیشہ حکمت و مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم غلطی سے پاک ہے۔ اور نسخ کی مثال قتل ہے جو صاحبِ شرع کے حق میں مقتول کی موت کیلئے اجلِ معلوم کا بیان ہے اور قاتل کے حق میں تغییر و تبدیل ہے۔

❹ نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنی اور اقسام:۔کمامرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۵ھ

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......ولالتعدية الحكم من الناسي في الفطر إلى المكره والخاطى: لأن عذرهما دون عذره۔ تفريع على الشرط الثالث وهو كون الفرع نظيرًا للأصل۔

قیاس کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں۔ عبارت کی تشریح کر کے تفریع مذکور میں حنفیہ و شوافع کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔

﴿ خلاصۂ سوال ﴾...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① قیاس کی تعریف ② عبارت کی تشریح ③ اختلاف مع دلائل۔

جواب ...... ❶ قیاس کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں قیاس کے درست ہونے کی تیسری شرط (مقیس و مقیس علیہ میں مماثلت ہو) پر تفریع کا ذکر

ہے کہ خطأً یا مجبوراً کھانے پینے یا جماع کرنے والے روزہ دار کے مسئلہ کو بھول کر کھانے پینے والے کی طرف متعدی نہیں کیا جاسکتا اسلئے کہ بھول کر کھانے پینے والے کا عذر خاطی ومکرَہ سے کم ہونے کی وجہ سے مقیس ومقیس علیہ میں فرق ہے۔

۳ اختلاف مع دلائل:۔کمامرّ فی الورقة الثانية الشق الثانی من السوال الثالث ١٤٣٩ھ

الشق الثانی ......**وحكمه: الإصابة بغالب الرأى حتى قلنا: إنّ المجتهد يخطئ ويصيب والحق فی موضع الخلاف واحد وهذا ممّا علم بأثر ابن مسعود في المفوّضة. وقالت المعتزلة: كلّ مجتهد مصيب والحق في موضع الخلاف متعدّد.**

اجتہاد کی تعریف لکھ کر عبارت کا ترجمہ کریں۔ھذا مما علم میں "ھذا" کا مشارالیہ متعین کرکے عبارت کی مکمل تشریح کریں، نیز بتائیں کہ معتزلہ کے ساتھ مذکورہ اختلاف نقلیات وعقلیات دونوں میں ہے یا کسی ایک میں؟ اجتہاد کی شروط تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① اجتہاد کی تعریف ② عبارت کا ترجمہ ③ مشارالیہ وعبارت کی تشریح ④ اجتہاد کی شرائط

جواب ...... ① اجتہاد کی تعریف:۔اجتہاد کا لغوی معنیٰ جُہد، سعی وکوشش کرنا ہے، اصطلاح میں نقل یا عقل سے کسی ایسے مسئلے کا حل تلاش کرنا جس میں کوئی واضح نص موجود نہ ہو۔اجتہاد اپنی جگہ ایک عبادت ہے، طلب حق کی کوشش موجبِ اجر ہے، اجتہاد کے بعد غلطی قابلِ تسامح ہے، اور صحت نتیجہ کی صورت میں دو اجر ہونگے: ایک طلب حق کی کوشش کا اور دوسرا حق پر پہنچنے کا۔غلطی کی صورت میں ایک اجر ملے گا: غلطی کی بناء پر نہیں بلکہ فکری کوشش واجتہاد کی بناء پر۔(تفسیر مظہری)

② عبارت کا ترجمہ:۔اجتہاد کا حکم ظنِ غالب کے ساتھ حق کا حصول ہے، حتیٰ کہ ہم کہتے ہیں کہ اجتہاد میں مجتہد صحت پر بھی ہوتا ہے اور خطاء بھی کرتا ہے اور اختلاف کے موقع پر حق صرف ایک ہی مذہب ہوتا ہے اور یہ بات مفوّضہ کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کے اثر سے معلوم ہوئی ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ اجتہاد میں ہر مجتہد صحت پر ہی ہوتا ہے اور محلِ اختلاف میں بہت سے حق ہوسکتے ہیں۔

③ و ④ مشارالیہ و تشریح اور اجتہاد کی شرائط:۔کمامرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ١٤٣٨ھ

﴿الورقة الرابعة فی البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٩ھ

الشق الاول ......**وَالْفَصَاحَةُ فِي الْكَلَامِ: خُلُوْصُهُ مِنْ ضَعْفِ التَّالِيْفِ وَتَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ وَ التَّعْقِيْدِ مَعَ فَصَاحَتِهَا هُوَ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ فِيْ خُلُوْصِه، وَاحْتَرَزَ بِه عَنْ مِثْلِ: زَيْدٌ أَجْلَلُ وَشَعْرُهُ مُسْتَشْزِرٌ وَأَنْفُهُ مُسَرَّجٌ، وَقِيْلَ: هُوَ حَالٌ مِنَ الْكَلِمَاتِ، وَلَوْ ذَكَرَهُ بِجَنْبِهَا لَسَلِمَ مِنَ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَالِ وَذِيْهَا بِالْاَجْنَبِيِّ، وَفِيْهِ نَظَرٌ.**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کی جامع تشریح کریں۔نظرِ مذکور کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ نظرِ مذکور کی وضاحت۔

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔فصاحت فی الکلام: کلام کا ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات اور تعقید سے خالی ہونا ہے اس کلام کے فصیح ہونے کے ساتھ، یہ (مع فصاحتها) حال ہے خلوصه کی ضمیر سے اور اسکے ذریعے زيد اجلل ، شعرهٗ مستشزر، انفه مسرج کی مثل سے احتراز کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ یہ کلمات سے حال ہے، اور اگر اسکو کلمات کے پہلو میں ذکر کردیتے تو حال وذوالحال کے درمیان فصل بالاجنبی سے بچ جاتے، اور اس میں نظر ہے۔

③ **عبارت کی تشریح:۔** اس عبارت میں اولاً فصاحت فی الکلام کی تعریف کا ذکر ہے کہ فصاحت فی الکلام کلام کا ضعفِ تالیف تنافرِ کلمات اورتعقید سے خالی ہونا ہے بشرطیکہ اس کلام کے تمام کلمات فصیح ہوں۔اسکے بعد **مع فصاحتھا** کی ترکیب کا ذکر ہے کہ اسکی ترکیب میں دواحتمال ہیں ① یہ **خلوصہ** کی ضمیر سے حال ہے جو کلمہ کی طرف راجع ہے اور اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ اسکے ذریعے **زید اجلل ، شعرہٗ مستشزر، انفہ مسرج** کی مثل سے احتراز کیا گیا ہے کہ ان کو فصیح نہیں کہیں گے، کیونکہ ان سب مثالوں میں ایک ایک کلمہ غیر فصیح ہے۔
② یہ تنافر الکلمات میں موجود لفظ **کلمات** سے حال ہے اور اس صورت میں حال وذوالحال کے درمیان فصل بالاجنبی کی خرابی لازم آتی ہے اگر اسکو مصنف رحمہ اللہ **کلمات** کے متصل ہی ذکر کردیتے تو حال وذوالحال کے درمیان فصل بالاجنبی کی خرابی لازم نہ آتی۔
④ **نظر مذکور کی وضاحت:۔** "**مع فصاحتھا**" کی ترکیبِ ثانی (**الکلمات** سے حال) محلِ نظر ہے، اس لیے کہ حال ذوالحال کے عامل کی قید ہوتا ہے، اور الکلمات کا عامل تنافر ہے، تو اس صورت میں **مع فصاحتھا** قید ہوگی اور **تنافر** مقید ہوگا، مطلب ہوگا کہ کلامِ فصیح وہ کلام ہے جو ضعفِ تالیف، تعقید اور کلماتِ فصیحہ کے تنافر سے خالی ہو۔ یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے اسلئے کہ یہ اس کلام پر بھی صادق آئے گی جو کلماتِ غیر فصیحہ کے تنافر پر مشتمل ہو حالانکہ اس پر یہ صادق ہے کہ یہ کلماتِ فصیحہ کے تنافر سے خالی ہے، الغرض کلماتِ فصیحہ کے تنافر سے خالی کلام کا فصیح ہونا لازم آئے گا جو کہ غلط ہے، پس تعریف کا دخولِ غیر سے مانع نہ ہونا باطل ہے، لہٰذا مع فصاحتھا کو الکلمات سے حال بنانا بھی باطل ہے۔ جواب یہ ہے کہ جب نفی مقید بالقید پر داخل ہو تو یہ محض قید کی نفی ہوتی ہے، اس قاعدہ کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ ضابطہ اکثری ہے کلی نہیں ہے، کیوں کہ مقید بالقید کی نفی میں بعض اوقات مقید اور قید دونوں کی نفی بھی ہوتی ہے اور کبھی صرف مقید کی نفی بھی ہوتی ہے اور یہاں تیسری صورت مراد ہے، اس صورت میں تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ کلمات متنفرہ نہ ہوں مگر فصیح ہوں۔ (توضیح المعانی)

الشق الثانی ......ثُمَّ الْإِسْنَادُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ إِنْشَائِيًّا أَوْ إِخْبَارِيًّا مِنْهُ حَقِيقَةٌ عَقْلِيَّةٌ، وَلَمْ يَقُلْ: إِمَّا حَقِيقَةٌ وَإِمَّا مَجَازٌ لِأَنَّ بَعْضَ الْإِسْنَادِ عِنْدَهٗ لَيْسَ بِحَقِيقَةٍ وَلَا مَجَازٍ كَقَوْلِنَا: اَلْحَيَوَانُ جِسْمٌ وَالْإِنْسَانُ حَيَوَانٌ وَ جَعَلَ الْحَقِيقَةَ وَ الْمَجَازَ صِفَةَ الْإِسْنَادِ دُوْنَ الْكَلَامِ...... وَأَوْرَدَهُمَا فِيْ عِلْمِ الْمَعَانِيْ ...... وَهِيَ أَيِ الْحَقِيقَةُ الْعَقْلِيَّةُ ...... الخ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کر کے بتائیں کہ "حقیقت" اور "مجاز" کو کلام کی بجائے "اسناد" کے اوصاف کیوں بنایا؟ نیز دونوں کو "علم معانی" میں ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ "حقیقت عقلیہ" کی تعریف اور دو قسمیں مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿ خلاصہ سوال ﴾......اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ حقیقت ومجاز کو کلام کی بجائے اسناد کے اوصاف بنانے اور علمِ معانی میں ذکر کرنے کی وجہ ⑤ حقیقتِ عقلیہ کی تعریف ودو قسمیں۔

جواب ...... ① **عبارت پر اعراب:۔** کما مر فی السوال آنفًا۔
② **عبارت کا ترجمہ:۔** پھر اسناد مطلقاً خواہ انشائی ہو یا خبری ہو اُس میں سے بعض حقیقتِ عقلیہ ہیں اور مصنف رحمہ اللہ نے **امّا حقیقۃٌ و امّا مجازٌ** نہیں کہا، اسلئے کہ بعض اسناد اُن کے نزدیک نہ حقیقت ہوتے ہیں اور نہ مجاز، جیسا کہ ہمارا قول **الحیوان جسم والانسان حیوان** ۔اور حقیقت ومجاز کو اسناد کی صفت بنایا نہ کہ کلام کی......اور ان دونوں قسموں کو علم معانی میں لائے......اور وہ یعنی حقیقتِ عقلیہ......

③ تا ⑤ **کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۷ھ وفی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۵ھ**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......واما کونہ ای المسند فعلًا: فلتقییدہ باحد الازمنۃ الثلاثۃ علی اخصر وجہ مع افادتہ التجدد، کقولہ: شعر:

أوکلما وردت عکاظ قبیلۃ بعثوا الیّ عریفھم یتوسّم

عبارت کا ترجمہ کریں۔ "ازمنہ ثلاثہ" کی تعریف لکھ کر "علی اخصر وجہ" اور "مع افادۃ التجدد" کا مفہوم واضح کریں۔ شعر کا مطلب اور

اس میں محلِ استشہاد کی وضاحت کریں، نیز بتائیں کہ "عکاظ" بازار کہاں واقع تھا؟ اور اس میں کون سا کاروبار ہوتا تھا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② ازمنہ ثلاثہ کی تعریف ③ **علی اخصر وجه** اور **مع افادة التجدد** کا مفہوم ④ شعر کا مفہوم ومحلِ استشہاد کی وضاحت ⑤ عکاظ بازار کے وقوع اور کاروبار کی نشاندہی۔

جواب ...... ① **عبارت کا ترجمہ:۔** اور مسند کا فعل ہونا اس کو تین زمانوں میں سے ایک کے ساتھ مقید کرنے کے لیے ہوتا ہے مختصر طریق پر تجدد کے افادہ کے ساتھ۔ جیسے شاعر کا قول (ترجمہ) جب کبھی بازار عکاظ میں کوئی قبیلہ وارد ہوتا ہے تو وہ اپنے لیڈر کو میری طرف بھیجتے ہیں جو بار بار مجھے پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔

② **ازمنہ ثلاثہ کی تعریف:۔** ماضی: وہ زمانہ جو اس زمانہ سے پہلے ہو جس میں تم موجود ہو۔ اسکو ماضی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ المضی سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے گزرنے والا، اور یہ زمانہ بھی ہم سے گزر کر پیچھے جا چکا ہے۔ مستقبل: وہ زمانہ جس کا موجودہ زمانہ کے بعد انتظار کیا جائے یعنی آنے والا زمانہ۔ اسکو مستقبل اسلئے کہتے ہیں کہ یہ الاستقبال سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے سامنے سے آنا، اور یہ زمانہ بھی مابعد میں ہمارے سامنے آنے والا ہے۔ حال: وہ زمانہ جو زمانہ ماضی کے آخری لمحات اور زمانہ مستقبل کے ابتدائی لمحات ہوتے ہیں۔ (اس کا کوئی وقت نہیں ہے کیوں کہ اس میں ٹھہراؤ نہیں ہے کہ یہ وقت چند لمحات قبل مستقبل ہے اور آناً فاناً چند لمحات بعد یہ ماضی ہے)

③ **علی اخصر وجه اور مع افادة التجدد کا مفہوم:۔** اس عبارت میں **علی اخصر وجه** کی قید **زید قائم الان، زید قائم امس، زید قائم غدا** جیسی مثالوں سے احتراز کرنے کیلئے بڑھائی گئی ہے۔ جہاں حدوث فی زمن مخصوص تو معلوم ہوتا ہے مگر ان میں "**قام زید، یقوم زید**" جیسا اختصار نہیں ہے۔ **مع افادة التجدد** کا مطلب یہ ہے کہ مسند کو فعل ذکر کرنے میں تجدد کا فائدہ حاصل ہوگا، اسلئے کہ فعل کے معنی مطابقی کا ایک جزو زمانہ بھی ہے، اور زمانہ تجدد واستمرار پر دال ہوتا ہے کیوں کہ زمانہ حرکت کی مقدار کا نام ہے اور حرکت کے اجزاء مجتمع فی الوجود نہیں ہوتے پس جب زمانہ میں استمرار وتجدد ہے اور زمانہ فعل کا جزو ہے تو فعل میں بھی استمرار وتجدد ہوگا۔

④ **شعر کا مفہوم ومحلِ استشہاد:۔** طریف شاعر ایک مرتبہ میلہ عکاظ میں آیا جب کہ وہ اس سے قبل شراحیل شیبانی کو قتل کر چکا تھا اور مقتول کا بیٹا حمصیصہ طریف کی تلاش میں تھا، یہ میلہ حرمت والے مہینے ذیقعدہ میں لگتا تھا اور اس میں لوگ قتل وغارت گری نہیں کرتے تھے اور قاتل بھی کھلے عام دندناتے پھرتے تھے، تو شاعر اس شعر میں اسی کا ذکر کر رہا ہے کہ مقتول کا بیٹا بار بار مجھے دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کرتا ہے تا کہ وہ پہچان لے اور بعد میں مجھ سے اپنے والد کا بدلہ لے سکے۔ اس شعر میں "**یتوسم**" فعل مضارع محلِ استشہاد ہے کہ قبیلہ والے اپنے عریف ولیڈر کو میری طرف بھیجتے ہیں اور وہ بار بار مجھے دیکھتا ہے اور اچھی طرح مجھے پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس فعل (**یتوسم**) میں تجدد واستمرار والا معنی پایا جا رہا ہے۔

⑤ **عکاظ بازار کے وقوع اور کاروبار کی نشاندہی:۔** عکاظ عرب کا ایک بازار ہے جو نخلہ وطائف کے درمیان مکہ سے تین منزل کی مسافت پر شہر فتق کی طرف بڑے میدان میں لگتا تھا، تجار وارباب کلام شعر وشاعری، حسب ونسب شماری، اداءِ حج، لین دین اور قیدیوں کی رہائی کے لیے اس میں شرکت کرتے تھے۔ (نیل الامانی)

الشق الثانی ...... **الانشاء ان کان طلبًا استدعی مطلوبًا غیر حاصل وقت الطلب، وانواعه کثیرة، منها التمنی واللفظ الموضوع له "لیت"، ولایشترط امکان المتمنی بخلاف الترجی...... ولکن اذا کان المتمنی ممکنًا یجب ان لا یکون له توقع وطماعیة فی وقوعه والّا لصار ترجیًا۔**

عبارت کا ترجمہ کریں۔ "انشاء" کا لغوی اور کتاب میں ذکر کردہ دونوں اصطلاحی معانی لکھ کر بتائیں کہ یہاں کون سا معنی مراد ہے؟ **انواعه** میں ضمیر کا مرجع متعین کر کے عبارت کی تشریح کریں۔ نیز مثال دے کر بتائیں کہ **لعل** تمنی کیلئے کب استعمال کیا جاتا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② انشاء کے لغوی واصطلاحی معانی ③ **انواعه** میں ضمیر کا مرجع اور عبارت کی تشریح ④ **لعل** کے تمنی کے لیے استعمال ہونے کا محل۔

جواب ...... ① **عبارت کا ترجمہ:۔** انشاء اگر طلبی ہو تو وہ ایسے مطلوب کا تقاضا کرے گا جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور اسکی متعدد اقسام ہیں، ان میں سے ایک تمنّی ہے اور اس کیلئے لفظِ لعلّ موضوع ہے اور اس میں جس چیز کی تمنا کی گئی ہے اس کا ممکن ہونا شرط نہیں ہے، بخلاف ترجّی کے۔ لیکن جب تمنا کردہ چیز ممکن ہو تو ضروری ہے کہ اسکے وقوع کی امید و توقع نہ ہو، وگرنہ وہ ترجّی ہو جائے گا۔

② **انشاء کے لغوی و اصطلاحی معانی:۔** انشاء کا لغوی معنی پیدا کرنا ہے اور اصطلاحی طور پر دو معانی ذکر کیے گئے ہیں: ① ایسا کلام جس کی نسبتِ کلامیہ کے لیے ایسی نسبتِ خارجیہ نہ ہو کہ وہ نسبتِ کلامیہ اس کے مطابق ہو یا مطابق نہ ہو۔ ② متکلم کا ایسا مخصوص کلام پیش کرنا۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہاں دوسرا معنی مراد ہے، دلیل یہ ہے کہ مصنفؒ نے مابعد میں انشاء کی جو اقسام طلبی و غیر طلبی ذکر کی ہیں ان سب میں معنی مصدری معتبر ہے اور جو چیز اقسام میں معتبر ہو وہی مقسم میں بھی معتبر ہوتی ہے اور یہی معنی مصدری (مخصوص کلام پیش کرنا) ہی انشاء کا دوسرا معنی ہے۔

③ **انواعہ میں ضمیر کا مرجع اور عبارت کی تشریح:۔** انواعہ کی ضمیر کا مرجع طلب ہے یعنی طلب کی متعدد اقسام ہیں۔ ابتدائی عبارت میں ضابطہ بیان کیا کہ اگر انشاء طلبی ہو تو وہ اس بات کا تقاضا کرے گا کہ مطلوبہ چیز و مقصد وقتِ طلب حاصل نہ ہو، اس لیے کہ اگر وقتِ طلب مطلوب حاصل ہے تو تحصیلِ حاصل کی خرابی لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں ہے۔ اس انشاءِ طلبی کی متعدد اقسام ہیں، اور ان میں سے پہلی قسم تمنّی (کسی چیز کے حصول کو بطریقِ محبت طلب کرنا) ہے اور تمنّی کے لیے لفظِ لیت وضع کیا گیا ہے۔ پھر تمنّی اور ترجّی میں فرق ذکر کیا کہ تمنّی میں ہر چیز کی تمنا و آرزو کی جاسکتی ہے بخلاف ترجّی کے کہ اس میں جس چیز کو طلب کیا گیا ہے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے، اس لیے **لیت الشباب یعود** کہہ سکتے ہیں مگر **لعل الشباب یعود** نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ جوانی و شباب کا لوٹنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ تمنّی میں جس چیز کی آرزو و تمنا کی جارہی ہے اگر وہ بھی ممکن ہو تو پھر ضروری ہے کہ جس چیز کی طلب ہے اس کے حصول کی امید نہ ہو بخلاف ترجّی کے کہ اس میں مطلوبہ چیز کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ تمنّی میں مطلوبہ چیز کے حصول کی امید نہ ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اگر اس کے حصول کی امید ہو تو پھر یہ ترجّی بن جائے گی تمنّی نہیں رہے گی۔

④ **لعلّ کے تمنّی کے لیے استعمال ہونے کا محل:۔** بسا اوقات تمنّی کیلئے لفظِ لعلّ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جب لعلّ کو تمنّی کیلئے استعمال کیا جائے تو یہ اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ مرجوّ (ترجّی کا مطلوب) ایسا ہے کہ اسکے حصول کی امید نہیں ہے اور یہ محالات اور ان ممکنات کے مشابہ ہے جن کے حصول کی امید نہیں ہے جیسے **لعلی احج فازورك** (کاش! میں حج کرتا تو تیری زیارت کرتا، مگر یہ ممکن نہیں ہے)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... ومنه ای من المعنوی: المزاوجة...... كقوله: شعر:

اذا مانهی الناهی فلجّ بی الهوی　　　أصاخت الی الواشی فلجّ بها الهجر

مزاوجة کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں۔ شعر کا ترجمہ اور مزاوجت کی وضاحت کریں۔ عبارت سے موہوم مزاوجہ کے مفہوم ثانی کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مزاوجہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف ② شعر کا ترجمہ اور مزاوجت کی وضاحت ③ مزاوجہ کا مفہوم ثانی۔

جواب ...... ① **مزاوجة کی لغوی و اصطلاحی تعریف:۔** مزاوجہ کا لغوی معنی ملانا ہے اور اصطلاح میں ایسے دو معانی جو شرط و جزا واقع ہوں ان کو اس بات میں جمع کر دیا جائے کہ جو چیز ان میں سے ایک پر مرتب ہو وہ چیز دوسرے پر بھی مرتب ہو۔

② **شعر کا ترجمہ اور مزاوجت کی وضاحت:۔** (ترجمہ) جب منع کرنے والے نے منع کیا تو اسکی محبت میرے ساتھ لازم ہوگئی، جب محبوبہ نے چغل خور کی بات غور سے سنی تو اسکو مفارقت و جدائی لازم ہوگئی۔ اس شعر میں **نهی الناهی** اور **اصاخت** دونوں کو شرط و جزا کی صورت میں ذکر کر کے ان دونوں پر لجوج (لزوم) کو مرتب کیا گیا ہے اگرچہ دونوں اللزموں میں فرق ہے کہ اول میں لزومِ محبت اور ثانی میں لزومِ ہجر مراد ہے۔ (درسی تقریر)

③ **مزاوجہ کا مفہومِ ثانی:۔** علامہ زوزنی نے مصنف کے کلام سے مزاوجہ کی یہ تعریف سمجھی کہ شرط و جزا میں سے ہر ایک میں دو دو ایسے معانی کو

جمع کرنا جن پر ایک ہی چیز مرتب ہو جیسے اس شعر کے مصرعہ اول میں نہی ناہی اور محبت کے لازم ہونے کو اور مصرعہ ثانی میں چغل خور کی بات سننے اور جدائی کے لازم ہونے کو جمع کیا گیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ مزاوجہ کا یہ مفہوم ثانی صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ "اذا جاء نی زید فسلّم علیّ، اجلسته فأنعمت علیه" میں مزاوجہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ مزاوجہ کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ (درسی تقریر)

الشق الثانی ......ومنه: ای من اللفظی: الموازنة نحوقوله تعالی: "ونمارق مصفوفة، وزرابیّ مبثوثة.

موازنة کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔ مثال مذکور میں موازنة کی وضاحت کر کے موازنہ اور سجع کے درمیان مثالیں دے کر فرق تحریر کریں۔ ''موازنہ مماثلہ'' کی تعریف اور قرآن سے اس کی مثال تحریر کریں۔

﴿ خلاصہ سوال ﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① موازنہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف ② مثال مذکور میں موازنہ کی وضاحت ③ موازنہ و سجع کے درمیان فرق ④ موازنہ مماثلہ کی تعریف و مثال۔

جواب ...... ① <u>موازنہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:</u>۔ موازنہ کا لغوی معنی برابر ہونا ہے اور اصطلاح میں نظم کے دو مصرعوں یا نثر کے دو فقروں کے آخری دو کلموں کا صرف وزن میں برابر ہونا۔

② <u>مثال مذکور میں موازنہ کی وضاحت:</u>۔ موازنہ کی مثال میں آیت کریمہ وَ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ کو پیش کیا گیا ہے۔ ان دونوں آیات کے آخری کلمات (مَصْفُوْفَةٌ، مَبْثُوْثَةٌ) وزن میں برابر ہیں کہ دونوں کا وزن مَفْعُوْلٌ ہے۔

③ <u>موازنہ اور سجع میں فرق:</u>۔ موازنہ میں دو مصرعے یا دو فقرے آخر سے صرف وزن میں برابر ہوتے ہیں جب کہ سجع میں وزن و قافیہ دونوں میں مماثلت و برابری ضروری ہے قرآن مجید میں موازنہ کی مثال ابھی ذکر کی گئی ہے کہ آیات کا آخر ہم وزن ہے مگر ہم قافیہ نہیں ہے کیوں کہ علم قوافی میں تاءِ مدورہ (آخری گول تاء) کا اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا تاءِ مدورہ کے عدم اعتبار کی صورت میں پہلی آیت ''ف'' پر اور دوسری آیت ''ث'' پر ختم ہو رہی ہے۔ اور سجع کی مثال فِیْهَا سُرُرٌ مَرْفُوْعَةٌ وَ اَکْوَابٌ مَوْضُوْعَةٌ ہے، اس میں مَرْفُوْعَةٌ اور مَوْضُوْعَةٌ وزن اور قافیہ دونوں میں برابر ہیں۔

④ <u>موازنہ مماثلہ کی تعریف اور قرآن مجید سے مثال:</u>۔ دو فاصلے ایک دوسرے کے ساتھ صرف وزن میں برابر ہوں نہ کہ قافیہ میں، بایں طور کہ ایک میں مذکور تمام یا اکثر قرائن دوسرے میں مذکور اکثر یا تمام قرائن کے ساتھ وزن میں برابر ہوں تو اسے مماثلہ کہتے ہیں، اس کی مثال ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اٰتَیْنٰهُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ، وَ هَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ اس مثال میں دونوں آیات ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان کے اکثر قرائن (هُمَا وَ هُمَا، اَلْکِتٰبَ وَ الصِّرَاطَ، اَلْمُسْتَبِیْنَ وَ الْمُسْتَقِیْمَ) ایک دوسرے کے برابر ہیں البتہ صرف ایک قرینہ (اٰتَیْنَا وَ هَدَیْنَا) ایک دوسرے کے برابر نہیں ہیں۔ (درسی تقریر)

﴿الورقة الخامسة فی الحدیث و العقیدة و الفلسفة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ......عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدّٰی فِیْ حُفْرَةٍ کَانَتْ فِی الْمَسْجِدِ وَ کَانَ فِیْ بَصَرِهٖ ضَرَرٌ، فَضَحِكَ کَثِیْرٌ مِنَ الْقَوْمِ وَ هُمْ فِی الصَّلَاةِ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ ضَحِكَ أَنْ یُّعِیْدَ الْوُضُوْءَ وَ یُعِیْدَ الصَّلَاةَ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ''قہقہہ'' کے ناقض وضو ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع دلائل تحریر کریں۔ قول راجح کی تعیین مع وجہ ترجیح بھی ذکر کریں۔

﴿ خلاصہ سوال ﴾......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ قہقہہ کے ناقض

وضوہونے میں ائمہ کا اختلاف بالدلائل ④ قول راجح کی تعیین ووجہ ترجیح۔

جواب ...... ① **حدیث پر اعراب:۔کما مر فی السوال آنفًا۔**

② **حدیث کا ترجمہ:۔** حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، اسی دوران ایک آدمی داخل ہوا اور مسجد میں موجود گڑھے میں گر گیا اور اس کی بینائی میں کوئی تکلیف وخرابی تھی، پس قوم کے بہت سے افراد نماز میں ہی ہنس پڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو شخص ہنسا ہے وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

③ و ④ **اختلاف مع الدلائل، قول راجح ووجہ ترجیح:۔کما مرّ فی الورقة الثانية الشق الثاني من السوال الاول ١٤٣١**

الشق الثانی ...... **عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِيْ الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهٗ. وَ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ أَصَابَهٗ قَيْئٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذِيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ لَايَتَكَلَّمُ.**

احادیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔''بناء علی الصلوٰۃ'' کے جواز میں ائمہ کا اختلاف تحریر کریں۔''اعادہ''اور''بناء''میں فرق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① احادیث پر اعراب ② احادیث کا ترجمہ ③ بناء علی الصلوٰۃ کے جواز میں ائمہ کا اختلاف ④ اعادہ اور بناء میں فرق۔

جواب ...... ① **احادیث پر اعراب:۔کما مر فی السوال آنفًا۔**

② **احادیث کا ترجمہ:۔** حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ لوٹ جائے پس وضو کرے اور نماز کا اعادہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو (نماز میں) قئی یا نکسیر یا اُلٹی یا مذی آجائے تو وہ لوٹ جائے پس وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کرے اور وہ اس دوران بات چیت نہ کرے

③ **بناء علی الصلوٰۃ کے جواز میں ائمہ کا اختلاف:۔** اگر کسی شخص کو نماز کے اندر حدث پیش آگیا یعنی غیر اختیاری حدث پیش آیا جسکو حدث سماوی کہا جاسکتا ہے تو ایسی صورت میں فی الفور بلا کسی توقف کے پھر جائے۔ فی الفور نماز سے پھر جانے کا حکم اسلئے دیا ہے کہ حدث کے بعد اگر ایک ساعت ٹھہرا رہا تو یہ شخص نماز کا ایک جزء حدث کیساتھ ادا کرنیوالا ہوگا اور حدث کیساتھ نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

اور قیاس یہ ہے کہ از سر نو نماز پڑھے۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی دلیل: یہ ہے کہ حدث نماز کے منافی ہے کیونکہ نماز طہارت کو مستلزم ہے اور حدث طہارت کے منافی ہے اور لازم کا منافی ملزوم کے منافی ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حدث طہارت کے واسطے سے نماز کا منافی ہے اور قاعدہ ہے کہ شئے اپنے منافی کے ساتھ باقی نہیں رہتی لہٰذا نماز حدث کیساتھ باقی نہیں رہے گی اور جب حدث کیساتھ نماز باقی نہیں رہی تو از سر نو پڑھنا واجب اور لازم ہوگا۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ بناء کرنے کی صورت میں نماز کے دوران وضو کیلئے چلنا اور قبلہ سے منحرف ہونا لازم آتا ہے اور یہ دونوں فعل نماز کو فاسد کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو چیز نماز کو فاسد کردے نماز اسکے ساتھ باقی نہیں رہتی، جیسا کہ حدث عمد کے ساتھ نماز باقی نہیں رہتی۔ پس ثابت ہوا کہ مشی اور انحراف عن القبلہ کے ساتھ نماز باقی نہیں رہے گی اور جب نماز باقی نہ رہی تو اس کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ غیر اختیاری حدث، حدث عمد کے مشابہ ہے اور حدث عمد میں بالاتفاق بناء جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدث میں بھی بناء جائز نہیں ہوگی بلکہ استیناف (از سر نو پڑھنا) ضروری اور لابدی ہوگا۔

حنفیہ کے دلائل: ① **من قاء او رعف او امذی فی صلاته فلينصرف وليتوضا وليبن على صلاته ملم يتكلم** -

② رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے **اذا صلى احدكم فقاء او رعف فليضع يده على فمه وليقدم من لم يسبق بشيئ** یعنی جب تم میں کوئی نماز پڑھے پس اس نے قئی کی یا نکسیر چھوٹی تو اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے اور غیر مسبوق یعنی مدرک کو آگے بڑھائے یعنی خلیفہ کردے۔ حدیث

مذکورسے جوازِ بناء کا ثبوت اس طور پر ہوگا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ولیبن علی صلوٰتہ** اور امر کا ادنیٰ مرتبہ اباحت ہے، اس سے بناء کا مباح ہونا ثابت ہوگا۔ ③ خلفاءِ راشدین اور فقہاءِ صحابہ (حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم) نے اسی بات پر اجماع کیا ہے جس کے ہم قائل ہیں۔ یعنی جوازِ بناء پر نہ کہ وجوبِ بناء پر اور اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جاتا ہے لہٰذا **ولیبن علی صلوٰتہ** کو **ولیتوضأ** پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

دوسری حدیث میں صرف استخلاف کا بیان ہے اور حضور ﷺ کا قول **من لم یسبق بشیئ** افضلیت کا بیان ہے کیونکہ مدرک (غیر مسبوق) بہ نسبت مسبوق کے نماز پوری کرانے پر زیادہ قادر ہے، لہٰذا مسبوق کو خلیفہ بنانا خیانت ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ حدثِ بالا یعنی غیر اختیاری حدث کو حدثِ عمد پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ ان دونوں کے درمیان فارق موجود ہے۔ اس لئے کہ غیر اختیاری حدث میں ابتلاء ہے کیونکہ وہ بغیر اس کے فعل کے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اس کو معذور قرار دینا جائز ہوگا۔ اس کے برخلاف حدثِ عمد کہ اس میں یہ بات نہیں ہے۔ پس اس فرق کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا کس طرح درست ہوگا۔

ازسرِ نو نماز پڑھنا افضل ہے تاکہ اختلاف کے شبہ سے احتراز ہوجائے اور کہا گیا کہ منفرد استیناف کرے اور امام اور مقتدی بناء کریں تاکہ جماعت کی فضیلت محفوظ رہے۔ (اشرف الہدایہ ج۲ ص۱۰۹)

④ <u>اعادہ اور بناء میں فرق:</u> اعادہ میں نماز کو ازسرِ نو پڑھا جاتا ہے جب کہ بناء میں جہاں نماز میں حدث لاحق ہوا ہو وضو کے بعد اسی رکن سے نماز کو مکمل کیا جاتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ......"وحی" اور "معجزات" کے منکرین کے دلائل مع جواب تحریر کریں۔ کیا احکامِ نبوت صرف دینی امور میں معتبر ہیں یا دنیاوی معاملات میں بھی؟ دلیل کے ساتھ وضاحت کر کے منکرِ نبوت کی نجات وعدمِ نجات کے اعتبار سے حکم تحریر کریں۔

جواب ......مکمل جواب **کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۸ و فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۵ھ**

الشق الثانی ......نوتعلیم یافتہ طبقہ کس بنیاد پر "حجیتِ حدیث" کا انکار کرتا ہے؟ وضاحت کریں۔ "حجیتِ حدیث" کے قائلین کی طرف سے جواب تحریر کریں، اور احادیث جمع کرنے میں محدثین کا طریقہ کار جامع انداز میں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ......اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حجیتِ حدیث کے منکرین کے انکار کی بنیاد ② قائلینِ حجت کی طرف سے جواب ومحدثین کا جمعِ حدیث کا طریقہ کار۔

جواب ...... ① <u>حجیتِ حدیث کے منکرین کے انکار کی بنیاد:</u> منکرینِ حدیث کا خیال ہے کہ احادیث لفظاً ومعنیً محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے قابلِ حجت نہیں ہیں۔ لفظاً اس لیے کہ عہدِ نبوی میں احادیث کتابۃً جمع نہیں کی گئیں، محض زبانی نقل در نقل کی عادت تھی تو ایسا حافظہ کہ الفاظ تک یاد رہیں یہ فطرت کے خلاف ہے معنیً اس لیے کہ جب آپ ﷺ سے کچھ سنا تو لامحالہ اس کا کچھ نہ کچھ مطلب ومفہوم سمجھا، خواہ وہ مطلب آپ ﷺ کی مراد کے موافق ہو یا نہ ہو، اور الفاظ محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے اسی سمجھے ہوئے مفہوم کو روبہ رو آگے نقل کردیا تو اس سے آپ ﷺ کی مراد کا محفوظ رہنا بھی یقینی نہیں ہے، جب نہ الفاظ محفوظ ہیں اور نہ معانی تو حدیث حجت نہ رہی۔

② <u>قائلینِ حجت کی طرف سے جواب ومحدثین کا جمعِ حدیث کا طریقہ کار:</u> یہ غلطی فقہاء ومحدثین کے حالات میں غور وفکر نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو ضعفِ حافظہ، قلتِ رغبت اور قلتِ خشیت میں اپنے اوپر قیاس کیا گیا ہے، سلفِ صالحین کے متواتر المعنی واقعاتِ کثیرہ سے ان کا قوتِ حافظہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سو اشعار کا قصیدہ ایک ہی مرتبہ سن کر یاد کرلینا، امام بخاری رحمہ اللہ کا سو احادیث منقلب المتن والاسناد کو سن کر ہر ایک کی تغلیط کے بعد ان کو بعینہٖ سنانا اور پھر ہر ایک کی تصحیح کرنا اور امام ترمذی رحمہ اللہ کا نابینا ہونے کی حالت میں درخت

کے نیچے سے گزرتے ہوئے سر جھکانا ثابت ہے۔اور محدثین کا اپنے شیوخ کے امتحان کے لیے وقتاً فوقتاً احادیث کا اعادہ کرنا اور ایک حرف کی کمی بیشی نکالنا قوتِ حافظہ پر دلالت کے لیے کافی ہے۔ پھر محدثین کا اسماء الرجال میں نظر کرنے سے سیئ الحافظہ رواۃ کی روایات کو صحیح احادیث سے خارج کرنا، طویل احادیث کے بعض الفاظ میں تردید کرنا اور نحوہٗ وغیرہ کہنا اہتمامِ حفظِ الفاظ اور انتہائی احتیاط کی دلیل ہے۔ چنانچہ اسانید ومتون واسماء الرجال کے مجموعہ میں غور وفکر کرنے سے قلب کو پورا یقین ہو جاتا ہے کہ اقوال وافعالِ نبویہ بلاتغیر وتبدل محفوظ ہیں، یہ تقریر اخبارِ آحاد میں ہے، اگر کتبِ حدیث کو جمع کر کے ان کے متون واسناد کو دیکھا جائے تو اکثر متون میں اتحاد واشتراک اور اسانید میں تعدد وتکثر نظر آتا ہے جس سے وہ احادیث متواتر ہو جاتی ہیں اور متواتر میں روایت کے متعلق شبہات کی گنجائش نہیں رہتی، کیوں کہ متواتر میں راوی کے صدق، ضبط اور عدل وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔ باقی روایت بالمعنی کا انکار نہیں کیا جاسکتا مگر اولاً تو بلاضرورت اس کی عادت نہ تھی اور ان کے حافظہ کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت بہت نادر ہوتی تھی پھر ایک مضمون کو اکثر مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم نے سن کر روایت کیا، اگر ایک صحابی نے روایت بالمعنی کیا تو دوسرے نے روایت باللفظ کر دیا اور پھر دونوں کے معانی موافق ہونے سے پتا چلتا ہے کہ جنہوں نے روایت بالمعنی کیا انہوں نے بھی اکثر صحیح ہی سمجھا ہے۔ اور واقعی جس کو خشیت واحتیاط ہوگی وہ معنی فہمی میں بھی خوف سے کام لے گا بدون شرحِ صدر کے مطمئن نہیں ہوگا اور اگر کہیں الفاظ بالکل محفوظ نہ رہے ہوں (اگر چہ ایسا بہت کم ہے) پھر بھی ظاہر ہے کہ متکلم کا مقرب ومزاج شناس جس قدر اس کلام کو قرائن مقالیہ ومقامیہ سے صحیح سمجھ سکتا ہے وہ دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... ''حکمت عملیہ'' اور ''نظریہ'' کسے کہتے ہیں؟ ہر ایک کی مثال دے کر وضاحت کریں۔ ''حکمت عملیہ'' کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر قسم کی تعریف اور وجہ تسمیہ لکھ کر ''حکمت نظریہ'' کی اقسام کے صرف نام تحریر کریں۔

جواب ...... مکمل جواب ...... كما مر في الشق الاول من السوال الثاني ۱۴۳۵ھ

الشق الثانی ...... جوہر وعرض کی تعریف ومثالیں تحریر کریں۔ کتاب میں مذکور ''جوہر'' کے چاروں احکام اور ''عرض'' کی اقسام کے نام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① جوہر وعرض کی تعریف مع امثلہ ② جوہر کے احکام ③ عرض کی اقسام کے نام۔

جواب ...... ① جوہر وعرض کی تعریف مع امثلہ:۔ جوہر: وہ ممکن جو محل کے بغیر موجود ہو سکے یعنی وہ کسی ایسے محل کا محتاج نہ ہو جو اس کو موجود کرے گویا جوہر بذاتِ خود متمکن ہوتا ہے اور وہ اپنے تحیز میں کسی کے تابع نہیں ہوتا جیسے کپڑا، کتاب، قلم، کاغذ وغیرہ۔

عرض: وہ ممکن جو کسی محل میں پایا جائے یعنی وہ پائے جانے میں، باقی رہنے میں اور متمکن ہونے میں کسی ایسے محل کا محتاج ہوتا ہے جو اس کو سہارا دے، عرض بذاتہٖ اشارہ حسیہ کے قابل نہیں ہوتا البتہ تبعاً اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جیسے کپڑے کی سفیدی وسیاہی۔

② جوہر کے احکام:۔ ① جوہر دیر تک باقی رہ سکتا ہے بلکہ اس کا وجود اس کے ختم ہونے کے زمانہ تک مسلسل رہ سکتا ہے۔ ② جواہر میں تداخل نہیں ہو سکتا، البتہ حلول ہو سکتا ہے اور ایک رائے کے مطابق جوہر اگر غیر مقداری ہو جیسے بُعدِ مجرد تو اس میں تداخل ہو سکتا ہے۔ ③ جوہر یکدم عدم سے وجود میں آسکتا ہے اسی طرح معدوم بھی ہو سکتا ہے، نیز اس کا کچھ حصہ بھی معدوم ہو سکتا ہے۔ ④ جوہر اگر مادی ہو تو اس کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہاں ہے یا وہاں ہے۔

③ عرض کی اقسام کے نام:۔ عرض کی نو اقسام ہیں: ① کم ② کیف ③ این ④ متیٰ ⑤ اضافت ⑥ ملک ⑦ وضع ⑧ فعل ⑨ انفعال

﴿الورقة السادسة في الأدب العربي﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ...... وَبَنٰی كَافُوْرٌ دَارًا بِإِزَاءِ الْجَامِعِ الْاَعْلٰى عَلَى الْبِرْكَةِ وَطَالَبَ أَبَا الطَّيِّبِ بِذِكْرِ هَا يُهَنِّئُهٗ بِهَا:

إِنَّمَا التَّهْنِئَاتُ لِلْاَكْفَاءِ ۔۔۔ وَلِمَنْ يَدَّنِيْ مِنَ الْبُعَدَاءِ

وَأَنَا مِنْكَ لَا يُهَنِّئُ عُضْوٌ ۔۔۔ بِالْمَسَرَّاتِ سَائِرَ الْاَعْضَاءِ

مُسْتَقِلٌّ لَكَ الدِّيَارَ وَلَوْ كَا نَ نُجُوْمًا آجُرُّ هٰذَا الْبِنَاءِ

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مذکورہ ابیات کا پس منظر اور مفہوم تحریر کریں۔ کلمات مخطوطہ کی صرفی اور لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ اشعار کا پس منظر و مفہوم ④ کلمات کی تحقیق

جواب ...... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور کافور نے الجامع الاعلیٰ کے مقابلے میں برکۃ پر ایک گھر (محل) تعمیر کیا تھا اور ابوالطیب (متنبی) سے مبارکباد دیتے ہوئے اس محل کے تذکرے کا مطالبہ کیا، (تو متنبی نے کہا) ① مبارکباد دینے کا حق ہمسروں کیلئے ہے اور اس شخص کیلئے ہے جو دور والوں میں سے قریب آئے۔ ② میں تجھ سے ہی ہوں، کوئی عضو سارے اعضاء کو خوشیوں کی مبارکباد نہیں دیا کرتا۔ ③ میں مکانات و گھروں کو تیرے لیے کم تر و کم قیمت سمجھتا ہوں اگر چہ اس کی تعمیر کی اینٹیں ستاروں کی ہوں۔

③ اشعار کا پس منظر اور مفہوم:۔ بادشاہِ مصر کافور نے جامع اعلیٰ کے مقابلے میں کوئی گھر و محل تعمیر کیا اور متنبی سے مطالبہ کیا کہ اشعار میں اس محل کا تذکرہ کرو جس میں مبارکباد کا پیغام ہو، تو متنبی ان اشعار میں اس بات کا تذکرہ کر رہا ہے، کہتا ہے کہ مبارکباد تو برابر والوں کو دی جاتی ہے یا پھر کوئی دور دراز و باہر سے دربار میں آ کر مبارکباد دیتا ہے، میں تو چھوٹا آدمی ہوں اور چھوٹے منہ سے بڑی بات اچھی نہیں ہے اور نہ میں باہر کا مسافر و مہمان ہوں میں اور تم تو ایک ہی جسم کے مختلف حصے ہیں اور جسم کے ایک حصے کو کوئی خوشی و مسرت حاصل ہو تو جسم کے دیگر اعضاء اس کو مبارکباد نہیں دیا کرتے، اسی طرح خاندان و مجلس والے لوگ بھی ایک دوسرے کو مبارکباد نہیں دیا کرتے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان مکانات و محلات پر فخر کو کم تر سمجھتا ہوں اگر چہ ستاروں کے ذریعہ ہی ان کی تعمیر کی گئی ہو۔ اس سے تیری عزت و عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا کیوں کہ عمارات پر فخر وہ لوگ کرتے ہیں جن کی اپنی ذات میں کوئی کمال نہ ہو اور تو مجسمۂ کمالات ہے۔

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ مَسَرَّاتٌ: اس کا مفرد مَسَرَّةٌ ہے بمعنی خوشی۔ مصدر مَسَرَّةٌ (نصر۔ مضاعف) خوش ہونا۔

اَلْبُعَدَاءُ: یہ جمع ہے اس کا مفرد بَعِيْدٌ ہے۔ ازمصدر بُعْدًا (کرم) دور ہونا۔ اَلْآجُرُّ: یہ جمع ہے اس کا مفرد اٰجُرَّةٌ ہے بمعنی اینٹ۔

اَلتَّهْنِئَاتُ: یہ جمع ہے اس کا مفرد تَهْنِئَةٌ ہے بمعنی مبارکباد دینا۔ مصدر مجرد هَنْئًا (نصر و ضرب۔ مثال) بمعنی خوشگوار ہونا۔

يَلْتَنِيْ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِلْتِنَاءٌ (افتعال۔ ناقص) بمعنی قریب ہونا۔ مجرد اَلدُّنُوُّ (نصر) قریب ہونا۔

الشق الثانی ......

فَدَيْنَاكَ مِنْ رَبْعٍ وَإِنْ زِدْتَنَا كَرْبًا فَإِنَّكَ كُنْتَ الشَّرْقَ لِلشَّمْسِ وَالْغَرْبَا

وَكَيْفَ عَرَفْنَا رَسْمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ لَنَا فُؤَادًا لِعِرْفَانِ الرُّسُوْمِ وَلَا لُبًّا

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رُكْبًا

وَمَنْ صَحِبَ الدُّنْيَا طَوِيْلًا تَقَلَّبَتْ عَلٰى عَيْنِهٖ حَتّٰى يَرٰى صِدْقَهَا كِذْبًا

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ابیات کا پس منظر و مفہوم تحریر کریں۔ مخطوطہ کلمات کی صرفی اور لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾...... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① اشعار پر اعراب ② اشعار کا ترجمہ ③ پس منظر ④ کلمات مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق

جواب ...... ① تا ③ اعراب و ترجمہ، پس منظر و مفہوم:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق:۔ فَدَيْنَا: صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اَلْفِدَاءُ (ضرب۔ ناقص) بمعنی قربان ہونا۔

رَبْعٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع رِبَاعٌ، رُبُوْعٌ، اَرْبُعٌ، اَرْبَاعٌ ہے بمعنی موسم بہار گزارنے کا مقام۔

لُبًّا: یہ مفرد ہے اس کی جمع اَلْبَابٌ ہے بمعنی عقل۔ مصدر لَبَبًا، لَبَابَةٌ (سمع۔ مضاعف) بمعنی عقلمند ہونا۔

اَكْوَارٌ: یہ جمع ہے اس کا مفرد كُوْرٌ ہے بمعنی اونٹ کا کجاوہ، انگیٹھی، بھڑ کا چھتہ۔

نُلِمُّ: صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر اِلْمَامٌ (افعال۔ مضاعف) بمعنی زیارت کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... دمع جری فقضی في الربع ما وجبا — لأهلـــه وشـفـی أنی ولا کـربـا

عـجـنـا فـأذهب ما أبقی الفراق لنا — من العقول وما رد الذي ذهبا

سـقیتـه عبرات ظـنـهـا مـطـرا — سـوائـلا من جفون ظنها سحبا

دار الـمـلـم لهـا طیف تهددني — لیلا فما صدقت عیني ولا کذبا

اشعار کا ترجمہ کریں۔مذکورہ اشعار سے شاعر کی مراد کی وضاحت کریں۔تیسرے شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① اشعار کا ترجمہ ② شاعر کی مراد ③ تیسرے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① و ② **اشعار کا ترجمہ و شاعر کی مراد:**۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

③ **تیسرے شعر کی ترکیب:**۔ سقیت فعل وفاعل ہ ضمیر مفعول بہ اول عبرات موصوف ظـنـهـا فعل وفاعل اور مفعول بہ اول مطرا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفتِ اول سوائلا صیغہ صفت مع فاعل من جارہ جفون موصوف ظـنـهـا فعل وفاعل اور مفعول بہ اول سـحـبـا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف وصفت مل کر مجرور، جار و مجرور مل کر متعلق ہوا صیغہ صفت کے، صیغہ صفت (سـوائـلا) اپنے فاعل و متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفتِ ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے مل کر مفعول ثانی، فعل (سقیت) اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ...... تـجـاوزت احراسا الیها ومعشرا — عـلـي حـراصـا لـویسرون مقتلي

اذا مـا الـثـریـا فی السماء تعرضت — تـعـرض اثـنـاء الـوشـاح المفصل

فـجـئـت وقـدنضت لیوم ثیابها — لـدی الستـر الّا لبسة المتفضل

فـقـالـت: یـمین الله مـالك حیلة — وما إن أری عنك الغـوایة تـنجلي

اشعار کا ترجمہ کریں۔اشعار کی اس طرح تشریح کریں کہ پس منظر کی وضاحت ہو جائے۔دوسرے شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: ① اشعار کا ترجمہ ② اشعار کی تشریح ③ دوسرے شعر کی ترکیب۔

جواب ...... ① **اشعار کا ترجمہ:**۔ ① میں ایسے محافظوں اور گروہ و جماعت سے بچ کر محبوبہ تک جا پہنچا جو پوشیدہ طور پر میرے قتل کے حریص وخواہش مند تھے۔ ② (میں پہنچا) جس وقت ثریا ستارے آسمان میں ایسے ظاہر ہو رہے تھے جیسے موتیوں سے پروئے ہوئے ہار کی لڑیاں جن میں فاصلہ کیا گیا ہو۔ ③ میں اس کے پاس ایسے وقت میں پہنچا جب کہ وہ سونے کیلئے پردہ کی آڑ میں شب خوابی کے کپڑوں کے علاوہ تمام کپڑے اتار چکی تھی۔ ④ اور اس نے کہا: اللہ کی قسم! اب تیرے لیے کوئی عذر نہیں اور میں یہ خیال نہیں کرتی کہ یہ گمراہی تجھ سے زائل ہو گی۔

② **اشعار کی تشریح:**۔ ان اشعار میں شاعر اپنی بہادری اور محبوبہ سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کر رہا ہے، کہتا ہے کہ میں ایسے محافظوں اور پہرے داروں سے بچ کر اپنی محبوبہ کی طرف پہنچا جو میرے شہزادہ ہونے کی وجہ سے خفیہ طور پر مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ اور وہ رات کی تاریکی کا وقت تھا جب ثریا ستارے آسمان پر بالکل واضح تھے کہ جیسے سونا و چاندی کے ہار میں فاصلے کیلئے موتی پروئے جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے سونا چاندی کی خوب صورتی واضح ہو جاتی ہے اسی طرح آسمانی سیاہی کی وجہ سے ستارے بالکل واضح و چمکدار تھے۔ اور اس وقت میری محبوبہ سونے کے کپڑوں کے علاوہ سب کپڑے اتار چکی تھی گویا سونے کی مکمل تیاری میں تھی۔ میں جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ تو اتنے خطرے مول لے کر مجھ تک پہنچا ہے اس لیے میرے پاس تجھے ٹالنے کا کوئی حیلہ و بہانہ نہیں ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ تو ایسے وقت میں اگر گرفتار ہو گیا تو تیرے بچنے کا کوئی حیلہ و بہانہ کارگر نہ ہو گا، اور میرے خیال میں تو اس محبت میں تباہ و برباد ہو جائے گا اور اس سے باز نہیں آئے گا۔

۲ دوسرے شعری ترکیب:۔ اذا ظرفیہ ما زائدہ الثریا مبتدا فی السماء جارو مجرور مل کر متعلق مقدم تعرضت فعل و فاعل تعرض مصدر مضاف اثناء مضاف الوشاح المفصل موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مصدر کا مضاف الیہ فاعل، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل، مفعول مطلق اور متعلق سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مفعول فیہ ہوا فعل سابق تجاوزت کا۔

السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

الشق الاول ...... فَظَلَّ طُهَاةُ الْقَوْمِ مِنْ بَيْنِ مُنْضِجٍ صَفِيْفِ شِوَاءٍ اَوْ قَدِيْرٍ مُعَجَّلِ

وَرُحْنَا يَكَادُ الطَّرْفُ يَقْصُرُ دُوْنَهٗ مَتٰى مَا تَرَقَّى الْعَيْنُ فِيْهِ تَسَهَّلِ

فَبَاتَ عَلَيْهِ سَرْجُهٗ وَلِجَامُهٗ وَبَاتَ بِعَيْنِيْ قَائِمًا غَيْرَ مُرْسَلِ

اَصَاحِ تَرٰى بَرْقًا اُرِيْكَ وَمِيْضَهٗ كَلَمْعِ الْيَدَيْنِ فِيْ حَبِيٍّ مُكَلَّلِ

ابیات کا ترجمہ کریں۔ شاعر کا نام لکھ کر بتائیں کہ ان اشعار کا تعلق کس معلقہ سے ہے؟ خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

جواب ...... مکمل جواب...... کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۳ھ

الشق الثانی ...... اری قبر نحام بخیل بماله كقبر غوی في البطالة مفسد

تری جثوتين من تراب عليهما صفائح صم من صفيح منضد

اری الموت يعتام الكرام ويصطفي عقيلة مال الفاحش المتشدد

اری العيش كنزا ناقصا كل ليلة وما تنقص الايام والدهر ينفد

ابیات کا ترجمہ کریں۔ شاعر کا نام لکھ کر بتائیں کہ ان ابیات کا تعلق کس معلقہ سے ہے؟ خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① اشعار کا ترجمہ ② شاعر اور معلقہ کی نشاندہی ③ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ...... ① اشعار کا ترجمہ:۔ ① میں بڑے کنجوس اور اپنے مال پر بخیل کی قبر کو کھیل کود میں مال بگاڑنے والے گمراہ شخص کی مثل دیکھتا ہوں۔ ② تو ان دونوں کی قبروں کو مٹی کے دو ایسے ڈھیر دیکھے گا جن پر سخت چوڑے چکلے پتھروں کی سلیں تہہ بتہہ رکھی ہوئی ہیں۔ ③ میں دیکھتا ہوں کہ موت اچھے اور سخی لوگوں کو چن لیتی ہے اور سخت وبخیل آدمی کے عمدہ ونفیس مال کو چن لیتی ہے (دونوں کو ہلاک کر دیتی ہے) ④ میں زندگی کو ایسا خزانہ سمجھتا ہوں جو ہر رات کم ہوتا رہتا ہے اور جس چیز کو شب وروز اور زمانہ گھٹاتا اور کم کرتا رہے وہ چیز (ایک دن) فنا ہو جاتی ہے۔

۲ شاعر ومعلقہ کی نشاندہی:۔ ان اشعار کا تعلق معلقہ ثانیہ دالیہ کے ساتھ ہے اور ان کے شاعر کا نام طرفہ بن عبد بکری ہے۔

۳ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ عَقِيْلَةٌ: یہ صفت کا صیغہ ہے اس کی جمع عَقَائِلُ ہے بمعنی عمدہ ونفیس مال۔

نَحَّامٌ: یہ مصدر نَحْمًا، نَحِيْمًا (ضرب) سے ماخوذ ہے بمعنی کھنکھارنا و کھانسنا، مراد بخیل ہے۔

غَوِيٌّ: یہ صفت کا صیغہ ہے از مصدر غَيًّا، غَوَايَةً (ضرب، سمع۔ لفیف) بمعنی گمراہ ہونا۔ محروم وہلاک ہونا۔

مُنَضَّدٌ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر تَنْضِيْدًا (تفعیل) بمعنی تہہ بتہہ ترتیب سے رکھنا۔

يَعْتَامُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِعْتِيَامًا (افتعال۔ اجوف) بمعنی چننا و پسند کرنا۔

يَنْفَدُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر نَفَادًا، نَفَدًا (سمع) بمعنی نیست ونابود ہونا، ختم ہونا۔

✧✪✪✪✧